بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

مواہب الرحمٰن

بحر العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۲۲-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

مواہب الرحمٰن

مفسر

بحر العلوم علامہ سیّد امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور

نام کتاب ــــــــ مواہب الرحمٰن
موضوع ــــــــ تفسیر قرآن شریف (اردو)
تالیف ــــــــ علامہ سید امیر علیؒ
ناشر ــــــــ مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ لاہور
مطبع ــــــــ نعمت علی پرنٹرز لاہور
صفحات ــــــــ ۸۰۸
تعداد ــــــــ ۱۱۰۰
جلد دوم ــــــــ بار اوّل ــــــــ صفر المظفر ۱۳۹۷ھ فروری ۷۷ء

تصحیح کنندگان

مولانا محی الدین سواتی فاضل دیوبند ــــ مولانا حافظ شاہ محمد مظاہری
مولانا سعید الرحمٰن علوی فاضل خیر المدارس

ہم نے اس تفسیر کے متن قرآن پاک کو لفظاً لفظاً حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے۔ اس میں کوئی لفظی یا اعرابی غلطی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی لفظ چھوٹا ہے

(مولانا حافظ) مشرف علی تھانوی خطیب جامع واپڈا کالونی لاہور
(مولانا حافظ) محمد عثمان صدیقی جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

جلد دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

مواہب الرحمٰن

بحر العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۹ء

پارہ ○

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا

مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝

ہرگز نہ پہونچو گے نیکی کی حد کو جب تک نہ خرچ کرو کچھ ایک جس سے محبت کرتے ہو اور جو کچھ چیز خرچ کروگے سو اللہ تعالے اسکا دانا تر ہے

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ۔ اي ثوابه وهو الجنة۔ تم نیکو کاری کو ہرگز نہ پاؤ گے ف یعنی نیکو کاری کا ثواب نہ پاؤ گے وہ ثواب جنت ہے۔ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ یہانتک کہ جن چیزوں کو تم چاہتے ہو ان میں سے خیرات کرو ف یعنی اللہ تعالی کی محبت غالب ہو اور نفس جن چیزوں کی محبت رکھتا ہے تم ان چیزوں سے منقطع ہو جاؤ اور یقین آخرت کے طور پر انکو خیرات کرو تب نیکی پاؤ یعنی جو ابرار کا مرتبہ ہے وہ تمکو حاصل ہو۔ واضح ہو کہ یہ کلام از سر نو شروع ہوا اور یہ مومنون کو خطاب ہے اور کافرون کے ذکر کے بعد ابرار کی نافع خیر کو ذکر فرمایا اس سے مناسبت ظاہر ہے اور تنالوا۔ از نیل ہے بمعنی پالینا جیسے نیل مراد یعنی حاصل ہونا اور بولتے ہیں۔ نالنی منه معروف یعنی مجھے اسکی طرف سے بھلائی پہونچی اور یہ نول بواو سے نہیں جسکے معنی تناول کے ہیں پھر بر بمعنی کار خیر و عمل صالح ہے اور اسکو پہونچنا یہ کہ اسکے ثواب کو پہونچے اور مترجم کے نزدیک جو تقدیر کہ ترجمہ سے ظاہر ہے وہ خوب ہے یعنی حد البر حاصل یہ کہ نیکو کاری کی حد کو نہ پہونچو گے مگر اسیطرح کہ محبوب چیز سے صدقہ کرو۔ اگرچہ مآل اسکا وہی ثواب جنت ہے اسیواسطے حضرت ابن مسعود و ابن عباس و عطا و مجاہد و سدی سے تفسیر جنت مروی ہے اور بعض نے کہا کہ بر۔ ای تقوی اور بعض نے کہا کہ طاعت۔ اور اصل میں بر کہتے ہیں فعل خیر میں توسع کو۔ اور یہ جب ہوتا ہے کہ آدمی اخلاق شرعی سے آراستہ ہو علم و حلم و عدل و حیا و کرم و سخا و شجاعت وغیرہ خوبیوں سے مزین ہو اور جہالت و غصہ و بے ایمانی و بے شرمی و بخل و تنگدلی و نامردی و خدائے تعالی پر بھروسا نہ کرنا اور امر آخرت کا پورا یقین نہونا وغیرہ بد خصلتوں سے اللہ تعالی نے اسکو نجات دی ہو جب ایسا خوش خلق ہوتا ہے تو ہر فعل اسکا نکوئی ہو جاتا ہے اسی سے حدیث نواس بن سمعان میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے بر کو دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ حسن الخلق بر ہے فافہم۔ انفاق سے مراد مطلق خرچ کر ڈالنا نہیں ہے بلکہ صدقہ دیکر خرچ کرنا مراد ہے خواہ صدقہ فرض ہو مانند زکوۃ وغیرہ کے یا نفل ہو اور نفل میں اپنے اہل و عیال پر بھی بطور معروف بدون اسراف کے خرچ کرنا داخل نیکی ہے چنانچہ حدیث سعد رضی اللہ عنہ میں آیا کہ جو لقمہ تو اپنی جورو کے منھ میں پہونچاوے وہ بھی تیرے واسطے نیکی ہے (الصحیح) پھر یہ صدقہ اس چیز میں سے ہو کہ جسکو تم محبوب رکھتے ہو اپنے مالون میں سے کوئی مال ہو اور من تبعیضیہ ہے یعنی ان اموال سے بعض صدقہ کرو اسواسطے کہ کل مال خرچ کر دینا اچھا نہیں ہے جبکہ فاقہ کشی کی نوبت آوے اور محبت سے یہان محبت شرعی مراد نہیں بلکہ بشری مراد ہے پس اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مال کی محبت فی نفسہ روا ہے بلکہ امر خیر کے واسطے جبکہ حلال ہو اچھا سمجھنا جائز ہے لہذا حرام و مشتبہ کے مال سے صدقہ دیکر ثواب کی نیت رکھنا کفر ہے اور شاید کہ من بیانیہ ہو یعنی منصوص وہ اموال جنسے بمقتضائے بشری تم کو محبت ہے انکو صدقہ کرو کیونکہ آدمی ہر چیز کو اپنے مال سے محبوب نہیں رکھتا ہے پھر محبوب مال خیرات کرنے سے دلی یقین ظاہر ہوا کہ اسکو دار آخرت کا یقین ہے اور اللہ تعالے پر بھروسا ہے۔ بخلاف منافق کے جو خرچ کرنے میں متردد ہوتا ہے۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۔ اور تم کوئی چیز خرچ کرو اللہ تعالی اسکا علیم ہے ف اگرچہ مال قلیل ہے پھر تمہاری

نیت بھی جانتا ہے فیجازی علیہ- پس تم کو اسپر ثواب دیگا یعنی صدقہ کرنے پر اللہ تعالی نے اپنا دانا ہونا بیان فرمایا اس سے مراد یہ کہ وہ تم کو
تمھارے کارخیر کا ثواب عطا کریگا اور اسمین اشارہ ہے کہ نیت سچی رہے کیونکہ اللہ تعالی دانا ہے اسیواسطے مطلق خرچ کرنے پر یہ نہ فرمایا کہ ان
اللہ یجازیکم بجزاءٍ کریم- تمکو خدا نیک بدلا دیگا کیونکہ بہتیرے دکھلانے سُنانے کو صدقہ دیتے ہین اس سے حسن کلام معلوم ہوگیا- پھر جانو کہ
بیضاویؒ نے ما تحبون مین کہا کہ مال سے یا ایسی چیز سے جو مال وغیرہ کو عام ہے مثلاً مسلمانون کے معاونت مین لینے سے بن پڑتے ہوے
بھلائی کرے مثلاً بادشاہ اسکی بات مانتا ہے اس سے بھلائی کرے اور بدن کو اللہ تعالی کی بندگی مین صرف کرے اور دلکو اسکی یاد مین قربان
کرے **مترجم** کہتا ہے کہ یہ کلام خوب ہے اور اللہ تعالی کے واسطے تعلیم دینے مین اپنی جان کو وقف کرنا بھی اسمین داخل ہے اور بخاری مسلم وغیرہ
نے حضرت انس رضؓ سے روایت کی کہ جب یہ آیت اُتری تو ابوطلحہ انصاریؓ رسول صلعم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے میرے مالون
مین سے بیرحاء بہت پسند ہے اور وہ اللہ تعالی کے واسطے صدقہ ہے مین اللہ تعالی کے پاس اسکا ذخیرہ و ثواب چاہتا ہون پس اللہ تعالی
کی توفیق سے آپ جہان چاہین خرچ کرین نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخ بخ ذلک مال رابح ذلک مال رابح یعنی خوب خوب یہ بڑا فائدہ مند
مال ہے یہ بڑا فائدہ مند مال ہے اور جو تو نے کہا مین نے سمجھ لیا اور میری رائے ہے کہ مین اسکو تیرے اقرباء مین صرف کرون عرض کیا کہ آپ جیسا چاہین کرین
پس آپ نے ابوطلحہ رضؓ کے اقارب اور چچا کی اولاد مین تقسیم کردیا- اور ایسی ہی حضرت عمرؓ کا حصۂ خیبر سب سے نفیس مال صدقہ کرنا حدیث صحیح مین اور
جلولاء یعنی بہت پسند باندی کو اللہ تعالی کے واسطے آزاد کرنا بروایت بزار و عبد بن حمید مذکور ہے اور حضرت عمرؓ نے اس باندی سے پھر نکاح بھی نہ
کیا اور یہ تقوی ہے کیونکہ صدقہ کا مال پھر خرید کرنا حدیث بخاری مین ممنوع آیا ہے اگرچہ علماء کے نزدیک اسمین فقط کراہت ہے واللہ اعلم- اور
ان احادیث سے نکلا کہ صدقہ کو اقارب مین تقسیم کرنا اولی ہے اور یہ نکلا کہ آیت کریمہ صدقہ مفروضہ و مستحبہ کو عام ہے یہ اور من تبعیضیہ ہونے کی تقویت
نکلتی ہے اور بعض قرائۃ مین بھی- بعض ما تحبون آیا ہے **ف** عرائس البیان مین اس آیت کریمہ کے اشارات کو طول کے ساتھ اسطرح بیان
فرمایا کہ قولہ تعالی لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون- جو لوگ اس صفت کے ہین کہ محبوب چیز کو خرچ کرتے ہین انکے چار طبقہ ہین حسب ذیل
طبقۂ اول اہل معاملات- اور اُن کی دس قسمین ہین ایک قسم توبہ کرنے والے ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین ہین ایک
ترک دنیا دوم ترک ریاست یعنی لوگون کے سردار بننے کو چھوڑنا اور سوم ترک نفس کہ للہ و فی اللہ ترک کرتے ہین قسم دوم تورع کرنے
والے ہین اور انکا انفاق بھی تین چیزین ہین ایک ترک معاصی کہ گناہ کسی قسم کا ہو ترک کرتے ہین دوم سوا ے سدرمق کے حلال بھی ترک کرتے ہین
سوم شہوات سے یعنی تمام خواہشون سے خواہ کسی قسم کی ہون جو نفس سے متعلق ہین سب سے نفس کو چھوڑاتے ہین قسم سوم زہد کرنیوالے
ہین اور ان کا انفاق بھی تین چیزین ہین ایک نفس کا مجاہدہ ہے یعنی نفس کو مجاہدہ مین لاتے ہین اور اسکی ضد سے چھوڑاتے ہین
دوم اعمال کو پاک کرتے ہین سوم جوارح و اعضا کو احکام سنت پر جھکائے رکھتے ہین اور خود بینی سے ذلیل کرتے ہین قسم چہارم فقرا ہین
اور انکا خرچ بھی تین چیزین ہین اول حفظ اوقات یعنی جو دم ہے اسکو نگاہ رکھتے ہین دوم فقر کی نگہداشت کرتے ہین کہ تونگری یا اسکی
خواہش پر میل نہ کرے- سوم اپنے آپ کو تمام امور مین عفیف رکھتے ہین کہ انکے حال سے سوا ے حق عزوجل کے کوئی واقف ہو قسم پنجم
اس طبقہ سے اغنیاء ہین اور انفاق انکا بھی تین چیزین ہین اول مالون کو خیرات کرنا بدون اسکے کہ جسکو دیا ہے اسپر کچھ منت رکھین یا ایذا
دین یعنے قولہ تعالی ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی کے پابند ہین دوم فقیرون کے نزدیک تواضع و عاجزی سے رہتے ہین- سوم
ریا کا خطرہ آنے کے وقت اخلاص کی دعا کرنا اور اپنے نفس کی شر سے پناہ مانگنا قسم ششم صبر کرنے والے ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزین

ہین۔ اوّل توفاقہ کے وقت جزع نہین کرتے ہین دوم بلا نازل ہونے کے وقت دل خوش رکھتے ہین سوم راحت پر محنت وبلا کو اختیار کرتے
ہین یعنی محنت وبلا کو بہ نسبت راحت کے پسند کرتے ہین **قال المترجم** وجہ یہ ہے کہ بلا مین ظاہر ایک بلا ہے اور صدہا الطاف خاص پوشیدہ
ہوتے ہین پس عام تو اس ایک بلا ظاہر پر صبر نہین کرسکتا اور یہ لوگ اسپر صبر کرکے ان الطاف کو پہونچ چکے تو اب بلا کو راحت پر ترجیح دیتے
ہین کیا نہین دیکھتا کہ حفت الجنۃ بالمکارہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو مکارہ سے گھیر دیا ہے جو شخص اس مکروہات کو جھیل گیا وہ جنت کو پسند
کریگا اور دوزخ کی شہوات سے بدرجہا افضل جانیگا۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ بلا سے عافیت مانگنا یہ علی العموم عوام کو حکم ہے اسواسطے کہ
اگر خدانخواستہ اس بلا پر صبر نہوا تو پھر بربادی زیادہ ہے جیسے عوام کو راہ تجرید وترک نہین سکھلائی جاتی ہے بخوف آنکہ غالبا وہ اس راہ مین
ایمان سے جاتے رہتے ہین اور حق یہ کہ بلاے الٰہی پر صبر کرنا کسی کی مجال نہین ہے کیا نہین دیکھتے کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے قید خانہ
کو اختیار کیا تھا اور یہ ہوا جو ہوا اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو جہاد مین کافرون سے بھڑ جانے کی تمنا مت کرو اور
اللہ تعالیٰ سے عافیت چاہو لیکن جب مقابل ہوجاؤ تو ثابت قدم رہو (الصحیح) اور حدیث مین ہے کہ دنیا وآخرت کے لیے بہتر دعاے عافیت
ہے (السنن) الحاصل جب بندہ شکر گزاری کے ساتھ عظمت کبریائی کا اظہار کرتا رہا پھر تقدیر سے اسکو بلا پہونچی تو جسنے بلا دی وہی صبر عطا
فرماتا ہے و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔ یعنی بندہ ہر وقت یہ کلمہ کہے یعنی مجھے کچھ بھی طاقت وقوت نہین سواے اسکے کہ اللہ تعالیٰ عزیز
حکیم ہی کے نام پاک کے ساتھ ہے حدیث مین ہے کہ ایک نے دعا کی کہ الٰہی مجھے صبر دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنکر فرمایا کہ اے شخص تو نے بلا مانگی پس
تو عافیت مانگ (السنن) حاصل آنکہ انے صبر مانگا جو بلا پر ہوا کرتا ہے واسأل اللہ تعالیٰ العافیۃ فی الدنیا والآخرۃ۔ قسم ہفتم شکر کرنیوالے ہین اور انکا خرچ کرنا
بھی تین چیزین ہین اول اپنی زبانون کی ثناے پروردگار سے دیکھ کر شرم کرتے ہین کہ ہم بھی تعریف کا دم مارین حالانکہ نعمتون کو خوب پہچانتے
ہین دوم انعام کرنے والے پاک بے نیاز کی معرفت حقیقت سے اپنے دلون مین متحیر ہوتے ہین سوم اپنی روحین خیرات کرتے ہین اور کسی عوض
کے خواستگار نہین ہین قسم ہشتم متوکل ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیز کا ہے اول استرسال نفوس اللہ تعالیٰ کے واسطے انکی بلا نازل ہونے
کے وقت دوم اپنے جان ودل کو اسکی رضامندی چاہنے مین خیرات کرنا۔ سوم اللہ تعالیٰ کی قضا ومقدر جاری ہونیکے وقت ہر خطرہ سے اپنی خاطر
کو مضبوط رکھتے ہین کہ کوئی بیجا خطرہ نہین آنے دیتے ہین قسم نہم انہین سے راضی لوگ ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیز ہے اول آنکہ اللہ عزوجل جو درحقیقت
قادر مختار ہے اسکے اختیار مین ہوگئے اور اپنے اختیار کا نام چھوڑ دیا دوم جو ابکا ارادہ ہے اسکے مقابلہ مین تخییر کرنا چھوڑا سوم اسمرتبہ سے کمتر والون سے
اپنے اسرار کو چھپاتے ہین قسم دہم انہین سے صادقین ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزین ہین اول آنکہ مخلوق کے دیکھنے سے پروردگار عزوجل کی بندگی کو
خالص وپاک رکھتے ہین اور نفس کی رعونت سے اپنے سر باطن کو پاک رکھتے ہین۔ سوم آنکہ توحید کو رسم عادت سے پاک رکھتے ہین **طبقۂ ثانیہ**
اهل حالات ان لوگون کی بھی دس قسمین ہین قسم اول انہین سے اہل مراقبہ کہلاتے ہین اور خرچ کرنا انکا بھی تین چیزین ہین اول دفع خطرات
اور دوم مناجات کو خفیہ ادا کرنا۔ سوم آنکہ خلوتون مین حرمت کی حفاظت کرنا قسم دوم اہل خوف ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزین ہین
اول کمتر سونا اور دوم کم کھانا اور سوم قلت کلام یعنی کم بات کرنا۔ اور قسم سوم انہین سے اہل رجوع ہین اور انکا خرچ بھی تین چیزین ہین اول آنکہ
ہر دو جہان سے طبیعت کو اٹھا لیتے ہین دوم ان دونون منزلون سے اوپر چڑھتے ہین سوم تمام عالم کے ذکر سے اپنے دل کو خالی رکھتے
ہین قسم چہارم محبین ہین اور انکا انفاق بھی تین چیزین ہین اول آنکہ معرض کرامات سے اتقا کرتے ہین دوم طاعات کی طرف التفات
نہین کرتے ہین سوم قلب کو درجات سے صاف کرتے ہین کیونکہ وہ مقام مشاہدات تک پہونچ جاتے ہین۔ قسم پنجم ان مین سے

مشتاق کہلاتے ہین اور انکا انفاق تین چیزین ہین کہ ایک تو ہجر کی آگ سے جلنا دوم بھوک کی آگ سے نفس کا سلگنا سوم خوف وجلال کی آگ سے روح جلنا قسم ششم ان مین سے عاشقین ہین اور انکا انفاق تین چیزین ہین ایک تو ولایت کی خواہش چھوڑتے ہین دوم حظ محبت چھوڑتے ہین اور سوم مقام رعایت مین ہمیشہ سر باطنی کو لگائے رکھتے ہین - اور قسم ہفتم موقنون یعنی یقین رکھنے والے ہین اور ان کا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو نفس پر شفقت نہین کرتے ہین دوم قلب کی ہمیشہ نگہداشت کرتے ہین سوم ماسوائے حق عزوجل کے سب چیزون کی یاد سے اپنی ارواح کو پاک رکھتے ہین - قسم ہشتم انہین سے مستانسین ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین ہین کہ ایک تو مخلوق سے منھ موڑتے ہین دوم دل کو اسطرف لگاتے ہین جہانسے طلوع انوار مشاہدہ ہوگا - سوم اپنی سر باطنی کو دشمن کے معارضہ سے پاک رکھتے ہین قال المترجم اس سے ظاہر ہوا کہ بندہ سے کبھی وسوسہ وتکلیف شرعی ساقط نہین ہوتی ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ حضرت صلعم اور صحابہ کرام سے یہ تکلیف کبھی ساقط نہوئی اور اثر صحیح مین ہی کہ صحابہ رسول صلعم اعمال مین سے کسی عمل کا ترک کرنا کفر نہین جانتے تھے سوائے نماز کے کما فی المشکوۃ وغیرہ ولیکن بجائے اسکے حسنات ابرار کو مقربین کے درجہ مین سیات شمار کیا گیا ہی اور یہین سے صحیح ہوا کہ اصحاب بدر کے حق مین آیا کہ اللہ عزوجل نے انکو فرمایا کہ تم جو چاہو کرو مین نے تم کو بخشدیا حالانکہ اسپر بھی اکابر صحابہ وخلفاء راشدین نے اپنر حد شرعی جاری فرمائی ہی اور یہ لسند صحیح روایت ہوا ہی اور خود اللہ عزوجل نے فرمایا کہ ان الحسنات یذہبن السیئات - نیکیان نابید کردیتی ہین برائیون کو اور اس سے زیادہ تحقیق مقام کا انتظار کرنا چاہیے کہ اپنے موقع پر آویگی قسم نہم انہین سے مطمئن ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو بلا مین تمکن کرنا وقائم رہنا - دوم رنج وتکلیف مین صبر کرنا سوم نعمتون مین شکر کرنا - اور دسوین قسم ان مین سے محسنین ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو بندگی کی صحت اس صفت کے ساتھ کہ مشاہدہ معبود مین حاضر ہوتے ہین دوم اللہ تعالی کے واسطے اپنی جان وروح کو قربان کرتے ہین بدون اسکے کہ ثواب جنت کی رغبت سے ہو سوم کنایہ کے انوار مطالعہ کرتے ہین طبقۂ ثالثہ اہل معرفۃ اور ان کے بھی دس اقسام ہین قسم اول ذاکرین ہین اور انکا انفاق تین چیزین یہ ہین ایک تو دفع وسواس دوم قلب سے لوگون کے بیچ مین ہوکر غفلت کو دور رکھنا سوم رسوم شخصی سے باہر ہوجانا غفلت سے مراد یہان غین قلب ہی جیسا کہ حدیث مسلم مین انہ لیغان قلبی میرے قلب پر غین آجاتا ہی اور مین اللہ تعالی سے ستر بار استغفار کرتا ہون (رواہ مسلم) قسم دوم انہین سے متفکرین ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو روح کو بھیجنا تاکہ مشاہدۂ غیوب مین پہنچے اور وہان ایسے مقام پر ٹھہرے کہ آفتاب جلال قدم کے انوار اسپر پڑین - دوم عقل کو چھوڑدینا کہ میدان ملکوت مین جبروت کا مشاہدہ کرے سوم قلب کو بساط قرب سے نزدیک کردینا بغرض خواہش وصال کے مگر اس صفت کے ساتھ کہ وہ حضرت کبریا وعظمت کی ہیبت سے بھرا ہو قسم سوم حکماء ہین یعنی جن کو حکمت ربانی عطا ہوئی ہی اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو مریدین یعنی ایسے شخصون کے واسطے جو درگاہ باریتعالے کی مضبوط خواہش رکھتے ہین کلام کرنا اور دوم طالبین کے واسطے علم پھیلانا سوم اہل عالم کے لیے راہ صواب دکھلانا قسم چہارم ان مین سے اہل حیا ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو سر باطنی سے مقام مکر سے تمیز کردینا اور دوم مشہد ذکر سے پوشیدہ خواہش کو پاک کردینا - سوم مجاری خطرات سے باریک ریا کو دور کردینا قسم پنجم انہین سے اہل تلوین ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین کہ ربوبیت مین عقل سے یعنے عقل کلی سے تفکر کرنا اس نیت سے تاکہ معرفت حاصل ہو اور دوم اسکے قدیم انعام مین قلب سے نظر کرنا تاکہ محبت ربانی حاصل ہو - سوم روح سے سیر کرنا عالم ملکوت مین تاکہ انوار مشاہدہ حاصل ہون قسم ششم انہین سے اہل تمکین ہین اور انفاق انکا تین چیزین یہ ہین ایک نگاہ رکھنا جناح عبودیت کا مقام ربوبیت سے دوم دفع کرنا تہمت بشری کا مصدر کشف مشاہدے سے سوم راسخ ہونا سر باطنی کا طوالع سلطان

له یعنی مشاہدہ ذات وصفات تجلی الٰہی کا ہے دور دو ۱۲ م

ہیبت ہین پس اہل تمکین ادراک حقیقت جمال قدم سے پرورش یافتہ اور اتحاد بقا رکو اعدام مشاہدہ صرف سلطان وحدانیت سے تمیز کرنے
والے ہین قسم ہفتم انہین سے اہل حقیقت ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین ہین ایک یہ کہ گنہگارون کے حق مین دعا کرنا دوم خوشی خاطر سے انکی
ایذا کو برداشت کرلینا سوم انکے بدلے سے طمع اٹھا لینا پس یہی لوگ ہین کہ اللہ تعالی کے بندون پر رحمت ہین پس مخلوق تو معارف سے
قطع کردیے جاتے ہین اور یہ لوگ تمام کشف سے بیشمار فیض پاتے ہین اللہ تعالی نے ان لوگون کو اپنے بندون اور ملکون کے باقی رکھنے کے
واسطے رکھا ہو تاکہ انکی طرف وہ لوگ التجا لاوین جنکو اپنے احوال مین شک پڑ گیا ہو قسم ہشتم انہین سے اہل اسرار ہین اور انکا انفاق تین چیزین یہ ہین
ایک اسرار کو چھپانا بخوف غیرت حق کے دوم اپنی مراد سے نکلکر حق عزوجل کی مراد مین جانا اور سوم خلق سے غائب ہوکر اپنے سینون مین جمال
غیب الغیب کی تلاش کرنا۔ قسم نہم انہین سے عارفین ہین اور انکا خرچ کرنا یہ تین چیزین ہین ایک تو دنیا کو دنیا دارون کیلیے چھوڑتے ہین اور
دوم آخرت کو مع اسکی لذت کے اورون کی خواہش مین رکھتے ہین یعنی اگرچہ آخرت کی نعمت انکو ملیگی لیکن خواہش اسکی نہین کرتے ہین سوم یہ کہ اپنے
مولی کے دروازے پر بیٹھتے ہین اسطرح کہ سوائے اسکے سب سے منقطع ہو جاتے ہین اور اسی کے مشاہدہ کیواسطے صفائے عبودیت مین ساعی رہتے ہین
یہ لوگ تمام مخلوق و موجود سے منقطع ہو کر خالق عزوجل ہی کی طرف ہو رہے ہین **طبقۂ رابعہ اہل توحید** ہین اور انکی بھی
دس قسمین ہین۔ قسم اول انہین سے اہل القبض ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو مقام حزن مین مراقبہ کرکے اپنے دم گنتے ہین
دوم مقام عشق مین خون بہاتے ہین سوم مقام شوق مین دل سے آہ آہ کرتے ہین **قال المترجم** اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیم کو فرمایا ہے کہ ان ابراہیم
لاواہ حلیم۔ اور اواہ کی تفسیر کی گئی کہ بہت آہ آہ کرنے والا۔ حدیث مین ہے کہ آپ کے سینۂ مبارک سے مثل جوش دیگ کے آواز آتی تھی اور قسم دوم
انہین سے برعکس اول کے یعنی اہل البسط ہین اور انفاق انکا یہ تین چیزین ہین ایک تو فرحت بوجہ حبیب دوم نفرت از گفتگوے رقیب سوم تقرب از توکل
بسوے قریب مجیب۔ قسم سوم انہین سے اہل سکر ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین ایک یہ کہ سماع ذکر از عالم دوم نسیم صبا غیب سوم خوشبوے
قرب بمراقبات۔ قسم چہارم انہین سے اہل صحو ہین اور انکا انفاق تین چیزین یہ ہین ایک تو تلخی ہجر مین ساکن رہنا دوم بشوق لقا حضرت گریہ وزاری
کرنا اور سوم مخلوق کے احوال پر شفقت کرکے انپر مہربان ہونا اور شیطان کے مقابلہ مین ثابت قدم رہنا قسم پنجم ان مین سے اہل فنا ہین اور
ترک انکا تین چیزین ہین ایک یہ کہ سر باطن کو ذکر سے پاک کرنا اور دوم فکر سے احوال کی تربیت کرنا اور سوم مجاہدہ سے شکل ظاہری کو ہلال بنانا۔ قسم
ششم انہین سے اہل لقا ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین کہ مشاہدات کا ذکر کرنا اور کرامات کو پھیلانا اور مکاشفات حاصل کرکے مجاہدات سے خلاصی لے لینا
اور قسم ہفتم ان مین سے اہل انبساط ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین ایک یہ کہ شطح کے بعد استغفار کرنا اور سکر کی حالت مین آداب لحاظ رکھنا
اور مریدون کو مقامات کی خبر دیدینا قسم ہشتم انہین سے اہل حقائق توحید ہین اور خرچ کرنا انکا تین چیزین یہ ہین ایک تو امتحان مین مستقیم رہنا بایں
طور کہ ایمان کو اخلاص کے ساتھ رکھتے ہین دوم مقام محبت مین اپنی خواہشین چھوڑتے ہین سوم آنکہ رسوم مقامات چھوڑنے سے اسرار کی رعایت
رکھتے ہین۔ قسم نہم انہین سے اہل ولہ ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین عبرات و زفرات و بذل مہجت در رابہ یات۔ قسم دہم انہین سے اہل اتحاد ہین
اور انکا انفاق تین چیزین ہین اول توحید کے مقام سے خواہش کو بھی کاٹ دیتے ہین اور تجرید کے ساتھ قدم القدم سے سیر السکر تے ہین اور تفرید
کے ساتھ بقاء البقاء مین روح کو پرواز دیتے ہین۔ اب جاننا چاہیے کہ مردان صادق کا حال اپنے خرچ کرنے مین اسطرح ہو جو بیان ہوا ان لوگون نے اپنے
خرچ پر قدر تفاوت مین بڑی بڑی کرامتین حاصل کی ہین پس ہر گروہ کے واسطے انہین سے ایک امر خاص ہے پس توبہ کرنے والون کا امر یہ ہے کہ ان کو اللہ
تعالی کی محبت حاصل ہوتی ہے اور یہی اشارہ فرمایا اللہ تعالی نے۔ ان اللہ یحب التوابین اور ورع والون کا امر یہ ہے کہ تقوی کے ساتھ انکی دنیا

مستجاب ہوتی ہے - اور زاہدون کا بر یہ کہ اللہ تعالی کی طرف سے حکمت حاصل ہوتی ہے اور یہی نبی صلعم نے اشارہ فرمایا کہ جسنے چالیس روز دنیا
مین زہد کیا تو حکمت کے چشمہ اسکے دل سے اسکی زبان پر ظاہر ہونگے اور بر الفقرا یہ ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے انکے قلوب مین سکینت ظاہر
ہوتی ہے اور بر الاغنیا یہ ہے کہ انکو درجۂ کرامات ملتا ہے - اور بر الصابرین یہ کہ درجۂ ولایات ملتا ہے اور بر الشاکرین یہ کہ قرب نزدیکی مین زیادتی
ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا - لئن شکرتم لازیدنکم - اگر تم شکر کروگے تو ضرور مین تمکو زیادہ نعمت دونگا - اور بر المتوکلین یہ کہ تمام مرادون
مین اللہ تعالی کفایت فرماتا ہے اور محبت الٰہی کے لطائف اپنے قلب مین پاتے ہین - ومن یتوکل علے اللہ فہو حسبہ - اللہ تعالے نے فرمایا جو
توکل کرے اللہ تعالے پر اللہ تعالے اسکو کافی ہے اور نیز اللہ تعالی نے فرمایا - ان اللہ یحب المتوکلین - اللہ تعالی محبوب رکھتا ہے متوکلون کو
بر الراضین یہ کہ اللہ عز وجل انسے راضی ہوتا ہے اور یہ بڑا درجہ ہے کہ فرمایا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ - اور رضوان اکبر تجلی خاص ہے اور جو شخص مقام
رضا مین پہونچا وہ رضوان اکبر کو پہونچ گیا - بر الصادقین یہ کہ دنیا و آخرت مین انکی تعریف و مدح ہوتی ہے اور قیامت کے روز خلائق کے روبرو
انکو کرامات حاصل ہوگی چنانچہ اللہ عز وجل نے فرمایا - لیجزی اللہ الصادقین بصدقہم - یعنی قیامت ضرور ہے تاکہ اللہ تعالے صادقین کو
انکے صدق کی جزا عطا فرماوے - یہ درجہ اہل معاملات کا ہے کہ جو اللہ تعالے انکو اپنے کرم سے انکے بر کا بدلا عطا فرماویگا بر المراقبین یہ ہے کہ نور
فراست و حلاوت ذکر حاصل ہوگی اور بر خائفین یہ کہ ذوق محبت اور معرفت اجلال حق تعالی حاصل ہوگی - اور بر راجین یہ ہے کہ صفاء یقین
اور نور بسط و انبساط حاصل ہوگا - بر المحبین یہ ہے کہ مکاشفہ و انوار قربت و مشاہدہ حاصل ہوگا - بر المشتاقین یہ کہ تمام معانی مین انکو انس حضرت
حق عز وجل حاصل ہوتا ہے - بر عاشقین یہ کہ چشم ارواح مین نور جمال سے سرور حاصل ہوتا ہے - اور بر موقنین مشاہدۂ نمہائے کریہ و طمانیت در رسم
ربوبیہ ہے اور بر المستانسین یہ کہ اپنے قلوب مین حسن قدم پاتے ہین اور شہوات کے گندہ خطرات شیطانی سے پاک ہین - بر المطمئنین یہ کہ طرح طرح
کے عجائب آیات اور تقلیب اعیان سے انکو کرامات حاصل ہوتی ہے اور عارف کو حلاوت ذکر حاصل ہوتی ہے اللہ تعالی نے فرمایا - الا بذکر اللہ
تطمئن القلوب - بر المحسنین یہ ہے کہ لباس ملکوت مین مشاہدۂ حق حاصل ہوتا ہے - یہ سب بیان ان لوگون کے بر کا تھا جو اہل احوال ہین - اور
بر الذاکرین ایمان ہین دیدار ہے - بر المتفکرین یہ کہ پردۂ آیات مین تجلی صفات کے آثار دکھلائی دیتے ہین بر الحکما یہ ہے کہ الہام کی صفت پر
خصائص خطاب سے مستفیض ہوتا ہے - بر اہل الحیا دیدار و مشاہدۂ عظمت و کبریا ہے - اور بر اہل تلوین دیدار عین صفات ہے اور بر اہل تمکین یہ کہ
دیدار عین جمیع صفات بدون رسم افعال کے ہے - اور بر اہل الحقیقۃ یہ کہ دیدار عین القدم بصفت فنا ہے اور بر اہل السر یہ ہے کہ مدارج معرفت مین
روح کی آنکھ سے علم ازلی کا خزانہ دیکھتے ہین - اور بر العارفین یہ کہ تجلی صرف و احدانیت پاتے ہین - یہ سب جو مذکور ہوا یہ عارفون کا بر ہے اور
اب رہا بیان توحید تو اہل فیض کا یہ بر ہے کہ دیدار عزت نصیب ہے اور بر اہل البسط یہ کہ نور قربت ظاہر ہوتے بر حلاوت کے ساتھ جلال صفات کو
دیکھتے ہین - بر اہل السکر یہ کہ اچانک انکے احوال کے پردہ مین حق کا ظہور انپر ہوا اور بر اہل صحو یہ ہے کہ دیدار حق بنعت حسن و جمال حاصل ہوا اور بر اہل فنا
یہ کہ دیدار قیومیت بنعت فردانیت حاصل ہو - اور بر اہل لبقا یہ کہ حق عز وجل کے دوام کا دیدار ہوا اور بر اہل انبساط یہ ہے کہ اللہ تعالے سے اپنی مراد
پاکر اپنے واسطے حق کی طرف سے بسط کو دیکھین - اور بر اہل حقائق التوحید وہ دیدار انوار ذات و صفات ہے - اور بر اہل ولہ یہ ہے کہ اپنے اندر
انبساط حق کو دیکھ کر حیرت مین رہجاوین اسی سے دیوانہ ہوگئے - اور بر اہل اتحاد یہ ہے کہ لباس جمال قدم اپنی ارواح پر دیکھین اور تمام مخلوق
اُنکے واسطے مسخر کی گئی باین طور کہ قدرت حق عز وجل سے ظہور صفات ہوتا ہے لیکن اس بندہ متوحد موحد کے واسطے کرامت ہے حضرت استاد
رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لوگون مین بعض ایسے ہین کہ جزا و عوض کے لحاظ سے خرچ کرتے ہین اور بعضے محنت و بلا دور ہونے کی امید پر خرچ

خرچ

کرتے ہین ۔ اور بعض نے کہا کہ آیت سے معلوم ہوا کہ تو بر تک نہین پہونچ سکتا بدون اسکے کہ جو تیری محبوب چیز ہی اسکو خیرات کرے تو بھلا تو خالق اکبر
عزوجل تک کہان پہونچے گا جبکہ تیرا حال یہ ہی کہ تو اپنے حظوظ کو اختیار کیے ہوے ہی **قال المترجم** پھر انقطاع کے معنی یہ ہین کہ جس شخص کو
جس چیز سے تعلق پیدا ہوا تو اسکو چھوڑ دے لیکن بسا اوقات بعضے لوگون کو یہی بات حاصل کرنے کیواسطے یہ ضرورت ہوتی ہی کہ دنیا کی آبادی سے یکطرف ہو کر
کسی پہاڑ یا جنگل مین تنہا بسر کرین حالانکہ یہ کچھ ہر شخص کیواسطے لازمی نہین ہی اور اسیطرف حدیث صحیح مین اشارہ ہی کہ پہاڑ کے کسی شعبہ مین بکریان لیکر رہے وہان اللہ تعالیٰ
کی عبادت مین عمر صرف کرے اور آبادی دنیا کے لوگونکو اپنے شر سے چھوڑ دے اور بعض نے فرمایا کہ برّ اول تو ہدایت ہی بعد اسکے مجاہدہ پھر مشاہدہ ہی اور معنی آیہ کے یہ ہین
کہ تم ان خصائل خوب کو نہ پاؤگے مگر اسیطرح کہ جو کچھ تم چاہتے ہو آپس سے خرچ کر ڈالو اور **شیخ ابن عطا** نے فرمایا کہ تم قربت کو نہ پہونچوگے درحالیکہ تم
اپنے نفس کے حظوظ و خواہشون مین لگے لپٹے ہو اور **شیخ ابو عثمان** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خواص بندون کے مقامات تک نہین پہونچ سکتا
جبتک کہ نفس کے آداب اور اس کی ریاضت مین سے کچھ بھی اسکے ذمہ باقی رہا ہی اور **واسطی** نے کہا کہ برّ تک پہونچنا تو بعض محبوب چیزون
کے خرچ ہی کرنے سے ہی مگر بار یعنی خالق برّ تک پہونچنا یون ہی ہی کہ ہر دو جہان سے اور جو کچھ انمین ہی سب سے مجرد و منفرد ہو جاوے اور **شیخ**
نصر آبادی نے کہا کہ محبوب چیزون کو تجسے دور کرا کے تجھے خاص اپنے ہی واسطے اکیلا کر لیا تاکہ تیری محبت خالص اسکی طرف ہو اور اسکے
سوائے کسی کی طرف التفات نہ رہے **قال المترجم** یہ اشارہ صاف ظاہر اور بہت جید اشارہ ہی بلکہ ایسا قوی ہی کہ گویا سیاق کلام اسی کے
واسطے ہی اور تجھے معلوم ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی سے انکا کل مال خیرات کرنا قبول کیا اور کہا ابو بکر رض نے کہ مین نے اپنے لوگون کے
واسطے اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کا نام چھوڑا ہی یعنی کچھ نہین چھوڑا ۔ حالانکہ کل صدقہ اورون کے واسطے روا نہین رکھا گیا ہی پس فعل ابو بکر رض
اقرب باصل مقصود ہی بلکہ وہی اصل مقصود ہی اور یہ خصوصیت بنظر قوت ایمان و صدیقیت ہی بخلاف اور لوگون کے کہ انمین مزاحم سخت یا سست
درجہ بدرجہ موجود ہی مثل جزع و فزع وقت شدت کے وغیر ذلک فافہم اور **شیخ نصر آبادی** نے کہا کہ بعضے مفسرین نے فرمایا کہ برّ ثواب جنت
ہی اور میرے نزدیک صفت باری ہی پس گویا یون کہا کہ تم لوگ میری قربت نہ پاؤگے الا اسی طور سے کہ تمام علائق کو قطع کردو ۔ **قال المترجم** یعنے
دل کو تعلق نہ رہے اور ظاہر مین ہر ایک چیز ہونا منع نہین ہی ولیکن کوئی چیز اس کی محبوب نہوگی اسکے نزدیک لعل کا جانا رہنا اور کنکری کا جانا جب لذات
یکسان ہوگا فافہم اور **جعفر صادق** نے فرمایا کہ تم حق کو نہ پاؤگے جب تک کہ ماسوائے حق کے ہر چیز سے جدا نہ ہو جاؤ اور **ابن عطا** نے
فرمایا کہ تم میری معرفت و نزدیکی ہرگز نہ پاؤگے یہانتک کہ اپنے نفس اور قصد سے بالکلیہ خارج ہو جاؤ ۔ اور **شیخ علوی** نے کہا کہ تجھے سب
چیزون سے زیادہ محبوب تیری جان ہی اور **شیخ ابو بکر وراق** نے فرمایا کہ انکو اس آیت سے فتوت کی راہ بتائی اور فرمایا کہ تم ہرگز اس بھلائی کو نہ پہونچوگے
جو میری طرف سے تمہاری الا اسی طور کہ تم اپنے بھائیون پر اپنے مال خرچ کرو اور اعلیٰ یہ کہ راہ الٰہی مین جان دو کیونکہ افضل جہاد یہ کہ خود مع گھوڑا پارہ پارہ
کیا گیا اسکے عوض مین اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر عطا کرے گا اور جو انفاق اور تیرا مجاہدہ دکھلانے سنانے کے واسطے ہوگا تو مین شرک سے بری ہون جیسا
کہ اس بارہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت ہی جسمین ریا کا شرک ہونا ثابت ہی اور **شیخ جنید** نے فرمایا کہ اس آیت مین اشارہ یہ ہی کہ
تم اللہ تعالیٰ کی محبت کو نہین پہونچوگے یہانتک کہ اپنی محبوب جانون کو اللہ تعالیٰ کی راہ مین قربان کرو

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِ مِن قَبْلِ أَن تُنَزَّلَ
سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کو مگر جو حرام کر لی تھی اسرائیل نے اپنی جان پر نازل ہونے توریت

التَّوْرَاةُ ۗ قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَمَنِ افْتَرَىٰ
سے پہلے تو کہہ لاؤ توریت اور پڑھو اس کو اگر تم سچے ہو پھر جو کوئی باندھے

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ○ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا

اللہ پر جھوٹ اس کے بعد تو وہی بے انصاف لوگ ہین تو کہہ سچ فرمایا اللہ نے سو تابع ہوجاؤ

مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ○

دین ابراہیم کے جو ایک طرف تھا اور شرک والا نہ تھا

ونزل لما قال الیہود انک تزعم انک علی ملة ابراہیم وکان لایاکل لحوم الابل والبانہا یعنی شان نزول اس آیة کا یہ واقع ہوا کہ یہود نے کہا کہ اے محمدؐ تم زعم کرتے ہو کہ حضرت ابراہیمؑ کی ملت پر ہو حالانکہ وہ اونٹ کا گوشت اور اسکا دودھ نہین کھاتے تھے **مترجم** کہتا ہے کہ یہ سبب نزول آیۂ کریمہ کے سیاق سے خوب مطابق ہے اور **بیضاوی** وغیرہ اہل درایت وروایت نے ذکر کیا کہ ہرگاہ اللہ عزوجل نے فرمایا فبظلم من الذین ہادوا حرمنا علیہم طیبات احلت لہم الآیة۔ اور نیز فرمایا وعلی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر ومن البقر والغنم حرمنا علیہم شحومہما۔ تا قولہ۔ ذلک جزیناہم ببغیہم الآیة۔ حاصل یہ کہ یہ چیزین یہود پر بسبب ان کے ظلم و بغاوت کے حرام کی گئین اور اس سے یہود کی بدخصلت و مذمت ثابت ہوتی ہے اور نیز یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ نسخ ٹھیک ہے جس سے یہود منکر تھے اور حضرت عیسیٰؑ سے کفر کرتے تھے کہ اس نے حکم توریت کو بدل ڈالا وہ نبی نہین ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کے حکم مین نسخ نہین روا ہے تب یہود نے کہنا شروع کیا کہ یہ باتین کچھ نہین ہین یہ چیزین تو ہم سے پہلے دیگر انبیاء نوحؑ و ابراہیمؑ سے چلی آتی تھین یہانتک کہ پھر بھی وہی شریعت قائم ہوئی پس ہم دین ابراہیمؑ پر ہین نہ اہل اسلام اور اس سے اپنی برائت نکالتے اور نسخ نہ ہونا ثابت کرتے پس اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا۔ **كُلُّ الطَّعَامِ**۔ ای مطعوم اور مراد کل مطعوم ہے یعنے ہر مطعوم کا کھانا۔ **كَانَ حِلًّا**۔ حلال تھا۔ اور حل مصدر ہے جس مین مفرد و جمع یکسان اور مذکر و مونث یکسان ہے اور مراد حلال جیسے حرم بمعنی حرام ہے۔ الحاصل ہر ایک طعام جو کھایا جاتا ہے وہ حلال تھا۔ **لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ** ۔ یعقوبؑ واسطے بنی اسرائیل کے مگر وہی جو حرام کرلیا تھا اسرائیل یعنے یعقوبؑ نے **عَلٰى نَفْسِهٖ** ۔ وہو الابل لما حصل لہ عرق النسا بالفتح والقصر فنذر ان شفی لایاکلہا فحرم علیہ اپنی ذات پر اور وہ اونٹ تھا جبکہ انکو عرق النسا بالفتح اول بدون مد کے بروزن عصا پیدا ہوا پس انھون نے نذر کی کہ اگر شفا حاصل ہو تو اس کو نہ کھاویگا پس انپر حرام ہوگیا۔ **مترجم** کہتا ہے یعنی بسبب نذر کے خاص انپر حرام ہوا اور اللہ تعالیٰ نے شرعاً حرام نہین کیا۔ اور نسا ایک خاص رگ ہے جو کولے سے ٹخنہ تک ہے اور عرق بمعنے رگ ہے پس حاصل یہ کہ رگ نسا کی بیماری ہوئی۔ پس معنی یہ ہوے کہ کل طعام بنی اسرائیل پر حلال تھے سوائے اونٹ کے جو یعقوبؑ نے اس نذر مین اپنے اوپر حرام کرلیا۔ اگر کہا جاوے کہ اس سے سوائے اونٹ کے کل طعام کی حلت ثابت ہوتی ہے حالانکہ مردار کبھی حلال نہ تھا تو جواب یہ کہ وہ طعام نہین اور **مترجم** کہتا ہے کہ یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ جو کھایا جاوے وہ طعام ہے اور بہت لوگ مردار کھاتے ہین اور اگر شرعی ہونے کی قید لگائی جاوے تو اسی مین گفتگو ہے اور جواب صحیح یہ ہے کہ الف لام عہد کا ہے اور مراد وہ طعام ہین جنکے حرام ہونیکا یہودی دعویٰ کرتے تھے کہ پہلے سے حضرت ابراہیمؑ وغیرہ پر حرام تھے۔ اگر کہا جاوے کہ یہ تو خاص نذر حضرت یعقوبؑ کی تھی انپر حرام ہوا پھر بنی اسرائیل یعنی اولاد یعقوبؑ پر کہان حرام ہوے تو جواب یہ کہ اولاد یعقوبؑ نے اس چیز کو اپنے اوپر بھی اپنے باپ کی سنت کی پیروی سے حرام رکھا تھا لہذا حرمت مین بنی اسرائیل کو شامل کیا یعنی بنی اسرائیلؑ پر کل طعام حلال تھا سوائے اونٹ کے کہ جسکو یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا تو وہ بنی اسرائیلؑ پر بھی حرام ہوا اسکا وقت بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ **مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ** ۔ وذلک بعد ابراہیم ولم تکن علی عہدہ حراما کما زعموا۔ قبل نازل کیے جانے توریت کے ف اور توریت کا نازل کیا جانا بعد ابراہیمؑ کے ہزار برس پیچھے ہوا اور یہ طعام

حضرت ابراہیمؑ کے عہد مین حرام نہ تھا جیساکہ یہود نے زعم کیا۔ اور قبل نزول التوراۃ کے قید فرمائی اس لیے کہ بعد نزول توریت کے اللہ تعالی نے
اور بہت چیزین حرام کردین ۔ پھر اللہ تعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ یہود سے انھین کی کتاب سے حجت دین تاکہ چپ ہون پس فرمایا
قُلْ - لہم - فَأْتُوا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَا - یستبین صدق قولکم - اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ - فیہ فبھتوا ولم یاتوا بہا کہدے
ان سے کہ پھر لاؤ توریت کو اور پڑھو اس کو (تاکہ ظاہر ہو تمھارے قول کی سچائی) اگر تم سچے ہو اس دعوے مین ف پس مبہوت ہو گئے
اور توریت کو نہ لائے ائمہ تفسیر نے لکھا ہی کہ اسمین بڑی قوی دلیل موجود ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق تھے اور اس سے خوب ثابت ہوا کہ
شرع مین نسخ ہونا قدیم سے ہی اور اس سے انکار کرنیوالا بیوقوف نادان یا ہٹ دھرم ہی کیونکہ نسخ کے تو یہ معنی ہین کہ اس سے ظاہر ہو جاتا ہی کہ پہلا حکم
اللہ تعالی نے وقت تک کیواسطے مقرر فرمایا تھا اور یہ نہین ہی کہ نعوذ باللہ اس حکم مین تردد تھا کہ اب بدلا گیا فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ - ای ظہور الحجۃ بان التحریم انما کان من جہۃ یعقوب لا علی عہد ابراہیم پھر جس نے اللہ تعالی پر بہتان باندھا بعد اسکے ف
یعنی بعد اس حجت ظاہر ہونے کے کہ حرام کر لینا فقط یعقوب ہی کی طرف سے تھا اور حضرت ابراہیم کے عہد مین نہ تھا - فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ
المتجاوزون الحق الی الباطل - تو یہی ظالم لوگ ہین ف یعنی حق سے باطل کیطرف تجاوز کرنے والے ہین - پھر چونکہ انکا افترا جو خود باطل تھا انکی
کتاب سے بھی جسکا اعتقاد رکھتے تھے باطل ظاہر ہو گیا اور کھلی حجت انپر قائم ہوئی کہ اسکو کسیطرح دفع نہین کر سکتے تھے تو اللہ تعالے نے حضرت
صلعم کو اعلان صدق وحق کا حکم دیدیا کہ - قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ - فی ہذا وجمیع ما اخبر بہ - کہدے کہ اللہ تعالے سچا ہی ف یعنی اس بات
مین اور تمام باتون مین جس سے اپنے بندون کو آگاہی فرمائی ہی اور اسمین یہود پر تعریض ہی کہ تم جھوٹے ہو - فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ
حَنِيْفًا - التی انا علیہا - پس ملت ابراہیمؑ حنیف کی اتباع کرو ف یعنی اس ملت ابراہیمی کی جسپر مین قائم ہون حنیف کے معنی جھکنے والا
ہر دین ناحق سے طرف دین اسلام کے یعنی کل طریقون سے منھ موڑکر دین اسلام کی طرف مائل ہونے والا - وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ
اور وہ مشرکین مین سے نہ تھا ف اسمین یہود پر تعریض ہی کہ وہ مشرک ہین واضح ہو کہ اس آیت کریمہ سے چند امور ثابت ہوتے ہین نذر کا وجوب
ہونا اور انبیاء علیہم السلام کا بھی طریقہ ہونا اور نسخ کا ثبوت اور آنحضرت صلعم کے صدق رسالت کی دلیل اور دین مین دلیل کہنے والے سے
دلیل کرنے کا حسن اسلوب اور حق عز وجل پر افترا کرنے کی برائی اور اسلام کا ملت ابراہیم ہونا معلوم ہوا مگر اسمین چند مقامات عظیم الشان اور
باقی رہے - اول آنکہ اس آیۂ کریمہ کو ماقبل سے کیا ربط ہی - دوم نذر کرنے کی نسبت حدیث مسلم مین مذمت بھی آئی ہی پھر نبی اللہ یعقوبؑ نے نذر
کی اسمین کیا تحقیق ہی - سوم توریت مانگی تو معلوم ہوا کہ وہ ٹھیک موجود ہی بدون تحریف کے - چہارم طریقہ حجت الزامی اختیار فرمایا - پنجم ملت
ابراہیم کی اتباع کا حکم دیا حالانکہ نبوت حضرت محمد صلعم مستقل ہی یہ بات کیونکر ہی - پس ان مقامات مین مختصر کلام ضروری ہی اور اس ذیل مین فوائد
بشیار انشاء اللہ تعالی حاصل ہونگے - پس مقام اول کا بیان یہ ہی کہ امام احمدؒ نے ابن عباس سے حدیث طویل روایت کی جسمین ایک گروہ علمائے
یہود کا حضرت صلعم سے چند سوال کرنا باین عہد کہ بعد اطلاع کے متابعت اختیار کرین گے اور ہر جواب کی تصدیق کرنا مذکور ہی اس مین یہ بھی
ہی کہ انکو قسم دلائی کہ تم جانتے ہو کہ اسرائیل یعنی یعقوب کو ایک مرض شدید ہوا اور بیماری نے طول کھینچا انھون اللہ تعالی سے نذر مانی کہ اگر
اس مرض سے شفا ہو تو جو کھانا مجھے بہت محبوب ہی اور جو پینا مجھے بہت مرغوب ہی اپنے اوپر حرام کر لونگا اور انکو سب کھانون سے اونٹ کا
گوشت اور سب پینون سے اسکا دودھ بہت مرغوب تھا انھون نے اپنے اوپر حرام کر لیا - اور سعید بن جبیر کے طریق سے امام احمد نے
حضرت ابن عباس سے جو روایت کی اسمین عرق النساء کی بیماری کی تصریح ہی وقد رواہ الحاکم والترمذی و النسائی ایضا اور یہی وجہ ابن جریر نے

ضحاک وسدی سے بھی روایت کی اور کہا کہ اسکی تحریم مین اسرائیلؑ کے بیٹون نے بھی اپنے باپ کی سنت پر موافقت کی۔ پھر **ابن کثیرؒ** نے فرمایا کہ یہان سے دو وجہ اس آیت کی اپنے ماقبل سے مناسب ہونے کی ظاہر ہوتین ایک یہ کہ قولہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون مین ترک احب الاشیاء مقصود ہی اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہی چیز ترک کی جو انکو سب چیزون سے زیادہ محبوب تھی جیسا کہ ہماری شرع مین مشروع ہی قال تعالی واتی المال علی حبہ یعنی اللہ تعالی کے نام پر مال دیا باوجود محبت مال کے۔ اور فرمایا ویطعمون الطعام علی حبہ۔ اور طعام دیتے ہین باوجودیکہ خود طعام کے محتاج ہین۔ بنابر آنکہ ضمیر حبہ بجانب مال وطعام راجع ہی۔ وجہ دوم یہ کہ پہلے نصاری پر رد گذرا اور جو انھون نے مسیح علیہ السلام کے حق مین اعتقاد باطل کر رکھا تھا۔ تو پہلے قول حق درباب عیسیٰ وانکی والدہؑ کے بیان فرما کر ظاہر کر دیا گیا کہ قول نصاری سر سے پیر تک غلط ہی بلکہ حق عزوجل نے اسکو قدرت کاملہ سے پیدا کیا اور یہ اسکی قدرت کے سامنے کچھ بھی نہین پھر اسکو رسول کرکے بنی اسرائیل کیطرف بھیجا جو ایک شرع خاص کے ساتھ توحید پروردگار کیطرف دعوت کرتا تھا مگر یہود نے بعض احکام علی خلاف توریت ہونے کی وجہ سے نہ مانا تب اللہ تعالی نے یہان سے یہود پر رد شروع فرمایا اور ظاہر کر دیا کہ جس نسخ کا انھون نے انکار کیا بنابرینکہ شرع عیسیٰؑ سے شرع موسیٰؑ منسوخ نہین ہوسکتی ہی وہ نسخ تو جائز کیا معنی بلکہ واقع ہو اہی چنانچہ اللہ تعالی نے خود توریت مین صریح ذکر فرمایا ہی کہ جب نوحؑ کشتی سے اُترے تب اللہ تعالی نے انکے واسطے زمین کے تمام جانور حلال کر دیے پھر اسکے بعد اسرائیل نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت ودودھ حرام کر لیا اور انکے فرزندون نے اس بارہ مین اسکی پیروی کی پھر توریت مین اسکے سوائے دیگر چیزون کی تحریم وارد ہوئی اور یہ حال معلوم ہی کہ اللہ عزوجل نے آدمؑ کو اجازت دی تھی کہ اپنی لڑکیان ولڑکے ایک دوسرے کے نکاح مین دیدین پھر اسکے بعد ایسا عقد حرام کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام کی شرع مین آزادہ منکوحہ پر باندی رکھ لینا حلال تھا چنانچہ خود انھون نے سارہؓ پر ہاجر کو رکھا حالانکہ توریت مین ایسا کرنا حرام کر دیا گیا اور ایسے ہی دو بہنون کو ایک وقت مین نکاح مین جمع کرنا روا تھا۔ چنانچہ یعقوبؑ نے خود ایسا کیا پھر توریت مین یہ حرام کیا گیا اور یہ سب یہود کے پاس توریت مین منصوص ہی اھ یہ بعینہ نسخ ہی پس ایسے ہی حضرت عیسیٰؑ کے واسطے جو شرع مقرر کی اسمین بہت سی وہ چیزین جو یہود پر حرام کر دی تھین بطور نسخ کے حلال کر دین پھر یہود کو کیا ہوا کہ انھون نے عیسیٰؑ کی پیروی نہ کی بلکہ جھٹلایا اور مخالفت کی اور ایسے ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جس صراط مستقیم ملت ابراہیم پر لب لباب شریعت پر بھیجا ہی ان سب کو کیا ہوا کہ اس پر ایمان نہین لاتے ہین پس اسیواسطے فرمایا کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الآیۃ۔ مقام دوم نذر کرنا اس نیت سے کہ وہ تقدیر مین کچھ تغیر کرتی ہی مذموم ہی اور یہ شیوہ عوام وجہال ہی نظر باین معنی حدیث مین منع ہی کیونکہ جاہل سمجھتا ہی کہ مین نے یون نذر کی تو ایسا ہوا کہ گویا تقدیر بدل گئی پس یہ منع ہی اور برخلاف اسکے اس نیت سے کہ جیسے یعقوب علیہ السلام نے اپنے زہد نفس کے واسطے سب سے محبوب چیز کو ترک کیا اور یہ موافق شرع ہی روا ہی بلکہ اولی ہی اور اسمین تحقیق لطیف ہی جو عنقریب انشاء اللہ تعالی آویگی۔ مقام سوم توریت کا قابل اعتماد ہونا اسکے دو معنی ہین ایک یہ کہ توریت وہ کلام الٰہی جو اللہ تعالی نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تو اسمین شک نہین کہ وہ کتاب اللہ تعالی برحق تھی اور اس سے انکار کرنا کفر ہی اور بحث یہان دوسرے معنی کرکے ہی یعنی یہ توریت جو یہود کے ہاتھ مین موجود تھی آیا بعینہ وہی تھی جو اللہ تعالی نے موسیٰؑ پر نازل فرمائی کیونکہ بلا اتفاق الواح زبرجد کا تو پتہ نہین ہی تو مین کہتا ہون کہ اسمین کچھ اختلاف ہی اور علماء نے اسمین مفرد تصنیفین کین لیکن شاید تحقیق کلام اختصار کے ساتھ وہ ہی جو **حافظ ابن القیم** نے اغاثۃ اللہفان مین فرمایا کہ علماء نے اس امر مین اختلاف کیا کہ جو توریت ان یہود کے ہاتھ مین ہی بھلا اس مین تبدیل لفظی ہوئی یا فقط معنوی تحریف واقع ہوئی یعنی تاویل بیجا کرتے تھے پس اسمین تین قول ہین ایک گروہ نے کہا کہ کل توریت یا اکثر اسکا تو مبدل ہی حتی کہ بعض نے یہان تک غلو کیا کہ اسکے اوراق ردی سمجھے جاوین اور ایک گروہ ائمہ فقہ وحدیث وکلام نے کہا کہ تبدیل فقط تاویل

مین ہوئی چنانچہ بخاری رحؒ نے اپنی صحیح مین کہا یحرفون یزیلون لیس احد یزیل لفظ کتاب من کتب اللہ ولکنہم یتاولونہ علی غیر تاویلہ۔ یعنی یحرفو بمعنی یزیلون
ہے ولیکن کسی کو یہ قدرت نہین کہ کتابہاے الٰہی مین سے کسی کتاب کے لفظ کا ازالہ کرے ولیکن بات یہ تھی کہ وہ اس کو تاویل حق کے سواے دوسری
وجہ پر تاویل کرتے تھے اور اسکو ابن عباسؓ سے روایت کیا گیا اور یہی شیخ رازیؒ نے اختیار کیا ہے اور مین نے اپنے شیخ سے سنا کہ فرماتے تھے فضلا مین
جھگڑا پڑا پس انمین سے ایک قول کو تو جائز رکھا اور باقی اقوال کو واہی قرار دیا پس لوگون نے اسپر انکار کیا تو اسنے اسکی سند نقلیہ پیش کین اور منجملہ انکی حجت کے
یہ بات ہے کہ توریت کے نسخے مشرق و مغرب و شمال و جنوب مین جہان بھر مین پھیل گئے کہ اسکے نسخون کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے پس یہ ممتنع ہے کہ
تمام ان نسخون والے تبدیل و تغیر پر متفق ہو جاوین کہ یہ سب نسخے متغیر ہو جاوین اور روے زمین پر ایک نسخہ بھی صحیح سلامت باقی نرہے جو ملے
وہ متغیر ہی ملے اسکو عقل سلیم محال جانتی ہے (یعنے عادت کی رو سے محال ہے) اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلعم کو فرمایا۔ قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوہا ان کنتم صادقین مترجم
کہتا ہے کہ اسکو حکم قرار دیا اور اگر وہ محرف ہوتی تو کیون حکم قرار دی جاتی اور نیز عبد اللہ بن صوریا کے قصہ مین آیۂ رجم کو اسنے چھپا رکھا تھا چنانچہ
فرمایا اور علما نے اتفاق کیا ہے کہ انھون نے فریضۂ رجم کو ترک کر دیا مگر انسے یہ ممکن نہوا کہ توریت مین سے اسکو تغیر دیوین اسواسطے جب انھون نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا تو پڑھنے والے نے آیۃ الرجم پر اپنا ہاتھ رکھ لیا پس عبد اللہ بن سلام نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ اٹھا اسنے اٹھایا تو
اسکے نیچے سے چمک اٹھی۔ کہا کہ اور ایک قوم نے بیچ بیچ اختیار کیا ہے اور کہا کہ اسمین کچھ خفیف چیزین ضرور زیادہ ہوئین اور متغیر کی گئین۔ اور
ہمارے شیخ نے رسالۃ الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح مین اسی کو اختیار کیا اور کہا کہ یہ اصح ہے کہ جو توریت انکے پاس ہے اسمین ہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے
ابراہیم سے فرمایا۔ کہ اذبح ابنک بکرک او وحیدک اسحٰق۔ یعنی ذبح کر تو اپنے بیٹے بکر کو یا وحید کو اور وہ اسحٰق ہے حالانکہ یہ زیادتی دو وجہ سے باطل ہے
اول یہ کہ ابراہیم کا بیٹا بکر و وحید تینون ملتون کے اتفاق سے اسمٰعیلؑ ہین نہ اسحٰقؑ۔ دوم آنکہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ ہاجرہ اسکے فرزند اسمٰعیل کو سارہ
کے پاس سے ہٹا لیجاوین اور خشک میدان مکہ مین بساوین تاکہ سارہ کو غیرت نہ آوے پس باندی و اسکی اولاد کو سارہ کے سامنے سے دور کرنیکا حکم
دیا پھر اسکے بعد کیونکر یہ حکم ہوگا کہ سارہ کے فرزند کو ذبح کرے اور ہاجرہ کے فرزند کو باقی رکھے اور یہ ایسی بات ہے کہ اسکو حکمت مقتضی نہین ہے سوم
آنکہ ذبح کا قصہ قطعاً مکہ مین واقع ہوا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے ہدی وغیرہ کی قربانی خاص مکہ مین قرار دی تاکہ امت والون کو یاد رہے جو ابراہیمؑ
و اسکے فرزند کیساتھ حکم فرمایا تھا چہارم آنکہ اللہ تعالیٰ نے سارہ کو اسحٰق کی بشارت دی اور بعد اسحٰق کے یعقوب کی بشارت دی اور یہ دونون
بشارتین معاً ایک ہی ساتھ دین یعنی تجھسے اسحٰق ہوگا اور تیری زندگی مین اسحٰق سے یعقوب ہوگا۔ پھر کیونکر اسکے بعد ذبح اسحٰق کا حکم ہوگا حالانکہ
مادر و پدر کو اسحٰق کے فرزند کی بشارت دی ہے۔ پنجم آنکہ اللہ عزوجل نے ہر گاہ قصہ ذبح و اسکا اپنی جان اللہ تعالیٰ کیواسطے تسلیم کرنا اور ابراہیم کا اسکے
ذبح پر اقدام کرنا ذکر فرمایا اور قصہ سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا وبشرناہ باسحٰق نبیا من الصالحین پس اللہ عزوجل نے ذبیح فرزند کے قصہ کے بعد
اسحٰق کی بشارت کا قصہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ ذبیح دیگر ہے اور اسحٰق دیگر ہے چنانچہ پارۂ ۲۳ مین مفصل آویگا۔ پس اسمٰعیل کو ذبح سے نجات دی اور شکر سے اسپر
اور بڑھایا کہ اسحٰق کو دیا۔ ششم آنکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے فرزند کی دعا کی پس اسکی دعا قبول فرما کر بشارت دی پھر جب اسکے ساتھ سعی کو
پہونچا تو اسکے ذبح کا حکم دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا۔ وقال انی ذاہب الی ربی سیہدین رب ہب لی من الصالحین فبشرناہ بغلام حلیم۔ پس یہ دلیل
ہے کہ یہ فرزند جبہی ملا کہ ابراہیمؑ نے اسکی درخواست کی اور دعا کی اور نص قرآن سے قطعاً معلوم ہوا کہ یہی فرزند جسکی بشارت بعد دعا کے دی گئی
تھی اسیکے ذبح کا حکم ہوا ہے اور وہی اسمٰعیل ہین اور رہے اسحٰق تو انکی بشارت بدون دعا کے بڑھاپے مین دی گئی اور ایسی حالت تھی کہ ایسے سن والے کے
لڑکا نہین پیدا ہوا کرتا ہے اور اسحٰق کی بشارت بھی سارہ کو تھی اسیواسطے سارہؓ نے تعجب کیا جیسا کہ حق عزوجل نے فرمایا قالوا اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ

وبرکاتہ علیکم اہل البیت انہ حمید مجید۔ اور نیز فرمایا وامرأتہ قائمۃ فضحکت فبشرناہا باسحٰق ومن وراء اسحٰق یعقوب۔ وجہ ہفتم یہ ہی کہ ابراہیم کبھی اسحٰق کو مکہ مین نہین لاتے اور کبھی انکو انکی مان سے جدا نہین کیا اور یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ اللہ تعالی حکم فرماتا کہ سارہؓ کے فرزند کو چھوڑ کر لیجاوین اور اسکی سوت کے وہان لیجا کر ذبح کر دین اور اسکی سوت کے فرزند کو باقی رکھین۔ وجہ ہشتم یہ کہ اللہ عزوجل نے جب ابراہیمؑ کو خلیل بنایا اور خلت اس امر کو متضمن ہی کہ اسکا قلب بالکل اپنے پروردگار سے متعلق ہو جسمین غیر کی کچھ بھی گنجائش نہ ہو پھر جب خلیلؑ نے فرزند کی درخواست کی تو اسکو اسمعیل عطا ہوا پس اس سے شعبۂ قلب متعلق ہوا پس اس شعبہ سے بھی خالص کرنے کو امتحان کیا اور حکم دیا کہ اس فرزند کو ذبح کرے پس جب وہ فرمانبرداری پر آمادہ ہوا اور عزم بالجزم کر لیا تو یہ شعبہ خالص ہو گیا اور یہ معلوم ہی کہ ایسا تو اول ہی فرزند مین ہو گا پس جب اول مین یہ بات حاصل ہو گئی اور امتحان پورا ہو چکا تو خیر مین اسکی حاجت نہوئی کیونکہ آخر فرزند کی محبت اگر مزاحم ہوتی تو اسکے ذبح کا بھی حکم ہوتا لیکن اگر آخر فرزند کے ذبح کا حکم ہوتا تو لازم آتا کہ اول فرزند کے بارہ مین خلت کی مزاحمت ایک مدت تک چھوڑ رکھی تھی حالانکہ یہ خلاف مقتضائے حکمت ہی فافہم۔ وجہ نہم یہ کہ اسمعیل تو عنفوان شباب مین ملے اور اسحٰقؑ آخر عمر بڑھاپے مین دیے گئے تھے اور عادت کے موافق تعلق قلب کا اول سے ہی فلیتأمل فیہ۔ وجہ دہم یہ ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہی کہ مین دو ذبیح کا فرزند ہون یعنی عبداللہ کا جو آپ کے والد تھے اور قصہ انکا سیر مین مروی ہی دوم آپ کے دادا اسمعیل کا جیسا کہ قرآن مین قصہ مذکور ہی بالجملہ مقصود یہ ہی کہ یہ لفظ انھون نے توریت مین بڑھا دیا ہی اور پوشیدہ نہ رہے کہ مجموعۂ ان وجوہ سے ضرور اسقدر ثابت ہوتا ہی کہ اسحٰق کا لفظ تغیر کر کے زیادہ کیا گیا کیونکہ یہ وجوہ بعض شدید ارکان بعض ہین ویسا ہی حال انجیل کا ہی چنانچہ **خفاجی** نے تفسیر سورۂ فاتحہ مین کہا کہ انجیل کے بعض الفاظ مین تحریف وتبدیل اور معانی مین فرق کثیر ہی اسکے نسخے بہت مختلف ہین اور چار نسخے مشہور ہین انتہی ملخصًا **مترجم** کہتا ہی کہ ملا بحر العلوم وغیرہ سے تحقیق مین قصور ہوا کہ انھون نے اسحٰقؑ کو ذبیح قرار دیا ہی حالانکہ قطع نظر مشہور کے وہ مخالف نصوص قرآن وحدیث ہی پس اسکے مقابلہ مین کسی فرد بشر کا قول قبول نہین ہو سکتا ہی اگرچہ کیسا ہی کشف کا دعوی کرے اسواسطے کہ کشف کی شرط یہ ہی کہ خلاف نصوص و سنت نہووے کما لا یخفی علی المعارف الماہر وقد صرح بہ جمع من الاکابر۔ پھر **مترجم** کہتا ہی کہ میرے نزدیک تحقیق المقام یہ ہی کہ اصل توریت عبرانی مین تحریف نہ تھی مگر توریت سے عربی وغیرہ مین نقل کرتے اور اسکے ابواب وسورتون کو علیحدہ علیحدہ لکھتے اور اسمین تحریفات کرتے اور بعضے بیانات کو ٹکڑے کر کے جہان جہان مناسب سمجھتے الحاق کرتے تھے چنانچہ قولہ تعالی للذین یکتبون الکتاب بایدیہم ثم یقولون ہذا من عند اللہ الآیۃ مین منصوص ہی اور قولہ تعالی تجعلونہ قراطیس تبدونہا وتخفون کثیرا الآیۃ سے ظاہر ہی کہ قراطیس واجزاء مین علیحدہ علیحدہ پارے لکھتے اور بہت کثرت سے چھپا ڈالتے تھے۔ اور مثلاً عیسی علیہ السلام کا ذکر تھا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی گئی تھی تو اسکی آیات لیکر ٹکڑے ٹکڑے کر کے متعدد انبیائے سابقین کے ساتھ ملاتے چنانچہ قولہ تعالی۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ الآیۃ مین منصوص ہی کہ کلمات کو اپنے مواقع سے بدل ڈالتے تھے پس جب نسخہائے توریت جو انھون نے بہ کثرت شائع کر دیے تو آئندہ اعتبار ساقط ہو گیا کہ اصل توریت کون نسخہ ہی اور انکے بنائے ہوئے نسخہ جات کون ہین اگرچہ زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین عبداللہ بن سلام وغیرہ علمائے یہود جو مسلمان ہو گئے تھے وہ اس نسخہ کو پہچانتے تھے جو قدیم سے انکے پاس تھا اگرچہ اسکی بعض تحریفات جو قدمار سے سرزد ہوئی تھی جس سے حضرت عیسی کی بشارت مٹائی تھی اس سے ان کو بھی مجبوری تھی رہا یہ کہ اس زمانہ مین جو ترجمہ توریت وانجیل کے موجود ہین انکا تو حال ہی نہ پوچھو کہ انمین کسقدر تغیر وتحریف ہی اور سخت عجیب ہی کہ جتنے مرتبہ جتنے سنون کے مطبوعہ نسخے دیکھو انمین فقرون وعبارات والفاظ ومعانی واشارات وفنون متعلقۂ معانی سے بہت بڑا تفاوت موجود ہی جسکا جی چاہے معائنہ کر لے۔ پھر **مترجم** کہتا ہی کہ جب تحقیق یہ ہوا کہ توریت مین فی الجملہ تغیر وتحریف اسوقت موجود تھی تو کیونکر حکم ہوا کہ

ف یعنی آپ کے والد حضرت عبداللہ و حضرت اسمعیل علیہ السلام ۱۲

فأتوا بالتوراة فاتلوها ان كنتم صادقين - اور جواب یہ ہے کہ علم الٰہی حاوی ہے اس مقام خاص میں کوئی تمیز نہ تھا جو انکے الزام کیواسطے بہت
کافی تھا فافہم پھر انکے احبار نے اسکی تفسیر کو اسطرح خلط کیا اور نقل میں ایسی عبارات سے سکولائے کہ اصل کلام متمیز رہا اور تاویل و معنی خلاف اصل
کے بجائے اصل کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے میں قائم کیے کہ وہ عوام کے نزدیک اصل مشہور ہو گئے ہو اسطے کہ یہ لوگ اپنے احبار کی ہر تحلیل و تحریم
میں سراسر تابع تھے اور تنقید روایت و درایت کا انہیں بالکل نام ہی نہ تھا واللہ تعالیٰ اعلم - مقام چہارم آنکہ اللہ عزوجل نے تبدیل مرادی
منع فرمایا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کثیرہ میں اس سے سخت ممانعت ہے اسیواسطے ائمہ تحقیق و اکابر علمائے علم خلاف پر تشنیع کی
اور اس سے منع فرمایا ہے پس نظر بریں کہ ہدایت و ضلالت سب اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہے لائق اقتصاد کو پسند فرما کر انکے انکار کے جواب میں اسی قدر
فرمایا کہ تم اگر کلام پاک قرآن مجید کے معتقد نہیں ہو تو توریت اٹھا کر دیکھ لو اس میں لکھا ہے پس اگر مانتے نہیں ہو تو تسلیم کرو اور آئندہ کیواسطے عناد ترک
کرو اور اسلام لاؤ - پس ساری بات تو اللہ تعالیٰ کا انقیاد ہے اسیواسطے آنحضرت صلعم کو حکم ہوا کہ ملت ابراہیمؑ کی پیروی کریں چنانچہ فرمایا ثم اوحینا
الیک ان اتبع ملۃ ابراہیم حنیفا - یعنی وہ طریقہ اختیار کرو جو ابراہیم نے اسلام کا اختیار کیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہمہ تن منقاد و مطیع
تھا پس اس شرع کو اللہ عزوجل نے باستقلال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کمل کر دیا - وذلک فضل اللہ عزوجل - جاننا چاہیے کہ
عرق النسا کی بیماری جسکی نذر میں حضرت یعقوب نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت وغیرہ حرام کر لیا تھا اسکا علاج قرطبیؒ نے ثعلبی کی روایت سے
ذکر کیا کہ حضرت انسؓ نے مرفوعاً روایت کی کہ عربی مینڈھا جو نہ بچہ ہو نہ بڈھا ہو اسکی چکتی لیکر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹے جاویں اور آگ پر بھونے
جاویں اور اس سے جو تیل نکلے وہ لیا جاوے اور اسکی تین قسمیں کیجاویں پس جو شخص اس مرض سے بیمار ہو وہ ہر روز نہار منہ اسمیں سے تین
وزن پیے - حضرت انسؓ نے فرمایا کہ میں نے سو بیماروں سے زیادہ کو یہ دوا بتلائی سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے اچھے ہو گئے ف۲
عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی نفسہ - اسمیں اشارہ یہ ہے کہ اس قصہ والوں کو
روا ہے کہ کھانے کی چیزوں میں سے کوئی چیز ازراہ مجاہدہ چھوڑ دیں نہ ازراہ تحریم یعنی یہ اعتقاد نہ کریں کہ یہ واقعی حرام ہے بلکہ خود مجاہدہ کریں کہ
ہم نہ کھائینگے پھر اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے انبیا علیہم السلام کی شان سے آگاہ کیا کہ وہ اسطرح مجاہدات کرتے تھے تاکہ یہ لوگ اسمیں انکی پیروی کریں -
اور نیز اسمیں یہ اشارہ ہے کہ گوشت چھوڑ دیں کیونکہ اسمیں بھی ایک عقل کی خبلی اور دل کی گندگی ہے کہ وہ مجاہدہ و ریاضت کے حق میں السکام کرتا ہے
لیکن اسکا ترک کرنا اس راہ سے ہو کر گوشت کو حرام سمجھے نے **قال المترجم** آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بکری کی دست کو پسند فرماتے تھے یہ باعتبار
اسکے تھا کہ وہ زود ہضم اور خوشگوار ہوتا ہے اور بوجہ خواہش نفس و مزہ کے نہ تھا کہ یہ وہم آپ کی جناب میں سوائے بیوقوف کے اور کسیکو نہ ہوگا
اور یہ وجہ پسندیدگی کی جو میں نے بیان کی ہے بعض روایات میں خود مصرح آگئی ہے - پھر جو شخص کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگانی
کرنے کو مجموعی ہیأت سے نظر کرتا اور جانتا ہے وہ اسکی شہادت دیگا کہ آپ کو کسی چیز کے ترک کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی علاوہ ازیں آپ کو
کوئی چیز مضر نہیں ہو سکتی تھی جیسا کہ اللہ عزوجل نے آپ کو خصائص سے مخصوص فرمایا تھا اور یہ حال اور لوگوں کا نہیں ہے پس وہ وہی ہے جسنے
ایسی سنتوں کے ادا کرنے میں سوائے اس کے اور طریقہ لیا کہ وہ ایک مرتبہ اس طرح دست کے گوشت کو کھاوے اور نیز جسنے اکابر صوفیہ کی
اس طرح ممانعت کو خلاف سنت اور رہبانیت خیال کیا وہ بھی کج فہم ہے پس امر حق و قول فیصل اس مقام پر یہ ہے کہ گوشت کھانا حلال ہے اور
دائمی ترک بھی خلاف سنت و صریح اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منع ہے لیکن یہ یاد رکھے کہ اللہ عزوجل نے گائے بکری وغیرہ جو جانور جاندار
پیدا فرمائے ہیں اور احسان کے طور پر آدمی کو یہ اجازت دی کہ ذبح کرے اور کھاوے تو اس آدمی پر کتنا بڑا احسان کیا اگر اسنے کبھی

ملہ یعنی آپ کے والد حضرت عبداللہ و حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ۱۲

جاندار کو ذبح کر کے کھایا تو اسکے عظیم شکریہ کو پورا ادا کرے کہ جب تک اس غذا کی تقویت بدن مین ہے بدن کو امور شرعی و عبادت مین صرف
کرے اور یہ امر اگرچہ کل غذاؤن مین ہے لیکن ان جاندار چیزون کے گوشت مین زیادہ ظاہر باہر ہے کیونکہ اناج وغیرہ مین وہ جان نہین سمجھتا ہے
لیکن تقویت گوشت کی غذامین زائد ہے جیسا کہ طبیبون نے اسکے وجوہ از قسم مشابہت بمنتذی ہونا وغیرہ مفصل بیان کیے ہین پس کبھی ایسا ہوتا ہے کہ
اس ہوا کو مجاہدہ کے قابو مین لاوے الا وہی شخص جسکو اللہ تعالی نے توفیق دی اور ایسے لوگ قلیل ہین پس کثرت کے اعتبار سے یہی راہ صواب
ہے کہ گوشت کو ترک کرے کیونکہ غذا سے جو فائدہ تھا کہ مجاہدہ و ریاضت مین قوت ہو گوشت مین اسکے برعکس ظاہر ہوا یعنی ہین اسکے جوان
اکابر نے کہا ہے اور نظیر اسکی مثلث عنبی ہے کہ امام ابو یوسفؒ اسکو استعمال کرتے اور خود اسکے ترک کا اشارہ کرتے اور فقہاے متاخرین نے قطعاً اسکے ترک
کی طرف گویا تصریح کردی ہے باوجودیکہ اسکے جواز مین اتفاق ہے فافہم واللہ اعلم - قال الشیخ اور نیز پیغمبر خدا حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس طعام
کو ترک فرمایا جو انکو بہت مرغوب تھا پس اللہ تعالی نے جو اسکی خبر دی تو اپنے اہل محبت کو تعلیم دی کہ وے بھی مرغوب کھانے اور جو کچھ دنیا کی تر و تازہ
لذت کی چیزین انکے خواہش کی مطلوب ہین سب اسکی محبت کے واسطے ترک کرین - اور نیز اسمین اشارہ ہے کہ جو لوگ سالوس و ناخوش کے طور پر
جھوٹے دعوے کرتے ہین اور اہل اسلام کو فریب دیتے اور اپنی عاقبت و دنیا خراب کرنے کو اکثر چیزین اپنے اوپر حرام کرتے ہین انکو نہین چاہیے
کہ اللہ تعالی نے جو پاک چیزین حلال کی ہین انکو حرام کرین اور جو خبیث و شرع مین ممنوع چیزین ہین انکو حلال کرین اور ایسے لوگ ہر زمانہ مین
ظاہر ہوے ہین جنکو اباحیہ کہتے ہین اللہ تعالی انکی جڑ بنیاد نابید کردے - مترجم کہتا ہے کہ اباحیہ ایک فرقہ ہے گمراہ جو ظاہر مین اسلام کے قائل
ہین اور کہتے ہین کہ اللہ تعالی نے کل چیزین بندون کے واسطے مباح کردی ہین اور جنسے منع کیا ہے وہ اس طور پر ممانعت ہے جیسے طبیب کسی
مریض کو پرہیز بتاتا ہے حالانکہ اسپر کچھ قطعی حرام نہین کرتا ہے اور یہ فرقہ زیادہ تصوف مین دم مارتا ہے اور انکے خبیث اعتقاد و فعال بعض بزرگون نے
مفصل بیان کیے ہین اللہ تعالی مسلمانون کو انکے شر سے بچاوے - قال تعالی قل صدق اللہ فاتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفا - ملت ابراہیم علیہ السلام
شوق و عشق و محبت و خلت و مروت و فتوت و سخاوت و شجاعت و حلم و امانت و دیانت و کرامت . و جہان کی بزرگداشت اور بلا مین صبر
کرنا و نعمت مین شکر کرنا اور ماسواے حق عزوجل کو جو چیز ہے سب کو بالکلیہ چھوڑنا - اور درد محبت مین اشک ریزی و آہ و زاری کرنا اور صدق
و اخلاص و توحید و تجرید و تفرید اور سماع کلام حق اور متصف ہونا بصفات حق بایں طور کہ بشری رسوم مین الٰہی اخلاق پر کاربند ہونا اور انھین
خصلتون سے وہ عارفین کے پیشوا اور عالم کے مقتدا ہوے - یہ دیکھو کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب خاص کو جو تمام مخلوق اور عالم سے برگزیدہ
ہے یعنے آنحضرت صلعم کو ابراہیم علیہ السلام کی متابعت و موافقت کا تمام احوال مین حکم فرمایا اور جو شخص ملت ابراہیمؑ سے پھرا اگرچہ ذرہ برابر
کیون نہ پھرا ہو وہ تو اسکا نفس ہی اسکا بت ہو جائیگا اللہ عزوجل نے فرمایا ومن یرغب عن ملۃ ابراہیم الا من سفہ نفسہ - مترجم کہتا ہے کہ یہ خصایل
(آخر پارہ اول مین گذر چکی ہے)
حضرت ابراہیمؑ کے متفرق مقامات کلام مجید مین مذکور ہین - قولہ تعالی وما کان من المشرکین - حضرت ابراہیم کی توحید کا یہ حال تھا کہ
حق عزوجل کے سواے جبرئیلؑ تک کی طرف التفات ان مورتہ حیدی مین نہین کرتے چنانچہ جب نمرود نے انکو آگ مین ڈالنا چاہا اور [illegible]
لیجا کر گوپھن مین بٹھایا اور ملائکہ آسمان و زمین و بندگان صالح اس حال کو دیکھکر جو حضرت ابراہیمؑ پر گذر رہا تھا حیران تھے اور تقدیر کا یہ عالم
دیکھکر جب تھکے تب آخر دعا کرنے لگے پس حضرت عزوجل سے خطاب ہوا کہ جاؤ اور جو کچھ ابراہیم تم سے کہے اسکو پورا کرو پس اول جبرئیلؑ نے
آکر کہا کہ آپ کو کچھ میری مدد کی ضرورت ہو تو فرمائیے کہ مین نمرود سمیت اسکا تختہ لوٹ دون فرمایا کہ اے جبرئیل تمہاری طرف تو مجھے کوئی حاجت
نہین میرا پروردگار مجھے خود دیکھتا جانتا ہے جو اسکو منظور ہے وہی میری مراد ہے - اور ابراہیمؑ اپنی دین توحید مین کسی کی مداہنت نہین کرتے

حتی کہ اپنے ماں باپ کی محبت کچھ انکو امر حق سے سست نہین کرتی تھی بلکہ انسے کہدیا کما قال تعالی انی بری مما تشرکون - اور فرمایا وقال انی ذاہب الی ربی سیهدین - اور حمیت کے ہتھوڑے سے بتون کے سر توڑدیے اور خیال تمثال سے پاک کردی وہ جگہ جو لنظر حق کے واسطے تھی پھر اللہ تعالی نے اسکو مشکور کیا اور فرمایا فجعلهم جذاذا - اور حضرت ابراہیم نے اللہ تعالی کی محبت مین مالون اور اولادون کو قربان کیا اور اللہ تعالی کے معاملہ مین کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہین کرتے اسی معنے کر اللہ عز و جل نے فرمایا - واتبعوا ملة ابراہیم حنیفا - اور نیز حضرت ابراہیم کے شان سے دور کردیا وہ خطرہ جسکو شک تصور کیا جاوے کیونکہ انھون نے کہا تھا کہ رب ارنی کیف تحی الموتی - تو وہمی آدمی اس سے وہم کرتا کہ شاید حضرت ابراہیم کو شک کا خطرہ آگیا تھا پس اسکو دفع کردیا اور فرمایا - وما کان من المشرکین -

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ۝ فِيهِ آيَاتٌ

تحقیق پہلا گھر جو ٹھہرا لوگون کے واسطے یہی ہے جو مکہ مین ہے برکت والا اور نیک راہ جہان کے لوگون کو اسمین نشانیان

بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۗ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ

ظاہر مین کھڑے ہونے کی جگہ ابراہیم کی اور جو اس کے اندر آیا اسکو امن ملا اور اللہ کا حق ہے لوگون پر حج کرنا اس گھر کا

مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝

جو کوئی پاوے اس تک راہ اور جو کوئی منکر ہوا تو اللہ پروا نہین رکھتا جہان کے لوگون کی

و نزل لما قالوا قبلتنا قبل قبلتکم - یعنی یہود نے مسلمانون سے کہا کہ بیت المقدس ہمارا قبلہ ہے اور وہ کعبہ سے افضل اور مقدم ہے اسی کی طرف انبیاء ہجرت کرتے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالی نے ظاہر فرما دیا کہ یہ بات وہ لوگ جہالت سے کہتے ہین - ان اول بیت وضع - متعبدا - للناس - فی الارض - یعنی البتہ پہلا گھر جو وضع کیا گیا ہے جاے عبادت کیا گیا واسطے لوگون کے زمین مین - اور جاننا چاہیے کہ اول اس فرد کو کہتے ہین جو اپنے سواے سب سے مقدم ہو - اور یہ معنی اولیت تحقیقی کے ہین اور ہر ایسی چیز کو بھی کہتے ہین جو ابتداءً پائی جاوے خواہ اسکے بعد اور شی ہو یا نہ ہو - پس معنے اول کی راہ سے یہ لفظ مضاف ہوگا پس سدی نے زعم کیا کہ خانہ کعبہ پہلا گھر مطلقاً ہے اور سراج مین لایا کہ وہ پہلا گھر ہے جو پانی پر ظاہر ہوا بروقت پیدایش آسمان و زمین کے اللہ تعالے نے اسکو دو ہزار برس قبل پیدایش زمین کے پیدا کیا اور پانی کی سطح پر وہ سپید جھاگ کے مانند تھا پھر اسکے نیچے زمین بچھائی گئی - اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ صحیح وہ ہے جو شعبی نے علی سے اس آیت مین روایت کی کہ حضرت علی نے کہا کہ بیوت اس سے پہلے تھی ولیکن یہ پہلا وہ گھر ہے جو اللہ تعالی کی عبادت کے واسطے رکھا گیا رواہ ابن ابی حاتم اور نیز خالد بن عرعرہ کی روایت مین صریح ہے کہ ایک نے حضرت علی سے پوچھا کہ وہ اول بیت ہے فرمایا کہ نہین لیکن وہ اول بیت بابرکت ہے اسکو بھی ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور اسکو مفسر نے اختیار کیا کہ متعبد کی قید لگا دی پس اولیت اضافی ہوئی واللہ اعلم - للذی ببکۃ - وہ بیت جو مکہ مین ہے - البکۃ بالباء لغۃ فی مکۃ سمیت بذلک لانہا تبک اعناق الجبابرۃ ای تدقہا بناہ الملائکۃ قبل خلق آدم و وضع بعدہ الاقصی وبینہما اربعون سنۃ کما فی حدیث الصحیحین و فی حدیث ان اول ما ظہر علی وجہ الماء عند خلق السموات والارض زبدۃ بیضاء فدحیت الارض من تحتہ - یعنی مکہ جو موجودہ مکہ کے ناموں مین سے ایک نام ہے اسکا بینام اسوجہ سے رکھا گیا کہ وہ دب کر ہے سرکشون کی گردنین یعنی انکو توڑ دیتا ہے - اسکو ملائکہ نے پیدایش آدم سے پہلے بنایا اور اسکے بعد مسجد اقصی رکھی گئی اور ان دونون کے درمیان چالیس برس کا فرق ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث مین ہے ابوذر سے روایت ہے کہ مین نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلعم کون مسجد اول وضع ہوئی فرمایا کہ مسجد الحرام - مین نے کہا

کہ پھر کون تو فرمایا کہ مسجد اقصیٰ مین نے کہا کہ دونون مین کتنا فرق ہی فرمایا کہ چالیس برس پھر مین نے کہا کہ پھر کون تو فرمایا کہ پھر جہان تجکو نماز آلیے پڑھ لے کہ سب زمین مسجد ہی رواہ البخاری ومسلم - اگر کہا جاوے کہ کعبہ بنا ابراہیمؑ اور مسجد اقصیٰ بنا سلیمانؑ ہی اور انمین ہزار برس سے زیادہ تفاوت ہی تو جواب یہ ہی کہ ملائکہ نے دونون کو بنایا تھا پھر انکے بنانے مین اتنا فرق مراد ہی بعد اسکے جیسا ابراہیمؑ نے خانۂ کعبہ بنایا اور سلیمانؑ نے بیت المقدس تو انکے بنانے مین بہت فرق ہی فافہم - اور ایک حدیث مین آیا کہ اول جو بر روے آب ظاہر ہوا بروقت پیدایش آسمان وزمین کے ایک زبدۂ سفید تھا پھر اسکے نیچے زمین بچھائی گئی اخرجہ الطبرانی والبیہقی فی الشعب ابن جریر وابن المنذر اور یہی مستند قول سدی ہی واللہ اعلم - پھر کہا کہ بکہ اسم مکہ ہی بتبدیل میم بباء مانند لازم ولازب - وجہ تسمیہ ایک تو مفسرؒ نے ذکر کی اور بعض نے کہا کہ مکہ بمیم بسبب کمی آب کے من قولہم مک الفصیل ضرع امہ جبکہ چوس سے سب دودھ چوس گیا اور بعض نے کہا اسلیے کہ مکہ الظالم ہی اسکو ہلاک کرتا ہی یا گناہون کو ہلاک کرتا ہی اور **شیخ ابن کثیر** نے ذکر کیا کہ قتادہ سے روایت ہی کہ بکہ بباء موحدہ اسلیے کہ ان اللہ تعالے بک بہ الناس جمیعا فیصلی النساء امام الرجال ولا یفعل ذلک ببلد غیرہا وکذا روی عن مجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر وعمرو بن شعیب ومقاتل وقیل لان الناس یبتاکون فیہا ای یزدحمون اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ مکہ تو فج سے تنعیم تک ہی اور بکہ بالبار بیت العتیق سے بطحا تک ہی اور ابراہیم نخعیؒ سے ہی کہ بکہ بیت و مسجد ہی اور ایسا ہی زہریؒ نے کہا اور ایک روایت مین عکرمہؒ نے کہا کہ بکہ تو موضع بیت و جو گرد ہی اور اسکے سوا مکہ بمیم ہی اور یہی میمون بن مہران کا قول ہی - وابو مالک وابو صالح وابراہیم نخعی وعطیہ ومقاتل نے کہا کہ بکہ موضع بیت ہی اور ماسوا ہے اسکے مکہ ہی پھر منجملہ اسماء مکہ کے بیت عتیق - بیت الحرام - بلد امین - بلد مامون - ام الرحم - ام القری - عرش - قادس وغیرہ مذکور ہین - **مُبٰرَکًا** - حالیکہ یہ اول بیت اس شان سے ہی کہ وہ مبارک ہی ف حال من الذی ای ذاہر کہ - یعنی اسکو نصب بنابر تکیہ الذیؔ سے حال واقع ہی اور معنے اس کے یہ ہین کہ برکت والا ہی - ادنیٰ برکت اسکی یہ ہی کہ مسجد حرام مین ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ ہی اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین پچاس ہزار کا جیسے بیت المقدس مین پچاس ہزار کا ثواب ہی - اور یہ صحیحین کے روایات سے ثابت ہی - **وَهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ** - لانہ قبلتہم اور وہ اہل علم کے لیے ہادی ہی ف کیونکہ یہی انکا قبلہ ہی یعنی عالمین کے لیے ہادی ہونا اس وجہ سے کہ انکا قبلہ ہی - **فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ** - منہا **مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ** - ای الحجر الذی قام علیہ عند بناء البیت فاثر قدماہ فیہ وبقی الی الآن مع تطاول الزمان وتداول الایدی علیہ و منہا تضعیف الحسنات فیہ وان الطیر لا یعلوہ - اسمین نشانیان کھلی ہوئی ہین (انھین مین سے) مقام ابراہیم ہی ف یعنی وہ پتھر جسپر ابراہیمؑ کھڑے ہوے وقت بنانے بیت کے پس انکے دونون قدمون نے اسمین اثر کیا اور اسوقت تک باقی رہا باوجودیکہ زمانہ دراز گذرا اور بہتیرے ہاتھ اسپر پڑے اور از انجملہ یہ کہ اسمین نیکیان دوچند ہوتی ہین اور یہ کہ پرند اسپر ہوکر نہین اڑتا ہی اور یہ بدیہی محسوس معجزہ ہی جاننا چاہیے کہ صاحب کشاف نے بیان یہ اشکال پیش کیا کہ آیات بینات جمع ہی اور مقام ابراہیم مفرد ہی اسکا بیان کیونکر ہو سکتا ہی اور بعض علما نے بتبع **بیضاوی** کے خبر محذوف کی ای منہا مقام ابراہیم - یعنی منجملہ ان آیات کے مقام ابراہیم ہی اور جو داخل ہو بیخوف ہی پھر خاص کر انھین کے ذکر سے کفار پر حجت قائم ہی کیونکہ وہ انکو حواس سے ادراک کرتے ہین و **مترجم** کہتا ہی کہ امن داخلین بحکم شرعی ہی جیسا کہ آتا ہی پس کفار پر اس سے احتجاج مستبعد ہی بلکہ ارجح وہی ہی کہ منہا خبر محذوف ہی اور **بیضاوی** نے کہا کہ مقام ابراہیم کا سبب یہ تھا کہ ابراہیمؑ اس پتھر پر کھڑے ہوے کہ دیوار بلند کرنے پر قادر ہون اور اسمعیل علیہ السلام پتھر وگارا پہونچاتے تھے پس انکے دونون پاؤن اسمین دھنس گئے اور ٹخنون تک در آئے ولیکن **مترجم** کہتا ہی کہ صحیح مشہور یہ ہی کہ پتھر مین انکے متبرک قدمون کا نشان پڑ گیا جو بجنسہ باقی رہا **قال ابن کثیر** وہ دیوار بیت سے ملاصق تھا عمر بن الخطابؓ نے اسکو اپنی خلافت مین ناحیۂ شرقی کی طرف ہٹا دیا تاکہ طواف پر حاوی ہو، اور بعد طواف کے نماز ادا کرنے مین نمازیون کو تشویش نہو کیونکہ

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی - اور عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ فیہ آیات بینات مقام ابراہیم
اے فمنہن مقام ابراہیم والمشاعر اور مجاہد نے کہا مقام میں ابراہیم کے قدمون کا اثر ایک آیۃ بینہ ہے پھر مقام ابراہیم اکثرون کے قول پر وہی پتھر
ہے اور ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ کل حرم مقام ابراہیم ہے اور شیخ عمرو الاودی راوی حدیث نے اپنی حدیث میں کہا کہ
کل حج مقام ابراہیم ہے اور یہ روایت اوفق ہے - پھر حق یہ ہے کہ مقام ابراہیم تو یہود و منکرین وغیرہ پر آیت بینہ و حجت ہے کہ وہ بیت المقدس
کو ابراہیم سے اختصاص دینے سو رد کر دیا کہ ابراہیمؑ کو خصوصیت اس خانہ کعبہ سے ہے کہ انکا اثر قدم آمین ہے اور باقی معنوی آیت اہل ایمان کے
واسطے ودیعت فرمائی اور منجملہ عجیب آیات کے یہ ہے کہ پرند اسکے اوپر ہو کر نہین اُڑتا ہے ادھر ادھر کترا جاتا ہے حالانکہ کتنے ہزار برس گذرے یہی
حال جاری ہے اور یہ کہ درندے دیگر جانورون سے خلط ہو کر حرم مین گھسے ہین اور شکار سے تعرض نہین کرتے مین اور جس بدبخت سرکش نے اسکا
قصد کیا وہ ہلاک ہوا اور یہ کہ بارش جب رکن یمانی کی طرف ہوتی ہے تو عمدہ پیداوار یمن مین ہوتی ہے اور جب ناحیہ شامی کیطرف ہوتی ہے تو شام
مین پیداوار کی کثرت ہوتی ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ اس خانہ کی تعمیر کا حکم فرمانے والا حضرت رب جلیل اور مہندس بندہ خاص جبرئیلؑ اور معمار کریم
بندہ حبیب ابراہیم خلیلؑ اور مددگار معمار فرزند جمیل اسمٰعیلؑ ہے اور طواف کرنے والے ذریات انبیاے کرام ہین اور یہ فخر کسی بیت کو نہین ہے -
وَمَنۡ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ط - لا یتعرض لہ بقتل او ظلم او غیر ذلک - اور جو اسمین داخل ہوا مامون ہوا اس سے کچھ تعرض نہ کیا جاویگا
نہ قتل کا اور نہ ظلم کا اور نہ کسی دیگر امر کا مفسرؒ نے اس مقام پر تفسیر راجح کو اختیار کیا کہ یہ خبر بمعنے امر ہے یعنی جو شخص اس موضع مبارک مین داخل ہوا
وہ شرعاً مامون ہے اس سے بالکل یہ تعرض نہ کیا جائیگا کہ قتل کیا جاوے یا اور کوئی ظلم و ایذا اسکو پہونچائی جاوے اور یہی ایک جماعت کا قول
ہے اور اسی سے امام ابو حنیفہؒ و انکے صاحبین نے کہا کہ جس شخص پر قتل لازم آیا خواہ اسوجہ سے کہ وہ مرتد ہو گیا یا اسنے کسیکو ناحق مار ڈالا جس کے
قصاص مین اسکا قتل لازم آیا یا اور کسیوجہ سے پھر اسنے حرم مین جگہ پکڑی تو اس سے تعرض نہ کیا جائیگا ولیکن ایسے حال پر چھوڑا جائیگا کہ مجبور ہو کر
خود نکلے تب وہ گرفتار کیا جائیگا اور یہی مذہب قوی ہے اور حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ اگر مین اسمین بالفرض اپنے باپ کے قاتل کو پاؤن
تو اسکو ہاتھ بھی نہ لگاؤن یہانتک کہ وہ حرم سے باہر نکلے اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جسنے بیت اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑی اسکو بیت اللہ پناہ
دیتا ہے ولیکن اس مجرم کو وہان بچھونا نہ دیا جائیگا اور نہ کھانا اور نہ پانی دیا جاوے یہانتک کہ نکلے پھر جب باہر نکلے تو اپنے گناہ مین پکڑا جاوے اور یہ
معنے حضرت ابن عباس سے بوجوہ ابن جریر و ابن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کیے ہین اور شافعی رحمہ اللہ و دیگر ائمہ کا یہ قول ہے کہ جسنے کوئی جرم کیا اور
حرم مین گھس گیا اسپر وہان حد قائم کیجائیگی - شاید مفسر مجتہد رحمہ اللہ نے اس مسئلہ مین قول ابو حنیفہؒ اختیار کیا ہے کیونکہ اسکی مؤید احادیث صحاح موجود
ہین چنانچہ خطبہ حجۃ الوداع کی حدیث سابق مین لکھی گئی ہے اور وہ حدیث صحیحین کی معروف ہے اور حضرت جابرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ کسی کو حلال
نہین کہ مکہ مین ہتھیار اُٹھاوے رواہ مسلم - اور عبد اللہ بن عدیؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم فرماتے تھے کہ واللہ اے مکہ تو اللہ تعالےٰ کو
زمین خدا سے بہتر اور زمین خدا سے محبوب تر ہے اور اگر مین تجھ مین سے نکالا جاتا تو نہ نکلتا - رواہ الامام احمد والنسائی و ابن ماجہ والترمذی
وقال حسن صحیح اور مانند اسکے ابن عباس سے روایت کر کے صحیح کہا اور احمد نے ابوہریرہؓ سے مانند اسکے روایت کیا پھر کچھ بعید نہین کہ مامون
ہونا سوائے معنی مذکور کے اور معانے پر بھی ہو چنانچہ یحییٰ بن جعدہ بن ہبیرہ سے روایت ہے کہ کان آمنا ہے دوزخ سے مامون ہوا رواہ ابن
ابی حاتم - اگر کہا جاوے کہ فتح مکہ مین لشکر خالد بن الولید نے مشرکون کو قتل کیا اور حضرت صلعم نے عبد اللہ بن خطل کے بارہ مین جو پردہ
کعبہ سے لپٹا کھڑا تھا وہین قتل کیے جانے کا حکم دیا پس معلوم ہوا کہ مجرم وہان قتل ہو سکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ فتح مکہ کے دوسرے روز حضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے جو خطبہ پڑھا اسمین صاف فرمایا کہ جو کوئی اسوجہ سے حرم مین قتال کا جواز نکالے کہ رسول اللہ صلعم نے اسمین قتال کیا تو اس سے
کہدو کہ اللہ عز وجل نے اپنے نبی صلعم کو اجازت دیدی تھی اور تمکو اجازت نہین دی ہی اور مجھے بھی دن کی ایک ساعت کیواسطے اجازت دی
تھی پھر اسکی حرمت نے عود کیا جیسی اگلے روز تھی پس چاہیے کہ جو شخص یہان حاضر ہی وہ غائب کو خبر پہونچا دے رواہ البخاری ومسلم وغیرہما
وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ - ویبدل من الناس - مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ط - طرتفاسیرہ صلے اللہ علیہ
وسلم بالزاد والراحلة رواہ الحاکم وغیرہ - اور اللہ تعالی کے واسطے لوگون پر حج کرنا اس بیت کا واجب ہی جو شخص کہ پاوے طرف اس
حج کے سبیل ف معنے سبیل کے طریق یعنے راستہ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر فرمائی کہ زادراہ وسواری پاوے اسکو
حاکم وغیرہ نے روایت کیا حج بالکسر قراءۃ کوفیہ وبالفتح قراءۃ باقیہ والو بکر کہی شیخ ابن کثیر وغیرہ نے ذکر کیا کہ للہ کا لام یہی لام ایجاب والزام
کہلاتا ہی اور اسپر علی کے ساتھ جو وجوب کے لیے ہی تاکید فرمائی پس جمہور کے نزدیک حج فرض ہونے کی یہی آیت ہی اور بعض نے کہا بلکہ قولہ واتموا الحج
والعمرة للہ سے حج فرض ہوا - بالجملہ واجب بمعنی فرض ہی جیسے حنفیہ کہتے ہین کہ زکوۃ واجب ہی یعنی فرض ہی اور خصوص علماے شافعیہ واجب و فرض مین فرق نہین
کرتے اور شارح منہاج الوصول بیضاوی نے اقرار کیا کہ دونون مین فرق معقول ہی پس فرض وہ ہی جو دلیل قطعی موجب سے جسمین کسی تاویل کو گنجایش
نہین ثابت ہوا اور واجب وہ کہ بدلیل ظنی مثبت ایجاب سے ثابت ہو - بہرحال احادیث متعددہ سے ثابت ہوا کہ حج منجملہ ارکان اسلام کے ایک رکن
ہی اور مسلمانون نے باجماع ضروری اسپر اجماع کیا پھر حج تمام عمر مین ایک مرتبہ ایسے شخص پر واجب ہوتا ہی جو مکلف ہو اور اسپر نص موجود اور اجماع
ثابت ہی اور یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی مسلمان ہو خواہ فقیر یا تونگر اسپر فرض ہی کہ یہ اعتقاد رکھے کہ حج فرض ہی اور رہا اسکا ادا کرنا تو یہ اسی شخص پر واجب
ہی جسکو استطاعت ہو اور اس تقریر مین اسکا سبب بیان کیا ہی پس ابو ہریرہ رضی نے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اے لوگو تمپر اللہ
تعالی نے حج فرض کیا ہی تم حج کرو پھر ایک مرد نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا ہر سال تو آپ خاموش رہے یہانتک کہ اسنے تین بار یہی سوال کیا پس آپ نے فرمایا
کہ اگر مین ہان کہدیتا تو ہر سال واجب ہوجاتا اور تم سے ادا نہو سکتا پھر فرمایا کہ مین نے جس حد پر تمکو چھوڑا تم بھی مجھے چھوڑ دو یعنے سوال مت کرو کیونکہ جتنے
اگلے اسی سے ہلاک ہوے کہ انہون نے کثرت سے اپنے انبیاء سے سوال کیے اور انکے خلاف کیا سو جب مین تم کو کسی امر کا حکم دون تو تم اسکو بجالاو جہانتک
تم کو استطاعت ہی اور جب مین تمکو کسی چیز سے منع کرون تو اس سے باز رہو رواہ احمد ومسلم اور ابن عباس کی اس روایت مین پوچھنے والے کا نام
اقرع بن حابس مذکور ہی اور جواب مین تصریح ہی کہ فرمایا حج ایکمرتبہ ہی اور جو زائد ہو وہ نفل وخیر ہی رواہ احمد ایضا وابوداود والنسائی وابن ماجہ اور یہی معنی حدیث
علی وانس بن مالک وسراقہ بن مالک وغیرہ سے ثابت ہین اور یہی ظاہر آیہ کریمہ ہی پھر سبیل کی تفسیر زاد وراحلہ سے ترمذی ابن ابی حاتم وابن مردویہ حاکم وابن
جریر وعبد الرزاق وغیرہ نے ایک جماعت صحابہ وتابعین سے مرفوعا یعنے کلام حضرت صلعم سے اور موقوفا روایت کیا اور انکی اسانید مین اگرچہ ادنی
کلام ہی ولیکن حدیث حجت ہی اور اسی حدیث کی اتباع پر بھی قول امام ابو حنیفہ وامام شافعی رح کا ہی اور یہی مذہب اکثر اہل علم از صحابہ وتابعین کا ہی جیسا کہ
امام ترمذی نے کہا اور یہی حق ہی اور امام مالک رح نے فرمایا کہ آدمی کو جسوقت اپنی قوت پر بھروسا ہو اور راہ مین کمائی کرنے پر قادر ہو تو اسپر ادائے حج واجب
ہی اگرچہ زاد وراحلہ نرکھتا ہو اور یہی بعض تابعین سے مروی ہی پھر لفظ الناس عام ہی خواہ مرد ہون یا عورتین سب پر واجب ہی جبکہ استطاعت ہو
سوائے ان لوگون کے جو کسی دلیل سے خاص کیے گئے مانند عورت بے محرم وطفل نابالغ وغلام ومجنون وغیرہ کے جنکا ذکر فقہ مین مفصل ہی پھر ان مخصوص
کیے ہوؤن کے سواے باقی سے مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا بدل ہی اور استطاعت کی تفسیر اوپر گذری لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ استطاعت کا انحصار
انھین دونون باتون مین مقصور نہین اور نہ اسپر مقصور ہی چنانچہ یہ امر بالبداہتہ ظاہر ہی کہ جو شخص اسطرح لنجا ہو کہ نہ پیرون چل سکتا ہی اور نہ

سواری پر چل سکتا ہے وہ اگرچہ زاد و راحلہ پاوے مگر اسپر ادا کرنا فرض نہیں کیونکہ اسنے استطاعت نہیں پائی پس صحت بدن اسقدر کہ وہ وہاں پہونچنے پر قادر ہو منجملہ استطاعت کے ہے اور نیز یہ کہ راستہ امون ہو کہ اسکو اپنی جان یا مال پر خوف نہو اور ایسے ہی عورت کو ہمراہ کوئی ذی رحم محرم مانند شوہر یا باپ یا بھائی وغیرہ کے ساتھ کو ملے ورنہ استطاعت نہوگی اگر تین روز کی راہ مسافت سفر ہے۔ اسواسطے **بیضاوی** وغیرہ نے بعض مقام پر تنبیہ اسباب ضروری جو ادائے فعل کے واسطے چاہییے ہیں سب موجود ہونا استطاعت قرار دیا ہے لیکن زاد و راحلہ کی تفسیر سے یہ ضرور ثابت ہوا کہ زاد و راحلہ منجملہ استطاعت کے ہے اگر یہ نہو تو استطاعت تام نہیں ہے۔ پھر باقی رہا یہاں یہ مقام کہ حج کو وجوب بفور ہے یا بتراخی یعنی جب واجب ہوا تو اسیوقت اس سال میں ادا کرے یا روا ہے کہ آخر عمر تک دیر کر سکتا ہے اسمین امام ابو یوسف و امام محمد کا خلاف فقہ میں مذکور ہے اور تعجیل کو قوی کہا گیا کیونکہ ابن عباس رض نے مرفوعاً روایت کی کہ جلدی کرو حج ادا کرنے میں یعنے حج فریضہ میں کیونکہ تم میں سے کسیکو نہیں معلوم کہ اسکو کیا پیش آویگا رواہ احمد۔ اور نیز ابن عباس رض نے مرفوعاً روایت کی کہ جو حج کا ارادہ کرے وہ جلدی کرے رواہ احمد و ابو داؤد اور **مترجم** کہتا ہے کہ تامل کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ دلیل مفید قول دوم ہے اسواسطے کہ آیت سے جلدی ثابت نہیں اسکی تاکید کردی کہ معلوم نہیں کیا پیش آوے لہذا جلدی کرنا چاہیے پس ظاہر یہ ہے کہ فرضیت تو بتراخی ہے اور جلدی کرنیکا حکم الگ ہے فتامل۔ وَمَنۡ كَفَرَ۔ باللہ او بما فرضہ من الحج۔ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ ٱلۡعَٰلَمِينَ۔ الانس والجن والملائکۃ وعن عبادتہم۔ اور جسنے کفر کیا یعنی اللہ تعالی کے ساتھ یا فرضیت حج سے انکار کیا) تو اللہ تعالی بے پروا ہے عالموں سے (یعنی عالم انس و عالم جن و عالم ملائکہ وغیرہ سے اور انکی عبادتوں سے) اور **شیخ ابن کثیر** کی تفسیر میں ہے کہ عکرمہ نے کہا کہ جب یہ آیت اتری ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ۔ تو یہود بولے کہ ہم مسلمان ہیں پس اللہ عز وجل نے انپر حجت قائم کردی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عز وجل نے مسلمانوں پر حج بیت فرض کیا ہے جو اسکی استطاعت پاوے تو بولے کہ ہمپر یہ فرض نہیں کیا گیا اور حج کرنے سے انکار کیا تو اللہ عز وجل نے فرمایا کہ ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین۔ اور مجاہد سے مانند اسکے مروی ہے اور اسمٰعیلی نے حضرت عمر رض سے روایت کی کہ جسنے حج کی طاقت پائی اور حج نہ کیا تو یکسان ہے اسپر کہ یہودی مرا یا نصرانی اور **ابن کثیر** نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہے اور سعید بن منصور نے حسن البصری سے روایت کی کہ عمر رض نے فرمایا کہ میں نے قصد کیا کہ ان شہروں میں لوگ بھیجوں وہ دیکھیں کہ ہر وہ شخص جسکے پاس استطاعت ہے اور اسنے حج نہیں کیا پس اسپر جزیہ باندھیں وہ ہرگز مسلمان نہیں وہ ہرگز مسلمان نہیں ہیں۔ بالجملہ اس آیت میں امر حج کی فضیلت اور اسکے تارک کے حق میں وعید شدید ہے جو نظم کلام سے ظاہر ہے اور یہ تنبیہ کے واسطے طول کلام کی ضرورت نہیں ہے۔ ف۔ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالی ان اول بیت وضع للناس۔ جاننا چاہیے کہ عرش تو قبلہ ملائکہ ہے اور کرسی ان لوگوں کا قبلہ ہے جو درگاہ عزت میں اپنی خودی سے بے خبر ہیں اور بیت المعمور اس گروہ ملائکہ کا قبلہ ہے جنکو سفرہ کرام کہتے ہیں اور کعبہ معظمہ آدمیوں کا قبلہ ہے سب عام و خاص کے واسطے بلا تخصیص یہ قبلہ ہے ہر دو گروہ کو وسائط کی طرف حوالہ کردیا اور انکو اپنے مشاہدۂ جمال سے پردہ میں کردیا غیرت کی کہ اسکی طرف کوئی راہ پاوے کیونکہ اپنے بیت مکرمہ کو آدم اور اسکی ذریت سے پہلے وضع فرمایا یہ انکی ابتلا و امتحان کے واسطے تاکہ بیت کو قبلہ کرکے صاحب بیت سے محجوب ہوں پھر جس نے اپنی توجہ کی حالت میں جہت کو فقط ایک واسطہ سمجھا اور بسر باطنی کر اس سے طرف اللہ تعالے کے متوجہ کیا تو حق عز وجل اسکا قبلہ ہوا پس وہ خود تمام کا قبلہ ہوگا جیسے آدم علیہ السلام ملائکہ کے قبلہ ہوے کیونکہ اللہ عز وجل اور ملائکہ کے درمیان آدم ایک وسیلہ ہوگئے کیونکہ آدم پر اسکے جلال جمال کا لباس تھا چنانچہ حدیث میں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خلق اللہ ادم علی صورتہ **مترجم** کہتا ہے کہ اس حدیث کو میں نے شروع پارہ الٓم میں بیان کردیا ہے اور معنی بھی بیان کیے اور اشارہ کیا کہ صوفیہ اسکے معنی بروجہ دیگر لیتے ہیں چنانچہ الشیخ نے یہاں اسکے معنی یہ بیان کیے کہ یعنی اللہ عز وجل نے آدم پر اپنی صفات و مشاہدہ کا حسن ڈالدیا جیسے موسی علیہ السلام کے حق میں کہا کہ والقیت علیك محبۃ منی۔ اور محبت جناب باریتعالی کا خاصہ ازلیہ ہے پھر اہل عبودیت میں سے جسنے آدم علیہ السلام سے اعراض کیا اسکی مثال ایسی ہے جیسے ملائکہ کے درمیان ابلیس نے عرض

کیا تھا اسواسطے کہ معرفت کی شرط سے یہ ہی کہ عالم پرستش مین وسائط کو وسیلہ کرے پھر جب وہ مشاہدہ خاص مین پہونچکر مرتبۂ تحقیق کو پہونچ جاوے تو جس طرف چاہے توجہ کرے ہر طرف وہی ہی چنانچہ فرمایا۔ فاینما تولوا فثم وجه الله۔ کیونکہ وہ محل عین الجمع مین پہونچا اور اسی سے بعض عارفون نے کہا کہ مین نے کسی شی کی طرف نظر نہین کی مگر آنکہ اسمین اللہ تعالی کو دیکھا **قال المترجم** یہ مطلب نہین ہی کہ نعوذ باللہ اسمین اللہ تعالی کا حلول تھا یا اسمین کوئی دخل تھا بلکہ مراد یہ ہی کہ مشاہدہ حضرت باری تعالے وہی اسکا عین ہو گیا حتی کہ وہ خود اپنے آپکو بھی نہین دیکھتا تھا اور نہ کسی چیز کو دیکھتا تھا مگر چونکہ یہان جمع اضداد برحق ہی اگرچہ ظاہر گفتگو مین یہ تسلیم نہ کیا جاوے لہذا بعد تسلیم کے اسکے علم مین دونون امر موجود ہوتے ہین فتامل وتنقم۔ پھر شیخ نے دوسرا اشارہ شروع کیا اور کہا کہ نیز اسمین یہ اشارہ ہی کہ اوتعالی نے اپنا بیت رکھا اور اسکو اپنی آیات کبری کا لباس پنہایا اور وہ نور قدرت ہی تاکہ اپنی طرف بندون کے دل اس بیت کے وسیلہ سے جذب فرماوے اسی جہت سے اس بیت کو اپنی طرف اضافت فرماکر کہا ہی کہ۔ طھر بیتی للطائفین۔ اور نیز اسوجہ سے کہ وہ اللہ تعالی کی آیات خاصہ سے منور ہی۔ قولہ للذی ببکة۔ اسکا نام بکہ اسوجہ سے ہوا کہ اس سے عاشقون کی ارواح جاملتی ہین اس شوق مین کہ حبیب کا دیدار نصیب ہوا اور اسوجہ سے کہ یہ عارف لوگ ازدحام کرتے ہین بایطور کہ اپنی جانین اسپر قربان کرتے اور اسطرف دوڑتے ہین **قال المترجم شیخ ابن کثیرؒ** نے اسکی وجہ تسمیہ مین ذکر کیا کہ بعض نے کہا ہی کہ اسکو بکہ کہا گیا اسوجہ سے کہ الناس یبکا کون فیہا ای یزدحمون۔ بعض مشائخ نے کہا کہ کتنا بڑا فرق ہی ان دو شخصون مین ایک نے تو اس بیت سے دل لگایا جو اول اسکے واسطے موضوع ہوا اور دوسرے نے اس سے دل لگایا جسکا یہ اول بیت وضع کیا ہوا ہی۔ قولہ مبارکا وھدی للعالمین۔ یعنی پاک مقدس اس بات سے کہ شک کرنے والون کا شک یا ریاکارون کی تہمت اس تک پہونچے یا یہ جسپر آیات کبری سوائے مخلصون کے غیر کو نظر پڑے اور نیز اس کو بزرگ کر دیا اس لباس سے جو اسکو انوار قرب و برکات سے دیا ہی کہ مریدون کے دل اس سے تسکین پاتے ہین اور مشتاقون کی آتش شوق سے سوختہ فواد کا پنکھا ہو جاتا ہی اور صادقین کی ارواح کے لیے باغ فرح بخش ہی اور عاشقون کے مشام دل کے لیے ریحان معطر ہی اور ہدی یعنی ہادی ہی بایطور کہ اہل عالم مین سے مومنون کے اوپر نور قرب کو انکشاف کر دیتا ہی اور نیز مریدون یعنے خالص ارادہ سے طلب کرنے والون کو آیات کے دیدار تک راہ بتلاتا ہی اور عارفون کو اس پاک ذات تک پہونچاتا ہی جسکے واسطے آیات وہان موجود ہین اور خائفون کو مقامات امن تک راہ دکھلاتا ہی۔ اور جو لوگ منقطع ہو گئے ہین انکو شہود انس تک ہدایت فرماتا ہی اور محسنین کو مشاہدۂ رب تبارک وتعالی تک رہنمائی کرتا ہی اور حسینؒ نے فرمایا کہ حق عزوجل نے اپنی تکلیف دو قسم پر وارد فرمائی ہی یعنی بندونکو جو مکلف کیا تو دو قسم کی تکلیفون سے باعتبار معنی کے مکلف کیا ایک تکلیف از وسائط ہی اور دوم تکلیف بحقائق ہی پس تکلیف بحقائق کے معارف اس سے ظاہر ہوتے اور اسکی طرف عود کرتے ہین اور تکلیف بوسائط کے معارف تو اسکے سوائے غیر سے ظاہر ہوتے ہین اور اس تک پہونچتے نہین مگر اسوقت کہ جب وہ مکلف انسے ترقی کر جاوے بایطور کہ انسے اغنا ہو کر اوپر کو قدم رکھے پس منجملہ تکلیف وسائط کے اظہار بیت وکعبہ ہی چنانچہ فرمایا ان اول بیت وضع للناس۔ پس جب تک تو اس سے متصل ہی تب تک منفصل ہوگا پھر جب تو اس سے حقیقةً منفصل ہوا تو اسکے واضع سے متصل ہو گا پھر تکوبیت سے تو ایک رسم کا لگاؤ رہیگا اور حقیقی لگاؤ اسکے واضع سے ہوگا **قال المترجم** خانۂ کعبہ کی دو جہت قرار دیگئی ہین ایک سرسری نظر ظاہری اور دوم نظر باطنی پس اول تو ظاہر ہی اور دوم یہ ہی دو نظرین ایک تعلق اس لحاظ سے جو موجب قربت ہی اور دوم واسطہ محض سفیر کے طور پر ہوا اور حقیقی واسطہ ہو کہ اصل تعلق اس واسطہ کے مالک سے ہو پس مراد ترک واسطے سے یہ نہین ہی کہ اسکو بالکل چھوڑ دے بلکہ یہ مراد ہی کہ وہ مرتبہ حاصل ہو کہ یہ واسطہ درحقیقت محض واسطہ ہو جاوے مثال اسکی قراءۃ کلام مجید ہی کہ نظر سرسری تو اسکے نقوش ہین اور تجاوز انسے تعلق اسکے الفاظ سے ہی اور ربط ماقبل بما بعد و تصحیح نظم و ترکیب پھر اصلی مقصود اسکے معنے ہین کہ وہ بعد ایک تحریر و تنقیہ کے حاصل

ہونگے اس صورت مین الفاظ وکلام سے تعلق ونظر رفع ہو جائیگی اور مراد ومعانی حاصل ہونگے واللہ اعلم- قولہ تعالیٰ فیہ آیات بینات بیت معظمہ عارفون کا آئینہ ہی اس سے حق عزوجل بواسطہ آیات کے انکے واسطے تجلی فرماتا ہی اور حق عزوجل نے اپنے ظہور کا بھید اسمین پوشیدہ کردیا ہی تاکہ اسپر ہر شخص جو اس قصہ سے اجنبی ہی مطلع ہو اور اس بیت کی شان اور درخت موسیٰؑ کی شان یکسان ہی وہان درخت سے حضرت موسیٰؑ کے واسطے تجلی فرمائی اور یہان بیت سے امت محمد صلعم کے واسطے تجلی فرمائی اور آیات بینات سے اشارہ کے طور پر اپنی ذات پاک کو کہا حالانکہ وہ ذات پاک حلول و نزول اور انتقال سے پاک برتر ہی یعنی فیہ آیات سے یہ وہم ہو کہ جب ذات پاک کی طرف اشارہ ہی تو اس بیت مین ہونے سے حلول یا نزول وانتقال لازم آتا ہی کیونکہ یہ سب چیزین مخلوق پر قیاس ہی بلکہ یہ قیاس خود ادنیٰ المخلوق ہی وہ ذات پاک کے ہل تک نہین پہونچ سکتا ہی ایسے قیاسات کو وہان مجال نہین ہی فافہم- اور حضرت استادؒ نے فرمایا کہ قولہ فیہ آیات- اس مین آیات ہین ولیکن یہ آیتین ان آنکھون سے جو سر مین ہین ادراک نہین ہوتے ہین بلکہ قلوب کی آنکھون سے نظر آتی ہین **قال المترجم** یعنی جو آیتین ظاہر کی آنکھون سے ادراک ہین یہ ادنیٰ ہین یہ سمجھنا نچاہیئے کہ بس یہی ہین بلکہ وہان جو آیات بزرگ ہین وہ بڑے رتبہ کی ہین فافہم- اور **محمد بن الفضل** نے فرمایا کہ قولہ فیہ آیات بینات- یعنی علامات ظاہرہ ہین جنسے عارفون کو اپنی معروف کی طرف راہ ملتی ہی- قولہ تعالیٰ- مقام ابراہیم- یہ مقام خانہ کعبہ مین ظاہر ہی اور باطنی مقام ابراہیم بھی ہی اور وہ چند مقام ہین رضا وتسلیم وانبساط ویقین- پس مقام رضا تو وہ تھا کہ جب آگ مین ڈالے گئے- اور مقام تسلیم وہ تھا جبکہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے لگے: وہ مقام انبساط مین کہا کہ رب ارنی کیف تحیی الموتی- اور یقین اس سے ظاہر ہی کہ حق عزوجل نے فرمایا- وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین- اور زیادت مین مقام مکاشفہ و مشاہدہ وخلت وفتوت ہی پس جسکا سر باطنی ان مقامات سے موافق پڑے آئینے البتہ مقام ابراہیم کا حق ادا کیا اور نیز خلیلؑ کو مقام موالت و توحید اور فنا و بقا اور سکر وصحو حاصل تھے پس جسنے سکر کا مزہ چکھا اور صحو مین متمکن ہوا اور اپنی ذاتی اوصاف سے فنا ہوا اور اوصاف حق کے ساتھ تخلق پیدا کر کے اسپر قائم ہوا اور انوار معرفت سے منور رہا اور لباس توحید سے متلبس ہوا اور اسکی روح نے نور قدم مین پرواز کیا اور اسکا قلب جلال ابدیت مین گھل گیا اور اسکا سر باطنی ملاء اعلیٰ کو پہونچا اور میدان عظمت وکبریا مین اسکی عقل حیران ہوئی اور احکام حق کو بلا جزع وفزع بجالانے مین اسکا نفس مطمئن ہوا وہ مقام ابراہیم کے دیدار سے مشرف ہوا کیونکہ وہ محل تمکین ہی حضرت استادؒ نے فرمایا کہ مقام ابراہیم ظاہر مین وہ ہی جو انکے قدمون کے نیچے رہا اور اشارہ مین وہ ہی جو انکی ہمتون سے موافق ہوا اور بعض نے کہا کہ شرف دیا مقام ابراہیم کو اسلیے کہ وہ خلیل ہی اور خلیل کے نزدیک خلیل کے آثار کو حفظ عظیم ہوتا ہی اور **شیخ شبلیؒ** نے فرمایا کہ مقام ابراہیم خلت ہی پس جسنے اسمین مقام ابراہیم خلیل کو مشاہدہ کیا وہ شریف ہی اور جسنے اسمین مقام حق کو مشاہدہ کیا وہ اشرف ہی- اور **محمد بن علی الترمذیؒ** نے فرمایا کہ مقام ابراہیمؑ یہ ہی کہ خلیل کی راہ مین اپنا جان ومال واولاد قربان کرنا پس جسنے اس مقام کو دیکھا اور اس سے اسکو نفس ومال واولاد کے حق مین وہ تجلی نہوئی جو ابراہیمؑ کو ہوئی تھی اور سلم ہوا تو اسکا سفر برباد ہوا اور مشقت بیکار گئی- قولہ تعالیٰ ومن دخلہ کان آمنا- جو شخص کہ مقام انابت (رجوع لانا) مین داخل ہوا اسنے نور کفایت کا دامن پکڑا کہ متواتر معصیت سے بچ رہا- اور جو شخص مقام زہد مین داخل ہوا وہ وسوسہ کے ہیجان طوفان سے راحت مین ہو گیا- اور جو مقام توکل مین آیا تو کمائیون کی تنگ وتاریک ہوس سے اسکو وسعت حاصل ہوئی اور جو مقام رضا مین گھسا اسنے فنا سے نجات پائی- اور جسنے صفا کا مزہ چکھا ہی وہی ہی جو مقام وفا مین پہونچا- اور جو شخص مقام استقامت مین آیا تو رنگ برنگ کے خطرات سے چھوٹا- اور جو مقام خلاص مین داخل ہوا وہ ریا وسمعت کی آفتون سے امن مین ہوا- اور جو مقام صدق مین آگیا وہ نفس کی رعونت سے بچا اور جو شخص مانند خلیلؑ کے مقام تسلیم مین پہونچا

وہ نفس کے جھگڑے وتدبیر وارادے سے نکلا اور اسکو خود کچھ اختیار نہ رہا بلکہ حق عزوجل کے اختیار و اسکی مراد مین خاطر جمع ہوا اور مراد جاتے رہنے کے خوف سے نکل گیا اسواسطے کہ جتنے خوف ہین سب اسی جہت سے ہوتے ہین کہ مراد جاتی رہے پس جب اسکی خود کوئی مراد نہین ہی تو اس سے بالکل خوف زائل ہوگیا اور اسکے حال مین خوف کو کہین گنجائش ہی نہ رہی اور لامحالہ یہ بات ہی کہ بیت مین داخل ہونا بھی مستحسن ہوگا کہ جتنے امور ہین سب مالک بیت کے سپرد کرے کیونکہ جو شخص اپنی مراد کو چھوڑکر تمام امور کو سپرد کرنے والا ہو وہ اپنے تمام امور مین تقدیر سے معارضہ کرنیوالا ہوگا حالانکہ بیت مین داخل ہونے کا حسن ادب یہ تھا کہ رضامندی سے تسلیم اختیار کرے نہ آنکہ معارضہ ونزاع بشریت پر اڑے۔ اور جو شخص مقام مراقبہ مین داخل ہوا وہ بعد استقامت کے روی خطرات سے بیخوف ہوا اور جو مقام اُنس مین گھسا اس سے وحشت دور ہوئی اور فتور پیدا کرنے والی حرص اسکے پاس سے بھاگ گئی۔ اور جو شخص مقام خوف مین آیا اللہ تعالی اس سے خوف زوال کو مٹا دیتا ہی اور تمام مخلوق کے نزدیک اسکو تو ہیبت سے توقیر دیتا ہی۔ اور جو شخص مقام امید مین آیا تو امتحان کے بگولے اسکے گرد سے پارہ پارہ ہوجاتے ہین اور وہ دنیا کی حلاوت وتازگی کے فتنہ سے پاک نکل جاتا ہی اسواسطے کہ جسکے دل مین حقیقی امید کا بادشاہ تخت نشین ہوا وہان بشریت کے جھگڑے اور ہوا وہوس طبیعت اور نفسانی کشمکش سے امن ہوجاتا ہی اسواسطے کہ رجا کا نور تو دریائے اُنس سے ہی اور اُنس کا وجود دریائے قدس سے ہی اور قدس اسکی صفات کریمہ مین سے ہی جل وعلاشانہ۔ اور جسنے سلطان وحدانیت کے سایہ مین پناہ لی وہ شیطان کی لوٹ مار سے بیخوف ہوا کیونکہ وہ سلطان قدیر کی پناہ مین پہونچ گیا ہی اور ظاہر ہی کہ جو سلطان جبروت کی پناہ مین ہو اسکو شیطان کا دست غارت کہان پہونچ سکتا ہی چنانچہ فرمایا۔ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان یعنے شیطان کو کہا کہ میرے جو خاص بندے ہین اُنپر تجکو کوئی دسترس نہین ہی اور نیز شیطان کا حال خود نقل فرمایا کہ اسنے کہا لاغوینہم اجمعین الا عبادک منہم المخلصین۔ یعنی شیطان نے عزت حضرت عزوجل کی قسم کھائی کہ مین ضرور ان سب کو غوا کرونگا سوائے تیرے ان بندون کے جو ان مین سے مخلص وسچے ہین۔ اور جو شخص کہ مقام محبت مین آیا وہ دور اور مطرود کیے جانے اور غضب مین گرفتار ہونے سے مامون ہوا۔ اور جو مقام شوق مین داخل ہوا وہ اس بات سے بیخوف ہوگیا کہ اسکی روح کو عالم حادث سے کوئی ارتباط رہے۔ اور جو شخص مقام عشق مین پہونچا وہ اوصاف نفس سے نکلکر صفات حق سبحانہ سے متصف ہوگیا۔ اور جو شخص کہ مقام معرفت مین آیا وہ چشم انکار کے زخم سے بچگیا اور جو شخص کہ مقام یقین مین آیا وہ شک وشبہت کے غبار سے بچا اور جو شخص کہ پردۂ توحید مین داخل ہوا اس سے شرک کے خطرے دور بھاگے اسواسطے کہ حقیقت توحید کی یہ ہی کہ نفس کے معارضہ سے اور وسواس کی قید سے اور بشریت کے علائق سے اور انسانیت کی روک ٹوک سے نکلکر سکون کیساتھ ہردم اسکی یاد مین ہو۔ اور جو شخص مقام ذکر مین آیا وہ مذکور یعنی جسکو یاد کرتا ہی اسکے دیدار سے مطمئن ہوا اور ماسوائے حق کے اسکی یاد سے چھوٹا اور جب بندہ اپنے نفس اور اسکی خواہشون سے چھوٹا تو صفائے عبودیت کے مقام کو پہونچتا ہی اور جب صفائے عبودیت کو پہونچا تو صفائے حریت کا مقام ملتا ہی اور جو صفائے حریت کو پہونچا وہ صفائے ذکر کو پہونچا اور جو صفائے ذکر کو پہونچا اسنے جسکو ذکر کیا اس پاک مذکور کو مشاہدہ کیا اور عذاب قبر سے چھوٹا اور جو شخص مقام تفکر مین آیا اسکی روح انوار ملکوت مین غوطہ لگاتی ہی اور غیب کی سیپون مین جبروت کے موتی کھینچتی ہی پس وہ نفس کی گرفت اور شیطان کے چنگل سے سالم رہتا ہی۔ اور جو مقام حیا مین داخل ہوا اسکے قلب کی زبان نگاہ سے شیاطین کا نگاؤ دور ہوتا ہی اور نفخ وسواس سے اسکا سر باطنی پاک ہوتا ہی۔ اور جو شخص کہ عین الجمع کے مقام مین پہونچا تو وہ حق تعالی کو پاکر سکون مین ہوتا ہی کہ اسکو لذت انبساط اور نور بسط ملتا ہی اور اللہ تعالی اسکو خلعت انانیت پہناتا ہی اور وہ صفات انسانیت سے امن مین ہوجاتا ہی اور دنیاوی زندگانی کی تکلیف سے از خود رفتہ ہوتا ہی۔ قال المترجم یعنی دنیاوی تکالیف سب اسپر ایسی آسان ہوتی ہین جیسے بیخود پر کوئی تکلیف نہین۔

20938

اور جسکے دل مین انوار قرب داخل ہوے اسکی روح مشاہدہ مین اور اسکی عقل مکاشفہ مین اور اسکا سر باطنی معائنہ مین اور اسکا نفس عبادت مین
آرام پاتا ہے - اور جسکی روح انوار عظمت مین داخل ہوئی اسکا قلب میدان ہیبت مین حیران ہوتا ہے اور اسکی عقل نور معرفت مین ساکن ہوتی
اور اسکا سر باطن نور وصل مین اور اسکا نفس لذت طمانیت مین تمام امور ربوبیت کے ساتھ ساکن ہوتا ہے - اور جسکا سر باطن جنت
انس مین پہونچا تو انوار قدس کے ظہور مین اسکا قلب اور انوار قدم کے ظہور مین اسکی روح اور نور قدرت کے ظہور مین اسکی عقل آرام ساکن
رہتی ہے اور جسکی عقل نور شواہد مین داخل ہوئی تو بقاے شہود مین اسکا سر باطنی اور عین الحقیقۃ کے دیدار مین اسکی روح اور محبت ازلیہ مین
اسکا دل اور رسوم مخالطت مین اسکا نفس سکون کیساتھ رہتا ہے - اور جسکا نفس مراد حق مین داخل ہوا یعنی جو حق عزوجل کا ارادہ ہے وہی اسکا ارادہ
ہے تو وہ مخلوق کی دیدبانی سے باہر ہوا اور نور اخلاص مین اسکا دل ٹھہرا اور نور صدق مین اسکی روح اور صفاے عبودیت مین اسکی عقل ساکن رہتی ہے اور
نیز جو شخص کہ نور یقین مین آیا تو اضطراب شک سے اسکا دل مامون ہوا اور رحمت نفس سے اسکی عقل اور غمہاے تدبیر سے اسکی روح اور نفاد شہوت
خفیہ سے اسکا نفس ٹھہرا ہوا رہتا ہے - اور جسکی عقل مین نور ایمان آیا تو اسکا دل حقائق براہین کو اور اسکی روح عالم ملکوت کو اور اسکا سر باطن نور جبروت
جمع برہان دلیل برو قطعی
کو دیکھتا ہے اور حضرت حق عزوجل سے اسکو خطاب خاص کی آوازین محسوس ہوتی ہین - اور جسکی روح نور توحید مین داخل ہوئی تو اسکی سر باطنی کی آنکھ نور
توحید سے کشادہ اور سرمۂ فردانیت سے آراستہ ہوتی ہے اور اسکے نفس مین اخلاص عبودیت خوب راسخ ہو جاتی ہے اور جو شخص نور اخلاص مین داخل ہوا
اسکی روح اسکے نفس کے خطرات سے اور اسکا سر باطنی اسکے نفس کی خفیہ نگاہون اور اسکا دل اسکے نفس کے وسوسون سے اور اسکی عقل اسکے نفس کے
جھگڑون سے نجات پاتی ہے پھر جاننا چاہیے کہ جو شخص ان صفات کے ساتھ جو ہم نے ذکر کی ہین اپنے پروردگار تعالی کی بیت مین داخل ہوا وہ دنیا
وآخرت کے عذاب سے مامون ہوا - شیخ استاد نے فرمایا کہ ہم نے بیت سے یہان قلب بطریق اشارہ مراد لیا ہے اور جسکے قلب مین سلطان
حقیقت تشریف لایا تو بشری جھگڑون اور نفسانی بدخواہشون سے امن مین ہوا - اور بعض نے کہا کہ قولہ سبحانہ من دخلہ کنایہ کا مرجع بیت کیطرف ہے اور جو شخص
اسمین مشابہ حقیقت سے داخل ہوا وہ بیخوف ہوگا - اور بعض نے فرمایا کہ بیت مین حقیقت کے ساتھ داخل ہونا نہین ہو سکتا مگر اسی طور پر کہ
تو خودی سے خارج ہوا اور خودی سے جب تو خارج ہو گیا تو تیرا بیت مین داخل ہونا صحیح ہوا اور جب تو خودی سے خارج ہوا تب تیرا ایمان درست ہوا
اور شیخ جعفر بن محمد نے قولہ تعالی ومن دخلہ کان آمنا مین کہا ہے جسنے اللہ تعالی کو پہچانا اسنے سواے اسکے کسی سے انس نہین رکھا
اور شیخ ابو الحسن النوری نے کہا کہ جسکے دل مین سلطان عرفان نے قدم رکھا وہ اپنے ہوا جس نفس و وساوس شیطان سے بیخوف ہوا
اور شیخ ابو بکر واسطی نے فرمایا کہ جو شخص بیشرالطا حقیقۃ اسمین داخل ہوا وہ اپنے نفس کی رعونت سے مامون ہوا - اور شیخ ابن عطا نے
فرمایا کہ جو بیت مین داخل ہوا وہ اللہ تعالی کے عقاب سے مامون ہوا اور اللہ عزوجل نے دنیا مین بھی ثواب وعقاب کہا ہے پس ثواب تو یہ ہے کہ تجکو عافیت
دیوے اور عقاب اسکا بلا ہے پس عافیت تو یہ ہے کہ تیرے کام تیرے اوپر ڈالدے اور بلا یہ ہے کہ تیرے امور اپنی پاک ذات کی طرف لے لے - اور جعفر نے
فرمایا کہ جسکے دل مین ایمان داخل ہوا وہ کفر سے مامون ہوا اور واسطی نے دوسرے مقام پر کہا کہ جسکے قلب کے جوار مین ایمان ہا وہ اپنے نفس کی
رعونت سے مامون ہوا اور جعفر صادق نے فرمایا کہ جو اس پاک بیت مین اس صفت سے داخل ہو جس صفت سے انبیا و اولیا و اصفیا
داخل ہوے تو وہ بھی عذاب الہی سے اسی طرح بچا جیسے وہ لوگ بے خوف ہو گئے ہین - قولہ تعالی وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ
سبیلا حج کو حق عزوجل نے اپنی ذات پاک کی طرف نسبت کیا کیونکہ اسمین آثار ربوبیت اور حقائق عبودیت پائے جاتے ہین - اور نیز حق جو دیتا اپنے
بندون پر لازم فرمایا تا کہ ذکر ربوبیت ادا کرین - اور نیز انکو راہ دکھلائی آیات وعلامات مین دیدار مقصود کی اس وسیلہ سے کہ اسکے بیت مکرم کا قصد

کرین - اور نیز حج کو سب پر فرض کیا تا کہ عوام کے درمیان مین چھپے ہوے خاص بندے بھی رب البیت کی زیارت کو حاضر ہون **قال المترجم** یعنی انکو تجلی خاص بمشاہدۂ خاص حاصل ہو فافہم - اور نیز چاہا کہ اپنے بندون کو اپنی عظمت و کبریائی دکھلا دے کہ وہ اپنے کو دیکھین کہ ذات عبودیت و تواضع و تضرع اپنے گردنون پر رکھے ہین **قال المترجم** یعنی ہیات و حالت حج کی محض ذلیل و عاشق کی سی حالت ہوتی ہی چنانچہ سب ارکان ہیات حج کو ملاحظہ کرنے سے یہ بات ظاہر ہی اور جو بندے آمین نہ دل سے کوشش کرتے ہین اور خوش ہین وہ اللہ تعالی کے نزدیک اسی قدر عزیز و عزت والے ہین فافہم - اور نیز وجوب قدیم نے بندون پر واجب کیا کہ اسکے مشاہدہ کا قصد کرین اسطرح کہ اپنی جان و مال و ارواح خرچ و قربان کرین اور وطن و خواہشین و جاہتی چیزین و اولاد و ازواج کو ترک کرین اور جہان سے مجرد ہو کر اسکی درگاہ کا بقصد کرین پھر اس بیت مکرم کو جو مخصوص کیا کہ اسکی طرف قصد کرین حالانکہ مشاہدہ مقصود ہی تو یہ مشاہدہ کی طرف سے رسمًا و حکمًا ظاہر مین قرار دیا گیا ہی کیونکہ اللہ تعالی حلول و تشبیہ سے پاک منزہ ہی **قال المترجم** پس اصل مقصود مشاہدہ ہی اور بیت مکرم اسکی ایک رسم و حکم ظاہری ہی یعنی خانہ کعبہ جس پر وہ ظاہری این ہی یہی زیارتگاہ مقرر ہوا حالانکہ مقصود وہ حقیقت کعبہ ہی نہ ظاہری در و دیوار اور یہ مطلب نہین ہی کہ مشاہدہ کوئی امر دیگر ہی اور یہ بیت مکرم فقط رسم ہی اور کچھ نہین ہی کیونکہ یہ خلاف ہی چنانچہ اکابر رحمہم اللہ نے تصریح کردی ہی کہ حقیقت کعبہ ایسا امر ہی کہ بیان نہین ہو سکتا اور کون اس امر کا قائل ہو سکتا ہی کہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حج سے رخصت ہونے کے وقت پردہ ہاے خانۂ بیت سے باصد جوش و شوق لپٹتے تھے اور حسرت کے ساتھ رخصت ہوتے تھے پھر کوئی احمق ہوگا جو سمجھے کہ اصل حقیقت یہی در و دیوار ہی فلیتامل - بلکہ بات یہ ہی کہ جو شیخ نے کہی کہ او تعالی ہر وہم و گمان سے پاک برتر ہی کہ نہ اس بیت مکرم مین حلول ہی نہ اسکو تشبیہ ہی نہ نزول ہی تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا لیکن حال یہ ہی کہ جس سے ان لوگون پر جو قصد کرکے جاتے ہین پردہ ملک و لباس آیات مین تجلی فرماتا ہی کیونکہ او تعالے نے فرمایا - فیہ آیات بینات - پس خبر دی کہ آیات بینات اسی بیت مکرم معظم مین ہین اور اشارہ فرمایا کہ صفات کی تجلی انھین آیات مین ہی چنانچہ حضرت نے فرمایا جاء اللہ من سیناء واستعلن بساعیر واشرق من جبال فاران - آیا اللہ تعالی طور سینا سے اور ظاہر ہوا ساعیر سے اور چمکا فاران کے پہاڑون سے اور مراد اس سے مکہ کے پہاڑ ہین اور مراد پہاڑون سے واللہ اعلم شاید بیت الحرام ہی کیونکہ یہ پتھر ایسے ہین کہ اللہ عز و جل نے انکو ازل ہی مین برگزیدہ فرما کر اپنے بندون کا قبلہ اور خاص بندون کے لیے آئینۂ کشف قرار دیا ہی **قال المترجم** جاء اللہ من سیناء آیا اللہ طور سینا سے اشارہ ہی تجلی موسی علیہ السلام کی طرف کہ انکو کوہ طور پر تجلی ہوئی اور یہی آنا بلا کیفیت مراد ہی اور ہم جیسے حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ کلام کرنے اور تجلی ہونے پر بنص قرآنی ایمان لائے ہین ہم کو یہان بھی اس معنی کر کوئی تردد نہین ہی کیونکہ قصہ موسی علیہ السلام مین بھی بلا کیفیت ہم تسلیم کرتے ہین اور معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقون کی طرح کوئی تاویل لغو نہین بکتے ہین پھر واستعلن بساعیر - اور ظاہر ہوا ساعیر سے وہ بھی نام پہاڑ کا ہی اور شاید یہ کوئی اشارہ حضرت عیسی علیہ السلام سے متعلق ہی اگرچہ بعض نے عرب ہی کے پہاڑون سے قرار دیا واللہ اعلم ولیکن واشرق من جبال فاران - اور چمکا فاران کے پہاڑون سے - یہین فاران سے بلا خلاف مکہ کے پہاڑ مراد ہین اور یہ تصریح ظہور نور نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی اور یہی فرق ظاہر درمیان نبوت موسیٰ اور درمیان نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی کہ وہان فقط آیا ہی اور یہان اشرق فرمایا یعنی خوب ظاہر چمک نکلا جیسے آفتاب کہ وہ وقت اشراق کا ہی جس کو چاشت کہتے ہین اور بعضے جو طلوع کا وقت لیتے ہین یہ وہم و غلط ہی اسیواسطے نماز اشراق بے تحقیق قول وہی نماز چاشت ہی کما صرح بہ المحققون لیکن اب باقی رہا کلام اس بات مین کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی یا نہین پس ظاہر کلام شیخ رح سے وہم ہوتا ہی کہ یہ حدیث ہی ولیکن ایسا نہین ہی اور نقاد محدثین نے تصریح کردی ہی کہ یہ حدیث نہین ہی اور اسپر موضوع کا اطلاق کیا ہی لیکن موضوع اس معنے کر ہی کہ آنحضرت صلعم نے نہین فرمایا اور یہ مطلب نہین ہوتا ہی

کہ یہ قول غلط یا بے معنی ہی ٹھیر جبکہ حدیث نہ ٹھہری تو دوسری طرف تلاش کرنی چاہیے پس بعض نے کہا کہ یہ بعض اکابر کا کلام ہی جنھون نے استنباط وغیرہ
کے طور پر کہا ہو مگر حق یہ ہی کہ اہل اسلام مین سے کسی کا کلام نہین بلکہ یہ توریت وانجیل کی عبارات مین سے ہی چنانچہ بعد بہت تحقیق کے اصل نسخہ مین
پائی گئی حالانکہ انجیل کے ترجمہ کرنے والون نے حسد کی راہ سے یہ فقرہ نکال ڈالا ہی اور بعض نے اسکے معنی جو اپنے نزدیک صحیح سمجھے وہ لکھے ہین اور یہ
بڑی حجت اہل توریت وانجیل پر صدق رسالت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی اور انکار ومکابرہ وہٹ دھرمی کا علاج نہین ایسے شخص کے حق مین
یقین جاننا چاہیے کہ اللہ تعالے اسکا ایمان نہین چاہتا ہی نعوذ باللہ من الضلال - پھر بعض حکیمون نے اسی مضمون پر وقت ظہور از جبال فاران کا
ایک طلسم بنایا تھا جسکا ذکر یونان وغیرہ کے انجیل کے مترجمون نے اور دیگر تواریخ مین مذکور ہی کہ وہ بھی زمانہ دراز گذرنے پر مٹایا گیا لیکن اب بھی پتا
ملتا ہی اور خود مترجمین یونان ہی ترجمہ انجیل مین بڑی تحریف کرنے والے ثابت ہوے ہین چنانچہ جو شخص انکی تحقیق کا قصد کرے اسپر انشاء اللہ تعالی
یہ بات خوب ظاہر ہوگی واللہ الہادی وہو المضل ونعوذ باللہ من الضلال - قال الشیخ اور اللہ تعالی کی راہ مین استطاعت بطریق اشارہ یہ مراد ہی کہ اسکی
معرفت ہو اور اسکا قرب حاصل ہو اور تمام اوقات مین اسکے الطاف پر نظر رکھے اور اسکے وعدے مین یقین کامل ہو اور تمام امور مین اسی پر توکل ہو اور
ہر دم اسی کا مراقبہ رکھے اور اسی کی ہمیشہ رعایت وحفاظت کو پہچانے اور جان لے کہ سب بندون کا وہی وکیل ہی اور نفس کی رعونت سے پاک ہو کر اسکی
محبت صافیہ رکھے اور صفائے نیت سے اسکی طرف قصد کرے اور اسکے ماسوائے سب سے قلب کو پاک طاہر رکھے - پھر انکا توشہ وزاد راہ یہی ہی
کہ ہمیشہ اسکی یاد ہو اور ہمیشہ اسکی نعمتون ونشانیون واسکی خدمت کاملہ ورحمت کافیہ کی فکر کرین اور مانند اسکے دیگر امور ہین جو اسکے خانہ معظم
مکرم کے قصد کرنے والون کے واسطے استطاعت ہین اور جو برخلاف اسکے ہو وہ راہ ہدایت سے کٹ کر دوسری راہ چلا کہ عناد کے تاریک گڑھے
مین گر کر ہلاک ہوگا نعوذ باللہ منہ - چنانچہ فرمایا قولہ ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین - شروع آیت مین تو اللہ تعالی نے حج کو اپنی طرف نسبت
دیکر فرمایا تھا اب یہان آخر مین اپنی پاک ذات کو منزہ کر دیا تاکہ بندگی کرنے والون مین سے جو خبردار لوگ ہین وہ جان لین کہ اسکی شفقت اپنے بندون
پر کیسی ہی کیونکہ عبادت کرنیکا ثواب تو انھین بندون کی طرف لوٹ آتا ہی اور او تعالی جل شانہ جملہ اسباب سے منزہ وپاک برتر ہی پھر جاننا چاہیے
کہ بیت اللہ تعالی کی طرف قصد کرنے والے تین قسم ہین - قسم اول وہ قصد کرنے والے جو اپنی جان ومال کے ساتھ ثواب کیواسطے حج کرتے ہین قسم دوم
جو اپنے دلون سے کہ دنیا وما فیہا سے صاف ہین اللہ تعالی کی فرمانبرداری اسکی رضامندی چاہنے کو حج کرتے ہین قسم سوم وہ قصد کرنیوالے ہین
جو رب البیت کے مشاہدہ وتجلی کے لیے اپنے عاشق ارواح کے ساتھ حقائق معرفت وقربت اور صفاء وصلت اور زیادت مشاہدہ تجلی ومتجلی کی طلب مین
قصد وحج کرتے ہین - پس اہل ظاہر کا تو یہ حال ہی کہ وہ احرام باندھتے ہین اور جو امور منع ہین انسے باز رہتے ہین ورمناسک حج ادا کر کے اپنے
احرام سے حلال ہوجاتے ہین - اور اہل باطن کا یہ حال ہی کہ وہ تمام کائنات سے احرام باندھ لیتے ہین اور تمام مخلوق سے نظر اٹھا لیتے ہین اور کبھی
حلال نہین ہوتے جب تک دنیا مین ہین یہانتک کہ انکو مشاہدہ ذات وکشف صفات کا نتیجہ اسوقت عیاناً کھلے کھلے مل جاتا ہی جب مرجاتے ہین
پھر غور کرو کہ دونون مین کتنا بڑا فرق ہی ایک تو وہ ہوے کہ جنھون نے گنتی کی چند معلوم ومعہود چیزون سے چندون کے واسطے احرام باندھا اور
دوسرے وہ ہوے کہ انھون نے سب نفس کی خوشی وتسکین کی چیزون سے اور تمام موجودات سے احرام باندھ لیا لیکن اس کٹھن کرنی کو کون کرتا ہی
اور اس بلا کے بوجھ کو وہی لاوے جو اس طرح کا باربردار ہی - اللہ اللہ وہ لوگ چلے گئے اور انکے ساتھ برکتین بھی جاتی رہین انکے غروب ہونے سے
کرامتون کے سورج اور آیتون کے چاند بھی ایسے منہ مین ڈوبے ہین کہ تا ابد نکلنے کی امید نہین مگر جب کبھی تھوڑا بہت کسی زمانہ مین اللہ تعالی
کو منظور ہو - ہان اب انکی خبرین آفاق مین پھیل رہی ہین اور نشان انکا کہین ڈھونڈھے نہین ملتا ہی اللہ تعالی انکی پاک روحون پر رحم فرماوے

ودرجۂ عالی کرامت کرے **قال المترجم** اس حسرت میں شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ ہر دیندار شریک ہوگا اور کیا کوئی خرکت کرے کہ نہ وہ دل جو بارع اس کی بو پاوین اور نہ وہ آنکھیں جو ذباب کرامت پر آنسو بہاوین - اللّٰھم انت اللہ الذی لا الہ الا انت الحی القیوم لا شریک لک لبیک لبیک لا شریک لک ان الحمد والنعمۃ والملک لک لا شریک لک سبحانک اللھم وبحمدک استغفرک واتوب الیک - اللّٰھم اسألک حسن التوفیق وحسن الھدیٰ والعصمۃ من فتنۃ الدجال وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وجمیع المتقین الاخیار من عبادہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین - اور حدیث میں ایک صحابی کو آپ نے فرمایا کیف بک اذا بقیت فی حثالۃ من الناس تیرا کیا حال ہوگا جب تو ایسے لوگوں میں رہ جاویگا جو بھوسی ہیں یعنے مغز نہیں پھر قیاس کرو کہ شیخ کیوں ایسا کلام حسرت نہ فرماوین - قال اور کعبۂ حقیقت کے حج کرنے والوں اور قصد رکھنے والوں کا اشارہ یہ بھی نکلا کہ جب وہ اپنے پاک دلوں سے جانب مقصود کا یعنی بیت اللہ الحرام کا قصد کرتے ہیں تو اللہ عزوجل کے ساتھ محبت سے پیمان وعہد معرفت باندھتے ہیں اور جتنے عہد انھوں نے سوائے خالص لوحِ حق کے دیگر امور میں باندھے تھے سب توڑ دیتے ہیں چنانچہ حق عزوجل پر اگر کسی دوسری چیز کو اختیار کیا تھا یا دکھلاوے سناوے کی ظاہر و پوشیدہ مگر نفس کو لگا رکھا تھا یا کسی بزرگی شرف چاہنے کو جگہ دی تھی سب چھوڑ دیتے اور سب کی رسی توڑ دیتے ہیں پھر مشاہدہ کے مقام تک حاضر ہونے کی راہ کا توشہ یہ لیتے ہیں کہ صدق و توکل و اخلاص و یقین اور اللہ تعالیٰ کی تجارت میں زہد ساتھ لیتے ہیں اور صبر کی سواری پر چلتے ہیں جسکے پاؤن یہ ہیں کہ ہر حال میں حمد و شکر نے ہیں اور سر اسکا علم ہے اور پیٹھ اسکا پرہیزگاری ہے اور زین اسکی تمکین ہے یعنی ہر وسوسہ و خطرہ باطل و فاسد سے دور اور صدق وغیرہ پر جمے رہتے ہیں اور تکمیل اسکی استقامت ہے اور باگ اسکی تسلیم ہے اور کوڑا اسکا ادب ہے اور زمین اسکی رضائے حق ہے اور آسمان اسکا یقین ہے اور پانی اسکا فکر صواب ہے اور چارہ دانہ اسکا ذکر رب الارباب ہے اور باغ اسکا مکاشفہ ہے اور چراگاہ اسکی مشاہدہ ہے اور توجہ و رخ اسکا بجانب شہود قدم ہے پھر جب وہ ایسی سواری پر اپنے وطن سے نکلے تو دنیا و مافیہا سب چھوڑتے ہیں اور سب کو وداع کرتے ہیں اور سامان موت کو مہیا کرتے ہیں کہ جنکے ساتھ رہتے تھے خواہ دوست ہوں یا بیگانے انسے رخصت ہو لیتے ہیں اور راہ ریاضت میں تیز قدم اٹھاتے ہیں یعنی خوب ریاضت کرنی شروع کرتے ہیں اور اپنی جان پر تیزی کرنے والوں اور تیزی سکھلانے والوں کا طور لازم کر لیتے ہیں اور خالص نیت سے اللہ عزوجل کیطرف توجہ کرتے ہیں اور کسی غیر کی طرف اللہ تعالیٰ کی راہ میں التفات نہیں کرتے ہیں اور قصد مصمم کر لیتے ہیں کہ ٹھیک راہ سے تجاوز نہ کریں اور کسی خواہش نفس و راہ شیطان کی طرف لیجانے والی چیز پر نظر نہیں ڈالتے ہیں - پھر جب اپنی سواری پر سوار ہو کر روانہ ہوتے ہیں تو انکا آگے سے کھینچنے والا وہ ہدی ہوتا ہے یعنی ہدایت الٰہی آگے ہوتی ہے اور پیچھے سے ہانکنے والا تقویٰ ہوتا ہے اور جس کشادہ راہ میں چلتے ہیں وہ راہ صفا ہے اور رفیق ساتھی انکا وہی انکا مولیٰ عزوجل ہوتا ہے اور عدیل انکا علم حق ہوتا ہے اور مصاحب انکا حلم ہوتا ہے انکو شوق دیدار بیابان عشق میں لیے جاتا ہے اور انیس انکا حنین و طرب انکا نہیں ہوتا ہے - اور بدرقہ انکا حبیب ہے یعنی حضرت حقتعالیٰ پھر جب میدان حرم سے قریب ہوتے ہیں تو شوق سے تیز قدم ہو جاتے ہیں اور گنا ہونکی شرم سے لجائے ہوئے راہ طے کرتے ہیں اور مشاہدہ پروردگار کیطرف جاتے ہیں اس حال سے شرمندہ ہیں اور جو اوقات عالم غفلت میں کٹے اپر حسرت اٹھاتے ہیں اور اس صورت میں درجات بلند جانے میں متحیر ہیں ہمیں اس افسوس میں خون روتے ہیں اور اپنی جانوں پر توجہ کرتے ہیں انکا آٹھ آٹھ آنسو رونا اسکی شرح کرتا ہے اور جب اس میدان کے انتہائی سرے پر پہونچ گئے تو سب راحتیں ترک کرنا اور تمام خواہشوں سے مجرد ہو جاتے ہیں اور احرام میں تفرید کا لباس پہنتے اور دریائے تجرید میں نہاتے اور تمام شوائب علل سے پاک ہو جاتے ہیں - اب جو وہ تلبیہ کہتے ہیں تو یہ آواز سنتے ہیں کہ وصال سے رضامندی ہے اور درگاہ میں آنے دینے کی اجازت ہے اور یہی آواز انکو آتی ہے جو دنیاوی وجود سے پہلے انکی ارواح نے عالم ازل میں سنی تھی - اور جب

وہ عرفات مین پہونچے تو سکر کی زنجیر مین پابستہ رہجاتے مین اس سے ہرگز خلاصی نہین الا یہی کہ پردۂ صحو انپر ہوتا ہی پس وہ سکر و صحو کے درمیان متحیر اور
ہیبت ورجا کے درمیان مبہوت ہوتے ہین انکو حق عزوجل اپنی قبول خاص سے حقائق مشاہدہ وصفات مکاشفہ پہنچاتا ہی **قال المترجم** اسی
سے اس مقام کا نام عرفات ہی اے پہنچوانے کا مقام فافہم - اور حق عزوجل انکو غیب کی مکنونات اور دلون کے مضمرات ظاہر فرماتا ہی پھر جب کھڑے
ہوتے ہین تو دیدار حضرت عزوجل کے امیدوار ہوتے ہین اور منقطع کیے جانے اور مہجور ہونے سے خوفناک رہتے ہین اور مقام حیا مین حاضر اور مقام فنا مین
موجود اور دیدار لقا کے شاہد ہوتے ہین - پھر جب مشعر الحرام مین پہونچتے ہین تو اللہ تعالی کے دیدار کی نعمت کا نہایت شکریہ ادا کرنے کے ذکر مین سرگرم
ہوجاتے ہین اور یہ ذکر انکا اس مقام پر یہ ہی کہ زبان گنگ اور جنان خجل اور حضرت حق عزوجل کے سامنے عرق تشویر بہاتے ہین اور تقصیر سے سر
درگریبان آنسوؤن سے نہاتے ہین اپنی کوتاہی پر گردن ڈالے رہجاتے ہین - پھر جب مقام منیٰ مین پہونچے تو ظاہر مین جانور قربانی کرتے ہین مگر تحقیق وہ
اپنے نفسون کو لذات وشہوات سے ذبح کر ڈالتے ہین پھر جب کنکریان مارتے تو اپنے مجاہدہ وریاضت وعبادت کو پردۂ عدم مین پھینکدیتے ہین کیونکہ
مشاہدۂ قدم کو پہونچ گئے اور جب پتھر توڑتے ہین تو انکے ساتھ اپنی باطنی شہوات کو توڑتے ہین اور اپنے نفس کے ارادون کو سنگسار کرتے ہین جو انکے
اسرار مین جاگیر تھے اور جب سر منڈاتے ہین تو اپنے باطن سے فضول وسواس اور لوگون کی تعریف کرنے کی پسندیدگی کو مونڈ صاف کر دیتے ہین اور
جب زمین حرم مین داخل ہوتے ہین تو جان لیتے ہین کہ وہ درگاہ حضرت وجناب عظمت کے قریب پہونچے پس جلال سے پگھلے جاتے ہین اور عظمت کبریائی کے
مشاہدہ مین فنا ہوے جاتے ہین اور ماسوائے حق عزوجل کے سبب سے احرام باندھتے ہین اُسی کے دیدار کے لیے کلمہ ہوتے ہین پھر انکو مخلوقات سے
کوئی چیز حلال نہین ہوتی جب تک اسکی جناب تک نہ پہونچین یعنے موت مقررہ سے اس دنیا کو چھوڑ نہین کیونکہ وہ معاون صمدیت وصولت سرمدیہ مین
ہین جو انکو حدوثیت کی علتون سے مانع ہوتی ہی اور جب وہ مکہ مین داخل ہوے تو یقین ہوا کہ وہ جوار حضرت جلال مین ہین اسواسطے کہ مکہ بمنزلہ
جنت کے ہی اور جو اسمین داخل ہوا وہ اسکے پڑوس مین ہونے سے عقاب الٰہی سے مامون ہوا کیونکہ اللہ تعالی نے وعدہ فرمایا ہی اور جب وہ مسجد مین
داخل ہوے تو اسکے دیدار عظمت سے ہیمان کی حالت مین داخل ہوتے ہین اور اسکی ہیبت وجلال کو یاد کرتے ہین اور جب وہ بیت معظمہ کو دیکھتے ہین
تو بیت سے پہلے رب البیت کو دیکھتے ہین اور اسکے مشاہدہ سے سرفراز ہوجاتے ہین اور جان لیتے ہین کہ وہ اسکی درگاہ قدیم ومشاہدۂ کریم مین
حاضر ہین اور جب وہ گرد خانۂ کعبہ کے طواف کرتے ہین تو اسکے ملائکہ کو دیکھتے ہین کہ اسکے عرش وکرسی کے گرد طواف مین لگے ہین اور یقین کرتے ہین
کہ وہ اللہ تعالی کے نزدیک بمنزلہ ان ملائکہ کے ہی اور جب وہ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہین تو جانتے ہین کہ انھون نے اللہ تعالی کے ساتھ بیعت ازل کے
ساتھ اس طرح بیعت کی کہ بعد اس بیعت کے مخالفت نہین کرینگے اور اپنے ہاتھون کو ایسی چیزون کی طرف نہ بڑھاوینگے جنکو انکی خواہشین چاہتی
اور انکے نفس الفت کرتے ہین اور جب وہ مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہین تو جان لیتے ہین کہ وہ مقام وصل وقرب ومناجات مین ہین اور اس مقام
مین ہین جہان اللہ تعالی کے عہد پورا کرنے والے پہونچے اور جب وہ پردۂ کعبہ سے لپٹے تو جان لیتے ہین کہ انھون نے اعتصام کی رسی مضبوط پکڑی اور اسکی
حقیقی عصمت سے لپٹے ہوے ہین اور اسکی نزدیکی سے ملتجی ہین اور ہر بھروسے سے جو اسکے سواے ہی الگ ہین بعد ازین حق عزوجل کو پانے والے ہین
اور جب وہ خانۂ کعبہ مین داخل ہوے تو یقین کرتے ہین کہ وہ اللہ تعالے کے حفظ عنایت اور اسکی نگہبانی مین اُسی کے وجود قدم وبقا مین مستغرق ہین
اور جب وہ صفا ومروہ پر چڑھے تو کدورات نفس سے پاک ہوے اور دیکھا کہ وہ مقام اصطفا واجتبا مین ہین - پھر جس شخص کو معرفت مین کچھ بصیرت
ہی وہ تحقیق جانتا ہی کہ اللہ تعالی نے ان مناسک ومشاعر کو جو حج مین برتے جاتے ہین اپنی درگاہ جلال کی مثال مقرر کیا ہی پس کعبہ کو تو مثال عرش
کے مقرر کیا ہی اور مسجد حرام کو حظیرۂ قدس کی مثال اور شہر مکہ کو جنت کی مثال اور صفا ومروہ وجبال مکہ کو حجاب ملکوت کی مثال اور کل حرم کو پردہ ہاے

جنان = دل ۱۲ — تشویر = شرم ۱۲ — ہیمان = حیران ۱۲ — جبال = پہاڑ ۱۲

ہیچ ہوئی مین نے کہا نہین - فرمایا تو صفا پر نہین چڑھا - فرمایا تو نے درمیان صفا و مروہ مین سعی کی مین نے کہا ہان - فرمایا تو اسکی طرف بھاگا مین نے کہا نہین - فرمایا تو نہین دوڑا - فرمایا کوہ مروہ پر کھڑا ہوا مین نے کہا ہان - فرمایا تجھین سکینت کا نزول ہوا مین نے کہا نہین - فرمایا تو مروہ پر نہین کھڑا ہوا فرمایا تو منی کیطرف نکلا مین نے کہا ہان - فرمایا تیری تمنا تجکو ملی مین نے کہا نہین - فرمایا تو منی کو نہین نکلا - فرمایا تو مسجد الخیف مین گیا مین نے کہا ہان - فرمایا تجھین خوف جدید داخل ہوا مین نے کہا نہین - فرمایا تو نہین داخل ہوا - فرمایا تو عرفات کو گیا تو مشعر الحرام کو گیا مین نے کہا ہان - فرمایا بھلا تو نے اللہ تعالی کا ایسا ذکر کیا کہ ما سوے اسکے سب تجھے فراموش ہوگیا مین نے کہا نہین - فرمایا تو نہین گیا - فرمایا تو نے جانا کہ تجھے کیا جواب ملا اور کیا تجھے خطاب ہوا مین نے کہا نہین فرمایا تو مشعر الحرام نہین گیا فرمایا تو نے قربانی کی - کہا ہان - فرمایا اپنی خواہشون والا دون کو رضاے حق مین ذبح کر ڈالا - کہا نہین - فرمایا تو نے قربانی نہین کی - فرمایا تو نے کنکرین ماری - کہا ہان فرمایا اپنی جہالت پھینکدی اور اس علم کا شکر ادا کیا کہا نہین - فرمایا تو نے نہین کنکریان پھینکین فرمایا تو نے طواف زیارت ادا کیا - کہا ہان - فرمایا تجھے حقائق کا کچھ انکشاف ہوا یا اپنے اوپر زیارت کرامات دیکھین جو زیارت سے ملتی ہین کیونکہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ حاجی او عمرہ ادا کرنیوالے اللہ تعالی کی زیارت کرنیوالے ہوتے ہین - اور جسکی زیارت کی اسپر حق ہے کہ زیارت کرنیوالے کی تکریم کرے - مین نے کہا یہ تو نہین ہوا فرمایا تو نے زیارت نہین کی فرمایا تو نے حلال کیا - کہا ہان - فرمایا حلال کھانے پر مصمم عہد کرلیا کہا نہین - فرمایا تو نے حلال نہین کیا - فرمایا تو نے وداع کیا - کہا ہان فرمایا تو اپنے نفس و روح سے بالکلیہ خارج ہوگیا مین نے کہا نہین - فرمایا تو نے وداع نہین کیا تو نے کچھ حج نہین کیا تجھپر واجب ہے کہ دوبارہ حج کر جس وقت تیرا جی چاہے اور جب تو حج کرے تو اسمین کوشش کر کہ تیرا حج ایسا ہو جیسا مین نے تجھسے وصف کیا ہے **شیخ عبد الرحمن السلمی** کہتے ہین کہ جب مین بغداد مین **شیخ خضری** رحمہ اللہ کی خدمت مین پہونچا تو مجھسے فرمایا کہ تو حاجی ہے یعنی حج کا قصد کرتا ہے مین نے کہا کہ مین قوم کیساتھ ہون - فرمایا کہ کیا حج کے فرائض مین سے چار باتین نہین ہین ایک احرام دوخول بلفظ تلبیہ ہے مین نے کہا ہان - فرمایا تلبیہ تو اجابت ہے یعنی پکارا جاوے تو جی ہان حاضر ہون کہکر جواب دے - مین نے کہا درست ہے - فرمایا بے بلائے جواب دینا بے ادبی ہے مین نے کہا درست ہے - فرمایا پھر کیا تجھے بلایا جانا تحقیق ہوگیا کہ تو نے جواب دیا - پھر فرمایا کہ احرام تو تجرید ہے ہر چیز سے اور تجرید بدون تفریق کے پوری نہین ہوتی ہے مین نے کہا درست ہے پھر فرمایا کہ ایک بات ارکان حج مین سے وقوف عرفہ ہے مین نے کہا ہان - فرمایا تو اسمین سخت کوشش کر کہ وہ مباہات کا مقام ہے پھر دیکھ کہ طواف مین تو کس حال سے ہوتا ہے اور بات یہ کہ طواف حجاب باری سے قربت کا مقام ہے پس تو ہرگاہ کہ باکی مین حسن ادب سے داخل ہو پھر سعی درمیان صفا و مروہ کا درمیہ ایسا مقام ہے کہ وہان ان سے اسکی طرف بھاگنا ہوتا ہے یا بنظر کہ اسواے حق کے سب سے بیزار ہو پس خبردار رہ کہ بعد اس سعی کے تجکو ہر دو جہان سے اور جو کچھ اسمین ہے کسی سے کچھ تعلق ہووے اور شیخ نے فرمایا کہ مین نے **محمد بن الحسن البغدادی** سے سنا فرماتے تھے کہ مین نے **محمد بن احمد بن سہل** رح سے سنا انھون نے **سعد بن عثمان** رح سے انھون نے **عبد الباری** سے سنا کہ **حضرت ذو النون مصری** رح سے سوال کیا گیا کہ وقوف کی جگہ مشعر الحرام کیون مقرر ہوا اور حرم کیون نہین مقرر ہوا تو ذو النون رح نے فرمایا کہ اسکا بھید یہ ہے کہ کعبہ تو بیت اللہ تعالی ہے اور حرم اسکا حجاب اور مشعر الحرام اسکا دروازہ ہے پھر جب حاضر ہونے والون نے قصد کیا تو پہلے دروازے پر روکے گئے وہان تضرع والحاح کرتے رہے یہانتک کہ آگے آنے کی اجازت ملتی ہے پھر دوسرے حجاب پر روکے گئے اور وہ مزدلفہ ہے پھر جب انکی نہایت عاجزی و زاری پر نظر رحمت ہوئی تو قربانی کا حکم ملا جب قربانی کی اور آداب پورے کیے اور ان گناہون سے پاک ہوے جو انکے حق مین پردہ تھے تب انکو اجازت ملی کہ اب زیارت کے قابل ہین پس وہ پاک و طاہر ہو کر زیارت سے مشرف ہوتے ہین

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ۔ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ

تو کہہ اے اہل کتاب کیون منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے اور اللہ کے روبرو ہے جو تم کرتے ہو تو کہہ اے اہل کتاب کیون روکتے ہو

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ

اللہ کی راہ سے ایمان لانے والے کو ڈھونڈھتے ہو اسمین عیب اور تم خبر رکھتے ہو اور اللہ بے خبر نہین تمھارے کام سے

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ - القرآن - کہدے کہ اے اہل کتاب کیون آیات الٰہی سے انکار کرتے ہو ف یعنے
قرآن سے اور یہ ظاہر ہے اور اشارہ اس مین حج خانۂ کعبہ کے فرض ہونے سے انکار کی طرف ہے کیونکہ وہ اس سے انکار کرتے تھے اور انکار اسکے فرض
ہونے کا کفر ہے اور بعض نے کہا کہ آیات اللہ سے مراد محمد صلعم ہین اور بعض نے مخصوص آیات حج مراد لین - اور یہ خطاب یہود و نصاری کو ہے اور بعض نے
کہا کہ انکے علما کو جو صدق آیات سے آگاہ تھے اور اس مین دلیل ہے کہ انکا کفر واضح تر ہے اگرچہ وہ اپنے آپکو توریت و انجیل پر مومن جانتے تھے - وَاللّٰهُ
شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ - اور اللہ تعالے تمھارے اعمال پر شاہد ہے ف شاہد ہونے کی تہدید سے مراد یہ ہے کہ تمکو اسکی سزا دیگا -
قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ - تصرفون - کہدے کہ اے اہل کتاب کیون پھرتے ہو ف پہلی آیۃ مین تو خود انکے اپنی ذات
سے کافر ہونے کا حال بیان کیا اور یہان انکے دوسرون کو روکنے کا حال فرمایا کہ تم کیون روکتے ہو عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - دینہ - راہ خدا سے یعنی
دین قیم اسلام سے - مَنْ اٰمَنَ - ہر ایسے شخص کو جو ایمان لایا ف بتکذیبکم النبی وکتم نعتہ - اسطرح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے
ہو اور اسکی صفت کو چھپاتے ہو کیونکہ یہود کمبخت حسد سے کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر و بشارت پہلے نہین مذکور ہے اور آپکی صفت و
نعت جو توریت و انجیل مین مذکور تھی اسکو چھپاتے بلکہ وہ آیات نکالکر دیگر انبیا علیہم السلام کیساتھ ملاتے اور بعضے کہتے کہ عرب سے جو پیغمبر آخر الزمان
ہونگے وہ سیاہ رنگ اور ایسے ویسے ہونگے یعنی آپ کی اصلی تعریف مین تحریف کرتے تھے - پھر من آمن سے یا تو ایمان لائے ہوئے مراد ہین پس
یہود اسنے حیلہ و مکر کرتے تاکہ انکے دل مین شبہہ ڈالین یا من اراد الایمان - مراد ہین تو انکو جو ایمان لانا چاہتے تھے ایسے ہی شک شبہہ ڈالکر
روکتے اور ظاہر یہ ہے کہ عام مراد لیجاوے جیسے حنفیہ عموم مجاز کے قائل ہین تَبْغُوْنَهَا - تطلبون السبیل - عِوَجًا مصدر بمعنی معوجۃ مائلۃ
عن الحق - حالانکہ طلب کرتے ہو راہ کو عوجاً ف یہ لفظ مصدر ہے اور معنی اسم مفعول کے ہین اے معوجۃ یعنی حق سے پھری ہوئی راہ مصدر
ہونے کی وجہ سے تا تانیث نہین آئی - اور ابو عبیدہؒ نے کہا کہ عِوج بالکسر تو دین و قول و عمل مین مستعمل ہے اور بالفتح دیوار وغیرہ کے ساتھ
مستعمل ہے الحاصل تم لوگ دین کو کج ڈھونڈھتے ہو - وَاَنْتُمْ شُهَدَآءُ - علماء بان الدین المرضی القیم ہو دین الاسلام کما فی کتابکم
حالانکہ تم لوگ شاہد یعنی عالم ہو - خوب جانتے ہو کہ دین پسندیدہ قیم وہ دین اسلام ہے جیسا کہ انکی کتاب مین مذکور ہے اور حاصل یہ ہے کہ تم کیونکر کجی
طلب کرتے ہو دین اسلام کے حق مین حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہی دین الٰہی ہے یعنی اللہ تعالی اسکے سوائے کوئی دین قبول نفرماویگا - اور
بعض نے کہا کہ تم کیونکر دین اسلام کو حق جانکر اسمین کجی چاہتے ہو اور مومنون کے درمیان فساد و فتنہ ڈالتے ہو پھر انکو وعید سخت سے تہدید کی -
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ - من الکفر والتکذیب وانما یوخرکم الی وقتکم فیجازیکم - اور اللہ تعالی خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو ف
یعنی کفر اور پیغمبر صلعم یا آیات اللہ قرآن کو جھٹلانا اور سوائے اسکے نہین کہ تمکو تمھاری موت تک تاخیر دیتا ہے پھر تمکو سزائے کامل دیگا - اور اولی یہ
ہے کہ یون کہا جاوے کہ اللہ تعالی جانتا ہے جو تم مومنون مین یا ایمان کا قصد رکھنے والون مین فتنہ و شبہہ ڈالتے ہو اور دین اسلام مین اعوجاج طلب کرتے
ہو - اگر کہا جاوے کہ پہلی آیۃ کریمہ کو واللہ شہید علی ما تعملون پر ختم کیا اور اس آیہ کو واللہ لغافل عما تعملون پر ختم کیا اسمین کیا حکمت ہے تو جواب دیا گیا کہ
پہلی آیۃ مین تو انکے ذاتی کفر پر انکار ہے جسکو وہ کھلے کھلے کرتے تھے پس اسکو واللہ شہید علی ما تعملون پر ختم کیا اور اس آیت مین انکا فعل حیلہ و فریب
تھا کہ جس سے مومنون کو روکتے تھے تو اسکو چھپاتے تھے یہ نہین ظاہر ہونے دیتے کہ یہ مکر ہے پس اعلام کر دیا کہ اللہ تعالی کو سب خبر ہے ذکرہ فی السراج
يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ
اے ایمان والو اگر تم مانو گے بعض اہل کتاب کی بات تو پھر کر دینگے تم کو ایمان لائے پیچھے

إِيمَانِكُمْ كٰفِرِينَ ○ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهٗ ط

منکر اور کیسے تم منکر ہو اور تمپر پڑھی جاتی ہین آیتین اللہ کی اور تم مین اسکا رسول ہو

وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ع ○

اور جو کوئی مضبوط پکڑے اللہ کو وہ پہونچا سیدھی راہ پر

شیخ سیوطی و بغوی و شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ محمد بن اسحق بن یسار وغیرہ نے روایت کیا ہو کہ یہ آیت اوس خزرج کی شان مین نازل ہوئی اور بات یہ ہوئی کہ ایک شخص یہود مین سے جسکا نام ماعلم مین شاس بن قیس لکھا بوڑھا عالم یہودی سخت کافر اور مسلمانون پر سخت طعن کرنیوالا اتفاقاً اوس و خزرج پر گذرا اور اوس خزرج دو گروہ انصار کے ہین جو زمانہ جاہلیت مین ایک دوسرے کے دشمن اور آپسین سخت لڑائیان لڑتے تھے اور بعد اسلام کے آپسین دوست ہو گئے پس انمین سے کچھ لوگ اپنی مسجد مین بیٹھے آپسین باتین کرتے تھے (قال ابن کثیر) پس یہ اتفاق و الفت انکی دیکھکر اس یہودی کو رنج ہوا پس اسنے اپنے ساتھ کے ایک جوان یہودی کو بھیجا کہ انمین جا کر بیٹھے اور ذکر وہ لڑائیان یاد دلاوے جو زمانہ جاہلیت مین انکے درمیان ہوئی تھین خصوص یوم بعاث کی کہ آخر لڑائی ہو (فی المعالم) اور جو اشعار اس لڑائی مین کہے گئے تھے وہ سناوے اور یہ لڑائی نہایت سخت ہوئی تھی اور اسمین اوس کو فتح حاصل ہوئی تھی (قال ابن کثیر) پس اس جوان یہودی نے یہی کیا اور برابر انکے درمیان یہی مذکور کرتا رہا یہانتک کہ ان مین باہم فخر کیا اور غضب انکا بھڑکا اور سب جوش مین آ گئے اور جو انکا شعار تھا اس سے آپسین ہر فریق والے نے اپنون کو آواز دی اور اپنے ہتھیار مانگے اور میدان حرہ مین وعدہ گاہ مقرر کی پس یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپ اپنے ساتھ مہاجرین و انصار کو لیے ہوے آئے اور انکو نصیحت کرتے اور فرماتے تھے کہ تم یہ جاہلیت کی پکار آپسین پکارتے ہو اور مین تمھارے سامنے موجود ہون اور اللہ تعالیٰ نے تمکو اسلام سے بزرگی دی اور امر جاہلیت تم مین سے دور کیا اور تم مین الفت ڈالدی اور اسپر یہ آیت پڑھی پس سبکے سب سخت نادم ہوے کہ یہ ہمنے کیا حرکت کی اور سمجھے کہ یہ نزغہ شیطانی تھا پس ہتھیار پھینکدیا اور رونے لگے اور آپسین ایکدوسرے کے گلے لپٹ گئے اور حضرت صلعم کے ساتھ سر جھکائے ہوے لوٹ آئے اور اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا اِنْ تُطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ اُوتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ اِيمَانِكُمْ كٰفِرِينَ - اے ایمان والو اگر تم کتابیون سے ایک فریق (یہودی خبیث) کی باتمانوگے تو یہ فرقہ تم کو تمھارے ایمان کے بعد انکار کا ذکر نیگا۔ ف پھر اللہ تعالے نے تعجب لایا بقولہ تعالے كَيْفَ تَكْفُرُونَ - استفہام تعجب و توبیخ ہو یعنی یہ استفہام انکو تعجب دلانے اور ملامت کے طور پر ہو کہ تم کیونکر کفر کی بات کرتے ہو۔ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ - حالانکہ تمھاری شان یہ ہو کہ تمپر آیات الٰہی تلاوت کی جاتی ہین وَفِيكُمْ رَسُولُهٗ - اور تم میں اللہ تعالی کا رسول پاک (محمد) موجود ہو۔ ف پھر بھلا کون صورت ہو کہ کفر پیدا ہو۔ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ اور جو شخص کہ اللہ تعالی کو مضبوطی سے لے لے وہ راہ مستقیم کو پہونچا دیا گیا۔ ف پس ان دونون گروہ نے اللہ تعالی کے رسول و قرآن کو مضبوط پکڑ لیا اور فتنہ فرو ہو گیا۔ بعض علما نے ذکر کیا کہ انکے اس توران و جوش مین چند فوائد نکلے اول آنکہ کفار سے خلط بقدر سخت مضر ہو دوم یقین ہوگیا کہ یہود انکے دین کے دشمن ہین دوم بندگان مطیع ایسے ہوتے ہین کہ بعد یاد دلانے کے فوراً نادم ہوتے ہین۔ سوم یہود کے دلمین ہیبت اور انکے اتفاق کا یقین اور غیظ زیادہ ہو۔ چہارم کیونکر اسنے مدت مین یہ فتنہ ابھارا اور کیونکر اللہ تعالی نے رحمت سے دم مین فرو کر دیا اور اسی مین تابر ضعیف سے روایت لایا کہ مین نے ایسا کوئی دن نہین دیکھا کہ اول اوسکا تو ایسا قبیح ہوا اور آخر اسکا ایسا نیک ہو۔ اور قولہ تعالی وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ - مین اشارہ ہو کہ تلاوت قرآن مجید سے ایسی صفائی قلب کو حاصل ہوتی ہو کہ شیطانی وسواس خود بخود دور ہوتے ہین

اسیواسطے تعجب وسرزنش دونون مین کہ یہ تعجب ہی کہ تمپر آیات اللہ پڑھی جاوین اورپھر یہ فتنہ دوم آنکہ تم کیسی تلاوت والے ہو کہ تمکو تدبر نہین ہو حتی کہ شیطان نے یہ راہ پائی ۔ پس بعد اس آیت کے ہمیشہ کے واسطے انصار کے دلون سے جو کچھ میل آپس کا تھا بالکل نکل گیا ۔ قولہ وفیکم رسولہ ۔ وجود بابرکت حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی عین رحمت تھا ۔ اب بعد آپ کے آپکی عترت طاہرہ واہل بیت مین تھا اسیواسطے آپ نے اپنے بعد کے لیے دو چیزون کی وصیت کی ایک قرآن مجید دوم آل اطہار اور فرمایا کہ انکو مضبوط پکڑے رہو تو گمراہ نہو گے اور **زجاج** نے معانی قرآن مین اشارہ کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آثار وعلامات موجود ہونا اب بھی بمنزلہ آپ کے وجود شریف کے ہی اور **مترجم** کہتا ہی کہ میرے نزدیک آنحضرت صلعم کی احادیث پاک کی تبعیت اور تعظیم سے بڑی برکت واثر ہی اور **امام ترمذی** رحمہ اللہ نے اپنی جامع کی صفت مین خود فرمایا کہ جس گھر مین ہو گویا اس مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم باتین کرتے ہین پس چاہیے کہ تقوی وزہد وحسن اخلاق کی حدیثین اور مذمت تکبر وغرور وریا وشرک وغیرہ کی احادیث کو ان کتابون سے بے تکلف لیوین اور اسپر عمل کرین اور رہین احادیث احکام نماز وروزہ وحج وزکوۃ وغیرہ کی جنمین حدیثون کو ملاکر توفیق دینے وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہی انہین روا ہی کہ فقیہ مجتہد کی سمجھ پر عمل کرین اور یہ تو بہت تھوڑی حدیثین ہین اور جنکو بے تکلف لے سکتا ہی وہ بہت ہین اور بڑا باب دین کا انسے متعلق ہی فلیعمل العاملون واللہ الموفق ۔ اور تمام نصیحت اس مختصر آیت مین جمع فرمادی قولہ تعالی ومن یعتصم باللہ فقد ہدی الی صراط مستقیم جس نے چنگل مارا یعنی مضبوط پکڑ لیا اللہ تعالی کے ساتھ اسنے ضرور راہ مستقیم کی ہدایت پائی پس جو شخص وہ کرے جو اللہ تعالے نے فرمایا اور کسی طرف نہ جھکے وہ یقینی راہ راست پر واصل وکامل ہوگا چاہے اسکی سمجھ وعقل کچھ ہی کیون نہ کہے اس کو روا نہین کہ اللہ تعالی کے فرمان سے ذرا بھی تجاوز کرے کیونکہ اسکی عقل جزوی ہی اور وہم وشیطان مین پھنسی ہوئی اسکا کیا اعتبار ہی اور جاننا چاہیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی اسی مین داخل ہی کیونکہ وہ عین فرمان الٰہی ہی **ف** اشارہ عرائس مین ہی کہ قولہ تعالی ومن یعتصم باللہ جمیع وجود ظاہر وباطن سے اعتصام بحق ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ **اللہم انی اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک** ۔ یعنی الٰہی مین تیرے خشم سے تیری ہی رضا کی پناہ مین آتا ہون اور تیرے عقوبت سے تیری ہی عفو کی پناہ مین آتا ہون اور تیرے ہی ساتھ تجھسے پناہ لیتا ہون مین کچھ تیری ثنا وصفت نہین ادا کر سکتا بلکہ تیری شان وہ ہی جو خود تونے اپنا وصف فرمایا ہی ۔ (الصحیحین) اور اسوقت مین آنحضرت صلعم مشاہدہ جلال وجمال وکمال و قدم وبقاء وجبروت وکبریا مین تھے اسطرح کہ وجود حق عزوجل کی معرفت پوری تھی اور علوم قضا وقدر کے سمندر مین غرق تھے اور اسکی عجائب قدرت سے دیکھا تھا جو کچھ دیکھا تھا اور اسکے بعض اسرار وارادہ سے اطلاع حاصل ہوئی تھی پس اللہ عزوجل پاک بے نیاز کی جناب مین اس سے اسکی طرف پناہ لی اور نیز ۔ جسنے اللہ تعالی کے ساتھ اعتصام کیا اللہ تعالی اسکو اسکے نفس کے عیب جاننے کی راہ دکھلاتا ہی اور شیطان کے باریک مکر کی شناخت کی ہدایت فرماتا ہی اور قلب کے اخلاق اور روح کے شمائل وعقل کے اوصاف اور امور معاملہ وحقیقت حالات وطلب مکاشفات واطلاع مشاہدات وملہمہ ملائکہ وعلوم الہام وفراسات کی اسکو ہدایت کرتا ہی اور ان خصلتون کے حاصل ہونے سے وہ مقام تمکین مین جو مستقیم راہون مین سے نہایت استوار ہی متمکن ہوتا ہی ۔ اور نیز اعتصام یہ ہی کہ قلب تمام اسباب وارباب سے منقطع ہو اور اللہ تعالی کی طرف عاجزی کرے کہ مین اپنے حول وقوت سے بیزار ہون اور جسنے مخلوق سے طلب کے حیلے قطع کر دیے اسکے اور اللہ تعالی کے درمیان سے دوری منقطع ہوئی اور معرفت سے پہلے اعتصام محال ہی اور مشاہدہ سے پہلے معرفت محال ہی اور جسنے معرفت کیساتھ حق عزوجل کو مشاہدہ کیا وہ اپنی تمام مراد مین اسکے ساتھ اعتصام کرتا ہی اور **شیخ ابن عطا** رح نے فرمایا کہ جو شخص تمام ماسوی اللہ تعالی سے منہ موڑکر خالص اللہ تعالی ہی کیطرف

تمام

محتاج ہوا تو اسکے لیے ہر کا راستہ کشادہ ہوتا ہے اور یہ راستہ اقوم ہے۔ اور **شیخ جعفرؒ** نے فرمایا کہ جسنے اسکو پہچانا وہ اسکے ساتھ تمام مخلوق سے مستغنی ہوتا ہے۔ اور **واسطیؒ** نے فرمایا کہ قولہ ومن یعتصم باللہ۔ تو پیشواؤن کے واسطے ہے اور قولہ اعتصموا بحبل اللہ۔ یہ عوام کے واسطے ہے اور اعتصام تو یہ ہے کہ تو اپنے نفس کو اسکے سایہ اور گو و ملین دیکھے اور حسن قیام پر اسکے ساتھ ہو اسکے دست قدرت مین ہو پس سب سے لائق تو اعتصام ہے اور تصدیق موجب اعتصام ہے اور بعض نے فرمایا کہ اعتصام یہ ہے کہ اسکی طرف التجا کرکے اپنے حول وقوت سے خارج ہو اور اسکے حکم کی طرف سکون ہو اور اللہ تعالیٰ کی مراد مین ٹھہراؤ ہو **قال المترجم** یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قضاء و قدر کے موافق بندے کے حق مین ارادہ فرمایا ہے اسکو تسکین سے لیوے اور اسی پر راضی ہو اور اپنے نفس کے اضطراب سے خارج ہو۔ **شیخ ابو بکر وراق** نے فرمایا کہ اعتصام کی علامت تین چیزین ہین ایک تو دل کو مخلوق کی مددگاری سے توڑ لینا اور یہ امید نہ رکھنا کہ کوئی مخلوق ہماری معونت کرے دوم یہ کہ بالکلیہ حضرت رب العالمین کی طرف پھیر دینا اور سوم یہ کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشایش کا امیدوار ہونا۔ اور **شیخ ابو سعید خرازؒ** نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا وہ اہانت نہ کیا جائیگا اور جس شخص نے کہ اس سے اعتصام کیا اسکو ہزیمت نہوگی اور فرمایا کہ نفس کو صلاح کی طرف پھیرنا کسی چیز سے ممکن نہین سوائے حکمت اور علم اور مجاہدہ و عاجزی کے کہ ان چیزون سے البتہ نفس کی اصلاح ہوتی ہے اور ان سب کی جڑ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ اعتصام ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا چاہیے اس سے ڈرنا اور نہ مرلو مگر مسلمان اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی

جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ

سب ملکر اور آپس سے نہ پھوٹو اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب تھے تم آپسین دشمن پھر الفت دی تمہارے دلون مین

فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ

اب ہوگئے اسکے فضل سے بھائی اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے پھر تم کو اس سے خلاص کیا۔ اسی طرح

يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

کھلی بیان کرتا ہے اللہ تمپر نشانیان اپنی شاید تم راہ پاؤ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ۔ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے حق تقوی کرو **ف** حدیث مین ہے کہ بان یطاع فلا یعصی ویشکر فلا یکفر ویذکر فلا ینسی قالوا یا رسول اللہ ومن یقوی علی ہذا فنسخ بقولہ فاتقوا اللہ ما استطعتم۔ یعنی حق تقاۃ یا ہیں طور کہ طاعت کیجاوے اللہ کی پس اسکی نافرمانی نہ کیجاوے اور شکر کیا جاوے پس ناشکری نہ کیجاوے اور یاد کیا جاوے پس نہ بھولا جاوے پھر صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایسا کرنے پر کسکو طاقت ہے پس منسوخ کیا گیا بقولہ تعالیٰ فاتقوا اللہ ما استطعتم۔ پس تقوی کرو اللہ کا جہانتک تم مین استطاعت ہو۔ **وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ** ۔ موحدون۔ اور مرو مت مگر اس حال مین کہ تم توحید کرنے والے ہو **ف** تقاۃ مصدر ہے اور حق تقاتہ اضافۃ بموصوف ہے اصل مین تقاتہ الحق تھا یعنی ایسا تقوی کہ جو اسکے واسطے حق و ثابت ہے اور **قرطبیؒ** نے ذکر کیا کہ جب یہ آیت اتری تو صحابہؓ پر یہ شاق گذرا اور بولے کہ یا رسول اللہ یہ کون کر سکتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ فاتقوا اللہ ما استطعتم۔ پس یہ آیت منسوخ کردی یہی قتادہ و ربیع بن انس و ابن زید سے مروی **قال ابن کثیر** یہی قول سعید بن جبیر و ابو العالیہ و مقاتل و سدی وغیرہ سے مروی ہے اور یہی مفسرین نے اختیار کیا ہے اور تقوی کی جو تفسیر کی وہ حاکم نے ابن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کرکے کہا کہ یہ حدیث بشرط شیخین صحیح ہے اور ایسا ہی

ابن مردویہ نے روایت کی اور ابن ابی حاتم نے اسکو ابن مسعودؓ سے موقوفاً انکا قول روایت کیا اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اسکی اسناد صحیح ہے اور کہا
کہ اظہر یہی ہے کہ حدیث موقوف ہے واللہ اعلم - اور مفسرؒ نے جو کہا کہ فقالوا - تقاۃ تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس آیت کے اترنے پر صحابہؓ نے کہا کہ پس تفریع
نزول آیۃ پر ہے نہ اس تفسیر تقوی پر کیونکہ تفسیر مذکور کے بعد اسکا یہ کہنا مروی نہیں ہوا لیکن یہیں اشارہ ہے کہ جو تفسیر تقوی کی مذکور ہوئی ہے وہ طاعت
سے باہر ہے پس اسکے منسوخ ہونے کا قول اقرب ہے - اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہ آیت منسوخ
نہیں ہوئی ولیکن حق تقوی یہ ہے کہ جہاد کریں اسکی راہ میں حق جہاد اور انکو اللہ تعالے کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت مانع نہو اور عدل
پر قائم ہوں اگرچہ اپنی جانوں اور اپنے آباء و اجداد اور اپنے فرزندوں کے حق میں ہو - اور قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ بعض نے فرمایا کہ قولہ فاتقوا اللہ ما استطعتم
اسکا مبین ہے اور معنی یہ ہیں کہ اتقوا اللہ حق تقاتہ ما استطعتم - اور کہا کہ یہی قول صوب ہے اسواسطے کہ نسخ وہاں بضرورت ہے جہاں جمع کرنا ممکن
نہو اور یہاں دونوں آیتوں میں اتفاق ہو گیا جیسا کہ بیان ہوا **مترجم** کہتا ہے کہ اسمیں شک نہیں کہ اتقوا اللہ حق تقاتہ - اپنے اطلاق پر
سب وجوہ تقوی کو خواہ داخل استطاعت ہو یا نہو شامل ہے اور ما استطعتم کی قید لگانے سے دوسری شق عدم استطاعت کی جاتی رہی پس یہ
اصطلاحی نسخ نہیں قرار دیا جا سکتا ہے بلکہ تخصیص بنابر ایک راے کے ہو سکتا ہے سو وہ بھی نسخ فی حق البعض ہے لہذا بظاہر اصوب وہی ہے جو مفسرؒ نے
اختیار کیا واللہ اعلم اگرچہ روایت علی بن ابی طلحہ عن ابن عباسؓ تمال دلالتی ہے اور علی بن ابی طلحہ اس روایت میں منفرد نہیں ہیں بلکہ مجاہدؒ نے بھی ایسا ہی
کہا پس باصل تفسیر انھوں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا ہوگا واللہ اعلم اور بعض نے حق تقاتہ کی تفسیر میں کہا کہ تقوا یے واجب ادا کرے یعنی جو فرض
ہے اسکو ٹھیک ادا کرے اور جو حرام ہے اس سے پورا پرہیز کرے - پھر قولہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون - استثنا مفرغ از اعم الاحوال ہے یعنی
لا تموتن علی حال سوی حال الاسلام یعنی جب مرو تو کسی حال میں نہو سواے حال اسلام کے اور مجاہدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے یہ
آیت پڑھی یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون - اور فرمایا کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ اس دنیا میں ٹپکے تو اہل دنیا
کی زندگانی بگاڑ دے پس ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کا کھانا کچھ نہیں سواے زقوم کے رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ وابن حبان والحاکم والترمذی
وقال حسن صحیح - اور جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے آپ کی موت کے تین روز پہلے آپ سے سنا کہ تم میں کوئی نہ مرے مگر اس
حال میں کہ وہ اللہ عزوجل کے ساتھ ظن نیک رکھتا ہو رواہ احمد ومسلم - اور صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث مرفوع میں بھی اللہ عزوجل
سے حدیث قدسی مروی ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میں بندے کے اس گمان پر اسکے ساتھ ہوں جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے - **وَاعْتَصِمُوا** -
تمسکوا - اور مضبوط پکڑلو **بِحَبْلِ اللّٰهِ** - ای دینہ - اللہ تعالی کی رسی یعنی دین کو **ف** حبل اللہ سے مراد دین اسلام ہے جیسا کہ ابن زیدؒ سے
مروی ہے اور حبل در اصل رسی ہے یا ہر سبب جس سے مراد کیطرف توصل ہو پس اللہ عزوجل نے انکو حکم کیا کہ دین اسلام پر تمسک کرنے میں مجتمع و متفق رہیں یا حبل اللہ
سے قرآن مراد ہے اور احادیث صحیحہ میں قرآن کو حبل اللہ الممدود کے مانند الفاظ سے فرمایا ہے اور قتادہ نے عہد اللہ سے تفسیر کی اور معنی متقارب ہیں پس قولہ جَمِیْعًا
کو نصب بنابر حال کے ہے ای مجتمعین اور قولہ - **وَلَا تَفَرَّقُوْا** - بعد الاسلام - اور اسلام کے بعد متفرق نہو **ف** ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی تمسے
تین چیزوں سے راضی ہوتا ہے ایک یہ کہ تم اسکی بندگی کرو اور شرک کچھ نہ کرو دوم یہ کہ اعتصام کرو بحبل اللہ جمیعا اور متفرق نہو سوم یہ کہ والی ملک کو باہم نصیحت کرتے
رہو اور تم سے تین چیزوں سے سخط فرماتا ہے ایک قیل وقال دوم کثرت سوال سوم اضاعۃ المال - رواہ مسلم - **وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ** - انعامہ
عَلَيْكُمْ - یا معشر الاوس والخزرج - اور اپنے اوپر اللہ تعالے کے انعام کو یاد کرو **ف** اے گروہ اوس و خزرج و انعام یہ ہے کہ - **اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاۤءً** -
قبل الاسلام - جب تم باہم ایک دوسرے کے دشمن تھے یعنی اسلام سے پہلے - حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اوس و خزرج دونوں سگے

بھائی تھے انکی اولاد میں ایک بات پر ایک سو بیس برس تک لڑائیاں رہیں یہانتک کہ اسلام قائم ہوا اور اللہ تعالی نے اس آگ کو بجھا دیا اور انمیں الفت ڈال دی چنانچہ فرمایا۔ فَاَلَّفَ۔ جمع۔ پھر جمع کر دیا۔ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ۔ بالاسلام۔ تمھارے دلوں میں اسلام کے ساتھ فَاَصْبَحْتُمْ۔ فصرتم۔ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا۔ پھر تم ہوگئے نعمت الٰہی سے بھائی بھائی تت یعنی دین و مددگاری میں آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہوگئے۔ اور بر و تقوی پر ایک دوسرے کے مددگار ہوے جیساکہ دوسری آیت میں فرمایا۔ ہو الذی ایدک بنصرہ وبالمومنین والف بین قلوبہم الآیہ۔ کذا ذکرہ ابن کثیر۔ وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا۔ طرف۔ حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ۔ لیس بینکم وبین الوقوع فیہا الا ان تموتوا کفارا۔ اور تم لوگ آگ کے گڑھے کے کنارے اسطرح تھے کہ تمھارے درمیان اور گڑھے میں گرنے کے درمیان کچھ باقی نہ تھا مگر یہی کہ تم کافر مرجاؤ۔ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا۔ بالایمان۔ پس اللہ تعالی نے تم کو اس سے نکال لیا باین طور کہ تم کو ایمان دیدیا۔ کَذٰلِکَ۔ کما بین لکم ما ذکر جیسے یہ انعام تمپر ظاہر کیا۔ اسی طرح۔ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ۔ اللہ تعالے تم پر اپنی آیات ظاہر فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ یعنی تم ہدایت پر ثابت رہو اور مضبوطی حاصل کرو۔ ف عرائس البیان میں ہے کہ قولہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ۔ اور نیز حق تقوی یہ ہے کہ جو عہد ہیں اُنکو مضبوطی سے نگاہ رکھے اور اللہ تعالے نے جو حدود حرام و حلال کے مقرر فرمائے ہیں انکی حفاظت کرے اور قضاء قدر جاری ہونے کے وقت رضامندی سے ٹھنڈا رہے اور نیز حق تقوی یہ ہے کہ حق عزوجل کا مشاہدہ کیو اسطے حادثات و مخلوقات کو ترک کرے۔ اور نیز برگزیدہ بندوں کو اپنی تعریف سے حقیقت میں قدم تلے کر متنبہ کر دیا تاکہ حقیقت عبودیت کو ادا کر کے حق ربوبیت کو پہچانیں اور انپر لازم کر دیا کہ اس عبودیت پر مستقیم رہیں پس گویا فرمایا کہ مجھے حق معرفت سے پہچانو اور میرے پاس اپنی حال سے آؤ کہ تم میں استقامت ہو اور تمکو وفات نہ پہونچے مگر اسی حال میں کہ وفات کی جو شرطیں ہیں وہ تم میں پوری موجود ہوں اور یہی معنی ہیں قولہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون کے اور قاسم رحمہ نے فرمایا کہ اپنی کوشش کو پورا صرف کردینا اور طاعت کے موافق عمل کرنا اور راحت کی طرف توجہ چھوڑنا اور راحت کی طرف تو کوئی راہ بھی نہیں ہے کیونکہ واصل ہونے کا پہلا کنارہ تو نفس کا تلف کرنا ٹھہرا ہے۔ اور واسطی رحمہ نے فرمایا کہ حق تقوی یہ کہ جو مواجب عبودیت ہیں انمیں نفس کو تلف کرنا۔ اور ابن عطا رحمہ نے فرمایا کہ حق تقوی یہ کہ سچائی کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہے یہانتک ہو کہ تیرے دل میں سوائے حق عزوجل کے کچھ نہو۔ ابن عطا نے فرمایا کہ تقوی کی حقیقت ظاہر میں تو یہ ہے کہ جو حدود اللہ تعالی نے مقرر فرمائے انکو نگاہ رکھے اور باطن میں یہ ہے کہ نیت و اخلاص ہو اور روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے معنی پوچھے گئے تو آپ نے فرمایا کہ حق تقوی یہ کہ اللہ تعالے کی اطاعت کیجاوے پھر اسکی نافرمانی نہو اور اسکی یاد کیجاوے پھر کبھی فراموشی نہو اور شکر کیا جاوے کہ پھر کبھی کفران نعمت نہو قال المترجم۔ یہ الفاظ اس روایت کے ہیں جو ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعودؓ سے موقوفا روایت کی ہے اور شیخ ابو تراب رحمہ نے فرمایا کہ پورا تقوی یہ ہے کہ جب کہے تو اللہ تعالی کے واسطے کہے اور جب کام کرے تو اللہ تعالی کے واسطے ہو اور جب نیت ہو تو اللہ تعالی کے واسطے اور خود اللہ تعالے کے واسطے اور اسی کے ساتھ ہو جاوے اور نیز فرمایا کہ تمام تقوی یہی ہے کہ تمام شبہات سے بچے مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح میں حضرت سید عالم صاحب جوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شبہات سے بچا وہ اپنے دین کو پاک لے گیا۔ فرمایا اتقوا اللہ حق تقاتہ قولہ تعالی واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ حبل اللہ ہدایت کفایت و رعایت و عبودیت و معرفت و محبت و خدمت و حشمت اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید و سنت نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہے پس اللہ تعالے نے جمہور پران و قائق کے ساتھ اعتصام واجب کر دیا تاکہ انکی طرف پہونچ جاویں اور اس سے متفرق نہوں کیونکہ جسنے اپنی رائے و تدبیر و معاملہ و مجاہدہ و حیلہ و فکر و استدلال کی طرف رجوع کیا یعنی اسکی

ہدایت وکفایت ورعایت وغیرہ بربادہ سایہ عنایت وکفایت سے کہین دور پڑ گیا **شیخ سہلؒ** نے فرمایا کہ انھون نے عہد سے تمسک کیا اور
عہد اسکا توحید ہی اور **شیخ ابو یزیدؒ** نے فرمایا کہ جبتک تو اپنے نفس کو گم نہ کرے اور اپنے خالق سے اعتصام نہ کرے تب تک تیری دعا قبول نہوگی
اور جب تک تو واسطہ امور مین رہیگا تو مخلوق اپنے خالق کی طرف راہ نہین پاتا ہی پھر جب تو نے اسکو اپنے سے طرح دیدیا یعنی کسی امر کے واسطے سے
وصول نچاہا تو اللہ تعالے سے اعتصام کرنے والا ہوگیا اور بعض نے فرمایا کہ اسکی طرف اعتصام یہ ہی کہ بندہ کا دل عہد وفا کرنے پر مائل رہے اور بدون
کمی وکوتاہی کے فرائض ادا کرنے پر جھکے - اور **شیخ ابن عطاؒ** نے فرمایا کہ حبل اللہ ہر بندہ سے متصل ہی اور حبل اللہ یہی عہد الٰہی اور اس کی
کتاب مجید ہی پس جسنے اسکو مضبوط پکڑ لیا وہ واصل ہوگیا اور **شیخ جنیدؒ** سے پوچھا گیا کہ قولہ تعالی واعتصموا بحبل اللہ کے معنی کیا ہین تو کہا کہ صوفیہ کہتے
ہین کہ اسمین خصوص ہی اور عموم بھی ہی پس اعتصموا باللہ کے یہ معنی ہین کہ حبل اللہ کے ساتھ اعتصام کرنے سے تم اللہ تعالے کے ساتھ اعتصام کرو **قال المترجم**
حاصل یہ کہ خاص لوگون کو تو اعتصموا باللہ فرمایا اور عام کو اعتصموا بحبل اللہ فرمایا ہی - اور بعض نے کہا کہ اعتصموا بحبل اللہ کے یہ معنی ہین کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی موافقت پر مجتمع ہو یعنی ہر حال مین آنحضرت صلعم کے قول وفعل سب سے موافقت کرو کہ وہی حبل اوثق ہین اور ظاہر وباطن اور پوشیدہ
وعلانیہ کسی حال مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت سے متفرق نہو - قولہ تعالی واذکروا نعمۃ اللہ علیکم - یعنی اپنے اوپر اس انعام الٰہی کو یاد
کرو کہ معرفت ومحبت کی صفت سے تم کو اپنی طرف راہ دے - قولہ اذ کنتم اعداءً - یعنی اس وقت کے گھٹاٹوپ بادل کے نیچے کفر وانکار کے پردہ مین اسکی
توحید کو مشاہدہ کرنے سے دور اسکی دیدار قربت سے محروم پڑے تھے اوس وقت دیکھو کہ اللہ تعالے کا حق اور اپنے بھائیون کا حق برباد کرتے تھے اور
کفر کی ذلت مین پھنسے ہوے اپنے نفس کی خواہشین چاہتے اور اپنے بھائیون کی خواہشون کو برباد کرتے تھے اور جاننا چاہیے کہ اصل سبب انہین
عداوت کا یہی تھا کہ اللہ تعالی نے انکو لباس معرفت سے ننگا رکھا تھا پھر جب انکے اسرار باطنی کو اپنی جناب سے انوار معرفت کی خلعتین عطا فرمائین اور
انکے دلون کو حقائق وصال نے ڈھانپ لیا تو بعض نے بعض پر جمال حق عزوجل کا اثر دیکھا اور بعض رجمین بعض پر عاشق ہوئین جیسا کہ اللہ تعالی
نے فرمایا حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم - اور یہی شرح جو مین نے بیان کی یہی معنے ہین اسکے قول تعالی عزوجل کے کہ فرمایا - فالف بین قلوبکم فاصبحتم
بنعمتہ اخوانا - اور نیز یہ اشارہ ہی کہ پھر اللہ تعالی نے تمھارے دلون مین الفت دیدی اسطرح کہ اپنی طرف سے عصمت نورانی تمھارے دلون کو دی اور اپنی
درگاہ باکمال کا جمال کشف فرمایا یہانتک کہ تم سب کے سب مکاشفات وصال کی حقیقت کو پہونچے اور شرف احسان سے تمکو الفت کا دودھ سا
پیالہ ملا اور جمال حبیب سے خوش دل ہوگئے اور تمھارے قلوب سے وحشت کا پردہ اُٹھ گیا پس ان سب کا علیل ایک اور مذہب ایک اور حظ ایک ہوگیا
اور اللہ تعالے نے سب کو اخلاص پر جمع کردیا تا کہ انکے اخلاق پر جو میل آگیا تھا اور طبیعت پر کچھ لگاؤ ہو گیا تھا اس سے پاک ہوگئے اور باہمی الفت و
اخلاص کا لباس پہن لیا **قال المترجم** جب حضرت صلعم نے حنین کی غنیمت تقسیم فرمائی تو انصار رضی اللہ عنہم کو کچھ کم دیا اور جنکی تالیف قلوب
منظور تھی انکو زیادہ دیا پس بعض انصار نے آپس مین کچھ باتین کین جنکی خبر حضرت صلعم کو پہونچی تو خطبہ فرمایا کہ ای گروہ انصار کیا مین نے تمکو گمراہ نہین
پایا تھا کہ میرے ساتھ اللہ تعالی نے تمکو ہدایت دی اور تم آپس سے پھوٹے ہوے تھے کہ میرے ساتھ اللہ تعالی نے تمکو باہم ملا دیا الفت سے
تم محتاج تھے کہ اللہ تعالے نے تم کو میری وجہ سے تونگر کردیا جب آنحضرت صلعم کوئی بات فرماتے تو انصار کہتے کہ اللہ تعالی واسکے رسول کا بہت بڑا
احسان ہی مترجم کہتا ہی گویا اس تصدیق سے انھون نے اپنا حصہ بھرپور کیا خدا دانا تر ہی کہ کسقدر لیا فلیتامل غیہ اللہ تعالی نے انکو مخلوقات
کے بھنساؤ سے چھڑوایا اور انکے دلون سے تفرقہ کے خطرات دور کردیے پس انکو عین الجمع مین ایک کردیا گویا ایک تن ہین پس انکے جمال نے انکو
فنا دیدی اور انکے اخلاص نے انکے دلون کو صفا کا لباس پہنایا پس وفا وصفا کے درمیان وہ سچے بھائی ہوگئے اور محبت مین مخلص ہوگئے

اور آپس کے ساتھ مین انصاف سے رہنے والے ہوگئے اور ایک کو دوسرے کی دوستی پر یقین کامل ہوگیا۔ حاصل کلام بیان یہہ کہ برگزیدہ
لوگون کے دلون مین جو الفت ہوتی ہے وہ انکے مقامات وحالات کے مراتب کے موافق درجہ بدرجہ مختلف ہوتی ہے اور جان رکھو کہ جب اللہ تعالیٰ نے اصلاح
کو پیدا کرکے انکو اپنے مشاہدۂ قرب مین جمع کیا تو بعض کو مقام توحید سے مشرف کیا اور بعض کو مقام معرفت سے اور بعض کو مقام محبت
اور بعض کو مکاشفہ اور بعض کو مقام مشاہدہ اور بعض کو مقام اُنس و وجد و حالات سے مشرف فرمایا پس الفت ان سب مین اسی انداز پر ہے
جس قدر ان کے درجون مین آپسمین نزدیکی ہے مثلاً مقام توحید و معرفت مین قربت ہے بہ نسبت توحید و مکاشفہ کے پھر ان سب کو بعض کو بعض
پر رحمت و ہدایت و عصمت قرار دیا ہے حدیث مین فرمایا کہ مومنین مثل عمارت مکان کے ہین کہ ایک دوسرے کو قوت دیتا ہے۔ پھر جانو کہ جو شخص شہد ازل
مین جمیع مقامات کے مدارج سے توفیق یافتہ ہوا وہ اپنے لوگون مین سب کے نزدیک محبوب و معشوق ہوگا اور سب کا پیشوا ہوگا کیونکہ اسنے اصول
حقائق قوم کو پالیا اور سب کے مقامات کی حقیقت کو ادراک کرلیا ہے اور جسنے تمام مقامات کو نہین پایا تو اسکا حال ایسا نہین ہوگا پس باہم الفت
ہونا تو اگلون کی صفات سے ہے اور ایک دوسرے سے انکار ہونا پچھلون کا حال ہے اسواسطے کہ انکی روحین باہم ایک دوسرے سے محجوب ہوئی
ہین اور یہی حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ارواح جنود مجندہ ہین پس جنمین باہم تعارف ہوا انمین باہم الفت ہوئی اور جنمین باہم شناسائی
نہوئی انمین پھوٹ پڑی **قال المترجم** یہ حدیث صحاح مین ہے۔ بعض اکابر نے کہا کہ کنتم اعداء کے یہ معنی ہین کہ اپنے حظوظ نفس سے لگے رہنے سے تم دشمن
تھے پھر فرمایا کہ فالف بین قلوبکم۔ یا ین معنے کہ حظوظ نفس تم سے زائل کردیے اور اس سے پھیر کر تم کو حظ حق کی طرف لگا دیا۔ قولہ تعالیٰ کنتم علی شفا
حفرۃ من النار فانقذکم منہا۔ یعنی تم امتحان کے واسطے ازلی غضب مین ڈالے گئے تھے اور یہ مراد نہین کہ حقیقت مین ایسے تھے کیونکہ اتقی تو یہ لوگ
خاصان حق سے تھے چنانچہ فرمایا پھر تم کو اس سے نکال لیا اور یہ رضاے تقدیر ازلی تھی کہ تمھارے شرف و برگزیدگی پر جاری ہوئی تھی کہ تمکو معارف
و کواشف سے سرفراز کرے اور یہی فرمایا سبقت رحمتی غضبی **مترجم** کہتا ہے کہ یہ حدیث قدسی صحاح کی روایت سے ہے اور معنے اسکے یہ ہین کہ حق
عزوجل نے فرمایا کہ میری رحمت میرے غضب پر پیش قدم ہے۔ اور بعض محققین نے ہر چیز و ہر حال مین رحمت ثابت کی ہے اور **شیخ اکبر** انھین مین سے
ہین حتی کہ عذاب کفار مین بھی انھون نے وجوہ رحمت کی تقریر کی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ جانے ولیکن عموم رحمت تو صحیح ہے بلکہ منصوص ہے کہ فرمایا ورحمتی
وسعت کل شئی۔ میری رحمت ہر شے کو وسیع ہے اور شے مین سب شامل ہے ولیکن ادراک وجوہ رحمت عوام کا کام نہین مثلاً جہاد مین قتل کفار انکے حق مین
دفع از ارتکاب شر و فساد کفر ہے اور مومنون کے حق مین تو ظاہر علیٰ ہذا القیاس فافہم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ
اور چاہیے کہ رہین تم مین ایک جماعت بلاتی نیک کام پر اور حکم کرتی لپسند بات کو اور منع کرتی ناپسند کو
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ
اور وہی ہین پہنچے مراد کو اور نہو انکی طرح جو پھوٹ گئے اور خلاف کرنے لگے بعد اسکے کہ پہونچ چکے ان کو
الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ○
صاف حکم اور انکو بڑا عذاب ہے جس دن سپید ہونگے بعضے منھ اور سیاہ ہونگے بعضے منھ
فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ
سو وہ لوگ جن کے منھ سیاہ ہوے آیا تم کافر ہوگئے ایمان مین اکر اب چکھو عذاب

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ○ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا

بدلا اوس کفر کرنے کا اور وہ جو سپید ہوئے منھ انکے سو اللہ کی رحمت مین ہین وہ اوسی مین

خٰلِدُوْنَ ○ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ○

رہ پڑے یہ حکم ہین اللہ کے ہم سناتے ہین تجکو تحقیق اور نہین چاہتا اللہ ظلم کو جہان والون پر

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمان و زمین مین ہے اور اللہ کی طرف ہر کام کی رجوع ہے

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ - الاسلام - اور تم مین سے ایک گروہ ہونا چاہیے کہ خیر یعنی اسلام کی طرف دعوت کرے ف اور حضرت جعفر باقرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیۃ کو پڑھکر فرمایا کہ خیر یہی قرآن اور میری سنت کا اتباع ہے (رواہ ابن مردویہ) وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ - اور معروف شرعی کا حکم کرے ف اور نیک کامون کو سکھلاوے - وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ - اور منکر شرعی سے منع کرے ف جو شرع مین بدکام ہے اس سے روکے - وَاُولٰٓئِكَ الداعون الآمرون الناہون - هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ - الفائزون ومن للتبعیض لان ما ذکر فرض کفایہ لا یلزم کل الامۃ ولا یلیق بکل احد کالجاہل وقیل زائدۃ ای لتکونوا امۃ - اور یہی خیر کی طرف بلانیوالے اور نیک کام کا حکم کرنے والے اور منکر سے منع کرنیوالے یہی فلحون ہین ای فائز مراد ہین ف اور منکم مین من تبعیضیہ ہے کیونکہ جو حکم ذکر فرمایا وہ فرض کفایہ ہے کہ کل امت پر لازم نہین ہے اور ہر فرد کے لائق بھی نہین ہے جیسے جاہل اسکی لیاقت نہین رکھتا مترجم کہتا ہے کہ مفسر کی عبارت مین ظاہر یہ ٹپکتا ہے کہ فرض کفایہ ہر امت پر لازم نہین ہے بلکہ بعض پر ہوتا ہے اور یہیر علامہ تفتازانی نے اعتراض کیا ہے کہ یہ قول مردود ہے اور دلیل قائم ہوگئی کہ فرض کفایہ بھی کل پر واجب ہوتا ہے لیکن بعض کے ادا کردینے سے سب کے ذمہ سے ساقط ہوجاتا ہے چنانچہ بیضاوی نے بھی کہا کہ خطاب کیا جمیع کو اور انہین سے بعض کا فعل طلب کیا تاکہ دلیل ہو اس بات پر کہ یہ حکم سب پر لازم ہے حتی کہ اگر سبھون نے ایک ہمرے سے ترک کیا تو سب کے سب گناہگار ہونگے لیکن اگر بعض نے ادا کیا تو سب کے ذمہ سے ساقط ہوگا اور یہی ہر فرض کفایہ کا حال ہے - اور بعض نے کہا کہ من زائدہ ہے اور معنی یہ ہین کہ چاہیے کہ ہو جاؤ تم ایسی امت الی آخرہ مترجم کہتا ہے کہ قرطبی نے اول کو ترجیح دی اس وجہ سے کہ محتسب ہونا بعد علم و لیاقت کے ہوسکتا ہے پس فقط اہل علم سے مخصوص ہوگا - اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ مقصود اس آیہ سے یہ ہے کہ اس امت مین سے ایک فرقہ اس کام کی تکلیف اپنے اوپر اٹھائے اگرچہ یہ کام تو ہر فرد پر اسکی لیاقت کے موافق واجب ہے جیسا کہ صحیح مسلم مین حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جسنے تم مین سے منکر دیکھا یعنی کسی کو ایسا فعل کرتے دیکھا جو شرع مین منکر ہے تو چاہیے کہ اسکو اپنے ہاتھون بگاڑے اور اگر ایسا نہ کرسکے تو زبان سے متغیر کرے اور اگر یہ بھی نکرسکے تو دل سے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے اسکے بعد رائی برابر ایمان نہین ہے - اور حذیفہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ قسم اس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ تم حکم کروگے امر بالمعروف کا اور منع کروگے منکر سے یا اللہ تعالی تمپر اپنے پاس سے عذاب بھیجیگا پھر تم اس سے دعا کروگے اور تمھاری دعا قبول نہوگی (رواہ الترمذی و ابن ماجہ - اور آیۃ مین دلیل ہے کہ امر بالمعروف و نہی منکر واجب ہے اور بیضاوی نے کشاف کی پیروی مین کہا کہ امر بالمعروف تو کبھی واجب ہوتا ہے اور کبھی مستحب ہوتا ہے جیسا حکم ہو یعنی اگر اسکا کرنا واجب تھا مثل نماز کے تو امر بالمعروف بھی واجب ہے اگر اسکا کرنا مستحب تھا تو امر بالمعروف بھی مندوب ہے اور رہا نہی از منکر تو یہ سب کل واجب ہے اسواسطے کہ تمام جسکو شرع نے منکر قرار دیا ہے وہ حرام ہے اور رہا سے

مفسر جلال الدین سیوطیؒ نے اسپر اعتراض کیا کہ یہ غلطی ہی اور صحیح یہ ہی کہ اگر فعل منکر حرام ہو تو اس سے نہی کرنا واجب ہی اور اگر مکروہ ہو تو اس سے نہی کرنا مستحب ہی اب رہا یہ کہ جس فعل کو آدمی خود کرتا ہی حالانکہ منع ہی تو اس سے دوسرے کو منع کرے یا نہین کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون۔ یعنی اے ایمان والو تم کیون کہتے ہو وہ جو خود نہین کرتے ہو تو بیضاویؒ وغیرہ نے لکھا کہ اسمین اختلاف ہی اور اظہر و ارجح یہ ہی کہ گنہگار جس گناہ کا خود مرتکب ہوتا ہی اس سے بھی دوسرے کرنیوالے کو منع کرے کیونکہ اسپر دو باتین واجب ہین ایک یہ کہ خود اسکو نہ کرے اور دوم یہ کہ جسکو کرتے دیکھے اسکو منع کرے پس اگر اسنے پہلی بات نہ کی تو دوسری بات جو اسکے ذمہ واجب تھی وہ کیونکر ساقط ہوسکتی ہی مترجم کہتا ہی کہ اسی پر ائمہ حنفیہ کا فتویٰ ہی۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا عن دینہم۔ وَاخْتَلَفُوا فیہ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ۔ وہم الیہود والنصاریٰ۔ اور تم لوگ ایسے مت ہوجیو جیسے وہ لوگ جو پھوٹ مین پڑے اور اختلاف ڈالا بعد اسکے انکے پاس آیات بینات آچکی تھین ف یعنی تفرق سے دین کا تفرق مراد ہی اور اختلاف سے دین مین اختلاف مراد ہی اور اس موصول وصلہ کی مصداق یہود و نصاریٰ ہین اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہی۔ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ ایسے بدکارون پر عذاب عظیم ہی ف اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ بدعتی مراد ہین اور حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہی کہ یہودی اکہتر فرقے پر متفرق ہوے اور انصاری بہتر فرقہ پر متفرق ہوے اور میری امت تہتر فرقون پر متفرق ہوگی اور ایک روایت مین یہ زیادہ ہی کہ سب جہنم مین جاوینگے سوا ایک کے اور وہ جماعت ہی یعنی اہل السنۃ والجماعۃ رواہ ابوداؤد والترمذی و ابن ماجہ والحاکم واحمد وغیرہ ہم اور ابن عمرؓ کی روایت حاکم مین مرفوع ہی کہ پوچھا گیا کہ وہ ایک فرقہ کون ہی یا رسول اللہ تو فرمایا وہ کہ جو اس راہ پر ہوگا جسپر مین اور میرے صحابہ آج مین۔ بالجملہ مصداق اسکے وہ لوگ ہین جو شرک سے پرہیز کرکے حضرت صلعم کی سنت پاکیزہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی چال پر چلتے ہین اور سب جماعت ہین تفرقہ روا نہین رکھتے ہین کیونکہ ابو ذرؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے جماعت کو بالشت بھر چھوڑا اسنے ربقہ اسلام اپنی گردن سے نکالا رواہ ابو داؤد پس اسمین مسلمانون کو سخت تنبیہ ہی کہ آپسمین متفرق نہون ولیکن کبھی متفق نہونگے جب تک کہ راہ توحید پر قائم نہون۔ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ۔ ای یوم القیامۃ۔ یعنی اس دن سے مراد روز قیامت ہی شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ تبیض وجوہ۔ اہلسنت و جماعت ہین اور تسود وجوہ اہل بدعت ہین یہ ابن عباسؓ کا قول ہی اور ظاہر مراد اہل بدعت سے عام ہین خواہ اس امت کے بداعتقاد لوگ ہون یا کسی اور امت کے ہون۔ الحاصل جنھون نے صراط مستقیم اور آیات بینات مین اختلاف کیا اور راہ حق مین مومنون کو تکلیف دی تو آخرت مین ان مشرکون کافرون بدعتیون کے لیے عذاب عظیم ہی جس دن دو قسم کے چہرہ ہونگے ایک سیاہ دوم سفید پھر ہر ایک کی تفصیل یہ ہی کہ۔ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ۔ وہم الکفرون فیلقون فی النار ویقال لہم توبیخا۔ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ۔ یوم اخذ المیثاق۔ چہرے سیاہ ہونگے (وہ کافر ہین جو آگ مین ڈالے جاوینگے و توبیخاً کہا جاویگا) کیا تم کافر ہوے بعد ایمان لانیکے ف ازل مین عہد توحید لینے کے وقت جو سبھون نے اللہ تعالیٰ پر ایمان کا اقرار کیا تھا وہ ایمان مراد ہی اور در صورتیکہ اہل بدعت مراد ہون تو کوئی تردد نہین کیونکہ بدعت تو بعد سنت کے ہوئی ہی فافہم۔ اور حسن بصریؒ سے روایت ہی کہ وہ منافق ہین اور اسمین بھی تاویل درکار ہی کیونکہ وہ ایمان نہین لائے تھے غرضکہ انکو ملامت کی جاویگی کہ کیا تم بعد ایمان لانے کے کافر ہوگئے۔ یعنی عہد ازل مین اللہ تعالیٰ پر ایمان لانیکے بعد کافر ہوگئے۔ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ۔ پس اپنے کفر کرنے کے بدلے عذاب چکھو جو دائمی جہنم ہی۔ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ۔ وہم المومنون اور وہ لوگ جنکے چہرے سپید ہونگے۔ (وہ مومنین ہین)۔ فَفِي

رَحْمَتِ اللّٰهِ - جنتہ - تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت مین یعنی جنت مین ہین ف جنت کو بطور مجاز کے رحمۃ اللہ سے تعبیر کیا کیونکہ جنت محل رحمت ہی اور اسمین تنبیہ ہی کہ جنت نتیجہ فضل ہی کسی کے اعمال وغیرہ کا عوض نہین ہی - هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ - یہ نیک بندے جنت مین ہمیشہ رہین گے ف وہان موت نہین ہی - پھر جاننا چاہیے کہ ترمذی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر مین ابو غالب سے روایت کی کہا ابو امامہ نے درج مسجد دمشق پر کچھ سر چنے دیکھے تو ابو امامہ نے فرمایا کہ دوزخ کے کتے ہین یہ زیر آسمان نہایت شریر مقتول ہین اور جس کو انھون نے قتل کیا ہوگا وہ سب بہت اچھے مقتول ہونگے پھر یہ آیہ پڑھی یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ - آخر تک تو مین نے ابو امامہ سے پوچھا کہ آپ نے اس کو رسول اللہ صلعم سے سنا ہی تو فرمایا کہ اگر مین نے ہکو آنحضرت صلعم سے فقط ایک بار یا دو یا تین بار یہانتک کہ سات بار شمار کرکے کہا کہ اگر فقط سات ہی بار سنا ہوتا تو مین تمسے ہکو بیان نکرتا - قال الترمذی حدیث حسن وقد رواہ ابن ماجہ واالامام احمد ایضاً مترجم کہتا ہی کہ یہ حال خارجیون کا بیان ہوا ہی اسی واسطے بعض نے اس آیت مین - الذین اسودت وجوہہم - سے خارجی مراد لیے ہین اور حق یہ ہی کہ خارجی بھی ان لوگون مین داخل ہین اور آیۃ کریمہ انپر زیادہ منطبق ہی کیونکہ پہلے وہ لوگ مسلمان ہوے تھے پھر خارجی ہو گئے مین کہتا ہون کہ اسلام انکا مانند نفاق کے تھا اور معالم مین محی السنۃ رحمہ اللہ نے موقف قیامت مین تجلی پروردگار کی حدیث ابن عباس سے روایت کی اور مین ہکو عرائس البیان مین لاؤنگا انشاء اللہ تعالے - تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ - یہ آیات اللہ تعالیٰ ف جو کافرون کی خواری عذاب مین اور مومنون کی منزلت ثواب مین مذکور ہوئین نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ - انکو ہم تجبر تلاوت فرماتے ہین تحقیق ف اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاص ہماری وحی عظیم ہی تمپر وریون ہی ہونے والا ہی - وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ - بان یاخذہم بغیر جرم - اور اللہ تعالیٰ کچھ بھی جہان والون پر ظلم کا ارادہ نہین کرتا ف بایں طور کہ انکو بغیر جرم کے ماخوذ کرے بیضاوی نے کہا اسواسطے کہ اللہ تعالے سے ظلم ہونا تو محال ہی اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہین کہ اسمین کمی سے ظلم ہو اور وہ کسی امر سے ممنوع نہین کہ اسکے کرنے سے ظالم ہو کیونکہ وہ تو علے الاطلاق مالک ہی - حاصل یہ کہ اللہ عز وجل کیطرف سے ظلم تو متصور ہی نہین ہو سکتا کیونکہ جو کچھ وہ کرے خود مختار ہی - لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون - اور جسپر جو چاہے کرے سب بجا و درست ہی کیونکہ اپنے ملک مین تصرف کیا پس ظلم تو نہین بنسکتا ہی لہذا فرمایا - قل فمن یملک لکم من اللہ شیئا ان اراد ان یہلک المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعا یعنی اگر وہ حضرت عیسیٰ و انکی ماں وسب کچھ جو زمین مین ہی ہلاک کرنے کا ارادہ کرے تو کون مانع ہی - اگر کہا جاوے کہ ظلم نکرہ کی نفی کرنے مین ہر فرد ظلم کی نفی ہوگئی حالانکہ دنیا مین جو ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہین وہ بارادۂ الٰہی ہین اور جواب یہ کہ خلق الٰہی ہی نہ آنکہ مرضی ہی فافہم - وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ - ملکاً وخلقاً وعبیداً - اور اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی جو کچھ آسمانون وزمین مین ہی ف از راہ ملک وخلق ہونے اور بندے ہونے کے یعنی سب اسی کی ملکیت ومخلوق وبندے ہین - وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ - تصیر - الْاُمُوْرُ - اور بازگشت جمیع امور کی اللہ تعالے ہی کی طرف ہی ف یہ اللہ عز وجل کے بیان عظمت کا مقام ہی اسمین عقلا بمنزلہ لا یعقلون کے ہین ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ - اشارہ ہی کہ جو لوگ دعوی محبت مین سچے ہین انکے چہرے نور مشاہدہ سے منور ہونگے کیونکہ مطلع قدم مشرق ازل سے آفتاب کمال طلوع فرمائیگا پس اپنی تجلی جمال سے ایسے چہرون کو پاک منور فرماویگا جو اسکی درگاہ مین گرد آلودہ ہو رہے تھے اور انکو اپنے نور سے ایک نور خاص کا لباس عطا فرماویگا کہ اسی نور مقام کی قوت سے جمال قدم کو دیکھینگے جب چہرے شرف بجلال ب کرم اور نورانی ہو کر قرب اور شاد وخرم بدیدار وصال ہونگے اور رضوان اکبر سے لہلہاتے چہرے اور اپنے پروردگار کیجانب قوت پاکر ٹکٹکی لگائے ہونگے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ - اور جان رکھو کہ آجکے روز بھی وہ چہرے چمکتے ہین جن پر کل کے روز یہ انوار اوصاف ظاہر ہونگے چنانچہ فرمایا

سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود - اور فرمایا تعرفہم بسیماہم - اور یہ سیما ان اولیاء کرام کے چہرون کی ہین کہ جب تو انکو دیکھے تو نعیم و ملک کبیر دیکھے
اسواسطے کہ وہ آئینۂ حق ہین اللہ تعالی انسے اپنی مخلوق کے واسطے تجلی فرماتا ہے - قولہ تعالی وتسود وجوہ - یہان لوگون کے چہرے ہونگے جو جناب
باریتعالی مین کچھ نہین اور یہان اپنے آپکو اللہ تعالی کا دوست قرار دیتے ہین جیسے یہود و نصاری و جہلا کا فرو مشرک و باطنیہ فرقہ وغیرہ کے لوگ کہ خلق کے
درمیان تقشف ظاہر کرکے مقامات اولیاء کا دعوی کرتے ہین اور صادقین کی وضع مین نکلتے ہین اور خلق سے خواہش رکھتے ہین کہ انکی تعریف کرین اور
اپنے چہرے انہین مخلوق کیطرف لگائے رہتے ہین اور جو لوگ کہ زمین مین اللہ عزوجل کے امین ہین انسے عداوت رکھتے ہین قال المترجم فرقہ خوارج کا جو
شخص پیشوا تھا اسنے حضرت صلعم سے آکر کہا کہ یا محمد آپ اس تقسیم کرنے مین انصاف کیجیے کہ آپ نے انصاف نہین کیا تب آپ نے فرمایا کہ افسوس
ہے کہ مالک آسمان و زمین تو مجکو اہل زمین پر امین کرتا ہے اور تم نہین کرتے ہو الہ اسی قصہ مین ذوالخویصرہ اور خارجیون کے بے ایمان ہونے کا حال
فرمایا ہے حالانکہ یہ بھی فرمایا کہ تم اپنی نماز و روزہ کو انکے مقابلہ مین حقیر دیکھو گے مگر باوجود اسکے یہ لوگ دین سے ایسے باہر ہونگے جیسے کمان
سے تیر نکل جاتا ہے اور اصل حدیث صحیح مسلم وغیرہ مین ہے مکار مدعی لوگون کے چہرے سیاہ ہوجائینگے کیونکہ مجمع قیامت کے حضور مین وہ لوگ
دیدار درگاہ سے محروم و محجوب ہونگے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا - کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون الآیۃ - محی السنۃ نے معالم مین ذکر کیا کہ سعید
بن جبیر نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انھون نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ سپید ہونگے چہرے اہل سنت کے اور سیاہ ہونگے اہل بدعت کے -
اور کلبیؒ نے ابی صالح کے واسطہ سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر قوم کے واسطے وہ اونچا کیا جائیگا جسکو
وہ پوجتے تھے پس ہر قوم جسکو پوجتی تھی اسکی طرف روان ہوگی اور یہی اللہ تعالی نے فرمایا ہے نولہ ما تولی - پھر جب اسکی طرف جا پہونچینگے تو
حقیقت حال دیکھ کر سخت غمگین ہونگے کہ سب برباد ہوا پھر غم سے انکے چہرے سیاہ ہوجاوینگے - اور اہل قبلہ اور یہود و نصاری باقی رہینگے
کہ جو انکے واسطے اونچا کیا گیا اسمین سے کسیکو نہین پہچانینگے پھر اللہ تعالے انپر آویگا پس اسکو سجدہ کریگا ہر وہ شخص جو دنیا مین اسکو سجدہ کرتا تھا
مطیع مومن ہوکر پھر باقی رہجاوینگے یہود و نصاری اور منافق لوگ کہ یہ لوگ سجدہ کرنے پر قابو نپاوینگے پھر انکو سر اٹھانے کی اجازت دیجاویگی اور
مسلمانون کے چہرے برف کے مانند سفید ہونگے اور منافق و اہل کتاب یعنی یہود و نصاری جب مومنین کے چہرے دیکھینگے تو سخت غمناک
ہوجاوینگے اور انکے چہرے سیاہ پڑجاوینگے تو کہینگے کہ اے پروردگار ہمارا کیا حال ہے کہ ہمارے چہرے سیاہ ہین پس واللہ ہم مشرک نہ تھے تو اللہ
تعالی ملائکہ سے فرمائیگا کہ دیکھو انھون نے اپنے نفسون پر کیا جھوٹ باندھا ہے قال المترجم یہ حدیث مرفوع طور پر باسلوب دیگر اسانید صحیحہ کے
ساتھ تفسیر قولہ تعالے یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود الآیہ مین انشاء اللہ تعالے اچھی طرح بیان ہوگی اور جو حال اس حدیث مین مذکور ہے
اہل ایمان اکابر صلحا عارفان پاک اسپر صدق دل سے ایمان لائے اور مترجم تمام اسوجہ پر جسپر صلحاء امت ایمان لائے ہین ایمان لایا اور اس کو
اللہ عزوجل کا فضل جانتا ہے پس عام بھائی مسلمانون کو لازم ہے کہ سلف صالحین کے طریقہ پر ایمان لاوین اور اپنے نفس و شیطان کے وسوسہ و
اوہام و رہنی عقل جزوی کی حماقت کو درمیان سے اٹھاوین وما التوفیق الا باللہ تعالی - اور جو آیہ مین مذکور ہے اسپر صریح دلالت کرتا ہے قولہ
تعالی للذین احسنوا الحسنی وزیادۃ ولا یرہق وجوہہم قتر ولا ذلۃ والذین کسبوا السیئات جزاء سیئۃ بمثلہا وترہقہم ذلۃ - ولیکن چہرون کی سیاہی غیرہ
جزاء بدکرداری و ناراضامندی باریتعالے ہے اگرچہ ظاہر کلام سے یہ وہم ہوتا ہے کہ فقط غم سے سیاہ ہونگے - فتفکر - پھر قولہ الذین احسنوا الحسنی و
زیادۃ - کی تفسیر مین زیادہ دیدار باری تعالی ہے اور یہی تفسیر مرفوع و موقوف متواتر مروی ہے اور شیخؒ نے جو آیت ذکر کی یعنی قولہ - کلا انہم عن
ربہم یومئذ لمحجوبون - اسمین امام مالکؒ نے کہا کہ دلیل موجود ہے کہ مومنین اس دن اپنے پروردگار سے محجوب نہونگے بلکہ اسکے دیدار کریم سے مشرف ہونگے

اور آگے انشاء اللہ تعالے دیدار باری تعالے کی بحث آویگی۔ قال الشیخ اور محمد بن علیؓ نے فرمایا کہ چہرے سپید ہونگے اسوجہ سے کہ انکو اپنے مولا ے عزوجل کا دیدار نصیب ہوگا اور چہرے سیاہ ہونگے یعنی کافرون و منافقون کے اسوجہ سے کہ انکو محرومی ہوگی قال المترجم یہ کلام جید ہے واللہ تعالیٰ اعلم

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ

تم ہو بہتر سب امتون سے جو پیدا ہوئی ہین لوگون مین حکم کرتے ہو پسندبات پر اور منع کرتے ناپسند سے اور ایمان لاتے ہو

بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۚ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

اللہ پر اور اگر ایمان مین آتے اہل کتاب تو انکو بہتر تھا کوئی ان مین ہین ایمان والے اور اکثر تو وہ فاسق ہین یعنی کافر

كُنْتُمْ ۔ یا امۃ محمد صلعم فی علم اللہ تعالیٰ ۔ خَيْرَ أُمَّةٍ ۔ تم (اے امت محمد صلعم اللہ تعالیٰ کے علم مین) بہتر امت تھے ۔ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ۔ جو لوگون کے واسطے ظاہر کی گئی ف یعنی جسقدر امتین پیدا و ظاہر ہوئین تم سب سے بہتر امت ہو ۔ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۔ تم بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو ف یہ وصف جسطرح اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا برابر اسیطرح صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین مین جاری رہا ۔ پس یہ بدیہی معجزہ ہے و واضح ہو کہ یہان اللہ عزوجل نے اپنا کرم و فضل کامل جو اسنے امت محمد صلعم پر اپنے علم قدیم مین رکھا ہے ظاہر فرمایا ۔ کنتم صیغہ ماضی ہے جو گذرے ہوے پر دلالت کرتا ہے تو بیضاویؒ نے کہا کہ کنتم سے زمانہ قدیم سے انکی خیر ہونے پر دلیل ہے اور مابعد مین انقطاع نہین جیسے قولہ کان اللہ غفورا رحیما ۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم تھا اسکے یہ معنی کہ تھا اور اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہیگا کیونکہ یہ اسکی صفت قدیم ہے ۔ پھر کنتم خطاب ہے پس حاضر و موجود لوگونکو جو حضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے انھین کو خطاب ہوا ۔ اسیواسطے ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہین جنھون نے رسول اللہ صلعم کیساتھ ہجرت فرمائی مترجم کہتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے معلوم نہین کس موقع پر ایسا فرمایا شاید مہاجرین کے درمیان سے انکی تخصیص ہو ورنہ سب صحابہ کو شامل ہونا ظاہر ہے تخصیص کی کوئی وجہ نہین ۔ اور یہ روایت حاکم نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباسؓ سے وارد کی ہے ۔ اور معالم مین کہا کہ عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو فرماتا کہ انتم خیر امۃ ۔ تو ہم سب کے سب شامل ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ نے کنتم فرمایا جو مخصوص اصحاب محمد صلعم کے حق مین ہے اور جسنے انکی طرح کام کیا وہ بھی خیر امۃ مین شامل ہونگے ۔ اور ایک روایت مین عمر رضی اللہ عنہ سے آیا کہ یہ ہمارے اگلون کیواسطے ہوگا اور ہمارے پچھلون کے واسطے نہوگا اور نیز عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا اے لوگو جسکو خوش آوے کہ اس امت سے ہو اسکو چاہیے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اس امت سے ہونے کی شرط کردی ہے اسکو ادا کرے یعنی امر بالمعروف و نہی از منکر و ایمان باللہ عزوجل قد رواہ ابن جریر ایضا اور جاننا چاہیے کہ ضحاکؒ بھی مانند قول حضرت عمرؓ کے مروی ہے اور معالم مین فرمایا کہ عکرمہ و مقاتل نے کہا کہ مالک بن الصیف و وہب بن یہودا وغیرہ یہودیون نے حضرت ابن مسعود و ابی بن کعب و معاذ بن جبل و سالم مولے حذیفہ رضی اللہ عنہم سے کہا کہ ہم تو تم سے افضل ہین اور ہمارا دین تو اس سے بہتر ہے جسکی طرف تم ہمکو بلاتے ہو پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ۔ پھر بر تقدیر قول عمرؓ کے کہ اگلون کیواسطے ہے ہمارے پچھلون کے لیے نہین تو اگلون کی حد کہانتک ہے تو عمران بن حصینؓ نے روایت کی کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ میری امت مین سے بہتر میرا قرن ہے پھر جو انسے پیچھے لگے ہوے ہونگے پھر جو انسے پیچھے لگے ہونگے ۔ عمران کہتے ہین کہ مجھے دریافت نہین رہا کہ آنحضرت صلعم نے اپنے قرن کے بعد دو قرن ذکر فرمائے یا تین قرن فرمائے ہین پھر انکے بعد ایسی قوم ہونگے جو خیانت کرینگے اور امانت والے نہونگے اور گواہی دینگے حالانکہ گواہ نہ کیے جاوینگے اور نذر کرینگے اور اسکو پورا نکرینگے اور ان مین موٹا پا پھیل جاویگا رواہ البغوی

والحدیث فی الصحیح وغیرہ من السنن - اور ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ بدزبانی مت کرنا میرے صحاب کے حق میں کیونکہ قسم ہے اُس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو انکے آدھ سیر ستو کے برابر نہیں بلکہ وہ اسکے آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا ہے رواہ البغوی وہو فی الصحیح - یہ تمام بیان تو اس بنا پر تھا کہ کنتم سے فقط صحابہؓ مراد ہیں اور یہ قول حضرت ابو ہریرہ سے بھی نکلتا ہے جیسا کہ بخاریؒ نے روایت کیا کہ ابو ہریرہؓ نے قولہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس میں کہا لوگوں کے واسطے تم بہتر ہو کہ لوگوں کو طوق و زنجیروں میں قید کر کے لاتے ہو یہانتک کہ وہ دین اسلام میں آجاتے ہیں شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہی ابن عباس و مجاہد و عطیہ عوفی و عکرمہ و عطا و ربیع بن انس سے مروی ہے اور معنے یہ ہیں کہ امتوں میں سے بہتر اور لوگوں میں زیادہ نافع ہو لوگوں کے لیے اسواسطے فرمایا تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتومنون باللہ - اور امام احمد نے درہ بنت ابولہب سے روایت کی کہ ایک مرد نے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلعم سے پوچھا درحالیکہ آپ خطبہ پڑھتے تھے کہ لوگوں میں سے کون بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ جو ان میں سے اقرا ہو اور اللہ تعالیٰ کے واسطے سب سے زیادہ تقویٰ والا اور معروف کا حکم کرنے والا اور منکر سے منع کرنے والا اور ناتے کا ملانے والا ہو - ورواہ النسائی وغیرہ ایضاً مترجم کہتا ہے کہ دیگر دلائل موجود ہیں جنسے صریح ثابت ہوتا ہے کہ تمام امت محمدی صلعم سب امتوں سے بہتر ہے اور کلام میں للناس صلہ اخرجت کا ہے اور معنی اسکے یہ ہیں ما اخرج اللہ للناس امۃ خیرا من امۃ محمد صلعم یعنی نہیں نکالا اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے واسطے کسی امت کو بہتر امت محمد صلعم سے - چنانچہ محی السنۃ نے بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ روایت کی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قولہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کی تفسیر میں سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ تم ستر امت کے تمہ ہو یعنی اگلی امتوں کے بعد تم ہوئے کہ ستر کی تعداد پوری ہوئی سو ان میں سے تم سب سے بہتر اور اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بزرگ ہو رواہ الترمذی وحسنہ وحدہ ابن ماجہ والحاکم وصححہ والطبرانی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم - اور نیز ابو سعید خدریؓ سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ اس امت نے پورا کیا ستر امتوں کی تعداد کو جنمیں سے یہ امت سب سے بہتر اور سب سے بزرگ ہے اللہ عزوجل کے یہاں - اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ میری امت کی مثال جیسے مینہ کا پانی کہ معلوم نہیں ہوتا کہ اول بہتر ہے یا آخر - اور حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جنت سب انبیاء پر ممنوع رہیگی یہانتک کہ میں پہلے اسمیں داخل ہوں اور سب امتوں پر حرام رہیگی یہانتک کہ پہلے میری امت اسمیں داخل ہو قال المترجم وقد رواہ الدارقطنی فی الافراد وابن عدی والثعلبی والحدیث صالح الاسناد وان کان فیہ تفرد لبعض الرواۃ واللہ اعلم اور بریدہؓ سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جنت والے ایک سو بیس صف ہونگے جنمیں سے اسّی صفیں میری امت ہوگی مترجم کہتا ہے کہ بہاں اور قوی دلائل بھی موجود ہیں جنکو بخوف طوالت میں ترک کرتا ہوں - نظر برین ہمارے مفسر جلالؒ نے کنتم کا خطاب عام امت محمد صلعم کو لیا ہے اور اللہ عزوجل کے سامنے موجود و معدوم سب حاضر ہیں کیونکہ اسکے علم میں سب موجود ہیں اسیواسطے کہا کہ تم اے امت محمد صلعم علم الٰہی میں سب سے بہتر ٹھہرے ہوئے ہو اور شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو صحیح فرمایا چنانچہ کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ عام امت محمدی کو شامل ہے پس امت محمدی باقی تمام امتوں سے بہتر ہے ہاں یہ ہے کہ امت محمدی اپنے درمیان میں ہر ہر قرن کے موافق ایک دوسرے سے بہتر ہے پس اس امت کا سب سے بہتر قرن وہ ہے جنمیں رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے پھر انکے بعد والے یعنی تابعین کا قرن پھر انکے بعد والے یعنی تبع تابعین کا قرن ہے اور یہی دوسری آیت میں فرمایا وکذالک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس الآیہ - پھر شیخ ابن کثیر نے معاویہ بن حیدۃ القشیری کی روایت ذکر کر کے کہا کہ یہ حدیث مشہور ہے اور معاذ بن جبل و ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے اسکے مانند مروی ہے - پھر کہا کہ اس امت کو جو یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ تمام امتوں سے بہتر ہے تو فقط اپنے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاکیزہ کی وجہ سے حاصل ہوئی کیونکہ آنحضرت صلعم اشرف خلق اللہ و اکرم الرسل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپکو شرع کامل عظیم کیساتھ بھیجا ایسی شرع کسی

رسول کو نہین عطا فرمائی پس آپ کی شرع پر عمل قلیل اسقدر درجہ و ثواب وخیر کا نتیجہ دیتا ہی کہ دیگر انبیا کی شرائع پر عمل کثیر اسقدر خیر کا نتیجہ نہین دیتا ہی اور امام احمد نے باسنادہ حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو مجھے دیا گیا وہ کسی نبی کو نہین دیا گیا ہم لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کیا ہی فرمایا کہ مین رعب سے فتح دیا گیا اور زمین کی کنجیان مجھے دی گئین اور نام میرا احمد رکھا گیا اور مٹی میرے لیے طہور کر دیگئی اور میری امت خیر الامم کر دی گئی - تفرد بہ احمد من ہذا الوجہ و اسنادہ حسن اور نیز امام احمد نے ابو الدردا رض سے روایت کی کہ مین نے ابو القاسم صلعم سے سُنا فرماتے تھے کہ اللہ عز و جل نے فرمایا اے عیسیٰ مین تیرے بعد ایک ایسی امت مبعوث کرنے والا ہون کہ اگر انکو ایسی چیز پہونچیگی جس کو محبوب رکھتے ہین تو حمد و شکر کرینگے اور اگر انکو ایسی چیز پہونچے گی جسکو مکروہ رکھتے مین تو ثواب کی نیت سے صبر کرینگے اور نہ حلم ہی اور نہ علم ہی عیسیٰ ع نے عرض کیا کہ انکو یہ کیونکر حاصل ہوگا حالانکہ نہ حلم ہی اور نہ علم ہی - فرمایا کہ مین اپنے حلم و علم سے انکو دونگا شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہان اور احادیث مناسب ہین پھر حضرت ابوبکر الصدیق رض سے روایت ذکر کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین ستر ہزار اپنی امت کے لوگ دیا گیا ہون کہ وہ بلا حساب جنت مین داخل ہونگے انکے چہرے ایسے ہونگے جیسے چودھوین رات کا چاند اور ان سب کے دل ایک مرد واحد کے دل پر ہونگے پھر مین نے اپنے پروردگار سے زیادہ مانگا پس اللہ عز و جل نے مجھے ہر واحد کیساتھ ستر ہزار دیے - حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ مین نے دیکھا کہ اس شمار مین شہر والے اور گانون والے تو آجاوینگے اور جنگل کے کنارون کے بھی داخل ہو جاوینگے رواہ احمد اور دوسری روایت مین کئی بار ستر ہزار کی زیادتی مذکور ہی اور اسکے ساتھ دونون ہاتھ پھیلا کر لب بھر کے دیے جانا بھی مذکور ہی اور ہشام بن حسان راوی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے یہ مقدار ایسی ہی کہ اسکا شمار نہین معلوم ہو سکتا **قال المترجم** بعید نہین ہی کہ حضرت ابوبکر رض کی زیادتی مین صدیقان امت کی زیادتی ہی اور حضرت عمر کی روایت مین دوسری و تیسری وغیرہ زیادات شہدا و صالحین کے ہی اور روایت طبرانی مین مصرح ہی کہ عمر رض نے کہا کہ پہلے ستر ہزار تو ایسے ہونگے کہ اللہ تعالیٰ انکی سفارش انکے آبا و ابنا و عشیرہ و ازواج کے حق مین قبول فرماویگا اور مین امید کرتا ہون کہ اللہ تعالیٰ مجھے پچھلے کسی لب بھر کی زیادتی مین سے کر دے اور اس حدیث طبرانی کی اسناد صحیح ہی چنانچہ **ضیاء مقدسی** نے فرمایا کہ مین اسکی اسناد مین کوئی علت نہین جانتا ہون پھر **شیخ ابن کثیر** نے اس حدیث کے طرق و اسانید کثرت سے ذکر فرماتے اور ظاہر کیا کہ بہت سے صحابہ سے یہ روایت باسانید صحیحہ مروی ہی اور صحیحین و سنن و مسانید و معاجم مین ائمہ حدیث نے اخراج کیا ہی اور مسلم کی روایت مین حضرت صلعم نے فرمایا ہی کہ یہ وہ لوگ ہین جو رقیہ نہین کراتے ہین اور نہ داغ دلاتے اور نہ طیرہ کرتے ہین اور فقط اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہین اور ایسا ہی اور ائمہ کی روایت مین مذکور ہی - اور صحیحین مین عبداللہ بن مسعود رض سے روایت ہی کہ ہم سے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم راضی نہین ہو کہ اہل جنت مین سے چوتھائی تم ہو تو ہم نے خوشی سے تکبیر کہی پھر فرمایا بھلا تم راضی نہین ہو کہ اہل جنت سے تہائی ہو ہم نے تکبیر کہی پھر فرمایا مجھے امید ہی کہ اہل جنت مین سے شطر یعنی آدھے تم ہوگے پھر **شیخ ابن کثیر** نے طبرانی و امام احمد و ترمذی وغیرہ کی روایات سے منجملہ ایکسو بیس صف اہل جنت کے اسی صفین اس امت کی ہونا ذکر کیا **مترجم** کہتا ہی کہ دونون روایتون مین کچھ تعارض نہین اول تو یہ کہ حضرت صلعم نے نصف سے مقدار قطعی نہین فرمائی ہی دوم آنکہ شطر کا لفظ چھوٹے آدھے اور بڑے آدھے اور کو سب پر بولا جاتا ہی اور سوم یہ کہ شاید اسی صف کی تعداد وحی سے معلوم ہوئی ہو فافہم **مترجم** کہتا ہی کہ مین نے تفسیر **ابن کثیر** سے یہ مقام بہت ہی ملخص کر لیا اور بخوف طوالت انکی تفصیل کو ترک کیا اگرچہ اسمین فوائد تھے ولیکن اسقدر مین بھی کفایت ہی واللہ الموفق - قولہ اخرجت للناس ای اظہرت یعنی اخراج سے جدید طور پر انکا نکالا جانا مراد نہین بلکہ اخراج بمعنی اظہار ہی حاصل آنکہ علم الٰہی مین وہ خیر امت قرار پائے ہوے قدیم سے تھے اب وہ ظاہر کیے گئے ہین چنانچہ حدیث صحیحین مین یہ مضمون مذکور ہی کہ ہم دنیا کی پیدایش مین پچھلے ہین اور قیامت مین جنت مین داخل ہونے مین اگلے ہین - قولہ

تامرون بالمعروف الخ۔ یہ جملہ مستانفہ ہے جس سے انکا خیرامت ہونا بیان فرمایا۔ یا کنتم کی خبر دوم ہے اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ وہ خیرامت ان شرائط
مذکورہ پر ہین اور اس سے لازم آتا ہے کہ یہ جملہ حالیہ ہو اور تومنون باللہ۔ متضمن ہے ہر ایسی چیز پر ایمان کو جسکے ساتھ ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے
حکم دیا ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانا جبھی شمار کے قابل ٹھیک ہوگا کہ جو کچھ اسنے حکم دیا ہے سب پر ایمان ملاوے اور اسکو موخر کردیا
حالانکہ یہ سب سے مقدم ہے کیونکہ مقصود یہ ہے کہ دلالت ہو کہ انکا امر بالمعروف ونہی از منکر بجا لانا اسی راہ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اسکی
تصدیق کی ہے۔ اور اس آیت سے استدلال کیا گیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع حجت شرعی ہے اسواسطے کہ آیت کریمہ مقتضی ہے کہ وہ جو حکم کرتے
ہین وہ معروف شرعی ہے یا جس سے منع کرتے ہین وہ منکر شرعی ہے اسلیے کہ الف لام المعروف والمنکر مین استغراق کا ہے پس اگر حاشاہم اللہ تعالیٰ
وے کسی باطل پر اجماع کرین تو انکا حال اسکے برخلاف نہو جائیگا پس معلوم ہوا کہ جب وے کسی امر پر اجماع کرین تو قطعاً وہی حق ہے اور حدیثین انکے
اجماع کے حق ہونے کا بیان صریح موجود ہے۔ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ ۔ باللہ۔ اور اگر اہل کتاب اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ف
یعنے اہل کتاب اپنے زعم مین تو شرک کا ایمان لائے تھے مگر مقصود یہ ہے کہ اگر اہل کتاب اللہ تعالیٰ پر توحید کا ایمان لاتے جیسے صحابہ رضی اللہ
عنہم ایمان لائے تھے۔ لَكَانَ ۔ الایمان ۔ خَيْرًا لَّهُمْ ۔ تو البتہ یہ ایمان لانا انکے حق مین بہتر ہوتا ف اس حال سے جس پر آپ
موجود ہین۔ اگر کہا جاوے کہ خیر تو اسم تفضیل ہے بمعنی زیادہ اچھا پس معلوم ہوا کہ اہل کتاب کا حال اچھا ہے اور اگر ایمان لاتے تو زیادہ
اچھا ہوتا تو جواب یہ ہے کہ یہ طریقہ تہکم کا ہے کہ وہ اپنے زعم مین اچھا سمجھتے تھے اور نیز اس حال کفر سے وہ بہت اچھا تھا پس اسم تفضیل مین
معنے تفضیلی مقصود نہین ہین اور کرخیؒ نے نقل کیا گیا کہ بہتر ہونا بہ نسبت ایمان بموسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام ہے اور یہ خبر ہے پس اسم تفضیل
اپنے معنی پر ہوگا اور حق یہ ہے کہ معنی تفضیلی مراد نہین جیسے قولہ افمن یلقی فی النار خیر الآیہ۔ بین ہے مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ کعبداللہ بن سلام
واصحابہ۔ اہل کتاب مین سے بعضے مومن ہین جیسے عبداللہ بن سلام اور انکے ساتھی کہ وہ آنحضرت صلعم پر ایمان لائے تھے۔ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ
الکافرون۔ اور انہین سے بہتیرے فاسق ہین ای کافر ہین ف یعنی فاسق بمعنی کافر ہے کیونکہ طاعت سے باہر ہونا فسق ہے سو کافر بھی فاسق
ہے کہ ایمان سے خارج ہے اور مومن گنہگار بھی فاسق ہوتا ہے کہ شرعی احکام بجا لانے مین نافرمان ہے اور یہان چونکہ ایمان نہ لانے مین انکا حال بیان
کیا تو وہی کافر ہوے اور یہین اشارہ ہے کہ انکا کفر اور بداعتقادی بداعمالی کیساتھ ہے ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ اخرجت
للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر۔ اللہ عز وجل نے انکی خیر ہونے کی مدح فرمائی پھر خیر ہونے کی شرح کردی امر معروف ونہی منکر بجا لانے
سے اور یہ رتبہ ہے کیونکہ درجات مین سے یہ انتہائی ہے اور وہ محل تکمیع التقدیس ہے جبکہ خطرات سے نفس پاک ہو اور یہ حاصل نہین ہوتا مگر اسی وقت کہ اسکو
لباس عظمت وکبریاء کا پرتو ملے جیسے انبیاء علیہم السلام کو حاصل تھا۔ پھر اس امت والون کا سب سے بہتر ہونا انکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے
بہتر ہونے کی وجہ سے ہے اور اسوجہ سے کہ انھون نے ایسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اور اسکی موافقت کی اور انکی خیر ہونے کی صفت انکے
نبی صلعم کے خیر ہونے سے مقرون ہے اور حال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیا سے بہتر ہین پس قوم آپ کی تمام امتون سے بہتر ہے۔
اقول صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے افضل ہین اور علماے امت عارفین ربانی الخفین کے قدم پر ہین فالعلم پھر امر بالمعروف سے اشارہ ہے کہ مردان
کو زبان محبت کیساتھ مشاہدہ کی مدح کرکے بلاوے اور نہی منکر یہ ہے کہ مریدون کو انکے نفوس سے اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرے اور اپنے نفوس پر اعتماد
کرنے سے منع کرے اور یحییٰ بن معاذ رازی نے فرمایا کہ یہ ان بندون کے واسطے مدح ہے اور یہ نہین ہے گا کہ اللہ عز وجل ایک قوم کی مدح کرے
پھر انکو عذاب کرے اور جعفر صادق نے فرمایا کہ امر معروف یہ کہ معروف شرعی بجالانے کا حکم کرے اور معروف شرعی یہ ہے کہ قرآن مجید وسنت

بنی صلعم سے موافقت کرے **قال المترجم** معروف بمعنی پسندیدہ لینا مجمل ہی مراد یہ ہی کہ جو قرآن وحدیث کے موافق ہی اسپر عمل کرے اور جس سے قرآن وحدیث مین منع وانکار ہی اسکو چھوڑے اگرچہ وہ مکروہ تنزیہی کیون نہو کیونکہ مقصود تمام ایمان کا حصول ہی

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ ضُرِبَتْ

وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑینگے مگر ستانا اور اگر تم سے لڑینگے تو پیٹھ دینگے پھر انکو مدد نہوگی ٹھہادی گئی ہی

عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ

اینر ذلت جہان دیکھے سوائے دست آویز اللہ کے اور دست آویز لوگون کے اور کمالائے غصہ

مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

اللہ کا اور ٹھہادی گئی اینر مسکنت یہ اسواسطے کہ وہ رہے ہین منکر اللہ کی آیتون سے

وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝

اور مار ڈالتے رہے ہین نبیون کو ناحق یہ اس سے کہ نافرمان ہوے اور حد سے بڑھتے ہین۔

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ - ای الیہود یا معشر المسلمین بشیٔ - اِلَّآ اَذًى - باللسان من سب وتہدید ہرگز نہین ضرر پہونچا سکتے (یعنی یہود لوگ) تم کو اے گروہ مسلمانون کے کسی چیز کے ساتھ سوائے اذی کے زبان سے کہ وہ بدگوئی ودہمکی وغیرہ ہی - حاصل آنکہ اللہ تعالی نے مومنون کو وعدہ دیدیا کہ یہود تمکو کوئی ضرر نہین پہونچا سکینگے جو درحقیقت ضرر ہو سوائے اسکے کہ زبان سے تمپر زبان درازی وبدگوئی ودھمکیان دینگے اور یہ درحقیقت ضرر نہین بلکہ اذیت ہی پس یہ استثنا منقطع ہی - اور یہ ایذا بھی اسوجہ سے کہ یہود بدبخت کی قسمت مین عذاب غضب بے فائدہ لکھا جاوے - وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ - منہزمین - اور اگر تمسے قتال کرینگے تو تمکو پیٹھ دینگے (درحالیکہ بھاگنے والے ہونگے) اور یہ اللہ تعالی کی طرف سے مومنین کو یہود پر وعدہ فتح ونصرت ہی اور یہ وعدہ دائمی ہی چنانچہ فرمایا ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ - علیکم بل لکم النصر علیہم - یعنی پھر کبھی وہ مدد نہ دیے جاوینگے تمپر بلکہ تمہارے واسطے اینر فتح ہوگی - یہ آیت معجزہ ثبوت ہی آنکھون سے دیکھو کہ مومنین نے ایسا ہی پایا کہ بعد اسکے کبھی یہود کا کوئی جھنڈا آجتک بلند نہوا اور نہ کبھی غالب ہوے جہان کہین یہودی ذلیل ہین اور مسلمان برابر غالب ہے اور یہود یون پر ہمیشہ غالب رہینگے اور ہر قوم پر غالب ہین اگر کتاب اللہ وسنت رسول پر ثابت قدم ہون ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا - حیثما وجدوا فلا عز لہم ولا اعتصام - یعنی ٹھپا دیدی گئی اینر ذلت جیسے ضرب سکہ ہوتا ہی جہان کہین پائے جاوین ذلیل انکو کوئی عزت نہین ورنہ اعتصام ہی) اِلَّا - کائنین بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ - المومنین وہو عہدہم الیہم بالامان علی اداء الجزیۃ ای لاعصمۃ لہم غیر ذلک - یعنی الا کا مابعد منصوب المحل بنا بر حال ہونے کے ہی اور معنی یہ ہین کہ انکو کہین عزت نہین اور نہ انکے خون کی حفاظت ہی سوائے اس حال کے کہ وہ ہوون ساتھ عہد ذمہ کے اللہ تعالی کی طرف سے اور بزرگ لوگون کی طرف سے یعنی مومنین کیطرف سے پس حبل سے جو رسی کے معنی مین ہی مراد عہد مومنین کا یہود کیطرف ہی امان کا ادا جزیہ کے ساتھ اور حاصل یہ کہ نہین بچاؤ ہی انکو سوائے اس حال کے اگر کہا جاوے کہ پھر عہد اللہ تعالی کا کیا ہی تو جواب یہ کہ اللہ عزوجل نے مومنین کی بزرگی ظاہر فرمانے کو اپنا عہد فرمایا وہی مومنین کا عہد ہی اور بعض نے کہا کہ عہد اللہ تعالے یہ کہ یہود مسلمان ہو جاوین تو انسے یہ ذلت زائل ہو - وَبَاۗءُوْ - رجعوا - بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ - رجوع کیا انہون نے غضب الٰہی کے

ساتھ اور مسکنت اینپر داغ دیگئی ف حاصل یہ کہ مرجع انکا غضب الٰہی ذلت ہوگیا جسکے وہ مستحق ہین ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ - ای بسبب انہم یہ بات جو مذکور ہوئی اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ - كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ - کفر کرتے رہے آیات اللہ تعالیٰ سے اور قتل کرتے رہے انبیاء کو بغیر حق کے اگر کہا جاوے کہ قتل نبی تو ہمیشہ ناحق ہوگا جواب یہ کہ اشارہ ہے کہ وہ خود بھی جانتے کہ ناحق قتل کرتے ہین مگر دنیا کے واسطے اپنے فسق و فجور پر رہنے کو قتل کرتے اور اسمین زیادہ تفضیح ہے - ذٰلِكَ تاکید - بِمَا عَصَوْا - امر اللہ تعالیٰ - وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ - یتجاوزون الحلال الی الحرام - تاکید فرمائی کہ یہ جو مذکور ہوا اس سبب سے کہ انھون نے امر الٰہی سے نافرمانی کی اور تجاوز کیا کرتے یعنی حلال چھوڑکر حرام کے مرتکب ہوتے تھے ف مفسر رحمہ اللہ نے ہی ذٰلک کو اول کی تاکید قرار دیا اور بیضاوی نے اول ذٰلک کو ذلت و مسکنت مذکور کی طرف اشارہ قرار دیا اور دوم ذٰلک کا اشارہ کفر و قتل کیطرف رکھا اور باعصوا کی با سببیہ ہے اور جو مصدریہ ہے ای بسبب عصیانہم امر اللہ - یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرنے کے سبب سے کہ نافرمانی حکم الٰہی کی جو کبیرہ گناہ ہے اصرار کیوجہ سے مودی بکفر ہوئی - وکانوا یعتدون ای تجاوز کرتے حلال سے حرام کی طرف یعنی جو حد اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی تھی اس سے تجاوز کرتے اور حرام کے مرتکب ہوتے تھے آخر یہ نتیجہ پایا - مگر اس سے یہ مت سمجھو کہ یہود مین سے کوئی بھی اس بدکاری و مذمت سے خالی نہین بلکہ بعضے اچھے ہین قال تعالیٰ

لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ

وہ سب برابر نہین اہل کتاب مین ایک فرقہ ہے سیدھا راہ پر پڑھتے ہین آیتین اللہ کی راتون کے وقت اور وہ سجدہ کرتے ہین

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ

یقین لاتے ہین اللہ پر اور پچھلے دن پر اور حکم کرتے ہین پسندیدہ بات کا اور منع کرتے ہین ناپسند سے اور دوڑتے ہین

فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ

نیک کامون پر اور وہ لوگ نیک بختون مین ہین اور جو نیک کام کرین گے وہ رد نہ ہوگا

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝

اور اللہ کو خبر ہے پرہیزگارون کی

لَيْسُوْا - ای اہل الکتاب سَوَآءً - مستوین نہین ہین سب اہل کتاب یکسان ف یعنی لیسوا کا اسم ضمیر اہل کتاب ہے اور سوا مصدر بمعنے مستوی ہے اور چونکہ مصدر ہے لہذا لفظ مین مفرد اور معنی مین جمع ہے اسیواسطے مستوین سے تفسیر کی شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ قولہ لیسوا سوا کی تفسیر حضرت ابن مسعودؓ سے یون مذکور ہے کہ نہین برابر ہین اہل کتاب اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہی سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے اور اس قول کی موید وہ حدیث ہے جو امام احمد نے اپنی اسناد سے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشا مین تاخیر کردی پھر مسجد مین نکلکر تشریف لائے تو لوگ سب نماز کے منتظر بیٹھے تھے پس فرمایا کہ آگاہ رہو کہ ان دینوالون مین سے کوئی نہین کہ اللہ تعالیٰ کو اس ساعت مین یاد کرتا ہو سوا تمھارے کہا کہ پھر نازل ہوئی یہ آیت لیسوا سوا من اہل الکتاب تا قولہ واللہ علیم بالمتقین شیخ ابن کثیر نے کہا کہ مشہور اکثر مفسرین کے نزدیک وہ ہے جیسا کہ محمد بن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا اور اسکو عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ یہ آیت کریمہ یہود کے ان احبار کے حق مین نازل ہوئی جو ایمان لائے مانند عبداللہ بن سلام و اسد بن عبید و ثعلبہ بن شعبہ وغیرہ کے اور حاصل معنی یہ کہ اہل کتاب مین سے جن کا ذکر مذمت کے ساتھ پہلے ہوا وہ اور جو اہل کتاب ایمان لائے یہ دونون فریق برابر نہین ہین پس قولہ لیسوا سوا ای لیس کلہم علی حد سواء بل منہم المومن

ومنهم المجرم - اور دیگر آیات بھی اسکے مفسر ہیں مانند قوله وان من اهل الکتاب لمن یومن بالله وما انزل الیکم وما انزل الیهم خاشعین لله الایه
مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ ۔ مستقیمة ثابتة علی الحق کعبد الله بن سلام واصحابه - اہل کتاب میں سے ایک امت قائمہ ہے ای مستقیمہ
ثابتہ برحق ہے مانند عبداللہ بن سلام و انکے ساتھیوں کے یعنی یہ گروہ پاکیزہ الفت حق پر ثابت و ٹھیک قائم ہے پس توریت پر ٹھیک قائم ہونے
سے وہ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن پر ایمان لائے يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ - ای فی ساعاته یہ لوگ اوقات شب میں اللہ تعالیٰ
کی آیات پڑھا کرتے ہیں ف آناء جمع الی مانند معی و امعاء کے اور یہ تلاوت یا تو نماز تہجد میں مراد ہے یا نماز عشاء میں اور مخصوص اسکو ذکر کیا
اسلیے کہ اہل کتاب میں یہ نماز نہ تھی کذا قیل اور اولی یہ ہے کہ اناء کے قرینہ سے عام کہا جاوے نماز عشاء و تہجد وغیرہ اوقات شب میں تلاوت کرتے ہیں
وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ - یصلون حال - یعنی تلاوت قرآن کرتے ہیں درحالیکہ سجدے کرتے ہیں یعنی درحالیکہ نماز پڑھتے ہیں ف پس یسجدون کی تاویل
یصلون کی سے ہے اسواسطے کہ جب مراد اس سے وہ لوگ اہل کتاب میں سے ہیں جو اسلام لائے اور امت محمد صلعم میں شامل ہوے تو اس شریعت حقہ کے
موافق عمل کرینگے اور صحیح ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے کی حالت میں قراۃ قرآن سے منع فرمایا جیسے رکوع میں بھی منع فرمایا ہے پس اسکی تاویل ضرور ہے
اور ارجح تاویل جو اہل معانی میں سے **فراء و زجاج** رحمهما الله نے بیان کی ہے یہ ہے کہ وهم یسجدون کے معنے وهم یصلون ہے یعنی حالت نماز میں تلاوت
کرتے ہیں یا کہا جاوے کہ یسجدون بمعنی یخضعون ہے اور خضوع کرتے ہیں اسواسطے کہ سجدہ کمال خضوع ہے - اگر کہا جاوے کہ جملہ مستقل کیوں نہیں
قرار دیا گیا حالیہ کیوں قرار دیا جاتا ہے کہ تاویل کی ضرورت ہو تو جواب یہ کہ مستقل ہونے کی صورت میں عطف جملہ اسمیہ کا فعلیہ پر لازم آویگا اور یہ ممنوع ہے مترجم
کہتا ہے کہ یہ عذر سہل ہے وقد حقق الجزء التفتازانی - يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ
يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ - یہ لوگ ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر اور نیکیوں کا حکم کرتے اور برائیوں سے منع کرتے ہیں اور
بہتریاں حاصل کرنے میں جلدی کرتے ہیں - وَاُولٰٓئِكَ - الموصوفون بما ذکر مِنَ الصّٰلِحِيْنَ - اور ایسے بندے منجملہ صالحین ہیں
ف یعنی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں - **قال المفسر** ومنهم من لیسوا کذلک ولیسوا من الصالحین یعنی یہ لوگ جو امور مذکورہ سے
وصف کیے گئے ہیں یہ لوگ صالحین سے ہیں اور بعضے ان کتابیوں میں سے ایسے نہیں اور نہ وہ صالحین سے ہیں - حاصل آنکہ ایک فریق اہل کتاب
کو ذکر کر کے دوسرے جنس فریق کے ذکر کو ترک کیا کیونکہ انکی صفات خوب کے برعکس انمیں ذمائم قبیح ہیں - وَمَا يَفْعَلُوْا - بالتاء ایها الامة وبالیاء
ای الامة القائمة - یعنی تفعلوا بصیغہ خطاب قراءۃ سواے قراء کوفہ کی ہے پس خطاب جمیع امت کو ہے اور معنی یہ ہونگے کہ اے امت محمدی جو کچھ
نیکی کروگے ضائع نہوگی اور یا کے ساتھ قراءۃ اہل کوفہ ہے پس فاعل اسکا وہی امت قائمہ ہے یعنی گروہ صالحین اہل کتاب جو کچھ کرینگے مِنْ خَيْرٍ
فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ - بھلائی میں سے تو ضائع نہوگی ف یکفروه یا تو جمین ای تن تعدموا ثوابه بل تجازون علیه - یعنی یکفروه بھی بالتاء الفوقیه
وبالیاء التحتیه اوپر کے موافق دو قراءتیں ہیں پس قراءت خطاب یہ کہ - وما تفعلوا من خیر فلن تکفروه - اور قراءت یاے غیبت تو آیت میں مذکور ہے
اور معنی یہ ہیں کہ فلن تعدموا ثوابه بل تجازون علیه - ای ہرگز محروم نکیے جاؤگے (یا نہ کیے جاوینگے) ثواب عمل سے بلکہ اسکا ثواب دیے جاؤگے
(یا دیے جاوینگے) **اور بیضاوی** میں ہے کہ **حمزہ و کسائی و حفص** نے بالیاء التحتیه پڑھا اور باقیوں نے بتاء فوقیہ پڑھا ہے اور کہا کہ اضاعت
ثواب کو کفران کہا جیسے بھرپور ثواب کو شکر فرمایا - کما فی قوله تعالیٰ ان الله شکور حلیم - اور دو مفعول کیطرف اسکا متعدی ہونا اس سبب سے ہے کہ
وہ متضمن معنی حرمان ہے - وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ - اور اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کو خوب جانتا ہے ف یہ انکے واسطے بشارت
ہے اور اسمیں اشعار ہے کہ تقوی مبدا خیر و حسن عمل ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک فائز وہی اہل تقوی ہیں اور علیم ہونیکے معنی یہ ہیں کہ انکے

ثواب ضائع نہین ہو سکتے ہین - بخلاف کافرون کے جنکے پاس سوائے مال متاع دنیا کے کچھ نہین تو وہ فانی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا ؕ وَاُولٰٓئِكَ

وہ لوگ جو منکر ہین انکو کام نہ آوینگے انکے مال اور نہ اولاد اللہ کے عذاب سے کچھ اور وہ دوزخ کے

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ مَثَلُ مَا یُنْفِقُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَثَلِ

لوگ ہین وہ اسمین رہ پڑے جو کچھ خرچ کرتے ہین اس دنیا کی زندگی مین انکی مثال

رِیْحٍ فِیْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ

جیسے تیز ہوا مین پالا وہ مار گئے کھیتی ایک قوم کی جنھون نے اپنے حق مین برا کیا تھا پس اسکو میٹ گئے اور اللہ نے انپر ظلم نہین کیا

لٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝

پر وہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے ہین

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ - تدفع - عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ - جو لوگ کافر ہین تو نہین بے پروا کرینگے یعنی نہین دور کر سکینگے انسے انکے مال و نہ اولاد - مِنَ اللّٰهِ - ای عذابہ - شَیْئًا - اللہ تعالی سے یعنی عذاب الٰہی سے کچھ بھی یعنی یہان عذاب مضاف حذف کرکے نام جلیل تعالی کو ہول دلانے کے واسطے رکھا گیا حاصل یہ کہ کافرون کو عذاب الٰہی سے بچانے مین انکے مال و اولاد کچھ کارآمد نہونگے قال المفسر رح خصہما بالذکر ان الانسان یدفع عن نفسہ تارة بفداء المال تارة بالاستعانة بالاولاد یعنی مخصوص مال و اولاد کو ذکر فرمایا حالانکہ کوئی چیز بھی عذاب الٰہی سے کافرون کو نہ بچاویگی تو اسوجہ سے کہ عادت یون جاری ہے کہ آدمی اپنے اوپر سے مصیبت کو کبھی تو مال فدیہ دیکر دفع کرتا ہے اور کبھی اولاد کی مدد سے دور کرتا ہے - پھر مقاتل رح نے کہا کہ یہ تو بنو قریظہ و نضیر کے یہودی کافرون کے حق مین ہے اور بعض نے کہا کہ مشرکین قریش کے حق مین ہے اور ظاہر یہ ہے کہ آیہ عام ہے جملہ کافرون کے حق مین اور یہی قول مختار ہے کیونکہ اگر خصوص سبب ثابت بھی ہو تب بھی حکم عام لیا جائیگا - وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ - اور یہی لوگ جہنمی ہین ف ہر جگہ کافرون و مشرکون کو اصحاب نار فرمایا ہین اشارہ ہے کہ نار کی خصوصیت انھین لوگون سے ہے اور گنہگار اہل اسلام اگرچہ دوزخ مین بقدر جرم کے جاوینگے لیکن وہ اصحاب النار نہین کیونکہ خلقت جنت کی انکے واسطے ہے جیسے خلقت دوزخ کی کافرون کے لیے ہے چنانچہ فرمایا - اعدت للکافرین - یعنی وہ کافرون ہی کے واسطے مہیا و موجود ہو چکی ہے فائدہ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ - ای ملازمون - یہ لوگ ہمیشہ اسمین رہینگے کیونکہ دلائل دیگر قائم ہین کہ کافرون کے حق مین خلود سے ہمیشگی مراد ہے اگرچہ خلود زمانہ دراز کو بھی کہتے ہین - مَثَلُ - صفة - مَا یُنْفِقُوْنَ - ای الکفار - مثل کی تفسیر صفت سے اشارہ ہے کہ انکے نفقہ و خرچ کے بیان کو جو مثل فرمایا تو اسوجہ سے کہ مثل ایک امر عجیب مین بولتے ہین اور انکی حالت عجیب ہے کہ محض بیکار جاتا ہے الحاصل مثل اس نفقہ کی جسکا وہ خرچ کرتے ہین فِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا - اس دنیا کی زندگی مین ف ینفقون کا فاعل کفار ہین اور یہ بیان انکے مالون کا ہے کہ کیونکر کارآمد نہونگے خواہ کسیطرح خرچ کرین پس خرچ کرنا عام ہے خواہ ایسے کام مین خرچ کرین جسکو بھلا سمجھتے ہین مثلاً بتون کی دعوت مین یا حضرت صلعم کی ایذا مین یا اپنی فخر مین یا دکھلانے سنانے کو یا منافق لوگ ریاکاری اور خوف سے خرچ کرین چنانچہ مفسر رح نے کہا تو له فی هذه الحیوة الدنیا فی عداوة النبی صلعم او صدقة او نحوها - یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت مین یا صدقہ دینے مین یا مانند اسکے کسی کام مین - بالجملہ کفار اپنی نیت پر جو کچھ اس دنیا مین خرچ کرین اسکی مثال عجیب ہے - كَمَثَلِ رِیْحٍ فِیْهَا صِرٌّ - حر او برد شدید - جیسے ہوا جسمین صر یعنی حرارت شدید یا سردی شدید ہو - بیضاوی

نے کہا کہ شائع اسکا اطلاق ہوائے سرد مین ہی - اور مفسرین نے جو دو قول کو بیان کیا تو اسوجہ سے کہ حضرت ابن عباس سے دونون معنی مروی ہوے ہین اور
تحقیق وہ ہی جو شیخ **ابن کثیر** نے کہا کہ صر بمعنی برد شدید ہی یہ قول ابن عباس و عکرمہ و سعید و حسن و قتادہ و ربیع و ضحاک وغیرہ کا ہی اور **عطا** نے فرمایا ہی
برد و جلید اور نیز ابن عباس و مجاہد سے فیہا صر ای نار یعنی آگ مروی ہوا اور اسکا مرجع بھی اول ہی کیطرف ہی کیونکہ برد شدید خصوص جبکہ جلید ہو تو
کھیتیون و پھلون کو جلا دیتا ہی جیسے آگ جلاتی ہی - اور **بیضاوی** نے کہا کہ صر دراصل مصدر ہی یا صیغہ صفت ہی کہ اس سے مبالغہ کے طور پر وصف
کیا گیا جیسے برد بارد کہتے ہین غرضکہ کافرون کے خرچ کی مثال ہی کہ جیسے ہوائے سرد جو کہ - **أَصَابَتْ حَرْثَ** - تبیع - **قَوْمٍ ظَلَمُوا**
أَنفُسَهُمْ - بالکفر والمعصیۃ - ایسی قوم کی کھیتی کو پہونچی جنھون نے نافرمانیون و کفر سے اپنے اوپر وبال لیا تھا - **فَأَهْلَكَتْهُ** - فلم ینتفعوا
بہ فکذلک نفقاتہم ذاہبۃ لا ینتفعون بہا - پس اس ریح مذکور نے اس کھیتی کو تباہ کیا ف یعنی قوم مذکور نے اس سے نفع نہین پایا ایسے ہی ان
کافرون کے نفقات مالی ہین کہ محض برباد ہین اُنسے انکو کچھ نفع نہوگا - حاصل یہ کہ اللہ تعالی کے حکم سے اور قبول سے سب اثر و نفع ہوتا ہی اسنے
انکے خرچ و نفقہ کو کیسا ہی ہو بیجا طور پر لانے سے قبول نہ کیا اور میٹ دیا کہ کچھ اسکا نفع انکو عذاب الٰہی دفع کرنے مین نہین ملسکتا ہی اور وہ صدقہ و نفقہ
ہونے کے حکم مین بھی کارآمد نہین ہوتے ہین - اگر کہا جاوے کہ کاف تشبیہ تو ریح پر داخل ہی پس نفقات کی مثل ریح کے ہوئی حالانکہ کھیتی سے جسکو ایسا
پالا ہو پہونچا مثال مقصود ہی تو جواب یہ ہی کہ یہ تمثیل مفرد نہین ہی کہ ہر فرد کی فرد سے تشبیہ ہو بلکہ تشبیہ مرکب ہی جسمین مفردات کی تشبیہ پر لحاظ نہین ہوتا ہی اور
بیضاوی نے کہا کہ جائز ہی کہ مضاف مقدر ہو یعنی کمثل مہلک ریح مانند ہوائے مذکور سے ہلاک کی ہوئی چیز ای کھیتی کی اور پھر بھی تشبیہ مرکب ہی اور
مفرد تصور کرنا وہم ہی - **وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ** - بضیاع نفقاتہم - اور اللہ تعالی نے انپر ظلم نہین کیا کہ انکے نفقات ضائع کر دیا - **وَلَٰكِنْ**
أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ - بالکفر الموجب بضیاعہا - ولیکن وہی خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہین ف بسبب اسکے کہ کفر کرتے ہین جو ان کے
نفقات ضائع ہونیکا موجب ہی حاصل آنکہ خود ہی انھون نے کھیتی والون کے مانند ایسا امر کیا جو مستوجب عقوبت ہی کہ نفقات کو ایمان کیساتھ نہ لائے
جو مقبول ہوتے بلکہ کفر کیساتھ لا کر خود ضائع کیے - اور تقدیم انفسہم مفعول رعایت فواصل ہی نہ تخصیص و قد قرئ لکن بالتشدید فانفسہم اسمہ لا بالتقدیر لکنہ لا خص بالشعر

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا ط وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ
اے ایمان والو مت ٹھہراؤ بھیدی اپنے غیر کو وہ کمی نہین کرتے تمھاری خرابی مین انکی خوشی ہی تم جسقدر تکلیف پاؤ

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ صلے وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ
نکلی پڑتی ہی دشمنی انکی زبانون سے اور جو چھپا ہی انکے دلون مین سو اس سے زیادہ ہی ہم نے جتا دیے تم کو

الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ۝ هَا أَنتُمْ أُولَاءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ
پتے اگر تم کو عقل ہی سنتے ہو تم لوگ انکے دوست ہو اور وہ تمھارے دوست نہین اور تم سب

بِالْكِتَابِ كُلِّهِ ج وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا صلے وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ
کتابون کو مانتے ہو اور جب تم سے ملتے ہین کہتے ہین ہم مسلمان ہین اور جب اکیلے ہوتے ہین کاٹ کاٹ کھاتے ہین تم پر انگلیان

الْغَيْظِ ط قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ ط إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ
غصہ سے تو کہہ مرو تم اپنی دشمنی مین اللہ کو معلوم ہی جیون کی بات اگر ملے تم کو کچھ بھلائی

تَسُؤْهُمْ وَإِن تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا ط وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ
برا لگے انکو اور اگر تم کو پہونچے برائی خوش ہوون اس سے اور اگر تم ٹھہرے رہو اور بچتے رہو نہ بگڑے گا تمھارا

كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ

انکا کچھ فریب سے جو کچھ وہ کرتے ہین سب اللہ کے بس مین ہی

يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً ۔ اصفیاء تطلعونہم علی سرکم۔ یعنی بطانہ سے مراد صفیا رہین ای ایسے برگزیدہ دوست مت بناؤ کہ انکو اپنے بھیدپر مطلع کرو۔ اور بطانہ در اصل مصدر ہی کہ واحد کا اور جمع کا نام ہوتا ہی اور یہان جمع پر اطلاق ہی چنانچہ مفسر نے اصفیاء سے جو جمع صفی ہی تفسیر کی اور بطن فلان بفلان جبکہ اسکے ساتھ خاص ہوا اور **بیضاوی** رح نے کہا کہ اسکو ولیجہ کہتے ہین اور بطانہ ہی ایسا شخص ہی جسکو آدمی اپنے اسرار سے مطلع کرے اسپر اعتماد کرکے۔ اور تشبیہ اسکی بطانۃ الثوب ای استر سے ہی جیسے حضرت صلعم نے شعار سے تشبیہ دی کہ فرمایا انصار شعار ہین اور دیگر لوگ وثار ہین۔ مِّنْ دُوْنِكُمْ ای غیرکم من الیھود والمنافقین یعنی مسلمانون کے غیر لوگون یہود و منافقون وغیرہ مین سے۔ الحاصل ای ایمان والو تم اپنے سوائے غیرون مین سے ولی دوست رازدار مت بناؤ۔ اور واضح رہے کہ ممانعت در اصل انکے دوست بنانے سے ہی یہ مراد نہین کہ دوست بناؤ مگر نہ ایسے دوست کہ اسپر اعتماد کرکے اپنے اسرار پر مطلع کرو کیونکہ کفار کی دوستی سے مطلق ممانعت ہی جیسا کہ پہلے اسکی ممانعت گذر چکی ہی اور اسی پر دلالت کرتا ہی جو مروی ہوا کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ مسلمانون مین سے چند لوگ تھے کہ یہود سے مواصلت رکھتے بسبب انکے پڑوسی ہونے کے اور بسبب اس عہد و قسم کے جو انکے درمیان زمانہ جاہلیت مین تھے پس اللہ تعالی نے انکے حق مین یہ آیت نازل فرمائی پس انکو ان یہود سے مباطنت کرنے سے منع کر دیا تاکہ فتنہ مین نہ پڑین اور نیز ابن عباس رض نے فرمایا کہ منافقون سے مباطنت کو منع فرمایا ہی اسی سے بعض نے کہا کہ من دونکم مین من زائدہ ہی اور معنی یہ ہین کہ ایسے لوگون سے جو تمہارے دون ہین ایمان و عمل مین انسے مباطنت نہ رکھو اور صحیح یہ کہ یہ تفسیر وہم ہی اسواسطے کہ منافقین ایمان و عمل مین انسے ادون نہین بلکہ محض بے ایمان تھے بلکہ کھلے کافرون سے زیادہ انکی مباطنت مین خوف ضرر تھا۔ اور ابو امامہ رض نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جنسے مباطنت کو منع فرمایا ہی وہ خوارج ہین رواہ ابن ابی حاتم والطبرانی و**شیخ مفسر جلال الدین سیوطی** رح نے کہا کہ اسکی اسناد جید ہی اھ ظاہر یہ ہی کہ یہ بھی ان لوگون مین داخل ہین جنکی مباطنت سے منع فرمایا پس قول اقرب یہ ہی کہ آیہ کریمہ مین جمیع اقسام کفار سے مباطنت منع ہی اور اولاً وہ داخل ہین جنکے حق مین نزول آیہ ہی اور ثانیاً باقی سب اقسام داخل ہین اور **شیخ ابن کثیر** رح نے جو کہا اسکا حاصل یہ ہی کہ اہل نفاق سے رازداری نہ رکھین کہ وہ مومنون کے حق مین کوئی مکر و خدیعہ اٹھا نہین رکھین گے اور اپنے دین والے کے سوائے کسی سے مباطنت نہ رکھین اور ابو سعید رض سے اور ابو ہریرہ رض سے اور ابو ایوب انصاری رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ نہین مبعوث کیا اللہ تعالی نے کوئی اور نہین خلیفہ کیا کوئی خلیفہ مگر آنکہ اسکے دو بطانہ رہے ایک اسکو بھلائی کا حکم کرتا اور اسپر آمادہ کرتا ہی اور دوسرا اسکو برائی کا حکم کرتا اور اسپر آمادہ کرتا ہی اور معصوم وہی رہا جسکو اللہ تعالی نے معصوم کیا رواہ البخاری والنسائی من غیر وجہ اور مترجم کہتا ہی کہ شاید یہ دونون وہی ہین جنکو دوسری حدیث مین لمۂ ملک اور لمۂ شیطان سے تعبیر فرمایا ہی واللہ اعلم اور حضرت عمر بن الخطاب سے کہا گیا کہ یہان ایک غلام اہل حیرہ مین سے ہوشیار کاتب ہی اگر اسکو منشی مقرر کر لیتے تو اچھا ہوتا آپ نے فرمایا کہ ایسی صورت مین مین سوائے مومنین کے دوسرے مین سے بطانہ بنا لینے والا ہو جاتا یعنی اس سے انکار کیا اور اس اثر کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہی اور سابقہ مذکور ہی کہ حضرت عمر رض نے اپنے غلام نصرانی کو بھی دیا اور فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہو جاتا تو ہم تجھسے مسلمانون کے کام مین مدد لیتے پھر اللہ تعالی نے مومنون کو سمجھایا کہ کافرون کو دوست بنانے مین نفع کا خیال مت کرو بلکہ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۔ ای لا یقصرون لکم جھدھم فی الفساد۔ وہ لوگ تمہارے بگاڑنے مین کوئی کوشش اٹھا نہین رکھینگے ف خبالاً جو ہر طرح کے فساد کرنے کو عقل مین یا دین مین یا بدن مین ہو کہتے مین اسکو

نصب بنزع خافض ہوا ہی فی خبال اسواسطے کہ یالون ازالو بمعنی کمی وکوتاہی متعدی بحرف ہی اسیواسطے کہا کہ معنی یہ ہین ہی کمی کرینگے تمہارے
لیے اپنی کوشش تک بگاڑ کرنے مین اور بیضاوی نے فرمایا کہ متعدی بدو مفعول ہو جیسے عرب بولتے ہین لا آلوک نصحًا سو جبکہ متضمن
معنے منع کو یا معنے نقص کو ہو وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ - ای عنتکم و ہو شدۃ الضرر - دل سے چاہا ان کافرون نے تمہاری عنت کو یعنی سخت
ضرر کو قَدْ بَدَتِ - ظہرت - الْبَغْضَاءُ - العداوۃ لکم مِنْ اَفْوَاهِهِمْ - بالوقیعۃ فیکم والاطلاع المشرکین علی سرکم - ظاہر ہو گئی عداوت
تمہارے ساتھ انکی منہون سے باینطور کہ تمہاری بدگوئی مین پڑے اور تمہارے بھید پر تمہارے دشمن مشرکین مکہ کو اطلاع دیدی ف بغضاء
شدت بغض ہی جیسے ضرار شدت ضرر ہی اور انکا ایسا شدید بغض تمہارے ساتھ ہی کہ انکے چھپائے نہ چھپا اُبل کر منھ کو آگیا اور بھلکگیا - اور محاورہ مین بولتے
ہین وقع ملان فی زید یعنی اسکی بدگوئی اور غیبت مین پڑ گیا پھر جسقدر تو انکی عداوت کھل گئی - وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ - من العداوۃ لکم اَکْبَرُ
اور جو چھپائے ہوئے ہین سینے انکے تمہاری عداوت سے وہ بہت بڑی ہی ف یہ ذی عقل پر ظاہر ہی کہ دبانے اور چھپانے پر تو جو اُبل آیا اور نہ رکا
تو یہ کچھ نہ ہوا گا پھر سینون مین کیا کچھ ہوگا اسیواسطے فرمایا - قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ - علی عداوتہم - تمہارے لیے انکی عداوت پر نشانیان
ہم نے بیان کر دین انکو خوب سمجھو - اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ - ذلک فلا توالوہم - اگر اسکو سمجھتے ہو تو جان کافرون سے موالات مت کرو
ف اگر کہا جاوے کہ آن حرف شک کیا ہی - جواب یہ کہ یہ شک کے واسطے نہین بلکہ بڑھاوا ہی جیسے کہتے ہین کہ بیٹا اگر تم ہمارے بیٹے ہو تو
نازنہ چھوڑنا پھر مابعد مین بھی آمادگی دلائی چنانچہ فرمایا - هٰۤاَ - للتنبیہ - ای ہوشیار ہو جاؤ - نْتُمْ - یا - اُولَآءِ - المؤمنین - تم ای میرے
ایمان والے بندو - تُحِبُّوْنَهُمْ - لقرابتہم منکم وصداقتہم - وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ - لمخالفتہم لکم فی الدین - تم محبت کرتے ہو ان لوگون سے
ف بسبب انکی قرابت کے تمہارے ساتھ اور بسبب انکے یار سمجھنے کے" اور حال یہ کہ وہی تمکو نہین چاہتے ہین بسبب اسکے کہ دین مین تم انسے
مخالف ہو حالانکہ تمہین حق پر ہو - وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ - ای بالکتب کلہا ولا یؤمنون بکتابکم - اور تم کل جنس کتب آسمانی ایمان
لاتے ہو یعنی سب کتابون پر ایمان رکھتے ہو اور وہ لوگ تمہاری کتاب پر ایمان نہین لاتے - اور حال یہ کہ ہر معاملہ دوستی و دشمنی کا جب اللہ تعالےٰ
کیواسطے ہی تو دیکھو کہ تمکو تو شک وحیرت وشبہ کچھ نہین تم سب کتابون پر ایمان لاتے ہو اور وہ شک وشبہہ وحیرت مین مذبذب وکفر مین حسد کرتے
ہین اور حاصل اسکا وہ جو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم ایمان لاتے ہو اپنی کتاب پر اور انکی کتاب پر اور تمام ان کتابون پر جو اس سے پہلے اللہ تعالےٰ نے
نازل فرمائین اور وہ لوگ تمہاری کتاب سے انکار کرتے ہین پس وہ جسقدر تمسے بغض رکھتے ہین اسکی بہ نسبت تمکو انسے زیادہ سخت بغض رکھنا چاہیے
رواہ ابن جریر - وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ - اطراف الاصابع یعنی انامل
جمع انملہ اور وہ انگلی کا اوپر کا سرا ہی اور یہی قتادہؒ نے کہا اور ابن مسعود وسدی وربیع نے انامل کی اصابع سے تعبیر کی اور یہی مراد ہی کیونکہ
کاٹنا انگلیون کا ہوتا ہی مِنَ الْغَيْظِ - شدۃ الغضب لما یرون من ائتلافکم ویعبر عن شدۃ الغضب بعض الانامل مجازا وان لم یکن ثمہ
عض - المعنی اور یہ منافق جب تمسے ملتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم ایمان لائے اور جب اکیلے مین ہوتے ہین تو تمپر انگلیان چباتے ہین بوجہ غیظ کے
ف یہ بیان سبب ہی یعنی تمپر انگلیان چباتے ہین بسبب غیظ یعنی شدت غضب کے کیونکہ تم مین آپسمین بہت میل دیکھتے ہین یا بہت تاسف
وحسرت یہ کہ تمکو کوئی برائی نہین پہونچا سکتے ہین جل جل کر رہتے ہین کچھ بدلا نہین لے سکتے ہین اگر کہا جاوے کہ کیا وہ انگلیان چباتے تھے
جواب یہ کہ شدت غضب کو مجازاً عض الانامل سے تعبیر کرتے ہین اگرچہ درحقیقت عض واقع بھی نہوا ہو - قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ - ای
ابقوا علیہ الی الموت فلن تروا ما یسرکم یعنی حضرت صلعم کو حکم دیا کہ کہدے کہ مرو تم اپنے غیظ مین ف اس سے یہ مطلب نہین کہ فی الفور

مرجاؤ اگر یہ مراد ہوتی تو اسیوقت سب جل مرتے بلکہ یہ محاورہ ہے اور معنی یہ ہین کہ موت کے وقت تک اسی غیظ وجلن مین پڑے رہو کیونکہ ہرگز تم ایسی چیز نہ دیکھوگے جو تم کو خوش کرے پس زندگی بھر اس بدحال سے جیو اور بدحال سے مرنا ہو آگے فرمایا ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۔ بما فی القلوب ومنہ ما یضمرہ ہولاء ۔ یعنی اللہ تعالی دانا ہے جو ذات صدور مین ہے یعنی جو دلون مین ہے اور منجملہ اسکے یہ بھی ہے جو یہ لوگ اپنے دلون مین عداوت اسلام ومومنین کو پوشیدہ کیے ہین پس وہ عاقبت مین بھی انکا اسکا عذاب سخت دیگا ۔ اور یہ بھی خبر غیب تھی کہ یہود و منافق مرتے دم تک اپنی خوشی کی مراد نہ دیکھینگے یعنی مسلمانون کی پھوٹ اور کافرون کی شوکت کو بیواسطے آنحضرت صلعم کو خطاب ہوا کہ آپ انکو فرماوین فانہم ۔ اِنْ تَمْسَسْكُمْ ۔ تصبکم ۔ حَسَنَةٌ ۔ نعمۃ کنصر وغنیمۃ ۔ تَسُؤْهُمْ ۔ تحزنہم ۔ یعنی اگر ہو پہنچے تمکو نعمت مانند فتح یا غنیمت کے تو غمناک کرتی ہے انکو ف یہ پہنچنے کو مس سے تعبیر کیا اور حسنۃ کو تنوین تقلیل فرمایا اور حزن کو سوء سے تعبیر فرمایا اسمین انکی سخت دشمنی کا اشارہ ہے یعنی ایسے سخت دشمن ہین کہ اگر تم کو قلیل بھلائی پہنچ جاتی ہے تو انکو بڑا ملال ہوتا ہے پھر سمجھ لینا چاہیے کہ بہت بھلائی پہونچ جانے کو دیکھ کر وہ کیا جلینگے لیکن اللہ عزوجل نے اپنے فضل سے ایسا کچھ دیا کہ ظاہر ہے ان الفضل بید اللہ یوتیہ من یشاء فللہ الحمد والمنۃ ۔ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ ۔ کضر وجدب ۔ اور اگر تم کو پہونچے کوئی برائی ف مانند شکست کے لڑائی مین یا رزق کی تنگی کے جو قحط مین ہوتی ہے ۔ يَّفْرَحُوْا بِهَا ۔ تو اس سے خوش ہو جاتے ہین ف

یعنے آجتک انکا یہ حال رہا ہے کہ تمھاری بھلائی پر جلے اور تمھاری برائی دیکھکر خوش ہوے وجملۃ الشرطیۃ عاملۃ متصلۃ بالشرط قبل [illegible] اعتراض والمعنی انہم متناہون فی عداوتکم فلم توالونہم فاجتنبوہم ۔ اور یہ جملہ شرطیہ علیہ متصل ہے شرط سابق سے یعنی ان اخوالکم سے ان دونون کے درمیان مین جملہ ہوتوا الخ جملہ معترضہ ہے اور معنی یہ ہین کہ تمھاری عداوت مین وہ لوگ انتہا درجہ پر پہونچے ہوے ہین پھر تم انسے کیون موالات رکھتے ہو جب تمنے یہ جان لیا تو ان سے پرہیز کرو ۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا ۔ علی اذاہم ۔ وَتَتَّقُوْا ۔ اللہ فی موالاتہم وغیرہا ۔ لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۔ اور اگر تم صبر کرو انکی اذیت پر اور ڈرو اللہ سے ان کافرون سے موالات رکھنے وغیرہ مین تو نہ ضرر دیگا تمکو مکر انکا کچھ ف لا یضرکم مین دو قراءۃ ہین ابوعمرو نافع وابن کثیر نے ہمارا لا یضیرکم بکسر ضاد و سکون راء پڑھا ای لا یغرکم ۔ وہوکا تد دیگا ۔ اور باقیون نے بضمہ ضاد و راء تشدید راء پڑھا اور راء پر ضمہ باتباع ضاد ہے ورنہ اصل فتحہ راء ہے مانند قراءۃ مفضل ؒ از عاصم ؒ کے یعنی ضرر نہ دیگا ۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۔ بالیاء والتاء ۔ مُحِيْطٌ ۔ عالم فیجازیہم یعنی یعملون بیاء تحتیہ تو قراءۃ سبعہ کی متواتر ہے اور تعملون بتاء فوقیہ قراءۃ سہل ؒ کی شاذ ہے اور بنابر قراءۃ متواترہ کے معنی یہ ہین جو وہ کرتے ہین اللہ تعالی اسکا محیط ہے یعنی علم الٰہی اسکو محیط یعنی دانا ہے پس انکو اسکا بدلا دیگا اور کمالین مین لکھا کہ بیضاوی نے کشاف کی تبعیت مین عجب غریب بات کہی کہ قراءۃ بتاء فوقیہ کو اصل قرار دیکر تفسیر کیا مین کہتا ہون کہ درحقیقت یہ سہو ہوا کما ذکرہ الفاضل السیالکوتی والقاری

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ اِذْ

اور جب نکلا تو اپنے گھر سے بٹھلانے لگا مومنون کو لڑائی کے ٹھکانون پر اور اللہ سنتا جانتا ہے جب

هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ط وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ط وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○

قصد کیا ۔ دو فرقون نے تم مین سے یہ کہ نامردی کرین اور اللہ مددگار تھا انکا اور اللہ ہی پر چاہیے کہ بھروسا کرین مسلمان

وَ ۔ اذکر یا محمد ۔ اور یاد کر یعنی بیان کر اے محمد ۔ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ ۔ من المدینۃ ۔ جب فجر کو چلا تو اپنے اہل سے یعنی مدینہ سے نکلکر ۔ جاننا چاہیے کہ حضرت صلعم کے مکہ معظمہ سے مدینہ کو ہجرت کرکے آنے کے بعد مشرکین مکہ سے پہلے بدر کے مقام پر لڑائی ہوئی جسمین مومنون نے فتح پائی جسکا قصہ انفال مین آویگا انشاء اللہ تعالی اور پھر اُحد پر لڑائی ہوئی جو مدینہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے اسمین مسلمانون نے

شکست کھائی اور اس دن کو یوم اُحُد کہتے ہین اس دن سورۂ آل عمران کی ساٹھ آیتین نازل ہوئین جسمین اسدن کے واقعہ کا بیان اور شکست اٹھانے والون پر عتاب ہے - پس جمہور کے نزدیک یہ آیۂ کریمہ بھی واقعہ اُحُد کے بیان مین ہے اور یہی حضرت عبدالرحمن بن عوف وابن مسعود وابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہی قول زہری وقتادہ وسدی ومقاتل کا ہے اور حسنؒ نے کہا کہ غزوۂ احزاب ہے کما رواہ ابن جریر اور یہی مقاتل وکلبی کا قول ہے اور یہ دونون معتمد نہین اور ابن جریر نے کہا کہ قول اول اصح ہے بدلیل آیہ آئندہ **قال ابن کثیر** وغیرہ واقعہ احد کا ماہ شوال روز سنیچر کو سنہ تین ہجری مین واقع ہوا اور سبب اسکا یہ ہوا کہ واقعہ بدر مین جب مال تجارت بچگیا اور مشرکین مکہ کی جان پر بنی اور اکثر مارے گئے تو مقتولون کی اولاد و باقی بچے ہوؤن نے ابوسفیان سے کہا کہ یہ سب مال محمد سے لڑائی مین صرف کرنے کو رکھو پس انھون نے تین ہزار لشکر جمع کر کے احد پر قریب مدینہ کے اتارا اور رسول اللہ صلعم نے جمعہ کی نماز مدینہ مین پڑھکر مالک بن عمرو پر جنازہ کی نماز پڑھکر لوگون سے شورہ لیا اور عبداللہ بن ابی منافق کو بھی اس روز طلب کیا اسنے مدینہ مین ٹھہرنے کی رائے دی اور یہی بعضے صحابہ کی رائے ہوئی کہ قریش اگر وہان پڑے رہے تو بری جگہ پڑے ہین اور اگر مدینہ پر چڑھین تو مرد روبرو سے مارینگے اور عورتین ولڑکے اوپر سے پتھر مارینگے اور آنحضرت صلعم بھی اسی رائے کیطرف مائل تھے وفرمایا کہ مین نے خواب دیکھا کہ میرے گرد گلہ گاؤن کا ذبح کیا ہوا ہے اسکی مین نے تاویل بہتر دیدی اور مین نے دیکھا کہ میری تلوار کے پھیلے مین رخنہ ہوگیا اسکی مین نے تاویل دی کہ ہزیمت ہوگی اور مین نے دیکھا کہ مین نے اپنے دونون ہاتھ ایک زرہ حصین مین داخل کردیے اسکی مین نے تاویل مدینہ دیدی اور دوسرون نے جو بدر مین شریک نہوے تھے باہر نکلکر لڑنے کی رائے دی اور اصرار کیا پس آپؐ اندر گئے اور سامان جنگ پہنکر نکلے یہ دیکھکر وہ نادم ہوے کہ آنحضرت صلعم پر وحی آتی ہے ہم نے دلیری کی تو عذر کرنے لگے کہ یا رسول اللہ اگر آپ چاہین تو ٹھہرین آپ نے فرمایا کہ کسی نبی کو روا نہین کہ سامان جنگ پہنکر لوٹے یہانتک کہ اللہ تعالےٰ حکم کرے جو چاہے پس ہزار مرد کی جماعت سے نکلے جب مقام شوط تک پہونچے تو عبداللہ بن ابی منافق تین سو کی جماعت سے لوٹا کیونکہ حضرت صلعم نے اسکی رائے کو نہین لیا اور باقی لشکر سے آپ احد پر پہونچ گئے اور عدوہ قریب اترے اور لشکر کی پشت احد کی جانب کی اور کہا کہ کوئی نہ لڑے جبتک مین حکم نہ دون پھر سات سو کی جماعت سے آپ نے لڑائی کا تہیا کیا اور تیراندازون پر عبداللہ بن جبیر کو سردار کیا وہ پچاس تیرانداز تھے اور فرمایا کہ ہمسے مشرکین کے سوارون کو دور رکھنا کہ ہمارے پیچھے سے حملہ آور نہون اور برابر اپنی جگہ پر جمے رہنا خواہ ہمکو غلبہ ہو یا ہمپر غلبہ ہو اور خوب تاکید کر کے مصعب بن عمیر کو لواء لشکر دیدیا اور مشرکین قریش نے جو تین ہزار تھے تہیا کیا اور انکے ساتھ دو سو گھوڑے تھے ان سوارون کے میمنہ پر خالد بن الولید کو اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو سردار کیا اور لواء بنی عبدالدار کو دیا اور باقی قصہ ان آیات مین آویگا پس یہی اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا - واذ غدوت من اہلک ظرف منصوب بفعل مقدر اذکر ہے اور غدو کہتے ہین صبح کے چلنے کو - یہان ابن جریر نے اشکال کیا کہ اس قصہ مین بعد نماز جمعہ کے آپ کا روانہ ہونا کیونکر مذکور ہے اور جواب دیا کہ غدوہ تو مومنون کو مقاعد قتال کیواسطے ہے وہ سنیچر کی صبح کو واقع ہوا **مترجم** کہتا ہے کہ من اہلک کا تعلق غدوت سے رکھنا اس صورت مین مشکل ہوگا اور بعض نے جواب دیا کہ کبھی غدو ورواح مطلق نکلنے وآنے کے معنی ہین بدون اعتبار وقت کے مستعمل ہوتا ہے جیسے اضحی بدون اعتبار وقت ضحی کے بولا جاتا ہے - اور من اہلک اسواسطے فرمایا کہ آپ حجرۂ عائشہؓ سے نکلکر روانہ ہوے تھے اور اسمین حضرت عائشہؓ کے اہل رسول اللہ صلعم ہونے پر تنصیص ہے اور یہ بڑی فضیلت ہے - **تُبَوِّئُ** - تنزل - **الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ** - لو اتارتا تھا مومنون کو مقاعد قتال کے لیے - مقاعد جمع مقعد او مراد مراکز جمع مرکز ہے جہان وہ کھڑے ہونگے الحاصل درحالیکہ تو موقع سے اتارتا تھا مومنون کو مرکز قتال ہین - **وَاللّٰهُ سَمِيعٌ** - لاقوالکم - اور اللہ تعالیٰ سننے والا ہے تمھارے اقوال کا - **عَلِيمٌ** - باحوالکم - جاننے والا تمھارے احوال کا ہے - وهو يوم احد خرج صلى الله عليه وآله وسلم بالف او الا خمسين رجلا والمشركون ثلثة آلاف ونزل بالشعب يوم السبت سابع شوال سنة

ثلث من الجیش وجعل ظهره وعسکره الی احد وسوی صفوفهم واجلس جیشا من الرماة وامر علیهم عبداللہ بن جبیر بسفح الجبل وقال انضحوا عنا بالنبل لا یاتونا من ورائنا ولا تبرحوا غلبنا او نصرنا - یہ واقعہ روز احد کا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہزار مرد سے یا پچاس کم ایکہزار مرد سے نکلے اور تین سے تین سو مرد منافق واپس ہوئے) اور مشرکین تین ہزار تھے جن کا سردار ابوسفیان تھا اور حضرت صلعم جا کر احد کی گھاٹی یعنی عدوة قریب پہاڑ اترے بروز سنیچر سات شوال دیا گیارہویں کما قال قتادہ یا چودھویں کما قال عکرمہ) سنہ تین ہجری کو اور پشت اپنی و لشکر کی کوہ احد کیطرف کی اور مومنین کی صفیں درست کیں اور ایک لشکر تیراندازوں کا بٹھایا جو پچاس مرد تھے اور امیر مقرر کیا انپر عبداللہ بن جبیر کو اور بٹھایا کمر جبل پر یعنی درہ احد پر اور حکم کیا کہ مشرکین سواروں کو تیروں سے ہم سے دور رکھو وہ ہمارے پیچھے سے ہم پر نہ آنے پاویں اور اپنی جگہ سے مت ٹلو خواہ ہم مغلوب ہوں یا فتح پاویں۔ اِذْ - بدل من اذ غدوت یہ پہلے اذ سے بدل واقع ہے۔ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ - بنو سلمہ و بنو حارثہ جناحا العسکر یعنی وہ گروہ انہیں کے وہ بنو سلمہ بکسر لام از قبیلہ خزرج اور بنو حارثہ از قبیلہ اوس ہیں جو لشکر کے دونوں بازو کیے گئے تھے۔ اَنْ تَفْشَلَا - تجبنا عن القتال و ترجعا لما رجع عبداللہ بن ابی المنافق واصحابه وقال علام نقتل انفسنا واولادنا وقال لابی حاتم السلمی القائل له انشدکم اللہ فی نبیکم وانفسکم لو نعلم قتالا لاتبعناکم فثبتهما اللہ تعالی ولم ینصرفا المعنی جب تم میں سے دو گروہ نے کچھ ارادہ کیا - یہ کہ فشل کرجاویں یعنی نامردی کرجاویں لڑائی سے لوٹ جاویں جدھر عبداللہ بن ابی المنافق و اسکے ساتھی لوٹ گئے ہیں یہ کہکر کہ کس بات پر قتل کریں ہم اپنی جانوں کو و اولاد کو اور ابو حاتم سلمی نے ابولا جسنے اس منافق مذکور سے کہا کہ میں تمکو قسم دلاتا ہوں اور خدا کا واسطہ دیتا ہوں تمہارے نبی و تمہارے جانوں کے حق میں تو یوں جواب دیا کہ اگر ہم قتال جانتے تو تمہارے پیچھے ہو لیتے پھر اللہ تعالی نے ہر دو گروہ کو ثابت رکھا اور وہ نہیں لوٹے مترجم کہتا ہے کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول منافق یہ کہکر لوٹا کہ کس چیز پر ہم اپنے کو اور اپنی اولاد کو قتل کریں تو ابو حاتم سلمی اسکے پیچھے گئے اور اسکو قسم دلائی کہ نہ لوٹے تو انکو اسنے جواب دیا کہ اگر آج ہم لڑائی جانتے تو تمہارے پیچھے چلتے ولیکن ہم نہیں دیکھتے ہیں کہ تم آج لڑو - اور بنو سلمہ و بنو حارثہ بھی لوٹنے کا ارادہ دلمیں رکھتے تھے پس عبداللہ بن ابی کے لوٹنے پر انہوں بھی قصد لوٹنے کا کیا لیکن اللہ تعالی نے انکو ثابت رکھا وہ نہیں لوٹے وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا - ناصرهما - واللہ تعالی ان دونوں کا مددگار ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ - لیثقوا به دون غیره - مومنوں کو چاہیے کہ اللہ تعالی پر بھروسا کریں نہ اور کسی پر - اور یہ حصر تقدیم علی اللہ سے مستفاد ہے - حضرت جابر انصاری سے روایت ہے کہ ہمارے حق میں نازل ہوئی یہ - اذ همت طائفتان منکم ان تفشلا الآیہ اور کہا کہ ہم دونوں گروہ بنو حارثہ و بنو سلمہ تھے اور کہا کہ ہم نہیں چاہتے ہیں کہ وہ نہ اترتی اسواسطے کہ اس میں یہ فرمایا واللہ ولیهما رواہ البخاری و مسلم پھر جب قتال واقع ہوا اور لوگوں نے حکم رسول صلعم کا خلاف کر کے غضب الٰہی کمایا اور شکست کھا کر بھاگے اور منافقوں نے باتیں بنائیں تو انکو اپنی نعمت یاد دلانے اور نصیحت بلیغ فرمانے کو نازل فرمایا جیسا کہ مفسرین نے کہا کہ جب لوگوں نے ہزیمت اٹھائی تو انکو اپنی نعمت سابق انکو یاد دلانے کے لیے نازل فرمایا قولہ تعالی

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اِذْ تَقُوْلُ

اور البتہ اللہ نے تم کو مدد دی بدر میں حالانکہ تم بے مقدور تھے سو ڈرو اللہ سے شاید تم شکر کرو جب تو کہنے لگا

لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۝

مسلمانوں کو کیا تم کو کفایت نہیں کہ تمہاری مدد کرے پروردگار تمہارا تین ہزار فرشتے اتارے ہوئے سے

بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ

البتہ اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو اور وہ آویں تم پر اسی دم تو مدد بھیجے تمہارا رب پانچ ہزار

مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۞ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ

فرشتے پلے ہوئے گھوڑوں پر اور یہ تو اللہ نے تمھارے دل کی خوشی کی اور تاکہ تسکین ہو تمھارے دلوں کو

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۙ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

اور نہین مدد مگر اللہ کے پاس جو زبردست ہے حکمت والا تا کاٹ ڈالے ایک طرف کافرون کو

اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ۞

یا اونکو ذلیل کرے کہ پھر جاوین نامراد

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ ۔ موضع بین مکۃ والمدینۃ بدر ایک مقام درمیان مکہ و مدینہ کے بنام بدر بن النضر یا بدر بن النا ۔بن باچاہ بدر مشہور ہے اور یہ لڑائی بروز جمعہ ہفدہم شعبان سنہ دو ہجری بن ٹیون سامان کے اتفاقی واقع ہو گئی جسمین اللہ تعالیٰ نے مومنون کو فتح دی اور ابو جہل وغیرہ جو قریش کے سرغنہ تھے مارے گئے حالانکہ مسلمان تین سو تیرہ آدمی بے سامان تھے اور مشرکین نوسو اور ہزار کے درمیان پورے سامان سے تھے ہی فرمایا۔ ولقد نصرکم اللہ ببدر۔ وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۔ لقلۃ العدد والسلاح ۔ اذلۃ جمع ذلیل یعنی ذلت بسبب قلت تعداد و سامان جنگ کے ہے حاصل المعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو بدر کے روز فتح دی حالانکہ تم بے مقدور تھے تاکہ جان رکھو کہ فتح ہونا کثرت تعداد و ساز سامان کے نہین ہے اور عیاض اشعری سے روایت ہے کہ مین فتح ملک شام کے واقعہ یرموک مین موجود تھا اور ہمپر ابو عبیدہ و یزید بن ابی سفیان و ابن حسنہ و خالد بن الولید و عیاض یہ پانچ آدمی سردار تھے اور حضرت عمرؓ نے حکم دیا تھا کہ جب قتال ہو تو تمپر سب کا سردار ابو عبیدہ ہے۔ پھر ہمنے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ ہمکو موت نے گھیر لیا اور عمرؓ سے مدد چاہی تو جواب لکھا کہ تمھارا خط آیا تم ہمسے مدد مانگتے ہو مین تمکو ایسے پاک کی طرف رستہ بتاتا ہون کہ اسی سے مانگو کہ اسکی نصرت سب سے عزیز اور لشکر نہایت قوی ہے یعنی اللہ عز و جل سے کہ اسنے محمد صلعم کو تمھاری تعداد سے کم کو بدر کے روز فتح دی پھر جب میرا خط پہونچے تو تم انسے لڑائی شروع کرو اور دوبارہ مجھے مت لکھو۔ عیاض کہتے ہین کہ ہمنے کفار لشکر شام سے جو بہت کثرت سے تھے قتال کیا پس اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہمنے انکو چار فرسخ بھگا دیا اور بہت مال غنیمت ہاتھ آیا پھر سردار عیاض نے ہمکو مشورہ دیا کہ ہر ذی راس کو دس لیوین۔ اور کہا کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا کہ میرے ساتھ کون مراہنت کریگا تو ایک نوجوان بولا کہ مین بشرطیکہ آپ غصہ نہون۔ تعاقب پھر وہ آگے ہو گیا پس ہمنے دیکھا کہ ابو عبیدہؓ اور ڈٹے دیکھا اور وہ اسکے پیچھے ایک اعرابی گھوڑے پر تھے رواہ احمد و اسنادہ صحیح وقد اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ نعمتہ یعنی تقوی کرو اللہ سے شاید تم شکر کرو اسکی نعمتون کا۔ پھر جب احد مین مسلمانون نے گریز کیا تو اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا کہ کیا موت سے ڈرے جسکا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی جوار رحمت مین تھا یا غلبہ کفار سے ڈرے حالانکہ صبر پر اللہ تعالیٰ تمھارا ناصر تھا پھر جسکی طرف اللہ تعالیٰ ہو وہ قلیل یا ذلیل نہین ہے اور جسکی طرف اللہ تعالیٰ کی نصرت نہو وہ کروڑون ہون تو خوار و ذلیل ہین پس فرمایا۔ اِذْ ۔ ظرف لنصرکم یہ نصرکم کا ظرف زمان ہے۔ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ تقول لہم تطمینا لقلوبہم۔ جب تو مومنون کو انکے دل کے اطمینان کے لیے یہ وعدہ دیتا تھا۔ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۔ کیا تم کو کفایت نہین کہ تمھارا رب تمکو تین ہزار ملائکہ منزلین سے مدد فرماوے ف یعنی تم کو بہت کافی ہے بلکہ فقط اللہ تعالیٰ کی نصرت کافی ہے۔ یہ تو عام دلون کے اطمینان کیلیے ہے اور مفسر نے اذ کو ینصرکم کے متعلق ہونے سے اشارہ کیا کہ یہ وعدہ بروز بدر واقع ہوا تھا نہ بروز احد جیسا کہ بعض مفسرین اس طرف گئے ہین اور صحیح قول یہی ہے اور وہی ابن جریرؒ نے اختیار کیا ہے اور ابن ابی حاتم نے بسند صحیح عامر شعبیؒ سے روایت کیا کہ مسلمانون کو بدر کے روز یہ خبر پہونچی کہ کرز

بن جابر مشرکون کی مدد کریگا پس اپنر یہ گران گذرا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ الن یکفیکم ان یمدکم ربکم تا قولہ مسومین۔ پھر کرز کو شکست کفار کی
خبر پہونچی اسنے مشرکون کی مدد نہ کی اور مسلمانون کو بھی پانچہزار ملائکہ سے مدد نہین دی گئی منزلین۔ بالتخفیف و التشدید بتخفیف از معہ اکثر کی قراءۃ
ہی اور بتشدید از معجمہ ابن عامر کی قراءۃ ہی جو تکثیر کے معنی مین ہی یا تدریج کے معنی مین ای درجہ بدرجہ کرکے اتارین بلیٰ۔ یلفیکم ذلک یعنی نہین
یعنی تمکو ضرور مدد کافی ہی قال المفسر فی الانفال بالف لانہ امدہم اولا بہا ثم صارت ثلثۃ ثم صارت خمسۃ کما قال تعالیٰ۔ ان تصبروا۔ علی
لقاء العدو۔ اگر کہا جاوے کہ سورۂ انفال مین تو ایک ہزار مذکور ہین جواب یہ کہ پہلے انکو ایک ہی ہزار سے مدد دیگئی پھر وہ تین ہزار ہوے پھر
پانچہزار ہوے اور یہی قول ربیع بن انس سے مروی ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان تصبروا یعنی اب اگر تم صبر کرو دشمن سے بھڑنے مین۔ وتتقوا۔ اللہ
فی المخالفۃ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے خلاف کرنے مین۔ ویاتوکم۔ ای المشرکون من فورہم۔ وقتہم۔ ھذا یمددکم ربکم بخمسۃ
الاف من الملئکۃ مسومین۔ بکسر الواو وفتحہا ای معلمین وقد صبروا وانجز اللہ وعدہ بان قاتلت معہم الملائکۃ علی خیل بلق علیہم عمائم صفر
بیض ارسلوہا بین اکتافہم۔ اور آوین مشرک اسی وقت تو مدد کریگا تمکو تمہارا پروردگار پانچہزار ملائکہ مسومین سے۔ فا مسومین بکسر الواو قراءۃ ابو عمرو
و ابن کثیر کی ہی اور بفتح الواو باقیون کی قراءۃ ہی اور معنی اسکے معلمین یعنی اول قراءۃ کے موافق بکسر لام اور مفعول اسکا خود ملائکہ ہین یا گھوڑے انکے
اور دوم قراءۃ کیموافق بفتح لام ہی۔ اور مسلمانون نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ پورا کر دیا بایطور کہ ملائکہ نے مومنون کے ساتھ ابلق گھوڑون پر قتال کیا
اور انپر زرد عمامہ اور سپید تھے کہ انکو اپنے مونڈھون کے درمیان چھوڑا تھا۔ یہ ابن عباس رضی سے روایت ہی قال ابن کثیر دوسرا قول یہ ہی کہ یہ وعدہ متعلق
بقولہ و اذ غدوت من اہلک ہی پس یہ یعنی احد ہوگا اور یہی قول مجاہد و عکرمہ و ضحاک و زہری و موسیٰ بن عقبہ وغیرہم کا ہی لیکن ان بزرگون نے کہا کہ
پانچہزار سے امداد حاصل نہین ہوئی کیونکہ مسلمان اس روز ہٹ گئے اور عکرمہ نے فرمایا کہ تین ہزار سے بھی مدد نہ ملی کیونکہ صبر و تقویٰ کی شرط نہ پائی گئی کیونکہ
بھاگے اور صبر نہ کیا پس ایک فرشتہ سے بھی مدد حاصل نہوتی۔ اور فورہم معنی وقتہم مفسر نے کہا۔ اور کہا گیا معنی وجہہم یعنی اسی راہ سے ہی قالہ الحسن و قتادہ
و ربیع و سدی۔ اور کہا گیا من سفرہم ہذا اسی سفر سے۔ قالہ العوفی عن ابن عباس۔ اور کہا گیا فور بمعنی جوش وغضب ہی ای من غضبہم ہذا۔ اپنے جوش غضب
مین قالہ المجاہد و عکرمہ و ابو صالح اور کہا گیا۔ من غضبہم ووجہہم قالہ الضحاک پھر مسومین یعنے معلمین بسیار ہی چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
روایت ہی کہ بدر کے روز نشان ملائکہ صوف سفید تھا اور انکے گھوڑون کی پیشانی مین بھی تھا رواہ ابن ابی حاتم اور سرخ و زرد و عمامہاے سپید وغیرہ اقوال ہین
اسمین طول کلام بیکار ہی۔ اور یہ روایت ابن عباس سے صحیح ہوئی کہ ملائکہ نے سواے بدر کے اور کسی روز قتال نہین کیا بلکہ سامان و بھیڑ کے طور پر رہتے
تھے۔ اگر کہا جاوے کہ جبرئیل علیہ السلام ایک دھکے سے تمام کافرون کو میٹ سکتے تھے ایکہزار وغیرہ کی کیا ضرورت تھی تو علامہ سبکی نے جواب یا
کہ بدین غرض کہ فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کو حاصل ہو اور ملائکہ بطور سامان وجہاد کے لشکر کے مددی رہین اور یہ رعایت ان اسباب کی ہی جو اللہ
تعالیٰ نے جاری فرمائے ہین حالانکہ وہی سب کا خالق ہی۔ سواد عمامہ بانداز سیاہ ملائکہ ہی عمامہ کا سرا لٹکانا چاہیے اور حدیث مین پس پشت دونون مونڈھو نکے
درمیان مذکور ہی اور بعض احادیث مین دونون سرے دونون طرف سے سینہ پر آئے ہین۔ وما جعلہ اللہ۔ ای الامداد۔ الا بشریٰ
لکم۔ بالنصر۔ ولتطمئن۔ تسکن۔ قلوبکم بہ۔ فلا تجزع من کثرۃ العدو وقلتکم۔ اور نہین قرار دیا اللہ تعالیٰ نے اسکو (یعنی
مدد دینے کو) مگر بشری (خوشخبری) واسطے تمہارے (ساتھ فتح کے) اور تاکہ مطمئن ہون (یعنے ٹھہرے رہین) دل تمہارے اسکے ساتھ پس جزع کرین تمہارے
دل دشمنون کی کثرت اور تمہاری قلت سے۔ وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم۔ اور نصرت نہین مگر اللہ تعالیٰ
کے یہان سے جو عزیز حکیم ہی۔ یؤتیہ من یشاء ولیس بکثرۃ الجند۔ وہی جسکو چاہے نصرت دیدیتا ہی اور لشکر کی کثرت پر نہین ہی لہذا باوجود تمہاری

قلت شدید کے تم کو بدر مین نصرت دیدی۔ لِيَقْطَعَ متعلق بنصرکم ای لیہلک یعنی تعلق اسکا نصرکم سے ہے اور معنی اسکے یہ کہ تم کو نصرت دیدی
تاکہ ہلاک کرے۔ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا۔ بالقتل والاسر۔ ایک طرف کو کافرون سے قتل و قید کیا تھا طرف یا تو بمعنے طائفہ
وجماعت ہے یا بمعنے شرفا ہے کیونکہ اطراف العرب بمعنی شرفاء عرب بولا جاتا ہے اور بدر مین یہی ہوا کہ جو لوگ شریفون کے مُڈ تھے مارے گئے اور بہت سے
قید ہو گئے کہ یا قیدون کی قوت کم ہو گئی۔ پھر مفسر نے قتل و قید کیا تھا" جو کہا تو یہ کیسیفہ فعل سابق سے نامناسب ہے کیونکہ لیقطع کی تفسیر لیہلک
سے کی اور قید ہونے مین ہلاکت نہین اور نیز وہ لوگ جو قید ہوے تھے فدیہ دیکر رہا ہو گئے تھے چنانچہ آویگا۔ الا آنکہ ہلاک سے محض تباہی مراد ہو فافہم
قولہ۔ اَوْ يَكْبِتَهُمْ۔ یذلہم بالہزیمۃ۔ یا ذلیل کرے انکو ہزیمت سے یعنی یا ذلیل کرے انکو ہزیمت یا قید سے۔ فَيَنْقَلِبُوْا۔ یرجعوا۔ خَآئِبِيْنَ
لم ینالوا ما راموہ۔ پس لوٹین نامراد کہ جو مقصود تھا وہ انھون نے نہ پایا ف واضح ہو کہ غزوہ بدر کا خلاصہ یہ ہے کہ ہجرت کے دوسرے سال
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ قریش کی خبر منگائی جو شام سے آیا تھا جب خبر پہونچی تو آپ فقط ۳۱۲ آدمیون سے اس قافلہ کو گرفتار کرنے نکلے اور
باقیونکو نہین بلایا حتے کہ بہتون کو خبر نہوئی۔ ادھر قافلہ والون نے خرما کی گٹھلیون سے پہچانا کہ راہ مین کوئی جاسوس مدینہ کا آیا تھا تو وہ پہلے ہی بھاگ کر ساحل
سمندر کیطرف ہو رہے اور قریش کو خبر پہونچائی تو وہ ایک ہزار مسلح نکلکر بدر مین پہونچے تو مقابلہ ہو گیا جسکا کوئی قرار پہلے سے نہ تھا آخر عجائب آیات سے
کفار مقتول و اسیر ہوے حالانکہ بڑے بہادر تھے۔ احد کی لڑائی اسکے دوسرے سال ہوئی ہے جن لوگون نے اس آیہ کو بھی غزوہ احد پر محمول کیا وہ
قولہ لیقطع طرفا من الذین کفروا الآیۃ کے معنی یہ بیان کرتے ہین کہ ابتداے جنگ مین حضرت سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب و اسد اللہ حضرت علی کرم
اللہ وجہہ نے بڑھکر بعضے مشرکین کو مع انکے نشان بردار کے پیہم قتل کیا یہانتک کہ نشان گر گیا اور مشرکین نے شکست کھائی اور مسلمان انکے بعد لشکر مین
لوٹ مین مشغول ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن جبیر کو پچاس تیر اندازون سے پہاڑی پر مقرر کیا تھا اور حکم دیدیا کہ تم لوگ یہانسے
ٹلنا اگرچہ ہم لوگ ہلاک ہو جاوین یا فتح پاوین لیکن یہ دیکھکر پہاڑی والون نے جو عبد اللہ بن جبیر کیساتھ پشت لشکر کی حفاظت پر تھے پہاڑی چھوڑ دی
ہرچند عبد اللہ بن جبیر نے سمجھایا کہ خلاف حکم رسول اللہ ہے نہ مانا سواے دس آدمیون کے باقی سب لوٹ مین آکر مشغول ہوے یہ دیکھکر مشرکین
سوارون نے گھاٹی کی طرف سے قصد کیا اور دس آدمی مع عبد اللہ بن جبیر کے کثرت سے زخم اٹھاکر شہید ہوے اور مشرکین نے پیچھے سے حملہ آور ہوکر مسلمانون
کی جماعت آخر کار سخت پریشان کر دی اور ہوا جو ہوا اگر سولہ یا اٹھارہ مشرک مارے گئے اور ساٹھ سے زیادہ مسلمان شہید ہوے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا چہرہ مبارک و اگلے رباعیہ دانت شہید ہوے۔ یہ توجیہ اگرچہ قریب ہے مگر اقرب وہی ہے کہ حال روز بدر ہے کہ اسمین ستر اشراف قریش مارے
گئے اور ستر قید ہوے تھے۔ اور اس آیہ کریمہ مین اشارہ ہے کہ اسباب کی طرف سے نظر اٹھاکر مسبب الاسباب پر نظر رکھین اسیواسطے ملائکہ سے
تسکین دیکر فرمایا۔ وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم ف عرائس البیان مین ہے قولہ ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلہ۔ اذلہ کی لفظ مین علو مرتبہ کا
اشارہ ہے یعنی جس کو وہ ذلت حاصل ہو جو انوار کبریا و عظمت کھلنے کے وقت پیدا ہوتی ہے یعنے انوار کبریا و عظمت اسپر ظاہر ہوے کہ انکے وجہ سے
اسکا نفس سخت ذلیل ہو گیا تو وہ تمام مخلوق مین نہایت عظیم و باہیبت ہوتا ہے اور تائید ازلی سے منصور اور ہر منکر اسکے سامنے خوار ہوتا ہے اسواسطے
کہ اسپر جلال الٰہی کا لباس ہوتا ہے جس سے ہر متکبر ڈرتا و لرزتا ہے اور امیر المومنین عمر بن الخطابؓ اس شان سے موصوف تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ شیطان بھاگتا ہے سایہ عمر رضی اللہ عنہ سے اور شیخ ابو عبد الرحمن السلمی نے قولہ ولقد نصرکم اللہ ببدر مین کہا ای بسبب
تمھارے ضعف کے اور تمھارے توکل صحیح کے اپنے پروردگار پر اور تمھارے منقطع ہو جانے کے اپنے حول و قوت سے اور تمام
امر اپنے پروردگار کے سپرد کرنے سے فافہم

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا

تیرا اختیار کچھ نہیں ہے یا انکو توبہ دیوے یا انکو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہیں اور اللہ کا مال ہے

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

جو کچھ آسمان میں اور جو زمین میں ہے بخشے جس بندے کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ونزل لما کسرت رباعیۃ النبی صلعم وشج وجہہ یوم احد وقال کیف تفلح قوم خضبوا وجہ نبیہم بالدم۔ اور نازل ہوئی یہ آیت جبکہ احد کی لڑائی میں خبیث مشرک نے آنحضرت صلعم کو پتھر کھینچ مارا اور آپ کے اگلے نیچے اوپر کے چار دانت ٹوٹ گئے اور چہرۂ مبارک پچ کر پھٹ گیا اور خون جاری ہوا اور آپ نے فرمایا کہ کیونکر فلاح پاویگی وہ قوم جنہوں نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگ دیا مترجم کہتا ہے اسی کے مانند امام مسلم و احمدؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا اور بخاریؒ نے تعلیقا ذکر کیا اور علی ہذا آیت اس قصہ سے مربوط ہے اور نیز بخاری و نسائی و امام احمد نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ اے اللہ میرے لعنت کر فلاں و فلاں پر اے اللہ میرے لعنت کر حارث بن ہشام پر اے اللہ میرے لعنت کر سہیل بن عمرو پر اے اللہ میرے لعنت کر صفوان بن امیہ پر پس نازل ہوئی یہ آیت۔ لیس لک من الامر شیء الآیہ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کو توبہ کی توفیق دیدی وہذا لفظ احمد۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ چار شخصوں پر لعنت کی بددعا کرتے اور بعض روایتوں میں ہے کہ یہ دوسری رکعت نماز فجر میں بعد رکوع کے ہوتا تھا۔ اور جاننا چاہیے کہ مشرکین مکہ نے بہت سے ایمان لانے والوں کو پکڑ کر باندھ رکھا اور طرح طرح کی تکلیفیں دیتے اور مدینہ آنے نہیں دیتے تھے اور قبیلہ مضر کے کفار بہت سخت تھے اب سنو کہ بخاری رحمہ اللہ نے ابوہریرہؓ سے روایت کی جس میں ہے کہ بسا اوقات آنحضرت صلعم رکوع سے اٹھکر سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہنے کے بعد کہتے اے اللہ میرے نجات دے ولید بن الولید کو اور سلمہ بن ہشام و عیاش بن ابی ربیعہ اور ان سب مومنوں کو جو ضعیف کر کے پکڑے گئے ہیں اے اللہ میرے سخت روند دے مضر کو اور یہ روندنا اتنے قحط کے سال کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کی قوم پر ہوئے تھے اسکو آواز سے کہتے تھے اور بعض نماز فجر میں فرماتے اے اللہ میرے لعنت کر فلاں و فلاں کو چند قبیلۂ عرب کا نام لیتے تھے یہاں تک کہ نازل ہوئی یہ آیت لیس لک من الامر شیء الآیۃ۔ قال المترجم ان روایات میں سبب نزول کی تصریح نہیں ہے اور ایسے ہی بعض روایات میں آیا کہ صحابہ بیر معونہ کو جب عامر بن الطفیل نے شہید کیا تو آپ کو سخت ملال ہوا کہ آپ نماز میں چند قبائل پر لعنت کی بددعا فرماتے یہاں تک کہ نازل ہوئی یہ آیت۔ اسمیں بھی سبب نزول نہیں اور بحث و کلام و تحقیق مقام یہاں دراز ہے گنجائش نہیں اتنا معلوم کرنا چاہیے کہ سبب نزول اسی جو ہے جو مفسر نے ذکر کیا اور قبل نزول کے آپ ایسا کرتے تھے پھر چھوڑ دیا اور احسن یہ ہے کہ نزول اسکا شاید مکرر واقع ہوا ہے اور یہی اوفق و اقرب بتحقیق ہے واللہ اعلم لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ۔ بل الامر للہ فاصبر۔ یعنی تیرا کچھ اختیار نہیں بلکہ اختیار اللہ تعالیٰ ہی کو ہے تو صبر کر۔ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ او بمعنی الیٰ ان۔ ای الیٰ ان یتوب علیہم بالاسلام۔ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ انپر توبہ قبول کرے بایں طور کہ اسلام دیدے۔ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ۔ بالکفر۔ یا انکو عذاب دے کیونکہ وے ظلم کرتے ہیں بسبب کفر کرنے کے ف لیس از افعال ناقصہ اور لک اسکی خبر مقدم اور شیء اسم موخر ہے اور من الامر حال از اسم ہے اور امر کے معنی حکم کے بیان کیے گئے ہیں یعنی حکم تیرا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ پھر جو معنے مفسرؒ نے ذکر کیے یہی اکثر مفسرین نے بیان کیے ہیں اور شیخ ابن کثیرؒ نے محمد بن اسحاق سے ایک وجہ دیگر نقل کی کہ لیس لک من الامر شیء جملہ معترضہ ہے اور قولہ او یتوب علیہم عطف ہے او یکبتہم پر اور حاصل یہ کہ لیقطع طرفا من الذین کفروا او یکبتہم او یتوب علیہم او یعذبہم۔ ان چاروں وجہوں سے انکے حال کا استیفار کیا اور پوشیدہ نہیں کہ اسمیں بعد ہے اگرچہ شیخ ابن کثیر و بیضاویؒ نے اسطرف میلان فرمایا ہے فقال۔ وَلِلّٰهِ مَا

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ - ملکا وخلقا وعبیدا - یعنی ہر طرح سب اللہ تعالی ہی کا ہے از راہ ملک واز راہ خلق اور بندے ہونے کے - يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ - المغفرۃ لہ - اللہ تعالی مغفرت فرماتا ہے جسکے لیے مغفرت منظور ہو - وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ - التعذیبہ - اور عذاب فرماتا ہے جسکے اوپر عذاب منظور ہو - وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ - لاولیایہ - رَّحِيْمٌ - باہل طاعۃ یعنی اللہ تعالی اپنے اولیاء مومنین کے واسطے غفور ہے اور اپنے بندگی کرنے والون کے واسطے رحیم ہے ف - فی العرائس قولہ تعالی لیس لک من الامر شیٔ سید علیہ السلام نے چاہا کہ مجرمین وکافرین جو ایسی باتین شرک وکفر کی کہتے ہین جو لائق جلال آلہی عز وجل نہین ہین اُن سے ساحت کبریائی پاک ہو اور یہ چاہنا حضرت رب العزۃ عز وجل کے جمال پاک پر غیرت کھا کر تھا اور جسکو شدت محبت چھا جاتی ہے اسکو یہ لحاظ نہین بھی رہتا ہے کہ امر قدم ایسے لوگون کے حق مین جو مستور وحجاب مین تجربہ میں امتحان کے پردون کے ساتھ کیونکر جاری ہوا ہے لہذا حق عز وجل نے ایک لطف کے ساتھ عتاب فرمایا کہ این تو کہان ہے تو نے میری سابق عنایت کو مشاہدہ نہین کیا کہ ان لوگون کے حق مین کس کیفیت سے جاری ہوئی ہے تو دیوان ازل مین غور سے نظر کر یہ لوگ تو تیرے سیلہ سے میرے حضور تنگ زار بندے ہین اگر تو اس غیرت سے منھ پھیر کر امر مشیت کی طرف توجہ کرے تو ان پر بددعا کرنے سے بے پروا ہوگا اس قول کی تصدیق آگے موجود ہے کہ فرمایا او یتوب علیہم او یعذبہم - مترجم کہتا ہے کہ بوجوہ متعددہ روایت ہوا کہ حضرت صلعم نے احد کے روز فرمایا تھا کہ قریش لوگ اہل امانت ہین بعد چند روز کے تو دیکھیگا کہ انسے جو اللہ تعالی کی راہ مین جان بازیان ہونگی انکے مقابلہ مین تو اپنے اعمال کو حقیر جانیگا اور درواقع ایسا ہی ہوا کہ جہاد شام ومکارم غزوات مین اُنسے وہ وہ امور سرزد ہوے کہ بیان سے باہر ہین - اس سے معلوم ہوا کہ آپکو اطلاع تھی پھر بھی انکے فی الحال کے کفر پر غیرت کھا کر بددعا فرمائی فافہم واللہ اعلم - شیخ نے کہا کہ پھر واضح ہو کہ اللہ عز وجل نے یہان اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دو عمدہ ادب سکھلائے ایک یہ کہ آنحضرت صلعم عرش سے ثری تک صاحب کرم ورحمت ہین چنانچہ آنحضرت صلعم کو کمال رحمت سے موصوف فرمایا بقولہ - وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین - یعنی تو جس حال پر ہے اپنی امت پر رحم کر اور انپر بددعا فرما - دوم یہ کہ آنحضرت صلعم کو اپنے خلق خاص سے خلعت پہنائی کیونکہ اللہ تعالی عز وجل کی خلق وصفت سے یہ ہے کہ سب پر رحمت فرماتا ہے اور آنحضرت صلعم کو طریقہ انبیاء ومرسلین سابق سے آگاہ فرمایا اور انہین سے مخصوص ابراہیم وعیسی علیہما السلام کو لے لیا چنانچہ فرمایا کہ اسنے کہا فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم - اور عیسیٰ نے کہا ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم -

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اے ایمان والو مت کھاؤ سود دونے پر دونا اور ڈرو اللہ سے شاید تمھارا بھلا ہو

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

اور بچو اس آگ سے جو تیار ہوئی کافرون کے لیے اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا شاید تمپر رحم ہو۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝

اور دوڑو بخشش پر اپنے رب کی اور بہشت پر جس کا پھیلاؤ ہے آسمان وزمین تیار ہوئی ہے پرہیزگارون کے لیے

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ

جو خرچ کرتے ہین آسانی مین اور تکلیف مین اور دباتے ہین غصہ اور معاف کرتے ہین لوگون کو

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اور اللہ تعالی چاہتا ہے احسان کرنے والون کو

اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً - بالف ودو ہنا بان تزیدوا فی المال عند حلول الاجل وتؤخروا الطلب یعنی اکثر کی قرارۃ مضاعفۃ بالف از باب مفاعلہ ہے اور نافع و ابن عامر و یعقوب کی قرارۃ بدون الف از باب تفعیل ہے اور معنی یہ کہ مت کھاؤ سود دوچند در دوچند یعنی ادا کرنے کی میعاد آنے پر مال میں بڑھا دو اور مطالبہ میں مہلت و تاخیر دیدو - جاننا چاہیے کہ بعض نے کہا کہ یہ کلام [illegible] ترہیب کے واسطے ہے اور بعض نے کہا کہ قصہ احد کے درمیان کلام معترضہ ہے - پھر مضاعفہ کی قید اسواسطے نہیں کہ سود [illegible] کہ مضاعفہ ہو تب حرام ہے ورنہ نہیں کیونکہ پہلے معلوم ہو چکا کہ سود مطلقا حرام ہے پس یہ قید یہاں اہل عرب کی عادت کے موافق ہے کہ وہ [illegible] کے واسطے قرض دیتے تھے اور سود مقرر کرتے پھر میعاد آنے پر اگر قرضدار ادا نہ کرتا تو باہمی رضامندی سے کسیقدر مال اصل میں بڑھا کر پھر میعاد مقرر کر دیتے یہانتک کہ قرضخواہ اکثر اصل سے کئی گونہ مال آخر کو لیتا اور بعض نے کہا کہ اضعاف جمع ضعف کی ہے چونکہ جمع قلت ہے اور مراد کثرت ہے لہذا مضاعفہ کی قید بڑھا دی - وَاتَّقُوا اللّٰهَ - یعنی سود خواری چھوڑنے کے ساتھ تقویٰ کرو اور مترجم کے نزدیک ظاہر یہ کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ کرو سب باتوں میں از انجملہ یہ بھی ہے کیونکہ فرمایا - لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ - تفوزون - فوز و سعادت دارین حاصل کرو - یہ امر پورے تقویٰ پر حاصل ہوگا اور آیت دلیل ہے کہ سود خواری کبیرہ گناہ ہے اور اسکو حلال جاننا کفر ہے اور آگے فرمایا - وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ - ان تعذبوا بہا یعنی دوزخ سے بچو یعنی بچو اس بات سے کہ دوزخ سے عذاب کیے جاؤ اور ابن عباس نے فرمایا کہ اس میں مسلمانوں کو تہدید ہے کہ ربوا وغیرہ جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے سب آگ کی عقوبت رکھتی ہیں کہ مرتکب ہوں اور مدارک میں ہے کہا ابو حنیفہ فرماتے کہ بڑی خوفناک آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو [illegible] آگ کی دھمکی دی جو کافروں کے واسطے مہیا ہے بشرطیکہ تقویٰ نہ کریں اور حرام سے اجتناب نہ کریں اور نیز مدارک میں کہا کہ اس میں فرقہ [illegible] کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان کے بعد کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا اور ہمارے نزدیک کافروں کے سوائے گناہگار مومن دوزخ میں جائیگا مگر آخر اسکو جنت ہمیشگی [illegible] مترجم کہتا ہے غنیۃ الطالبین وغیرہ سے جو لوگ نقل کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ مرجیہ مذہب رکھتے یہ سب بہتان ہے - وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ - اطاعت کرو اللہ و رسول کی - محمد بن اسحاق نے کہا کہ اس میں ان لوگوں کو عتاب ہے جنھوں نے احد کے روز حکم حضرت صلعم کی نافرمانی کی - لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ - یعنی اطاعت کرو بامید رحمت الٰہی عزوجل - کذا قیل - وَسَارِعُوْٓا - اور جلدی کرو - اکثر کی قراءۃ وسارعوا بعطف [illegible] ہے اور نافع و ابن عامر کی قراءۃ بدون واو جملہ مستانفہ ہے - اور عطاء بن ابی رباح نے مرسلا روایت کی کہ مسلمانوں نے حضرت صلعم سے کہا کہ یا رسول اللہ کیا بنی اسرائیل ہم سے بنسبت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگ تھے کہ جب انمیں کوئی گناہ کرتا تو صبح کو اسکے دروازہ پر کفارہ لکھا ہوتا کہ ناک کاٹ کان کاٹ [illegible] کر پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پس یہ آیت اتری وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم الآیۃ - اخرجہ عبد بن حمید [illegible] پس فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں کو کرامت [illegible] ہے کہ اللہ عزوجل نے تمہارے واسطے نیک کام ایسے مقرر فرمائے ہیں جو ثواب کے ساتھ کفارہ گناہ بھی ہیں کما فی قولہ ان الحسنات یذہبن السیئات یہ نیکیاں دور کرتی ہیں گناہوں کو - اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ - ابن عباس سے ایک روایت میں اسے اسلام کی طرف اور دوسری میں ادائے توبہ کی طرف وارد علی کرم اللہ وجہہ ادائے فرائض کی طرف وانس و سعید بن جبیر نماز جماعت کی تکبیر اولیٰ کی طرف [illegible] اور بعض نے جہاد فرمایا اور ظاہر معنے یہ ہیں کہ ایسی چیز کی طرف دوڑو جو موجب مغفرت ہے پس یہ سب امور [illegible] کی طرف وَجَنَّةٍ - یعنی سارعوا الی جنۃ پہلے گناہوں سے پاک کرنے کو مغفرت کی طرف دوڑایا پھر ثواب حاصل کرنے کو جنت و رضامندی کی طرف راہ دی - عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ - ای کعرضہما و وصف [illegible] بالاخری [illegible] یعنی ایسی جنت کی طرف جس کا پھیلاؤ آسمان و زمین ہے اسی مانند پھیلاؤ ان دونوں کا ہے اگر ایک [illegible]

سے مروی ہے اور کاف سے اشارہ ہے کہ تمثیل منظور ہے یہ نہیں کہ اتنی ہی وسعت تحقیقاً ہے اور عرض یعنے وسعت لیا اور طول کا مقابل نہیں لیا اور
ابن کثیر نے بھی تفسیر میں بعض احادیث سے مدور ہونا جنت کا استنباط کر کے اسکو موجہ کیا ہے اور بعض نے عرض مقابل طول لیا اور کہا کہ عرض
جب اسقدر ہے تو طول کا کیا ٹھکانا ہے کما قال الزہری اور حق یہ کہ یہ بھی مخلوق کے علم کیموافق تصویر ہے تحقیقی حد عرض کی بیان نہیں ہے۔ اور حضرت
انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جنت آسمان میں ہے یا زمین میں فرمایا کہ کون آسمان و کون زمین ہے جسمیں جنت سما و یگی وہ آسمانوں سے اوپر زیر عرش ہے اور قتادہ
سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جنت کو آسمانوں کے اوپر اور دوزخ کو زمینوں کے نیچے جانتے تھے۔ اور ابن جریر و بزار و احمد نے مرفوعاً روایت کیا کہ
ہرقل نے سوال کیا کہ آپ جب مجھے ایسی جنت کی طرف بلاتے ہیں جسکا عرض آسمان و زمین ہے تو دوزخ کہاں ہے آپ نے جواب دیا کہ سبحان اللہ جب رات آئی
تو دن کہاں گیا۔ اور ایسا ہی ابن جریر وغیرہ نے عمر و ابن عباس سے یہود کے جواب میں روایت کیا تو یہود بولے کہ یہ جواب ہماری توریت سے لیا گیا ہے
انکا عناد تھا اور معنی یہ ہیں کہ جہاں اللہ چاہتا ہے رکھتا ہے بندے کا علم اسکی خلقت کو کہاں حاوی ہے کیا اسکی خلقت بس اسقدر ہے جو عمر سے
ہے آنحضرت صلعم نے سبحان اللہ کہا یعنی پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ کہ اسکے ملک کو عوام اپنے وہم سے احاطہ کریں۔ **أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ** ۔ اللہ
بعمل الطاعات وترک المعاصی ۔ یعنی مہیا کی ہوئی ہے ایسے بندوں کے واسطے جو تقویٰ کرتے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کر کے اور نافرمانی چھوڑ کر
اس میں دلیل ہے کہ جنت بھی پیدا کی ہوئی موجود ہے جیسے دوزخ اور اس میں معتزلہ کا رد ہے جو اسکے خلاف کہتے ہیں اور نیچری فرقہ کا ہر طرح رد ہے جو جنت و دوزخ کے
قائل نہیں ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تلک الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا في الارض الآیہ ۔ یعنی اسم اشارہ کے ساتھ جو حاضر موجود کے
واسطے ہے پس اگر یہ لوگ اس سے منکر ہیں تو کافر ہیں اور تاویل وہ مقبول ہے جو کسی دلیل سے ہو اور انکو انکار کی کوئی دلیل نہیں کیونکہ جنت وغیرہ کی جسطرح
خبر دی ہے وہ سب خدا کی قدرت میں ہے جیسی مخلوق چاہے پیدا کر دے ۔ **الَّذِينَ يُنْفِقُونَ** ۔ فی طاعة اللہ یعنی جن خرچ کرنے والوں کی
تعریف کی وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طاعت میں خرچ کرتے ہیں اور طاعت میں تمام اُن وجوں پر خرچ کرنا داخل ہے جنپر شرع میں ثواب کی نیت سے
ثواب کا وعدہ ہے حتیٰ کہ اپنی دینی اولاد و عیال پر بہ نیت ثواب خرچ کرنا اور نان و نفقہ دینا بھی داخل ہے اگرچہ صدقہ و خیرات کا ثواب زیادہ ہو۔ اگر کہا جاوے
کہ حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال ۔ اسکا مال کچھ نہیں مگر یہ کہ جو کھا کر فنا کر دیا اور جو پہنکر پرانا کیا تا آخر حدیث تو جواب یہ
ہے کہ مقصود حدیث سے مال کار آمد ہونے کا بیان ہے وہ ان وجوہ سے حاصل ہوتا ہے ہاں اسمیں تعریض ہے کہ ادنیٰ مرتبہ حاجت و کفایت سے
زائد اٹھانے سے بہتر تھا کہ خیرات کیا جاوے کہ ادنیٰ مرتبہ حاجت پر کھانے پہننے میں جو اسوجہ سے ثواب ہے وہی اوسط و اعلیٰ مرتبہ حاجت تک اسراف سے
نیچے ثواب ہوگا بخلاف صدقہ کے کہ اسمیں زیادہ ثواب ہے ۔ **فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ** ۔ ای الیسر والعسر یعنی راہ الٰہی میں خرچ کرتے ہیں حالت فراخ دستی
میں اور تنگدستی میں پس سرا کی تفسیر یسر اور ضرا کی عسر سے کی ہے اور حاصل اسکا سخاوت ہے پس ظاہر ہوا کہ وہ عمدہ صفت سخاوت رکھتے ہیں جسکی تعریف مع بخل
کے مذمت کی احادیث صحاح میں وارد ہے ۔ **وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ** ۔ الکافین عن امضائہ مع القدرة ۔ کظم تشدید کا معنے روکنا ہے یعنی
غیظ و غضب شدید کو باوجود قدرت کے رواں کرنے سے روکنے والے ہیں ۔ کیونکہ تعریف یہی ہے کہ قابو کے ساتھ ترک کرے ورنہ جو غصہ اتار نہیں سکتا
وہ تو خواہ مخواہ پی جائیگا یہ نفس کے مالک ہونے اور کمال علم کا بیان ہے ۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ زبردست
وہ نہیں جو دوسروں کو پچھاڑے بلکہ وہ ہے جو غضب کے وقت اپنے نفس کا مالک ہو رواہ البخاری ومسلم ۔ اور انس بن معبد الجہنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلعم نے فرمایا کہ جسنے غصہ پی لیا حالانکہ وہ اپنا غصہ اتارنے پر قابو رکھتا ہے تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسکو جمیع خلائق کے روبرو بلا کر اختیار دیگا
کہ حوران بہشتی سے جسکو چاہے پسند کرے رواہ الترمذی وابو داؤد اور یہ کمال رضا بقضا کا بیان ہے ۔ **وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ**

ف یعنی چار آنہ تک بڑھانا اسراف ہے اسکی وجہ یہ کہ روا تھا اگر اسنے چار آنہ اٹھائے تو نفقہ عیال کا ثواب ہے اور اگر وہ دو آنہ ادنیٰ درجہ پر اوڑھتا اور دو آنہ خیرات کرتا تو نفقہ کا اور صدقہ کا دونوں ثواب حاصل ہوتے فافہم ۱۲ منہ

ممن ظلمہم ای التارکین عقوبتہم۔ عفو کرنے والے لوگون کو یعنی ان لوگون کو جنھون نے انپر ظلم کیا ہوا ور حاصل یہ کہ انکو سزا دینے سے چھوڑنے والے
اور حاصل یہ کہ کسی نے انپر ایسا ظلم کیا کہ شرع کے حکم سے اسپر مواخذہ عائد ہوا پس انھون نے اپنے عفو کی صفت سے اسکو معاف کردیا بدلا نہین لیا خواہ
بُرا کرنے والا کوئی ہو انکا مملوک ہو یا نہو۔ اور یہ عفو ایک احسان ہی۔ اور حدیث مین ہی کہ جو تجھسے میل کو توڑدے تو اس سے مل اور جو تجپر ظلم کرے یعنی ایسی
بات کرے جو نہ کرنی چاہیے تھی تو اسکو معاف کردے اور جو تجھسے برائی کرے تو اس سے بھلائی کر۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ - بہذہ الافعال
ای یثیبہم۔ اور اللہ دوست رکھتا ہی محسنین کو جو ان افعال کے ساتھ بھلائی کرتے ہین اور دوست رکھنا یہ کہ ان کو ثواب جمیل دیگا۔ پس
المحسنین کا الف لام عہد کا ٹھہرا کہ اس سے یہی مذکورین مراد ہین اور بعض نے کہا کہ جنس کا بھی ہو سکتا ہی کہ جنس احسان جس سے صادر ہو اسکو دوست
رکھتا ہی اور شاید کہ محسنین سے وہ لوگ مراد ہون جو اسلام و ایمان سے اعلی مرتبہ احسان پر فائز ہون واللہ اعلم۔ اور جاننا چاہیے کہ جنگ احد مین
حضرت حمزہ رض شہید ہوے کافرون نے انکے بند بند کاٹ کر صورت بگاڑ دی حضرت صلعم نے غمناک ہو کر فرمایا کہ مین قابو پاؤنگا تو انہین سے
ستر کو مثلہ کرونگا۔ ان آیات مین عفو و احسان سے تسکین دینا نکلتا ہی ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالی واتقوا النار التی اعدت
للکافرین۔ اس آیت کریمہ مین عجیب لطیف اشارہ ہی اور وہ ظاہر بیان ہی کہ دوزخ کو اللہ تعالی نے مومنون کے واسطے مہیا نہین فرمایا ہی اور انکے
واسطے مخلوق نہین کیا کیونکہ اعدت للکافرین فرمایا پس جب کافرون کے واسطے ہوئی تو مومنون کے واسطے مخلوق نہوئی لیکن مومنون کو اس سے زجر
و نصیحت کے طور پر خوف دلایا جیسے مہربان باپ اپنے فرزند کو تلوار و شیر سے ڈراتا ہی اگرچہ اسکو تلوار سے نہین ماریگا اور نہ شیر کے آگے ڈالیگا پس باقی رہا
یہ امر کہ یہ آیت اپنے سچے مومن بندون پر لطف و شفقت ہی اور اس سے زیادہ عجیب یہ بات ہی کہ اللہ تعالی نے انکو دوزخ سے ڈرایا حالانکہ دوزخ دوسرون
کے واسطے مخلوق ہی اور مقصود تجلی قہر کی عظمت دوزخ سے ہی اور دوزخ کی عظمت اسکی عظمت کی تجلی سے ہی یعنی دوزخ کے معاملہ مین تم مجھسے تقوی کرو کیونکہ
مین آگ کو جلاتا اور اپنے سے اسکو عذاب دیتا ہون اور یہ عین الجمع کے مقام کا بھید ہی شیخ ابن عطاء نے فرمایا کہ عوام کے حق مین آگ مین ڈالنے کا
حکم دیا کیونکہ اس سے ڈرتے ہین اور اسی خوف سے معاصی ترک کرتے ہین اور خاص بندون کو اپنے سے تقوی کا حکم کیا اور فرمایا کہ میرے ہی طرف دیکھو کسی غیر
کی طرف نظر مت کرو چنانچہ فرمایا واتقون یا اولی الالباب۔ یعنی اے خاص بندو۔ قولہ تعالی وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضہا السموات والارض الآیۃ
حق عزوجل اپنے مخلوق کے حال کو جانتا ہی کہ جس طرح اسنے پیدا فرمایا ہی اور وہ اپنے نفس کی خواہشون کی طرف جھکتے ہین پس دو علتون سے
اپنی فرمانبرداری کی طرف انکو بلایا ایک مغفرت دوم جنت اور خاص بندون کو بدون علت کے اپنی ذات پاک کی طرف بلایا چنانچہ فرمایا ففروا الی
اللہ الآیۃ۔ پھر آگاہ فرمایا کہ سب کے سب عوام ہون یا خواص ہون ادراک امتحان مین مجرم ہین اور اس آیہ کریمہ سے سبھون کا مجرم ہونا ثابت فرمایا اسواسطے
کہ خواص اگرچہ لغزش سے معصوم ہین پر یہ انکا گناہ کیا ہی کہ قدر حق عزوجل سے آگاہ نہین یعنی اسکی قدر کمال کو نہین پہچانتے ہین جیسا کہ حضرت
علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالی اگر ملائکہ کو عذاب کرے تو بجا ہی۔ عرض کیا گیا کہ وہ تو معصوم ہین فرمایا کہ حق عزوجل کو کمتر پہچانتے ہین۔
اسیواسطے بندون کو علی العموم مغفرت کی طرف بلایا۔ قال المترجم شیخ کی مراد قدر حق عزوجل سے وہ قدر ہی جو اسکی عظمت و جلال ذات پاک کے ساتھ ہی
اور یہ ممکن نہین کسی کو میسر آوے اسواسطے کہ بندہ کیسا ہی خاص ہو ذات باری تعالے کو ادراک نہین کر سکتا یعنی محیط نہین ہو سکتا۔

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا
اور وہ لوگ جو کر بیٹھین کچھ کھلا گناہ یا برا کرین اپنے حق مین تو یاد کرین اللہ کو سو بخشش مانگین
لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ
اپنے گناہون کی اور کون ہی گناہ بخشتا سواے اللہ کے اور نہ اڑتے رہین اپنے کیے پر جانتے

يَعْلَمُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ

جو جانتے ہیں ایسون کی جزا ہی بخشش انکے رب کی اور باغ جنکے نیچے بہتی

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ○

نہرین رہ پڑینگے انمین اور بھلی مزدوری ہی کام کرنے والونکی

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً - ذنبا قبیحا کالزنا۔ یعنی فاحشہ صفت محذوف ہی ای فعلة فاحشة اور یہ ہرچند کہ ہر معصیت پر بولا جاتا ہی مگر بقرینہ مالعہ بیان گناہ قبیح مانند زنا وغیرہ کے مراد ہی اور کہا گیا کہ اکثر استعمال اسکا زنا مین ہی وار یح وہی ہی جو مفسر نے ذکر کیا کیونکہ موافق اصل ہی اسلیے کہ اصل مین فحش بمعنے قبح وخروج از حد ہی یعنی ایسے بندے جنھون نے فعل فاحشہ کیا جیسے زنا۔ اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ - بما دونه کالقبلة یا اپنی جان پر ظلم کیا ف مانند اسکے کہ اجنبی عورت کا بوسہ لیا جو زنا سے کم ہی۔ اور بعض نے کہا کہ فاحشہ کبیرہ گناہ اور ظلم النفس صغیرہ گناہ ہی (یہ بھی اسی کے مساوی ہی) اور بیضاوی نے کہا کہ شاید فاحشہ وہ گناہ جو متعدی ہو یعنے دوسرے کو بھی اسکا ضرر پہونچے جیسے ظلم کھلا شراب پینا اور ظلم النفس جو ایسا نہو۔ ذَكَرُوا اللّٰهَ - ای عیدہ۔ تو یاد کیا اللہ کو ف یعنی وعید الٰہی کو یعنی اللہ تعالیٰ نے جو ہر فعل پر سزا کا حکم فرمایا ہی وہ یاد کیا۔ اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تھے یاد کیا اور اسکی موید ہی جو صحیحین مین ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرد نے گناہ کیا پھر ہوشیار ہوکر عرض کرنےلگا کہ ای پروردگار میرے مین نے گناہ کیا سو تو اسکو بخشدے پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میرے بندے نے گناہ کیا پھر جانا کہ اسکا ایک پروردگار ہی جو گناہ کو بخشدیتا ہی اور اسپر مواخذہ بھی کرتا ہی۔ مین نے اپنے بندے کا گناہ بخشدیا پھر اسنے دوسرا گناہ کیا پھر اسنے ایسا ہی کہا اور اللہ عزوجل نے ایسا ہی فرمایا اسی طرح چوتھی بار حدیث مین مذکور ہی کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مین تم کو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اپنے بندے کو بخشا کرے وہ جو چاہے رواہ احمد ایضًا اور ظاہر حدیث یہی ہی کہ یہ کسی خاص بندے کا حال ہی اور امام احمد نے روایت کی کہ ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ ہم لوگون نے حضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم جب ہم لوگ آپکو دیکھتے ہین تو ہمارے دل رقیق ہوجاتے ہین اور ہم آخرت کے لوگون مین سے ہوجاتے ہین پھر جب آپ سے الگ ہوے تو دنیا اپنی خوبی ہمکو دکھاتی ہی اور ہم عورتون و اولاد کی خوشبو سونگھتے ہین تو ہمارے دل غافل ہوجاتے ہین۔ فرمایا کہ اگر تم ہر وقت اسی حال پر رہتے جیسے میرے پاس رہتے ہو تو ملائکہ اپنے ہاتھون تم سے مصافحہ کرتے اور تمھارے گھرون مین تمھاری زیارت کو آتے اور جان لو کہ اگر تم گناہ نہ کرتے توضرور اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو پیدا کرتا جو گناہ کرتے تاکہ انکو بخشے الحدیث (رواہ الترمذی وابن ماجہ وغیرہم) غرضکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندون کا ذکر فرمایا کہ جب اُنسے کوئی گناہ فاحشہ سرزد ہوا یا ظلم النفس صادر ہوا تو اللہ تعالیٰ کو یاد کیا۔ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ - پس اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہون کی مغفرت چاہی ف یعنی انکا دستور ہی کہ فورًا ہوشیار ہوتے ہی اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتے ہین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو بندہ کوئی گناہ کرے پھر وضو کرے اور اچھی طرح پورا وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے توضرور اللہ تعالیٰ اسکو بخشدیتا ہی رواہ احمد والترمذی واہل السنن وابن حبان والبزار والدارقطنی قال ابن کثیر وھو حدیث حسن جدا و صحح۔ ای لا احد وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ - اور کون ہی ای کوئی نہین ہی جو بخشے گناہون کو سوائے اللہ کے۔ یہ جملہ معترضہ ترغیب توبہ کے واسطے ہی مع بیان اس امر کے کہ مغفرت گناہ فقط جناب باری عزوجل ہی سے مخصوص ہی اسواسطے کہ من متضمن استفہام انکاری ہی اسی سے مفسر نے لا احد سے تفسیر کی اور نکرہ تحت مین نفی کے تمام کو

مستغرق ہوتا ہے اسی سے مترجم نے ترجمہ کیا کہ کوئی نہیں ہے اور عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ تم میں کوئی نہیں کہ جو پورا
وضو کرے پھر کہے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ مگر آنکہ اسکے واسطے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاوینگے
جس دروازے سے چاہے جاوے (رواہ مسلم) اور عثمان بن عفانؓ نے حضرت صلعم کا سا وضو کر کے لوگوں سے کہا کہ میں نے حضرت صلعم سے سنا کہ جو ایسا
وضو کرے پھر دو رکعتیں پڑھے جنمیں اپنے نفس سے باتیں نہ کرے تو اسکے اگلے گناہ معاف ہونگے (رواہ البخاری ومسلم) وَلَمۡ يُصِرُّوا - یعنی اصرار نہیں کیا علی ما
فَعَلُوا - بل اقلعوا عنہ وَهُمۡ يَعۡلَمُونَ - ان الذی اتوہ معصیۃ - یعنی انھوں نے استغفار کیا یہی سمجھکر کہ اللہ تعالیٰ ہی گناہ بخشنے والا
ہے) اور نہ جمے رہے اس فعل پر جو کیا (بلکہ اس سے الگ ہو گئے) یا یقین کرو کہ جو انھوں نے کیا وہ بُرا فعل نافرمانی کا تھا اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ
نے جو ثواب جمیل آگے فرمایا وہ ایسے استغفار پر کہ گناہ کیا اور اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے مغفرت مانگی اور اپنے فعل پر اصرار نہ کیا یعنی یہ نیت رکھی کہ پھر اسکو کرونگا
ورنہ توبہ نہوئی کیونکہ زبان پر توبہ اور دل میں گناہ کا مزا بھرا ہوا ہے توبہ کے معنی تو اس سے بالکل منہ پھیر کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا - پھر یہ اصرار نہ کرنا
اور گناہ سے بالکل الگ ہونا اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے یہ جانکر ہو کہ یہ فعل بدتر نافرمانی تھا اور یہ نہیں کہ مثلاً روپیہ پاس نہ رہا تو زناکاری چھوڑ دی بلکہ
مرد خدا وخاصان حق وہی ہیں جو سب کچھ ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے گناہ چھوڑ دیتے ہیں اور شیطان کے بندے نہیں بنتے ہیں اگرچہ
بمقتضائے بشریت دوبارہ سہ بارہ بلکہ اتفاقی تقدیر سے دن میں ستر بار انسے گناہ سرزد ہو مگر جب سرزد ہو فوراً بیزار ہوے اور گڑگڑا کر مغفرت مانگی اور
اصرار یہ ہے کہ بیدار ہو کر برابر گناہ کا مرتکب رہے گویا کچھ باک نہیں ہے - اسی واسطے کبیرہ گناہ پر اصرار کرنا کفر ہے - اور ابو سعیدؓ نے نبی صلعم سے روایت کی کہ
آپ نے فرمایا کہ شیطان نے جناب باری میں کہا کہ اے پروردگار تیری عزت کی قسم ہے کہ میں برابر آدم کی اولاد کو غوا کرونگا جبتک انکی روحیں انکے جسموں میں
رہینگی پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ میں برابر انکو بخشتا رہونگا جبتک وہ مجھسے بخشش مانگتے جاوینگے (رواہ احمد) اور حضرت
ابو بکر الصدیقؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے گناہ پر استغفار کر لیا اسنے اصرار نہیں کیا اگرچہ دن میں ستر بار اس سے سرزد ہو (رواہ
ابو یعلی والترمذی وابو داؤد والبزار) قال ابن کثیر ہذا حدیث حسن) اور حدیث عبد اللہ بن عمروؓ میں ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا خرابی ہے ان لوگوں کی جو اپنی
بدکرداری پر اصرار کرتے ہیں حالانکہ جانتے ہیں (رواہ احمد) پھر فقہ آیۃ کریمہ یہ ہے کہ آدمی سے گناہ بعید نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کو استغفار پسند ہے اور
اصرار کرنا خود بڑا گناہ ہے اور توبہ خود بہت اچھی عبادت ہے اور شیطان ہمیشہ طرح طرح کے مکر وفریب سے بہکاتا ہے ثابت البنانی جو بزرگ تابعی ہیں کہتے ہیں
کہ مجھے یہ خبر پہونچی کہ جب یہ آیت اُتری تو شیطان خوب رویا اور عطاف بن خالد نے کہا مجھے خبر پہونچی کہ جب یہ آیت اُتری تو ابلیس نے اپنے لشکر کو پکارا اور
رویا چلایا پس اسکے لشکر نے کہا کہ کیا ہے بولا کہ کتاب اللہ تعالیٰ میں ایک آیۃ اُتری کہ اسکے بعد کسی آدمی کو کوئی گناہ ضرر نہ کریگا پھر انسے بیان کیا
تب وہ بولے کہ ہم اب آدم کی اولاد کے واسطے ہوا وہوس کے دروازے کھول دینگے کہ وے توبہ ہی نکرینگے اور مغفرت ہی نہ مانگینگے اور یہی جانتے رہینگے کہ ہم نیک
چال چلتے ہیں - مترجم کہتا ہے کہ حق عزوجل نے اپنے کرم سے سب سمجھا دیا اور فرمایا - وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہا المؤمنون لعلکم تفلحون - توبہ کرو اللہ تعالیٰ
سے سب کے سب اے ایمان والو البتہ تم فلاح پاؤ گے پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے نیک بندوں توبہ کرنے والوں (یا تدارک) پر انعام ذکر فرمایا کہ اُولٰٓئِكَ
جَزَآؤُهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَجَنّٰتٌ تَجۡرِيۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا - ایسے بندوں کے
واسطے بدلا یہ کہ انکے رب عزوجل کی طرف سے انکے لیے مغفرت ہے اور باغات جنت ہیں جنکے نیچے نہریں جاری ہیں درحالیکہ انمیں ہمیشہ رہینگے ف جب سے
داخل ہوں یعنی انکے واسطے مقدر ہے کہ بعد داخل ہونے کے ہمیشہ رہیں - وَنِعۡمَ اَجۡرُ الۡعٰمِلِيۡنَ - بالطاعۃ ہذا الاجر یعنی بھلا اجر
طاعت کے ساتھ عمل کرنے والوں کا یہ اجر مذکور ہے ف یعنی یہ ثواب طاعت بہت خوب ہے ف فی اشارات العرائس قولہ الذین اذا فعلوا فاحشۃ الخ ابو بکر

بن خلاد سے دریافت کیا گیا کہ ظلم کیا ہو تو فرمایا کہ نفس جو خواہش کرے اسکی پیروی کرنا ہی ظلم ہو مترجم کہتا ہو کہ یہ اچھا کلام ہو قابل سنا ور
شیخ محمد بن علیؒ سے دریافت کیا گیا کہ قولہ تعالے والذین اذا فعلوا فاحشۃ کے معنے کیا ہین تو کہا کہ اپنے افعال پر نظر رکھنا ہی فاحشہ ہو اور پھر قولہ او
ظلموا انفسہم مین کہا کہ اپنے اعمال پر اپنی نجات کا اعتقاد کرنا ظلم ہو۔ پھر قولہ ذکروا اللہ مین کہا یعنی انکو توفیق الٰہی پہونچی اور اللہ عزوجل کی طرف سے
انکو عصمت حاصل ہوئی۔ پھر قولہ فاستغفروا لذنوبہم مین کہا کہ اپنے افعال واقوال سے انھون نے استغفار کیا۔ پھر قولہ ومن یغفر الذنوب الا اللہ مین
کہا کہ انھون نے جان لیا کہ اللہ عزوجل کی طرف پہونچنا ممکن نہین ہو مگر اسی کے فضل سے یعنی وہی چاہے تب مرتبہ رضا مین پہونچ ہو سکتی ہو۔ اور
استاد رحؒ نے فرمایا کہ کہا جاتا ہو کہ ہر ایک کا فاحشہ اسکے حال و مقام کے موافق مختلف ہو اور ایسے ہی ہر ایک کا ظلم بھی اسیطرح متفاوت ہو اہل کار
کے دلون مین مخالف حکم خدا و رسول کا خطرہ آنا بھی ایسا بدتر ہو جیسے عوام سے اس مخالفت کا وقوع مین آنا۔ اور فرمایا کہ انوار حقائق ظاہر ہو چکے
کے بعد اپنے اقوال و احوال کو دیکھنا نور مین تاریکیان ہین۔ قولہ تعالیٰ اولئک جزاؤہم مغفرۃ من ربہم وجنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا و
نعم اجر العاملین۔ جو شخص امتحان کے ڈر سے اسطرح نکلا کہ جو عہد کیا ہو اسکو پورا کیا اور نفس و ہوا کی بدخلقیون سے اپنے آپکو پاک کیا اسپر بھی اپنے
آپ مین تقصیر دیکھی اور شرمندہ رہا اور پورے صادق ہونے مین تحمل رہا اور محبت و معرفت مین اخلاص کا برتاؤ کیا اور مخالفت کے تاوان مین اپنے
دل وجان کو قربان کیا اور نادم ہو کر استغفار کرتا رہا تو حق عزوجل اسکو اونچے مقام مین پہونچاتا ہو کہ اسکو اپنے مشاہدہ عزت تک واصل کرتا ہو
اور غیب کے خزانے اسپر کھول دیتا ہو

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝
ہو چکے ہین تم سے آگے دستور سو پھرو زمین مین تو دیکھو کہ کیا انجام کار ہوا جھٹلانے والون کا
هَٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ۝ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ
یہ بیان ہے لوگون کے واسطے اور ہدایت و نصیحت ڈر والون کو اور سست نہ ہو اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی
الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ ۚ وَ
غالب رہو گے اگر تم ایمان رکھتے ہو اگر تم نے زخم پایا تو اس قوم کو بھی زخم پہونچ چکا ہے اسکی مثل اور
تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۗ
یہ دن ہین کہ گھماتے ہین ہم انکو لوگون مین اور اسواسطے کہ جانے اللہ جن کو ایمان ہے اور کرے بعضے تم مین سے شہید
وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۙ ۝ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ
اور اللہ نہین چاہتا ناحق والون کو اور اسواسطے کہ نکھارے اللہ ایمان والون کو اور مٹادے کافرون کو

جب جنگ احد مین مسلمانون نے ہزیمت اٹھائی تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ سنن جمع سنت
بمعنے طریقہ ہو اور مراد وہ وقائع ہین جو اللہ تعالے نے گذری امتون مین حادث کیے اور معنی یہ کہ تم سے پہلے اگلی امتون کے کافرون و رسولون
کے جھٹلانے والون کے طریقے گذر چکے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک وقت تک کافرون کو اسندراجاً چھوڑ رکھا اور مسلمان انکے ہاتھ سے ایذا
اٹھاتے رہے پھر ایک وقت پر کافرون کو پکڑا تو بالکل انکو جڑ سے مٹا دیا۔ اور ظاہر یہ ہو کہ اللہ عزوجل نے اس واقعہ کو فرمایا کہ جیسا کہ مومنون کو کافرون کے
ساتھ پیش آیا یہی طریقہ اگلی امتون مین بھی ہوتا رہا ہی یعنی تھا کہ مومنین ہی غالب ہوتے ہون اور کافرین ایذا دے سکتے ہون ہان انجام کار مومنون کے

لیے ہوتا تھا اور کافرین جنھون نے دنیا کے مال و متاع و دولت کے لیے کفر کیا تھا اس ساز و عمارات کو ویسا ہی چھوڑ کر غضب مواخذہ الٰہی مین ہلاک ہو جاتے تھے اسواسطے فرمایا۔ فَسِيرُوا ۔ ایہا المومنون ۔ فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ الرسل ای آخر امرہم من الهلاک فلا تحزنوا لغلبتہم فانا امہلہم لوقتہم ۔ سو پھرو (ای مومنو) زمین مین اور دیکھو کہ کیسا ہوا انجام کار جھٹلانے والون کا ف جنھون نے رسولون کو جھٹلایا ای آخر امر انکا ہلاک ہر پس تم غمناک نہو مشرکون کے غلبہ سے کہ مین انکو ڈھیل دیتا ہون انکے وقت تک ف مترجم کہتا ہے کہ ایسا ہی ایک جماعت مفسرین نے ذکر کیا کہ فسیروا کا خطاب مومنون کو ہے اور شاید کہ تخفیف کی چندان ضرورت نہین معہ مومن و کافر سب کو ارشاد ہے پس مومنون کو صبر دلانا اور کافرون کا زعم توڑ دینا دونون اسین حاصل ہونگے اور یہ امر یعنی فسیروا کا امر وجوب کا نہین ہے کہ پھرنا واجب ہو بلکہ امر اعتبار کا ہے ای عبرت حاصل کرو انکے آثار سے جو کھنڈل و نشان پڑے ہین چنانچہ ایک مقام پر فرمایا۔ تلک عاد جحدوا بآیات ربہم یعنی اشارہ کے ساتھ انکے کھنڈرون و نشانون کیطرف کہ یہ دیکھو یہ قوم عاد تھی جنھون نے اپنے پروردگار کی آیات سے انکار کیا پس یہ عبرت مومنون کو بیان الٰہی سے جو قرآن مین مذکور ہے یقین سے حاصل ہے پس پھرنے سے جو مقصود ہے یعنی عبرت وہ حاصل ہوگئی بدون پھرے اور کافرون کو کچھ بھی نافع نہین خواہ پھرین یا نہ پھرین اسواسطے آگے فرمایا۔ هَٰذَا ۔ القرآن ۔ بَيَانٌ لِلنَّاسِ ۔ کلہم ۔ وَهُدًى ۔ من الضلالۃ ۔ وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ۔ منہم ۔ یہ قرآن بیان ہے آدمیون کے لیے ای سب آدمیون کے لیے خواہ کافر ہون یا مومن ہون اور ہدایت ہے گمراہی سے اور نصیحت ان لوگون کے لیے ہے جو انمین سے متقی ہین ف ہذا کا اشارہ قرآن کی طرف قرار دیا اور یہی شیخ ابن کثیرؒ وغیرہ اصحاب روایت و درایت نے کہا ہے یعنی یہ قرآن کھلا بیان اگلون کا ہے جو اللہ تعالے نے تمام لوگون کی عبرت و ہدایت کے لیے بیان فرمایا ہے مگر اس سے نصیحت انھین کو ہے جو شرک سے بچے ہوے مومن ہین کہ انکو عبرت حاصل ہوتی ہے اور سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ آل عمران مین سے اول جو اترا وہ قولہ ہذا بیان للناس الآیہ ہے پھر بقیہ روز احد کو نازل ہوا ۔ یہ روایت تفسیر مذکور کو موید ہے اور حسن بصریؒ سے عزوکؒ روایت ہے کہ قرآن کی طرف اشارہ ہے ۔ اور یہی صحیح ہے نزدیک لیکن جو نہین سمجھا اسنے کہا کہ یہ بعید ہے حالانکہ یہ اسکا وہم ہے ۔ اور بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ ہذا ۔ یا تو قولہ قد خلت کی طرف اشارہ ہے یا قولہ فانظروا کے مفہوم کی طرف ای باوجودیکہ وہ بیان جھٹلانے والون کے لیے ہے متقیون کے لیے بھی نصیحت و زیادہ ہدایت ہے یا اس لمخص کی طرف اشارہ ہے جو متقین و تائبین کے حال سے لیا ہے لیکن اس صورت مین قولہ قد خلت جملہ معترضہ ہوگا جو ایمان و توبہ پر آمادہ کرنے کے لیے لایا گیا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ ترکیب باتین تکلف کی البتہ بعید ہین ۔ وَلَا تَهِنُوا ۔ تضعفوا ۔ عن قتال الکفار ضعیف نہو کافرون کے ساتھ لڑنے سے ۔ وَلَا تَحْزَنُوا ۔ علی ما اصابکم یا حدنا اور غمناک نہو اس بات پر جو پہونچی تم کو احد کے دن ۔ کیونکہ احد کے دن پانچ مہاجرین مین سے (از انجملہ سید الشہدا حمزہؓ و مصعب بن عمیرؓ ہین) اور ستر انصار مین سے شہید ہوے تھے ۔ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ ۔ بالغلبۃ علیہم ۔ اور تمھین اونچے ہو بغلبہ کہ مبالغۃ ف یعنی آخر تمھین کو غلبہ ہے گویا مغلوب ہی نہین ہو ۔ جملہ اسمیہ فرمایا ۔ اور یہ بشارت ہے سا یہ مطلب کہ غلبہ تمھین کو اس معنے کر ہے کہ بدر مین تمنے اس سے زیادہ کو مصیبت پہونچائی ۔ یا غلبا نیز از راہ شان ہے کہ تم اللہ تعالی کی راہ مین شہید ہو بخلاف مشرکین کے کہ شیطان کی راہ مین دوزخی ہین والاول ارجح ۔ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۔ حقا وجوابہ دل علیہ مجموع ما قبلہ ۔ اگر تم مومنین ہو حقا یعنی سچے اور اسکا جواب محذوف ہے جسپر مجموع ما قبل دلالت کرتا ہے ۔ یعنی وہی اسکا جواب مقدر کیا جائیگا ۔ پھر حرف اِن تو ایسی چیز پر داخل ہوتا ہے جسمین شک ہو تو جواب یہ کہ محی السنۃ نے معالم مین کہا کہ ان بمعنے اذ ہے ای اذ کنتم ای لانکم ۔ اور یہی طیبیؒ نے کہا کہ لا تہنوا یا انتم الاعلون سے اسکا تعلق بطور تعلیل کے ہے یعنی سبب یہ کہ تم مومن ہو ۔ کیونکہ یہ خطاب تو نبی صلعم و صحابہ مومنین کو ہے پس یہ نہین ہو سکتا کہ شرط اپنے حقیقی معنی پر ہو ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ کشاف کی

پیروی ہین جیسے بیضاوی وغیرہ نے یون تفسیر کی ای لاتھنوا ان صح ایمانکم یا انتم الاعلون ان صح ایمانکم حقا۔ تو یہ گستاخی سے خالی نہین پھر یہ اشکال وارد کیا گیا کہ اللہ تعالی نے حرف شک سے کیون فرمایا کیونکہ او تعالے دانا ہی اور لوگون نے جواب دینے شروع کیا اور مترجم کہتا ہی کہ یہ جواب کہ حرف ان بمعنے شک نہین ہی صحیح ہو لیکن کھلی بات تو یہ ہی کہ یہ اعتراض ہی کچھ نہین اسواسطے کہ یہ تو تعلیق ہی پس نظیر اسکی یہ کہ زید کو معلوم ہی بکر مرگیا اسنے خالد سے کہا کہ اگر تو بکر سے دستخط کرا لاوے تو قبول ہی اسمین کوئی لاعلمی نہین فافہم۔ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ یصبکم باجد۔ قرح بفتح القاف وضمها جهد من جرح ونحوه۔ اگر پہونچی تمکو احد مین قرح بفتح قاف وضم قاف بمعنی سختی مانند جراحت وغیرہ کے۔ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ الکفار قَرْحٌ مِّثْلُهٗ۔ ببدر سو پہونچ چکی ہی قوم کفار کو قرح اسکے مانند یعنی بدر مین ف جملہ فقد مس الخ علت جزا ہی خود جزا نہین ہی اور تقدیر یہ کہ ان یمسسکم قرح فاصبروا ولا تھنوا یا اہل الحق فقد مس القوم الذی علی الباطل قرح فلتعقتم قالموکم ولم یھنوا یعنی اگر تم کو احد مین مصیبت پہونچی تو صابر رہو سست مت ہو اے اہل ایمان کیونکہ قوم کفار کو جو باطل پر ہین اسکی مثل مصیبت پہونچ چکی تھی مگر وہ لوگ سست نہین ہوے بلکہ دوبارہ تمسے لڑنے آئے۔ پھر قرح بفتح قاف جمہور کی قرارت ہی اور بضم قاف حمزہ وکسائی وابوبکر کی قرائت ہی اور بعضون نے کہا بمعنی احد مین وقیل بالفتح الجرح وبالضم الیہ۔ اور تفتازانی نے کہا کہ ان یمسسکم حکایت حال ہی کیونکہ یہ مساس ماضی ہو چکا تھا اور رہا کہ ان کیونکر آیا تو تقدیر کان ہی ای ان کان ہی ای ان کان یمسسکم۔ اور جاننا چاہیے کہ روز بدر مین کفار مکہ مین سے ستر مارے گئے اور ستر قید ہوے تھے ان قیدیون کو مسلمانون نے فدیہ لیکر چھوڑ دیا یہ عتاب ہوا اور آخر احد مین مسلمانون نے حکم رسول اللہ صلعم سے خلاف کیا تو ستر سے کچھ زیادہ مسلمان مارے گئے اور ستر قید کے قریب مجروح ہوے۔ اور قصہ یون ہوا کہ دونون صفون کے درمیان مشرکین مین سے پہلے ابو عامر فاسق مع پچاس مرد اپنی قوم کے ظاہر ہوا اور پتھر برسانے اور مومنون نے بھی پتھر مارے تو وہ الٹا بھاگا اور قریش کی عورتین دف بجاتی اور گاتی اور بہادری دلاتی تھین اور بدر کے مقتولون کو دولاتی تھین پھر مسلمانون کے تیراندازون نے مشرکین سوارون کو تیر مارنے شروع کیے کہ وہ پیچھے بھاگے پس طلحہ بن ابی طلحہ نشان بردار قریش نے آواز دی کہ کون مقابلہ کو آتا ہی پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بڑھکر آخر اسکو ایسی تلوار ماری کہ سر دو ٹکڑے ہوگیا وہ لشکر کا نیزہ تھا پس رسول اللہ صلعم خوش ہوے اور تکبیر کہی اور مسلمانون نے بھی تکبیر کہی اور صفوف مشرکین پر حملہ کیا یہانتک کہ انکی صفین ٹوٹ گئین اور اسوقت ہوا بھی صبا چل رہی تھی پھر مشرکون کا نشان عثمان بن ابی طلحہ نے لیا اسکو حضرت حمزہؓ نے قتل کیا پھر ابو سعید بن ابی طلحہ نے لیا اسکو سعد بن ابی وقاص نے تیر مارا کہ گلے کی سی زبان نکل آئی پھر مسافع بن طلحہ بن ابی طلحہ نے لے لیا اسکو عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح نے تیر سے قتل کیا پھر اسکے بھائی حارث نے لے لیا اسکو بھی عاصمؓ نے قتل کیا پھر اسکو کلاب بن ابی طلحہ نے لیا اسکو زبیر بن العوام نے قتل کیا پھر جلاس بن طلحہ نے لیا پھر ارطاہ بن شرجیل نے لیا اسکو علی کرم اللہ وجہہ نے قتل کیا پھر شریح بن قارظ نے لیا پھر صؤاب نے لیا اسکو قزمان نے قتل کیا پھر جب نشان بردار مارے گئے تو مشرکین نے بھاگنا شروع کیا کہ پیچھے مڑکر نہین دیکھتے تھے یہانتک کہ مشرکہ عورتین ہند بنت عتبہ وغیرہ پیرون بھاگی جاتی تھین اور پنڈلیون سے ازار چڑھالی تھی کہ انکی خلخال ظاہر ہوگئی تھی پس مسلمانون نے کہنا شروع کیا کہ غنیمت لو غنیمت لو پس عبد اللہ بن جبیر نے کہا کہ تم بھول گئے کیا نبی صلعم نے تمسے نہین کہا کہ اپنی جگہ سے نہ ہلنا پس انھون نے انکار کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلعم کی یہ مراد نہ تھی مشرکین تو بھاگ گئے اب ہم یہان کیون ٹھہرین پس مشرکون کا پڑاو لوٹنا شروع کیا اور جو پاتے لے لیتے مگر امیر عبد اللہ بن جبیر چند آدمیون کے جو دس سے کم تھے وہین رہنے اور کہا کہ حکم رسول خدا سے تجاوز نہ کرونگا پھر جب مسلمانون نے یون انکار کیا تو انکے منہ پھیر دیے گئے یہ نہین جانتے تھے کہ کدھر جاتے ہین متحیر تھے پھر خالد بن ولید نے مڑکر دیکھا کہ پہاڑ کی گھاٹی خالی ہی پس سوارون سے حملہ کیا اور عکرمہ بن ابی جہل نے مع اپنے سوارون کے ساتھ دیا اور باقی تیراندازون پر حملہ کرکے

لے خالد بن الولید اسوقت تک مسلمان نہین ہوے تھے بعد کو مسلمان ہوئے ۱۲ منہ

قتل کیا اور امیر عبد اللہ بن جبیر مارے گئے اور مسلمانون کی صفین ٹوٹ گئین اور چکی گھومی اور ہوائے دَبور چلنے لگی اور اہل اسلام آپسمین عرطرح کہ گھبراہٹ سے ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اور ابلیس نے آواز سے پکار دیا کہ آگاہ رہو کہ محمد مارا گیا پس صحابہ بھاگ نکلے اور رسول اللہ صلعم مع چودہ آدمیون کے ثابت رہے کہ برابر تیر مارتے تھے اور انصار مین سے ستر شہید ہوے اور مشرکون نے حضرت صلعم کو گھیر لیا مگر اللہ تعالی نے انکو محروم کیا لیکن پتھر برسائے تو آپ کے اگلے نیچے اوپر کے دو دو دانت ٹوٹے اور چہرۂ مبارک زخمی ہو کر خون جاری ہوا اور ہونٹ پر زخم آیا۔ آخرکار حضرت صلعم نے پہاڑی پر چڑھنے کا قصد کیا مگر چڑھ نہ سکے تو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیٹھکر کندھے پر اٹھایا اور آپ چڑھ گئے اور اس دن طلحہؓ نے جو جانبازی کی وہ مصروف ہے اور حضرت صلعم نے قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی اور وہان جو صحابہ منوحش بیٹھے تھے یکبارگی دیکھتے ہی خوف زدہ ہو کر بھاگے کہ شاید مشرک آگئے اور بہتیرے تو مدینہ مین بھاگ کر پہونچ گئے تھے پھر آخر حضرت صلعم کی سلامتی سے بہت خوش ہوے اور مشرکون نے پہاڑی پر قصد کیا تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ میرے اوپر نہ آسکین اور باقیون کو مت ہلاک کر کہ یہی توحید کی عبادت کرتے ہین پس مشرکین کو رعب چھا گیا اور اوپر چڑھنے سے باز رہے اور ابو سفیان ایک ٹیکرے پر آیا اور پکارا کہ تم مین محمد ہین اور تم مین ابو بکرؓ ہین اور تم مین عمرؓ ہین اور حضرت صلعم نے ہر ایک کی پکار پر جواب دینے سے منع کیا پھر ابو سفیان نے اپنے ساتھیون سے کہا کہ یہ لوگ مارے گئے اگر ہوتے تو بولتے پس عمرؓ اپنے کو تھام نہ سکے اور بولے کہ او دشمن خدا تو جھوٹا ہے ابھی تیرے دکھ دینے والے یہ لوگ باقی ہین پھر ابو سفیان نے کہنا شروع کیا اُعلُ ہبل اُعلُ ہُبَل۔ تو نبی صلعم نے فرمایا کہ جواب نہین دیتے ہو۔ بولے کہ کیا کہین۔ فرمایا کہو اللہ اعلی واجل۔ ابو سفیان بولا کہ ہماری عزی ہے تمھاری عزی نہین۔ آنحضرت نے فرمایا کہو۔ اللہ ہمارا مولی ہے تمھارا کوئی مولی نہین۔ ابو سفیان بولا کہ یہ دن روز بدر کا بدلا تھا اسکو حضرت عمرؓ نے رد کر دیا کہ نہین تمھارے مقتول دوزخ مین اور ہمارے مقتول جنت مین ہین۔ وہ بولا کہ لڑائی گھومتی ہے کبھی ہمارا دائون اور کبھی تمہارا اور تم مقتولون مین ایسے لوگ پاؤ گے جو مثلہ کیے ہوے ہین سو مین نے انکے مثلہ کرنے کا حکم نہین دیا اور مجھے برا بھی نہین معلوم ہوا۔ اور یہ قصہ ارباب سیر نے طول کے ساتھ مفصل بیان کیا مگر مین نے بخاری و معالم وغیرہ سے تلخیص کیا ہے۔ بالجملہ اللہ عزوجل نے مومنون کو سمجھایا کہ ایمان و اسلام تو اللہ تعالی کی رضامندی و حصول درجات ہے دنیا کی چین و آرام و بلندی حاصل کرنے کو نہین ہے اگر احد کی لڑائی مین تمکو قتل و زخم کی مصیبت پہونچی کہ ستر شہید ہوے اور ستر زخمی ہوے تو اس سے تم حق پر ہو کر اور ثواب پا کر دیکھو کہ نظر سے کیون سست ہوے کیونکہ قوم جو باطل پر ہین اور انکو کوئی ثواب نہ ملا انھون نے بار ہین ایسا زخم تمھارے ہاتھون اٹھایا مگر بے صبر نہین ہوے وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا ۔ نصرفہا۔ بَيْنَ النَّاسِ ۔ یوما لفرقة ویوما لاخری لیتعظوا ۔ اور یہ ایام ہین کہ انکو ہم گردش دیتے ہین لوگون کے درمیان ف کوئی روز کسی فرقہ کے حسب مراد اور کوئی روز دوسرے فرقہ کے حسب مراد ہوتا ہے اور اسمین ہماری حکمتین ہین چنانچہ یہ کہ اس سے لوگ نصیحت پکڑین مترجم کہتا ہے کہ یتعظوا مقدر کرنے مین اشارہ ہے کہ یہ معطوف علیہ ہے اور اس کا معطوف قولہ۔ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ ۔ علم ظہور۔ الَّذِينَ آمَنُوا ۔ اخلصوا فی ایمانہم من غیرہم۔ اور تاکہ جانے اللہ تعالے علم ظہور کے ساتھ ان لوگون کو جو ایمان لائے یعنی ایمان مین مخلص ہوے ہین غیر مخلصون سے ف مترجم کہتا ہے کہ ظاہر آیۂ کریمہ سے وہم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے ان ایام کی مداولت لوگون مین اسواسطے کی تاکہ وہ مخلص کو غیر مخلص سے جان جاوے اور یہ علم حاصل کرے حالانکہ جناب باری تعالی تمام حوادث و واقعات کو انکی وقوع و وجود سے پہلے ہی جانتا ہے وقد قال ولا یعزب عن ربک مثقال ذرة فی السموات ولا فی الارض۔ اور پوشیدہ نہین تیرے پروردگار سے ذرہ برابر بھی آسمان و زمین مین اور سب اجماع ہے کہ اسکا علم قدیم ہے اس مین تغیر محال ہے اور امام رازی نے تغیر لیکر کہا کہ ایسا ہی اشکال ان آیات مین ہے قولہ ام حسبتم ان تدخلوا الجنة لما یعلم اللہ الذین جاہدوا منکم۔ اور قولہ ولقد فتنا الذین من قبلہم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین

اور نحوہ لنعلم ای الحزبین احصی لما لبثوا امدا - اور قولہ ولنبلونکم حتی نعلم المجاہدین منکم - اور قولہ الا لنعلم من تتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ اور قولہ لیبلوکم ایکم احسن عملا - پس ان سب آیات سے وہم یہ ہوتا ہی کہ اللہ تعالی کو ان اشیاء کا علم انکے حدوث پر ہوا حالانکہ یہ وہم قطعا غلط ہی او تعالی ان کے وجود سے پہلے ایسا ہی واقف و عالم ہی جیسا کہ انکے وجود پر اسکے نزدیک سب یکسان ہی پس جواب متکلمین نے یہ دیا کہ دلائل عقلیہ دال ہین کہ او تعالی حوادث کو قبل انکے وقوع کے جانتا ہی اور تغیر اسکے علم مین محال ہی لیکن علم کا اطلاق معلوم پر اور قدرت کا اطلاق مقدور پر مجاز مشہور ہی چنانچہ کہتے ہین کہ یہ علم فلان ہی یعنی یہ اسکا معلوم ہی اور ایسے ہی یہ قدرت فلان بمعنے مقدور فلان مجازاً کہا جاتا ہی پس جہان علم کے نئے پیدا ہونے کا علم ہوتا ہی وہان معلوم کا تجدد مراد ہی پھر جب یہ معلوم ہوا تو اس آیہ کریمہ مین چند وجوہ کا احتمال ہی اول آنکہ لیعلم ای لیظہر المخلص من غیرہ تاکہ ظاہر ہو جاوے اور متمیز ہو جاوے مخلص از منافق - دوم آنکہ لیعلم اللہ بحذف مضاف ہی ای لیعلم اولیاء اللہ تاکہ جان لے وہ شخص جو اللہ تعالے کا ولی ہی و لیکن تفخیم شان کے واسطے اپنی طرف نسبت فرمایا سوم آنکہ لیعلم اللہ ای لیحکم اللہ بالامتیاز پس چونکہ حکم مذکور بعد علم کے ہوتا ہی اسپر علم کا اطلاق کیا - چہارم آنکہ لیعلم اللہ ای لیعلم واقعاً کما کان یعلم انہ سیقع یعنی اسکو از راہ واقع ہونے کے جان لے جیسے جانتا تھا کہ عنقریب واقع ہوگی اسواسطے کہ جزا و سزا کا مدار محض معلوم پر نہین بلکہ واقع پر ہی اور یہی مراد ہی کلام **بیضاوی** کی کہ کہا تاکہ جان لے ایسے علم کے ساتھ جس سے جزا و سزا متعلق ہوتی ہی اور وہ علم کسی شی کا اسکے موجود ہونے کے ساتھ ہی - مترجم کہتا ہی کہ یہی علم ظہور ہی جو مفسر نے کہا و لیکن پوشیدہ نہین کہ علم آلہی جسکے وجود سے متعلق ہی وہ ضرور موجود ہوگی جیسے جس چیز کے عدم سے متعلق ہی وہ کبھی نہ موجود ہوگی اور علم آلہی پر ہر شی کی حالت وجود اور غیر وجود مین یکسان ہی جیسا کہ پہلے بیان ہوا پس علم مین کوئی فرق نہین ہوا اور فہم اسی سے **بیضاوی** نے اسکو لفظ قیل کے ساتھ ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا اور جو خود اختیار کیا ہی کہ غرض اس سے علم کا اثبات ہی بطریق برہان یعنی تاکہ کھل جاوے وہ جو علم آلہی مین ثابت ہی یعنی معلوم آلہی ثابت ہو جاوے اور شاید کہ کلام مفسرؔ کے بھی یہی معنی ہون لیکن خلاف اصطلاح ہی اور یہ کلام جید پاکیزہ ہی اور جو روایت ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ سے آئی یہ واسکے مانند مین کہا ای لنری من یصبر علی مناجزۃ الاعداء تاکہ ہم دیکھین جو صبر کرتا ہی دشمنان حق کے قتال مین - اور مترجم کہتا ہی کہ حق یہ ہی کہ اللہ عزوجل نے بندون سے انکے محاورات و انکی سمجھ کے موافق کلام فرمایا اور اس مین مجاز و استعارات و تمثیل کو جو بلاغت کی گویا اصل ہین استعمال فرمایا پس یہ کلام برسبیل تمثیل ہی ای فعلنا فعل من یرید ان یعلم یعنی جیسے کوئی بندہ کسی کام کو کسی بات کی آزمائش و جاننے کو کرتا ہی ہم نے بھی ویسا ہی کیا - **وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ** - یکرمہم بالشہادۃ تاکہ تم مین سے بعض کو درجۂ شہادت کرامت فرماوے - **وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ** - الکافرین ای لیعاقبہم و ما ینعم بہ علیہم استدراج - یہ جملہ معترضہ بیان ہی کہ تم مین سے بعض کو کرامت دے جو ثواب جزیل سے ہی "اور اللہ تعالے کافرون کو نہین چاہتا" یعنی انکو عذاب دیگا پس انکو جو ظاہر مین تمہپر فتح معلوم ہوتی ہی یہ نعمت انکے حق مین استدراج ہی ای رفتہ رفتہ انکو ہلاکت مین بڑھا دیا کہ ہبل وعزی کی طرف سے فتح سمجھے مدامد تعالی کے ساتھ شرک بڑھایا - **وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا** - لیطہرہم من الذنوب بما یصیبہم - پھر جو شہید نہین ہوے انپر فضل بیان کیا وعدہ تاکہ پاک کرے ایمان والون کو گناہون سے بسبب اس محنت کے جو انکو پہونچی اور تمحیص کہتے ہین کسی شی کو اسکے میل کچیل سے پاک کرنا پس مومن کو جو مصیبت پہونچے اور وہ صبر کرے تو اسکے گناہ معاف ہوتے ہین اگر ہون ورنہ اسکے درجات بلند ہوتے ہین او ظاہر ایمان یہی خیر صورت ہی - **وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ** - ای یہلک - یعنی تاکہ کافرون کو ہلاک کرے - مدارک مین کہا یعنی اگر کافرون پر شکست ہو تو یہ کہ ہلاک ہون اور مترجم کہتا ہی کہ مومنین مین سے شہدا لیے انکے مقابلہ مین کافرون کو نا پسند تھا اور مومنین مین سے زندہ کو بلندی درجات و طہارت کا فضل دیا انکے مقابلہ مین زندہ بچے ہوے کافرون کی ہلاکت فرمائی خواہ انکو فتح ہوت اور شکست ہوتا اسلیے کہ دونون طرح سے موت یا گناہ نکلی

ہلاکت مین پڑے فافہم ف عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے ہذا بیان للناس۔ حق سبحانہ وتعالی کا کلام یعنی قرآن مجید اسکی صفت ازلیہ ہی جو
امور کونین کے حقائق کھولنے والا ہی مگر ایسے شخص پر جسکو لیاقت حاصل ہی پس قرآن کے لائق وہ بندے ہین جنکی روح جلالی اور قلب جمالی ہی اور نفس
مطمئنہ اور سر باطنی انکا حق سبحانہ تعالے سے ہر اشارہ قبول کرتا ہی اور اسی گروہ کو معارف و کشف کے واسطے برگزیدہ فرمایا ہی اور جب یہ بات ٹھہری
تو حق عزوجل نے کلام پاک سے اہل قرآن کے لیے ایسی تجلی فرماتا ہی جس سے انکو مراد حق کھل جاتی ہی اور راہ صواب پر ہدایت ہوتی ہی کیونکہ وہ خزانہ قدم کی
کنجی ہی جو اسکے ساتھ موافق رہا اسکو پردہ حروف سے مشاہدہ صفت قدیمہ حاصل ہوتا ہی اور ہر مراد کو پہونچتے ہین **قال المترجم** اسمین اشارہ ہی کہ حروف
قدیم نہین ہین اور یہی حنفیہ وغیرہ محققین کا قول ہی پس شیخ رحمہ اللہ اگرچہ شافعی ہین لیکن جمہور شافعیہ مین ہین جنکا یہی قول ہی پھر جان لو کہ بعضے
اکابر نے تصریح کردی ہی کہ قرآن کے ظہر وبطن سے مراد یہی ہی کہ ظاہر اسکا ظہر ہی اور بطن اسکا اگر بلا حجاب ظہر ہو تو نور سے قاری فنا ہوجاوے سو یہ بات
ایسی ہی کہ عوام تو اسکو سمجھتے نہین ہین عجب ان لوگون سے ہی جو علما کی صورت مین ہین جب یہ بات سنتے ہین تو منھ دیکھتے ہین یا انکار کرتے ہین اور یہی حق ہی
اگرچہ وہ پڑھے انکار کیا کرین۔ اللہم اغفرلی واہدنی احسن الہدایہ۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے بندون کے واسطے قرآن
مین تجلی فرماتا ہی اور جسکو اسکے بیان پاجانے سے الہیبت صفت حاصل ہی اسی کو کشف جلال باریتعالی کی ذاتی لیاقت ہی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ قرآن والے اہل اللہ تعالے اور اسکے خاص بندے ہین ہر ایک کو اسی قدر خصوصیت ہی جتنی انکے مقامات مین ترقی کی ہی مترجم کہتا ہی
کہ حضرت صدیق اکبر رضی کی صفت مین آیا ہی کہ قراۃ قرآن کے وقت اپنی آنکھون کے مالک نہین رہتے تھے یعنی بے اختیار ان کو رونا چلا آتا تھا۔ پس
یہ ایسی بات ہی کہ صدیق کے احوال پر قیاس کرین خطاب قرآن سب بندون کو عام ہی کوئی قوم اسکو عقلی کانون سے سنتی ہی کہ یہ حکم ہی اور یہ عبرت ہی
اور کوئی قوم اسکو دل کے کانون شوق وحلاوت سے سنتی ہی اور کوئی قوم اسکو روح کے کانون محبت ومعرفت وانس سے سنتی ہی اور کوئی قوم
اسکو اسرار کے کانون سے ملاحظہ انوار کے ساتھ ازراہ کشف وبیان سنتی ہی اور یہ اسرار ووقائع منکشف نہین ہوتے مگر آدمیون کے واسطے اور جو
شخص کہ خلق آدم علیہ السلام سے آراستہ نہین اور نہ اسکو علم اسماء وصفات سے کچھ بہرہ ہی جو آدم علیہ السلام کو تمام وکمال عطا ہوا تھا تو وہ
جنگلی جانور ہی اسکو مشاہدہ قرآن وملاحظہ اسرار کہان ہی کیونکہ اللہ عزوجل نے ہم بندون کو آگاہ فرمایا کہ ہذا بیان للناس معلوم ہوا کہ آدمیون
کے واسطے ہی نہ جانورون کے لیے اور آدمی تو وہی ہی جسکا حال ہمنے بیان کیا وہی بیان الٰہی مین اللہ تعالی ہی کے ساتھ باقی رہتا ہی ماسوائے
حق کے سب سے قطع ہوتا ہی چنانچہ فرمایا۔ وہدی وموعظۃ للمتقین **حضرت جعفر** نے فرمایا کہ بیان کو لوگون کے واسطے ظاہر کردیا لیکن اسپر
مستنبہ کوئی نہین ہوتا سوائے اسکے جسکو اسکی طرف سے نور یقین اور اسرار پاکیزہ سے تائید وتوفیق ملی ہی کیا تو نہین دیکھتا کہ اسنے فرمایا۔ ہدی
وموعظۃ للمتقین۔ آگاہ رہو کہ اس بیان سے ایسا ہدایت پانا اور ایسی نصیحت لینا انھین متقیون کو حاصل ہی جنھون نے سوائے حق عزوجل کے
سب چیز سے تقوی کیا ہی استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک قوم کے واسطے تو یہ قرآن ازراہ دلائل عقلی بیان ہی اور دوسری قوم کے واسطے
ازراہ مکاشفہ قلوب اور قوم دیگر کے واسطے ازراہ تجلی حق در اسرار مترجم کہتا ہی کہ عقل سے مراد یہ نہین ہی جو عوام سمجھتے ہین بلکہ اپنی اصطلاح
کے موافق ہی اور وہ عقل کلی ہی جسپر مین نے بارہا تنبیہ کردی ہی قولہ تعالے ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون۔ اللہ عزوجل نے انکو حقائق
ایمان سے آگاہ فرمایا جو کہ یقین ہی اور یقین یہ کہ دل کو پروردگار عزوجل کے وعدے پر سکون ہو مترجم کہتا ہی کہ بعضے جاہلون نے جو اپنے آپکو
عالم معقول جانتے ہین تصور کیا کہ منطقی اذعان ایمانی یقین سے اعلیٰ ہی اور یہ مہمل کلام ہی آجتک مین اسکو نہین سمجھا اور اہل حقیقت کے
نزدیک یقین وہ نزول سکینہ ہی قلب مین جسکو تصور وتصدیق سے جو علم حصولی کے اقسام مین ہی کچھ تعلق نہین ہی اور مین نے بعض مقام پر بیان کردیا

کہ فلاسفہ کی تصدیق جسکا مدار استدلال پر ہی محض وہی ہی تو نہین دیکھتا کہ بوعلی سینا لیس الا کذا کو شفا رمین اذعان کرتا ہی اور افلاطون کے نزدیک وہ ہیولی ثابت نہین جسکو ارسطو ثابت کرتا ہی پس ہر ایک اپنے دعوے پر اذعان سے لیس الا کذا کا قائل ہی حالانکہ دونون متناقضین جمع نہین ہو سکتی ایک قطعاً غلط ہی پھر لیس الا کذا کی یہ حقیقت ہی اللہ تعالی ایسی گمراہی سے بچاوے - ای اہل ایمان نور نبوت حضرت محمد صلعم سے علم حاصل کرو اور نفس و شیطان سے تبری کرو تب تصدیق کے معنی معلوم ہون دیکھو تصدیق ایمانی والون مین سے وہ ہین جن کے سر پر آرا چلایا گیا اور آگ مین جلائے گئے اور وہ اپنی تصدیق پر رہے فافہم واللہ الہادی وہو المفضل ونعوذ باللہ من الضلال - اس آیت مین اللہ تعالی نے بیان کر دیا کہ جب تم معالج ایمان و تصدیق مین ہوے تو تمھارے دشمن پر تمھاری فتح و تمھارا غلبہ جاری ہی پھر غمناکی و ضعف کے کیا معنی ہین کیونکہ جسنے حقیقت حال معاینہ کیا اسکا یقین وہی یقین قوی ہی اور اس سے سب اندوہ جاتے رہے اور عارف کا اندوہ وہ ہی جو مشاہدہ سے غیبت طاری ہونے کے وقت قبض پیدا ہونے سے اسکے سینہ کو تنگی ہوتی ہی اور خوشی اسکی وہ ہی جو ملکوت پروردگار کے انکشاف کے وقت اس کی روح کو کشادگی ہوتی ہی - اور محمد بن موسی سے پوچھا گیا کہ آدمی کا کیا حال ہی کہ کبھی اندوہناک اور کبھی فرحناک ہوتا ہی - فرمایا کہ غزلے لے روح پردہ پڑ جانے اور تجلی ہونے مین بدلتی ہی سو تجلی کے وقت اسکو خوشی ہوتی ہی اور پردہ پڑنے کیوقت اندوہ چھا جاتا ہی پس جب پردہ مین مہجور رہا اندوہناک ہوا اور جب اسنے الطاف کی نظر دیکھی خوش ہوا اور جب سخط و خشم کی نگاہ دیکھی تو خوفناک قلق مین ہو گیا قال المترجم اسمین حال صحابہ رضی اللہ عنہم کیطرف لطیف اشارہ کیا فافہم

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ

کیا تم کو خیال ہی کہ داخل ہو جاوگے جنت مین اور ابھی معلوم نہین کر دیے اللہ نے جو تم مین سے جہاد کرنے والے ہین اور معلوم کرے

الصّٰبِرِيْنَ ○ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ص فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ

ثابت رہنے والے اور تم تو آرزو کرتے تھے موت کی موت سے ملنے سے پہلے سو ابھی دیکھا تمنے اسکو اور تم

تَنْظُرُوْنَ ○ ع

دیکھتے ہو

ع ۱۴ ۱۴

اَمْ - بل حَسِبْتُمْ - مفسر نے ام کو بل سے تفسیر کرنے مین اشارہ کیا کہ ام منقطعہ ہی اور ہمزہ انکار ہی یعنی بلکہ تم نے خیال کیا ای البیامت خیال کرو - اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا - لم - يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ - علم ظہور - کہ داخل ہو جاو تم جنت مین اور نہین معلوم کیا اللہ نے ان لوگون کو جنھون نے جہاد کیا تم مین سے علم ظہور کر کے ف مفسر نے لما یعلم کی لم یعلم سے تفسیر کرتے مین اشارہ کیا کہ یہ دونون بمعنے واحد ہین جیسا کہ جمہور کا قول ہی اور زمخشری نے کہا کہ لم و لما مین فرق یہ ہی کہ لما مین نفی ماضی و توقع مستقبل ہوتی ہی ای نہین صادر ہوا جہاد تم سے ماضی مین ولیکن آیندہ کو متوقع ہی علی ما ذکرہ الرازی اور کہا گیا کہ یہ معنی لما کے امام النحاۃ سیبویہ نے ذکر کیے ہین مگر ابو حیان نے زمخشری پر اعتراض کیا کہ مجھے نہین معلوم ہوا کہ کسی نحوی نے لما کے یہ معنی کہے ہون بلکہ انھون نے اتنا ہی کہا کہ لما سے تا ایندم متصل نفی ہوتی ہی پھر بیضاوی نے ذکر کیا کہ اسمین دلیل ہی کہ جہاد فرض کفایہ ہی مترجم کہتا ہی شاید منکم کی لفظ سے نکالا کہ بعض کے ادا کرنے پر دلالت کرتا ہی فتامل - وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ - فی الشدائد اور نہین جانا سختیون مین صبر کرنے والون کو ف ابھی تک ایسے لوگ متمیز نہین ہوے جو مجاہد صابر ہین اور جو جھوٹے منافق

ہین حتی کہ جب امتحان سخت آجاویگا تب مقبول ہوجاوینگے جو ثابت قدم رہینگے اور یہ غزوۂ خندق مین ہوا جسکا بیان احزاب مین ہی۔ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ - فیہ حذف احدی التائین فی الاصل یعنی تتمنون۔ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ حیث قلتم لیت لنا یوما کیوم بدر لننال ما نال شہدائہ۔ اور البتہ تم لوگ موت کی تمنا کیا کرتے تھے قبل اسکے کہ موت سے ملاقی ہو کیونکہ تمنے کہا کہ کاش ہمکو ایک دن ویسا ملتا جیسا بدر کا دن تھا تاکہ حاصل ہوتا ہمکو جو حاصل ہوا شہداء بدر کو۔ ایسا ہی ابن عباسؓ سے مومنون کا دعا کرنا مروی ہوا ہی۔ اگر کہا جاوے کہ تمنے موت تو منع ہی قرطبیؒ نے جواب دیا کہ مسلمانون سے موت کی تمنا کرنا شہادت کی تمنا ہی جو جہاد مین صبر و ثبات پر مبنی ہی نہ اس بات پر کہ کفار انکو قتل کر ڈالین اسواسطے کہ یہ تو معصیت و کفر ہی جو نہین جائز ہی پس رغبت شہادت کی نہی اگرچہ مودی بقتل ہو۔ مترجم کہتا ہی کہ صریح ممانعت تو موت کی بددعا اپنے اوپر کرنے سے ہی اور محققین نے کہا مطلقا موت کی تمنا ممنوع نہین بدلیل آنکہ اللہ تعالے نے یہود کو کہا کہ فتمنوا الموت ان کنتم صادقین۔ اور حضرت یوسفؑ نے دعا کی کہ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین پس کل ممانعت کا جزع و فزع دنیادی محنت پر ہی اور یہان شہادت کی امید پر ہی جو قطعا خیر ہی اسیواسطے موت کی شہادت تفسیر کی گئی۔ اور یہی اثر ابن عباسؓ مین مصرح ہی کہ شہادت مانگتے تھے پس سوال وارد ہی نہین ہوتا۔ اور یہ جو کہا گیا کہ اسمین غلبۂ کفار کی دعا ہی کیونکہ انکے غلبہ سے قتل ہونا شہادت ہی تو یہ وہم ہی کیا تونہین دیکھتا کہ بدر مین باوجود غلبۂ مومنین کے بھی شہید ہوے تھے۔ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ - سو تم نے موت کو دیکھ لیا ف ای سببہ وہو الحرب۔ یعنی سبب موت کو دیکھ لیا جو حرب و لڑائی ہی کیونکہ خود موت کو انھون نے نہین دیکھا تھا۔ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ - ای بصراء تتاملون الحال فلم انہزمتم۔ بصراء بضم اول جمع بصیر ہی پس معنے آنکہ اور حال یہ کہ تم بصیر و نظر والے لوگ ہو حالت مین تامل کی نگاہ کرسکتے ہو کہ کیونکر ہی پھر تم کیون بھاگے۔ اصل سوال یہ کہ فقد رایتموہ کے بعد وانتم تنظرون کے کیا معنے ہین پس مفسرؒ کا جواب مذکور ہوا اور معالم وغیرہ مین کہا کہ یہ بطور تاکید کے ہی اور یہ اخفشؒ کا قول ہی۔ پھر کہا گیا کہ اسمین گونہ توبیخ ہی کہ انھون نے حرب کی تمنا کی پھر بھاگ نکلے اور چاہیے تھا کہ تمنا کرکے مانگی تھی تو دلیرانہ لڑتے اور صبر کرتے اور نیز تو بیخا یہ بھی اشارہ ہی کہ بلا و امتحان کی تمنا کرنا نہین چاہیے کیونکہ بندہ اسکے امتحان کے لائق نہین ہی وہ خود امتحان مین لاتا اور توفیق دیکر خود ہی پار اُتارتا ہی اور اسکے مویئد ہی جو صحیحین مین ثابت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ دشمن سے بھڑنے کی تمنا مت کرو اور اللہ تعالی سے عافیت مانگو اور جب تم سے دشمن سے مڈبھیڑ ہو پڑے تو صبر سے ثابت قدم رہو اور جان لو کہ جنت تلوارون کے سایہ تلے ہی

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ

اور محمد تو ایک رسول ہی ہوچکے پہلے اس سے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مرگیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤگے

عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ

اُلٹے پانون اور جو اپنے الٹے پانون پھر جائیگا وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑے گا اور جلد اللہ ثواب دیگا

الشَّاكِرِينَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا ۗ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ

بھلا ماننے والون کو اور کسی جان کو یہ نہین کہ مرجاوے مگر اللہ کے حکم ہی سے لکھا ہوا وعدہ اور جو کوئی چاہیے گا

الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا ۚ وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ ۝

دنیا کا بدلا ہم دنیا سے اسکو دینگے اور جو کوئی آخرت کا بدلا چاہیگا ہم اسمین سے اسکو دینگے اور جلدی ہم ثواب دینگے احسان ماننے والون کو

وما محمد الا رسول

ونزل فی ہزیمتہم لما اشیع ان النبی صلعم قتل وقال لہم المنافقون ان کان قتل فارجعوا الی دینکم جب عین معرکہ احد میں یہ آواز فاش ہوئی کہ نبی صلعم قتل ہوئے پس صحابہ بھاگے اور منافقون نے اُنسے کہا کہ اگر وہ قتل ہوئے تو تم اپنے دین کی طرف لوٹو تب نازل ہوا قولہ تعالے۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۔ نہین محمد مگر رسول۔ اس ایک صفت پر اقتصار کیا بطور مجاز کے ہے اور معنی یہ کہ مقصود انسے یہی رسالت ہے نہین کہ اسکے سواے یہ بھی مقصود ہو کہ انکو موت نہ آویگی جیسا تم نے بعید جانا کیونکہ حی قیوم صفت باریتعالی ہے اور بات یہ ہوئی تھی کہ بروز احد یہ بات پھیل گئی کہ محمد صلعم مارے گئے اور اس خبر پر جو صحابہؓ نے ہزیمت اُٹھائی تو ہر چند حضرت صلعم نے آواز دی کہ اِدھر میری طرف آؤ ادھر آؤ کسی نے نہ سنا پس جو بھاگے ہوے پہاڑی پر تھے بعض نے کہا کہ ہم کو کوئی ایسا ایلچی مل جاتا جو عبداللہ بن ابی منافق کے پاس مدینہ جاتا تاکہ وہ ابو سفیان سے ہمارے لیے امان لیتا اور بعضے منافقون نے کہا کہ اگر محمد قتل ہوے تو کیسے نبی تھے تم اپنے پہلے دین میں آؤ اور قریش کو ہاتھ دیدو کہ وہ آخر تمھارے بھائی ہین پس انس بن النضرؓ نے دونون کے کلام سے بیزاری و پناہ مانگی اور حضرت صلعم کے بعد زندہ رہنا بیکار سمجھکر تلوار سے مشرکون پر سخت حملہ کیا آخر کو شہید ہوے اور حضرت صلعم پہاڑی کی طرف لوگون کو پکارتے چلے پہاڑی پر اول جسنے پہچانا وہ کعب بن مالک ہین پھر آواز دی کہ اے مسلمانو خوش ہو کہ رسول اللہ صلعم یہ موجود ہین آنحضرت صلعم نے اشارہ سے منع کیا پھر صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے ایک ٹکڑا آپ کی طرف جمع ہوا آپ نے انکو بھاگنے پر ملامت کی بولے کہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہم کو جب یہ خبر پہونچی کہ آپ قتل ہوے تو ہمارے دل رعب مین آگئے ہم اُلٹے پاؤن بھاگے پس اللہ عزوجل نے یہ آیت اُتاری۔ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ابن ابی نجیح نے اپنے باپ سے روایت کی کہ مہاجرین مین سے ایک شخص ایک انصاری کی طرف بھاگتے مین گذرا اور پوچھا کہ بھلا تم کو معلوم ہے کہ محمد صلعم قتل ہوے تو انصاری نے جانیے خون مین لتھڑے پڑے تھے فرمایا کہ اگر محمد صلعم قتل بھی ہوے ہین تو وہ دین تکو پہونچا چکے تم اپنے دین کی طرف سے لڑو پس نازل ہوا قولہ وما محمد الا رسول الآیۃ۔ رواہ البیہقی۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۔ اس رسول کرم سے پہلے بہت رسول گذر چکے ف یعنی محمد بھی انھین رسولون کی طرح عنقریب گذر جایگا۔ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ کغیرہ۔ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۔ رجعتم الی الکفر والجملۃ الاخیرۃ محل الاستفہام الانکاری ای ماکان معبودا فترجعوا۔ کیا اگر مرا یا قتل ہوا (مانند دیگر بعض انبیا کے) تو تم رجوع کروگے اپنی ایڑیون پر (یعنی لوٹ پڑوگے کفر پر) ف یہی جملہ اخیرہ محل استفہام انکاری ہے یعنی وہ معبود نہین تھا کہ اسکی موت وقتل پر تم لوٹ جاؤ کہ پھر کس کی عبادت کرو۔ یہ آیت حضرت مصعب بن عمیرؓ کی زبان پر اُتری کہ جو جنگ احد کے روز حضرت صلعم کے نشان بردار تھے جب ابن قمیہ ملعون نے حضرت صلعم کا قصد کیا اور پتھر مارا کہ آپ کے زخم آگیا درحالیکہ لوگ پریشان تھے تو مصعبؓ نے اُس ملعون کو روکا اور حال یہ ہوا جو ابن سعدؒ نے طبقات مین بطریق واقدیؒ روایت کیا کہ انکا دہنا ہاتھ کاٹا گیا پس نشان بائین ہاتھ مین لیا اور یون کہتے تھے کہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔ پھر بایان ہاتھ کاٹا گیا تب نشان پر جھک رہے اور بازو سے چپٹایا اور یہی کہے جاتے تھے پھر قتل ہوے تب نشان گر پڑا محمد بن شرحبیل عبدری راوی کہتے ہین کہ ہنوز یہ آیۃ وما محمد الا رسول قرآن مین اُتری بھی نہ تھی پھر اسکے بعد اتری ہے اگر کہا جاوے کہ مات او قتل شک ہے بحرف او اور یہ جناب باری تعالے سے محال ہے جواب یہ کہ او مساوات حکم کے لیے ہے یعنی خواہ ایسا ہو یا ایسا ہو کوئی بھی مرتد ہونے یا شکست اٹھانے کا مستوجب نہین ہے اور یہان تو درحقیقت دونون مین سے کچھ بھی نہین واقع ہوا۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالی نے بہت سی آیات مین بیان فرمایا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلعم قتل ہونگے چنانچہ قولہ انک میت وانہم میتون۔ اور واللہ یعصمک من الناس۔ اور لیظہرہ علی الدین کلہ پھر او قتل کیونکر فرمایا۔ تو جواب دیا گیا کہ

یہ بطریق الزام ہے کہ تم یہود و نصاریٰ سے کم ہوتے ہو حالانکہ یہود تے جانا کہ موسیٰؑ مر گئے مگر وہ نہین پھرے اور نصاریٰ نے اپنے زعم پر اعتقاد
کیا کہ عیسیٰؑ قتل ہوئے مگر نہین پھرے تم کیونکر ایسا کر سکتے ہو۔ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا۔ وانما
یضر نفسہ۔ اور جو کوئی اُلٹے پاؤن پھرا وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ ضرر کریگا ف بلکہ وہ اپنے آپ ہی کو ضرر پہونچاویگا۔ کیونکہ ثواب سے
محروم ہوگا۔ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔ نعمۃ بالثبات اور اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرماویگا شاکرون کو۔ یعنی ان لوگون کو جو شکر کرتے
ہین اسکی نعمتون کا ساتھ ثبات کے۔ یعنی قائم رہتے ہین اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر اور اس کے دین کے واسطے لڑتے ہین اور اس کے
رسول صلعم کی خواہ زندہ ہون یا انتقال فرمایا ہو پیروی کرتے ہین۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم کی زندگی مین
کہا کرتے کہ واللہ ہم اُلٹے پاؤن نہین پھرینگے بعد اسکے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہدایت فرمائی اور واللہ اگر حضرت صلعم مرے یا قتل ہوے تو
ضرور مین اسی راہ پر لڑے جاؤنگا جسپر حضرت صلعم لڑے یہانتک کہ مرجاؤن رواہ الطبرانی اور بخاری کی حدیث وفات مین ہے کہ ابوبکرؓ نے
آکر حضرت صلعم کا چہرہ مبارک کھولا (جب آپ انتقال فرما چکے تھے) اور منھ کے بل آپ پر گر پڑے اور بوسہ لیا اور رو کر کہا کہ میرے ماں باپ
آپ پر فدا۔ اللہ تعالیٰ دو موتین آپ پر جمع نہ کریگا۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ ابوبکر نکلے اور عمر لوگون سے باتین کہتے تھے (یعنی جو حضرت صلعم
کو مردہ کہیگا مین قتل کرونگا) عمرؓ سے کہا کہ بیٹھو اے عمر پھر خطبہ پڑھا اما بعد جو شخص کہ محمد کو پوجتا تھا تو محمدؐ نے تو انتقال کیا اور جو اللہ تعالیٰ
کو پوجتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے کبھی اسکی پاک ذات کو موت نہین۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افاین تا
قولہ وسیجزی اللہ الشاکرین۔ ابن عباس نے کہا کہ واللہ گویا لوگون کو یہ آیت ہی معلوم نہ تھی یہانتک کہ ابوبکرؓ نے پڑھی ہے پس کوئی بشر
نہین تھا مگر آنکہ اس کی زبان پر یہی آیت تھی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ الشاکرین ای وہ لوگ جو دین پر ثابت رہے وہ ابوبکر
اور صحابہؓ ہین پس علی کرم اللہ وجہہ کہتے تھے کہ ابوبکرؓ شاکرون کے امیر تھے اور سب سے زیادہ شکر گزار اور اللہ تعالیٰ کو محبوب تھے
وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ بقضاۂ كِتٰبًا۔ مصدر ای کتب اللہ ذلک کتابا مُّؤَجَّلًا
موقتا لا یتقدم ولا یتاخر فلم انہزمتم والہزیمۃ لا تدفع الموت والثبات لا تقطع الحیوۃ۔ یعنی نہین سزاوار ہے کسی نفس کو کہ مرجاوے مگر باذن اللہ
(یعنی بقضاء الٰہی) لکھدیا اللہ تعالیٰ نے اسکو وقت کرکے (کہ وہ نہ پہلے ہو سکے اور نہ پیچھے) ف پھر تم لوگ کیون بھاگے حالانکہ بھاگنا
موت کو دور نہین کر سکتا اگر وقت آگیا اور معرکہ مین ثابت رہنا زندگی کو نہین کاٹتا اگر وقت نہین آیا ہے۔ نفس کی طرف مرنے کی نسبت
کرنا باوجودیکہ اسکو اختیار نہین ہے مجازاً ہے اور اس مین نامردون کو شجاعت دلائی اور قتال کی ترغیب دی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے قدم کرنا
اور جسکو نامرد مہلکہ سمجھتے ہین آہین گھسنا عمر کو کاٹتا نہین ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا خلاف کرنے سے عمر بڑھ سکتی ہے جیسا کہ اعمش [illegible] نے
حبیب بن ظبیان سے روایت کی کہ ملک فارس پر جہاد کرنے کی حالت مین دریائے دجلہ کے ادھر مسلمان اور ادھر ایرانی فوج تھی سو ایک
مسلمان نے کہا اور وہ حجر بن عدیؓ ہین کہ تم کو کون چیز ان دشمنون کی طرف عبور کرنے سے روکے ہے یہ دجلہ بھلا کیونکر موت دے گا
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا مؤجلا۔ یہ کہکر دجلہ مین اپنا گھوڑا ڈال دیا انکے پیچھے مسلمانون نے بھی
گھوڑے ڈالے اور ایرانیون نے جو یہ حال دیکھا تو اپنی زبان مین ایک دوسرے سے کہا دیوان اند۔ یہ لوگ دیوین اند خوفناک ہو کر بھاگے۔
رواہ ابن ابی حاتم عن العباس بن یزید العبدی عن ابی معاویہ عن الاعمش بہ۔ کذا ذکرہ ابن کثیر۔ وَمَنْ يُّرِدْ بعملہ ثَوَابَ
الدُّنْيَا۔ ای جزاءہ فیہا۔ نُؤْتِهٖ مِنْهَا۔ ما قسم لہ ولا حظ لہ فی الآخرۃ یعنی اور جس نے چاہا اپنے کام سے ثواب دنیا اسکا اپنے

کام کی جزا دنیا مین تو دیتے ہین ہم اس کو دنیا سے یعنی اس قدر جو اس کے واسطے مقسوم ہی پھر آخرت مین اسکا کچھ حصہ نہین اور ظاہر ثواب دنیا فتح وغنیمت ہی اگر کہا جاوے کہ آخرت مین حصہ نہونا کہان سے معلوم ہوا تو مین کہتا ہون کہ بدلیل حدیث آئندہ اور آگے کے کلام سے جو برسبیل مقابلہ واقع ہوا یعنی - وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا - ای من ثوابہا - اور جو چاہے ثواب آخرت دینگے ہم اس کو آخرت سے یعنی ثواب آخرت سے وہ جنت ہی جانو کہ ثواب تو ابھی دے دیا مگر اس کو وہان پہونچنے پر ملے گا اور یہ بعد موت کے شروع ہو جاتا ہی - وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ - اور قریب ہم جزا دین گے شکر گزار ون کو - یہ بڑا فضل کا وعدہ ہی کہ انکا ثواب تو ملے گا پھر دینے والے ہم ہین جس کی مقدار کوئی کیا قیاس کر سکتا ہی - اور حدیث صحیح مین آیا کہ اللہ تعالی نے فرمایا مین نے اپنے پرہیزگار بندون کے لیے وہ کچھ رکھا ہی جسکو کسی آنکھ نے نہین دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ وہ کسی بشر کے دل مین خطور ہوا - یعنے حواس وعقل سب سے بالاتر ہی اور کہا گیا کہ یہ دیدار حضرت باری عزوجل ہی - اور آیت مین تعریض ہی ان لوگون پیچ غنیمت لوٹنے کے واسطے خلاف حکم رسول صلعم کر بیٹھے اور مدح ہی ان لوگون کی جو حکم پر ثابت رہے - اور جان رکھو کہ ثواب دنیا چاہتے سے یہ مراد ہی کہ غرض اسکی فقط دنیا ہو پس اسکو دنیا تو قسمت بھر ملتی ہی اور آخرت سے محروم ہوتا ہی اور آخرت چاہنے والون سے یہ مراد ہی کہ انکا ہر فعل خالص اللہ تعالے کے واسطے ہو پس انکو آخرت کا پورا ثواب ملتا ہی اور دنیا مین بھی قسمت بھر ملتا ہی پس ظاہر ہوا کہ دنیا چاہنے والا بڑا کمبخت ہی اور فرق فقط ایک نیت کا ہی اور عمر بن الخطاب رض سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا سوا اسکے نہین کہ اعمال ساتھ نیتون کے ہین اور شخص کے لیے وہی ہی جو اس نے نیت کیا پس جس شخص کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو گی اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ اس کو حاصل کرے یا کسی عورت کی طرف کہ اس کو نکاح مین لاوے تو اسکی ہجرت اسی چیز کے لیے ہو گی جس کی طرف اس نے ہجرت کی رواہ البخاری ومسلم واہل السنن والمسانید وغیرہم حتی قیل انہ حدیث متواتر ف ۲ عرائس البیان مین اشارات آیات مین یون ذکر کیا کہ قولہ تعالی وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل - اللہ عزوجل نے اس خطاب مین سب کو عتاب کیا یعنی جب مین نے تم کو اپنے معبود و پروردگار قادر مختار ہونے کے اپنے نبی صلعم کی زبان سے خبر دیدی اور اپنے رسول صلعم کی رسالت سے تم پر اپنی ہی بندگی واجب کی اور تمکو اپنی الوہیت کی شان پہونچوا دیے کہ بلا واسطہ تمنے جان لیا پھر تمکو کیا ہوا کہ تم نے حضرت صلعم کے درمیان سے جاتے رہنے سے تزلزل کیا اور حالت فترت وامتحان کے وقت تم حقائق ایمان واخلاص سے مضطرب ہو گئے سو تم اگر میرے جلال کے مشاہدے مین رہتے تو اسکی موت سے یا میرے تمہارے درمیان ہر واسطہ کے اٹھ جانے سے مضطرب نہوتے اسواسطے کہ جسنے حق عزوجل کو مشاہدہ ومعائنہ کیا تو اسکی محبت وبندگی بغیر واسطہ ربوبیت کے ہمیشہ اس کی ذات سے قائم ہوتی ہی قال المترجم یعنے اسکی محبت اور بندگی کرنا اس واسطہ کی وجہ سے نہین ہوتا کہ او تعالی ہمارا پروردگار ہی اور اسکی پرورش کیوجہ سے ہم بندگی کرین اور اس سے محبت کرین بلکہ محبت وبندگی محض ذات باریتعالی عزوجل کے واسطے ہی بدون لحاظ کسی واسطہ کے قال الشیخ اور انبیا و اولیا پر کچھ نہین مگر یہی کہ خبر دین وآگاہ کرین کہ اوتعالی نے یہ حکم دیا ہی اور اسکی مراد کو ظاہر کر دین - پھر ان سب مین سے حضرت صدیق اکبر و انکے قریب قریب مرتبہ والے لوگون کو خاص فرمایا اللہ تعالی ان سب سے راضی ہو کیا تو نہین دیکھتا کہ جب حضرت سید عالم صلعم نے انتقال فرمایا تو صدیق اکبر رض نے کہا جو شخص محمد صلعم کو پوجتا تھا تو محمد صلعم نے انتقال فرمایا اور جو اللہ تعالی کو پوجتا تھا تو اللہ تعالے زندہ ہی کبھی نہین فنا ہو گا اور یہ وصف اس آیت کے آخر مین ظاہر ہی مترجم کہتا ہی کہ شیخ نے جو کہا کہ آیت مین سب کو

عتاب فرمایا سوائے حضرت صدیق وانکے مانند رضی اللہ عنہم کے تو یہ سمجھنا نچاہیے کہ انکے مراتب مین نقصان ہے بلکہ یون سمجھو کہ یہ انھین کا مرتبہ تھا کہ حضرت مالک الملک الحی القیوم وحدہ لاشریک لہ عزوجل نے انکو اس خطاب عتاب سے سرفراز کیا جس سے محبت ٹپکتی ہے بخلاف اُن احکام کے جو کافرون کے حق مین دیے کہ وہ دو قسم کے ہین بعض ان کافرون کو ہین جو علم الٰہی مین کافر مرے اُنکو غضب و لعنت کے ساتھ ہے اور بعض اُنکو جو آیندہ ایمان لانے والے تھے تو انکو جھڑکی اور خشم سے ہے فہالشیں ملا ہوا فافہم - قولہ تعالیٰ افائن مات او قتل انقلبتم علے اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا ۔ اسکے بعد حضرت صدیق اکبر واس کے مانند لوگون کے حق مین فرمایا کہ وسیجزی اللہ الشاکرین - یعنی ابوبکرؓ اور جس کا قلب انکے قلب کے مثل تھا ایمان ویقین رکھنے مین یہ مزید جزا شکر کے واسطے یہ شاکرین مراد ہین اور انکا شکر یہ ہے کہ پروردگار کے معاملہ و ولایت مین مستقیم رہے اور منجملہ انکے شکر کی جزا کے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو فتح دی اور شریعت کے فراخ خوشنما میدان سے انھون نے سرکش مردودون کو بھگا دیا - واسطیؒ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر سب کی آنکھین بند ہوگئین سوا ے ایک مرد کے اسی نے ان سب پر فضل ظاہر کیا سو جہ سے کہ اپنر فضیلت دیا گیا تھا اور وہی بصیرت کے ساتھ انکو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہین پس گویا اس آیت کی مراد مین وہی مخصوص ہین اور باقی امت اس سے عاجز رہی بسبب اسکے کہ بصائر مین سستی تھی اور یہ سب معاملہ اللہ ہی کی طرف سے تھا وہ جس کو چاہے اپنے فضل سے خاص کرے اور ابوبکر کی فضیلت اس قول سے ظاہر ہوئی کہ جو محمد صلعم کو پوجتا تھا سو محمد صلعم نے تو انتقال کیا قال المترجم اس قول کے معنے یہ ہین کہ ای لوگو تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو کچھ محمد صلعم کو نہین پوجتے تھے پھر یہ حیرانی و اضطراب وتشکک بدگمانی کیا ہے تم تو اللہ عزوجل کو پوجتے تھے جسکی طرف تم کو حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کردی وہی دائمی باقی حی قیوم ہے اب بھی اسی کی عبادت کرو اور حضرت صلعم کی تجہیز وتکفین کرو اور اسمین اشارات وحقائق ہین کہ مین گنجایش بیان نہین پاتا ہون مگر یہ اشارہ کہ قدم نبوت پر وہی قائم ہے قال المترجم اگر کہا جاوے کہ ابن عباس کی روایت مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول مذکور ہے کہ واللہ ہم الٹے پاؤن نہین پھرینگے بعد از انکہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی واللہ اگر رسول اللہ صلعم انتقال کرین یا قتل کیے جاوین اسی پر قتال کرونگا جسپر حضرت صلعم نے قتال کیا یہانتک کہ مرجاؤن واللہ مین انکا بھائی دولی اور چچا کا بیٹا ہون مجھسے زیادہ کون انکے ساتھ احق ہے رواہ الطبرانی تو جواب یہ ہے کہ کمال صدق ایمان ہے اور حیات وہ حضرت صلعم کی زندگی مین فرماتے تھے جیسا کہ اسی روایت مین مصرح ہے اور وہ وقت تھا کہ نور ظاہر باہر تھا جب وفات ہوئی اور اس واسطہ سے راہ بند ہوکر تاریکی ہوئی تو حیرانی وحیرانی سب پر چھاگئی سوا ے اس کے جسکی راہ مستقل کشادہ ہوئی پھر جب اسکی طرف واسطہ ہوا تو وہی نور نظر آیا مگر فرق کے ساتھ اسی واسطے ابن عباس نے فرمایا کہ واللہ گویا لوگون کو معلوم ہی نہ تھا کہ اللہ عزوجل نے یہ آیت اُتاری ہے یہانتک کہ ابوبکرؓ نے اسپر پڑھدی پھر انھین سے سنکر سب لوگون نے اسکو پڑھا سو مین کسی بشر کو لوگون مین سے نہین سنتا تھا مگر آنکہ وہ یہی آیت کو پڑھتا تھا - اور سعید بن المسیب نے عمرؓ سے روایت کی کہ یہ سنکر عرق عرق ہوگئے اور زمین کی طرف جھک پڑے من حدیث البخاری سیوطی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابوبکرؓ کو امیر الشاکرین کہا اور شاکرین کی تفسیر مین کہا کہ وہ ابوبکرؓ وانکے صحاب ہین اور کہا کہ ابوبکر ہی سب سے زیادہ شاکر اور سب سے زیادہ محبوب نکلے اللہ تعالیٰ کی طرف - اور یہین سے اہل حق نے قاطبۃً اتفاق کیا کہ ابوبکر افضل ہین اور یہی معنی ہین کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ابوبکر خلیل اللہ ہین اور فرمایا کہ انکار فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اور مومنین سوا ے ابوبکرؓ کے دوسرے کو - یعنی خلافت لکھنے کی حاجت نہین خود ہی ارادۂ الٰہی عزوجل جاری ہے کہ اوتعالے ابوبکر ہی کو سب سے اول برگزیدہ فرماتا ہے اور اسی کے ارادہ پر مسلمانون کے دل موافقت کرینگے اور حضرت

یحییٰ منیری قدس سرہ نے کہا کہ کوئی آسمانی ہو یا زمینی مقبول نہین جب تک ابوبکرؓ کے افضل ہونے کا قائل نہو اور مترجم کہتا ہی کہ بعض کبار کا قول ہی کہ جو ابوبکرؓ کی افضلیت و خلافت حقہ کا قائل نہو اسکا کوئی عمل میرے نزدیک قبول نہوگا کما فی جامع الترمذی و بالجملہ اس مین اہل حق و جنکو نور ایمان حاصل ہی کسی نے خلاف نہین کیا سوا انکے جو اپنی ہوائے نفس کے پابند ہین۔ قال الشیخ اور شیخ حسین نے فرمایا کہ رسول کے واسطے نہین مگر وہی جسکا انکو حکم دیا گیا یا انپر کشف کیا گیا کیا تو نہین دیکھتا کہ کیسے اُنسے پوچھا گیا کہ کس چیز مین ملاء اعلیٰ ایک دوسرے پر پیش قدمی چاہتے ہین یعنی انھون نے کوئی حس نہین سُنا اور نہ جانا پھر جبکہ انسے یہ بات پوشیدہ تھی تو انکو مشاہدہ دیا پس صفت ہیز واقع ہوئی اور انھون نے شہود حق عز و جل کے ساتھ مشاہدہ کیا اور بشریت کی یہ خفیف صفت جو مانع تھی جاتی رہی پس انھون نے تمام علوم کو بیان فرمایا قال المترجم یہ اشارہ اس حدیث کی طرف ہی کہ آپ نے فرمایا مین نے اپنے پروردگار کو نہایت عمدہ صورت مین دیکھا مجھسے فرمایا کہ اے محمد مین نے عرض کیا کہ اے پروردگار مین خدمت مین حاضر ہون فرمایا کہ کس بات مین ملاء اعلیٰ یعنی فرشتے ایک دوسرے پر پیشقدمی کرتے ہین تا آخر حدیث رواہ الترمذی و الامام احمد و الدارمی وغیرہم پس مطلب یہ کہ اگر وہ تمام علوم غیب پر واقف ہوتے تو انسے یہ کیون پوچھا جاتا پھر شہود حق سے انکو تمام علوم کا جہانتک امکان بشری ہی انکشاف ہوا کیونکہ صفت باریتعالیٰ مخلوق مین قدیم ہوجانا محال ہی۔ فافہم واللہ اعلم۔ قولہ تعالیٰ و ما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا موجلا۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اسکی قدرت سے یہ بات ہی کہ زندہ کو موت دیتا ہی کہ اعظم از ایجاد زندہ ہی اور عجب از ابقاء زندہ ہی اسواسطے کہ موجود مین تو خود کچھ قدرت ہونے کا وہم بھی ہی بخلاف معدوم کے کہ اسمین کچھ قدرت نہین ہی۔ اور نیز اہل ریاضت کی طرف اشارہ ہی کہ نفس امارہ کچھ ریاضت و مجاہدہ سے زائل نہین ہوتی وہ تو مطمئنہ جبھی ہوتی ہی کہ اللہ تعالیٰ کا اذن و ارادہ متعلق ہو اور اسکی یاد و مناجات کی حلاوت سے اطمینان پاتی ہی اور واسطیؒ نے فرمایا کہ کوئی نفس نہین کہ فنا و بقا کی قدرت رکھے بلکہ اجل سب مقدر ہین جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و لکل اجل کتاب ہر اجل کے واسطے لکھی تقدیر ہی قولہ تعالیٰ و من یرد ثواب الدنیا نؤتہ منہا و من یرد ثواب الآخرۃ نؤتہ منہا۔ ثواب دنیا تو معرفت ہی اور ثواب آخرت مشاہدہ ہی مترجم کہتا ہی کہ شاید مشاہدہ سے دیدار عیانی مراد ہی۔ قوال اور نیز ثواب دنیا محبت ہی اور ثواب آخرت قربت ہی اور نیز ثواب دنیا تو صحبت اولیا ہی اور ثواب آخرت صحبت حق جل و علا ہی۔ اور بعض نے کہا کہ ثواب دنیا عافیت ہی اور بعض نے کہا کہ شکر نعمت بجا لانے کا الہام ہی اور ثواب آخرت جنت و اسکی نعمتین ہین قال المترجم یہ تفسیر اشبہ بظاہر ہی در حق ثواب آخرت۔ مگر ثواب دنیا مفسرین نے بھی فتح و غنیمت قرار دی ہی

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ

اور بہت نبی ہین کہ جن کے ساتھ ہو کر لڑے ہین بہت خدا کے طالب پھر کچھ ہارے نہین تکلیف ہو پہنچنے سے اللہ کی راہ مین

مَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا

سست ہوئے نہ دب گئے اور اللہ چاہتا ہی ثابت رہنے والون کو اور کچھ نہین بولے مگر یہی کہا

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ

کہ اے رب ہمارے بخش ہمارے گناہ اور جو ہمسے زیادتی ہوئی ہمارے کام مین اور ثابت رکھ ہمارے قدم اور مدد دے ہم کو منکر

الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ع

قوم پر پھر دیا انکو اللہ نے ثواب دنیا بھی اور خوب ثواب آخرت کا اور اللہ چاہتا ہی نیکی والون کو

وکاین - کم - یعنی کاین بمعنے کم خبریہ ہی ای بہتیرے۔ پس مفسرؒ کے نزدیک احتمال ہی کہ کاین مفرد لفظ بمعنے کم ہو اور احتمال ہی کہ مرکب

ہو جیسا کہ **خلیل و سیبویہ** نے کہا کہ ای اور کاف تشبیہ سے مرکب ہو کر کم کے معنی میں ہو گیا اور معالم میں فرمایا کہ تنوین کی کوئی خطی صورت نہیں سوائے اس لفظ کے کہ بحرف نون لکھی جاتی ہے۔ **مِّن نَّبِيٍّ قٰتَلَ** ۔ وفی روایۃ قاتل والفاعل ضمیر کا یعنی قتل بروزن مجہول ابو عمرو و **ابن کثیر و نافع** کی قراۃ ہے اور ایک قراۃ میں **قاتل** از مفاعلت آیا ہے باقیوں کی قراۃ ہے اور فاعل اسکا اسکی ضمیر ہے مَعَہٗ۔ خبر مقدم اور **رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ** ۔ جمع کثیرہ یعنے معہ خبر مقدم اور اسکا مبتدا ربیون کثیر موخر ہدف مفسرین کے آپس میں کئی قول ہیں اول قُتِلَ مجہول ہے اور معنے یہ کہ بہت نبی مقتول ہوئے اور انکے اصحاب سے بہت ربیون مقتول ہوئے پھر باقیوں کو اس سے بھی کچھ ضعف ایمان لاحق نہوا اور یہی ابن جریر و ابو حاتم نے اختیار کیا اور اسپر وارد ہوتا ہے کہ سعید بن جبیر و حسن نے کہا کہ قتال میں کوئی نبی کبھی مارا نہیں گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ آیۂ کریمہ میں قتال میں مارا جانا اگرچہ صریح مذکور نہیں اور فی سبیل اللہ بمعنے جہاد ہونا ضرور نہیں ولیکن ثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین سے یہی اظہر ہے۔ بالجملہ قُتِلَ میں اس صورت میں ضمیر راجع بجانب نبی ہو گی واضح ہی بہت سے نبی قتل ہوا ہر ایک کہ جسکے ساتھ بہت سی ربانی جماعتیں ہیں دوم آنکہ قتل میں ضمیر نہیں بلکہ مفعول مالم یسم فاعلہ ربیون کثیر ہے اور معنی یہ کہ بہت نبی گذرے کہ انکے ساتھ لڑائی میں ربیون کثیر مارے گئے اور اسی کو **زمخشری** نے ترجیح دی اور اسپر وارد ہوتا ہے کہ فما وھنوا پھر وہ لوگ سست نہوتے" یعنی مقتول ہونے کے کیونکر کہا جا سکتا ہے اور اگر باقیون کو کہا تو انکے ساتھ انکا نبی موجود رہا ہے۔ اسی واسطے ابو عبیدؒ نے قاتل کی قراۃ اختیار کی کیونکہ اس میں یہ معنے مستقیم رہتے ہیں اور اسوجہ سے کہ جب قتال کرنے والے کی مدح ہو گی تو مقتول کی مدح بدرجہ اولیٰ ہو گی بخلاف اسکے عکس کا اور یہی وجہ سوم ہے۔ چہارم آنکہ کلام میں حذف ہے تقدیر یہ کہ وکاین من نبی قتل ومعہ ربیون کثیر۔ یعنی اکثر نبی مارا گیا اور اسکے ساتھ ربیون کثیر تھے پس وہ بعد نبی کے مقتول ہونے کے ضعیف و سست نہوے۔ اور تقدیر واو کی ایسے مقام پر شائع ہے جیسے قتل فلان معہ جیش کثیر یہ معالم میں مذکور ہے اور احسن یہ ہے کہ اس صورت میں بدون تقدیر واو کے معہ ربیون کثیر حال ڈالا جاوے اے درحالیکہ اسکے ساتھ ربیون کثیر تھا اور یہ جہ موجہ ہے اور اسکو محمد **بن اسحقؒ** نے ذکر کیا اور **سہیلیؒ** نے اسی قول کی تائید میں مبالغہ کیا اور واقعی مستقیم ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اور آیات سابقہ میں ان مسلمانوں پر عتاب فرمایا جو بروز احد بھاگ نکلے قتال چھوڑ کر فقط اس آواز کے سنتے ہی کہ محمد صلعم مقتول ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اسمیں ملامت کی کہ بہت نبی پہلے گذرے کہ نبی مقتول ہوا درحالیکہ اسکے ساتھ میں ربیون کثیر تھے مگر وہ سست نہوے تم کیوں بھاگے کیا نبی کے مقتول ہوتے سے کوئی اللہ تعالیٰ کا دین چھوڑ کر بھاگتا ہے **قال المترجم** لیکن قول حسن و سعید بن جبیر اسپر بھی وارد ہوتا ہے پھر ربیون کثیر کے جو معنی مفسرینؒ نے ذکر کیے ہیں **ابن کثیرؒ** نے ابن عباس و سعید و مجاہد و قتادہ و عکرمہ و حسن و ربیع و عطاء سے ذکر کیے ہیں اور حسنؒ نے کہا علماء کثیر۔ اور ابن مسعودؓ سے ربیون ای ہزاروں۔ اور **کلبی** سے کہ ربیہ جو واحد ہے وہ فقط دس ہزار ہے۔ اور کہا گیا کہ ربی منسوب برب پھر کسرہ اول بسبب تبعیت کے تغیر کیے جیسے بَصرہ و بِصری بکسر اول۔ اور بعض نے کہا منسوب بجانب ربہ بمعنے جماعت ہے۔ **فَمَا وَهَنُوْا** ۔ جنبوا پھر یہ لوگ نامرد نہوے۔ **لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ** ۔ من الجراح وقتل انبیائہم واصحابہم۔ بوجہ اس مصیبت کے جو انپر راہ الٰہی میں پہونچی ف کہ زخمی ہوے اور انکے انبیا و ساتھی مارے گئے۔ **وَمَا ضَعُفُوْا** ۔ عن الجہاد۔ اور جہاد کرنے سے ضعیف نہوے۔ **وَمَا اسْتَكَانُوْا** ۔ خضعوا العدو بہم کما فعلتم حین قیل قتل النبی صلعم۔ خضوع نہیں کیا اپنے دشمن کے واسطے یعنی اسکے سامنے پست نہیں پڑ گئے ف کہ جو ملیہ کرے جیسے تمنے کیا جبکہ کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہوے۔ یہ اشارہ ہے انکے قصد کا جو قصہ میں گذرا کہ عبد اللہ بن ابی منافق کے ذریعہ سے قریش سے امان مانگیں اور ڈھیلے ہو گئے۔ **وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ** ۔ علی البلاء ای یثیبہم۔ بلا و جہاد پر صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ

دوست رکھتا یعنی ثواب دیتا ہے۔ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ۔ عند قتل نبیہم مع ثباتہم وصبرہم۔ یعنی انکے پیغمبر کے قتل ہونے کے وقت باوجود صبر و ثبات کے انکی زبان سے کچھ نہین نکلتا تھا سوائے اسکے کہ إِلَّا أَن قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا۔ تجاوزنا الحد۔ فِي أَمْرِنَا۔ ایذانا بان ما اصابہم بسوء فعلہم وھضما لانفسہم۔ اُنھون نے یہی کہا کہ الٰہی ہم کو بخشدے ہمارے گناہ اور ہمارا اسراف یعنی حد سے تجاوز کرنا ہمارے کامون مین ف یہ انکی طرف سے اظہار تھا کہ جو انکو پہونچا وہ انھین کے بُرے کامون کے سبب سے ہوا اور نیز اپنے نفس کا انکسار تھا۔ اور یہ بھی کہتے کہ۔ وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا۔ بالقوۃ علی الجہاد۔ اور جہاد پر قوت دیکر ہمارے قدم ثابت رکھ۔ وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ اور ہم کو کافرین قوم پر نصرت دے ف جہاد مین ہم کو غالب رکھ اور شیطان ہم پر تسلط نہ پاوے۔ فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا۔ النصر والغنیمۃ۔ پس اللہ تعالیٰ نے انکو ثواب دنیا عطا کیا ف نصرت و غنیمت اور عظیم ثواب آخرت بھی دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ ایسا ہی بیضاوی و معالم و سراج وغیرہ تفاسیر موجودہ مین فتح و غنیمت سے ثواب الدنیا کی تفسیر موجود ہے لیکن یہ ہو معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ غنیمت کا مال حلال ہونا اس امت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے خصائص سے ہے سابق مین کسی پر حلال نہین ہوا اسیواسطے شاید شیخ ابن کثیر نے فتح و عافیت سے تفسیر کی۔ وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ۔ ای الجنۃ وحسنہ التفضل فوق الاستحقاق۔ اور حسن ثواب آخرت دیا یعنے ثواب آخرت سے جنت مراد ہے اور حسن ثواب یہ کہ استحقاق سے زیادہ دیا۔ اور زمخشری وغیرہ نے کہا کہ ثواب آخرت کے ساتھ حسن کی خصوصیت اسواسطے کر دی کہ دلالت ہو کہ اسی کو فضیلت و تقدم ہے اور دنیا کسی شمار مین نہین اور یہ سب انکی نیکوکاری کا عوض ہے۔ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔ اور اللہ تعالیٰ نیکوکارون کو محبوب رکھتا ہے ف اور ثواب جزیل عنایت فرماتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنقَلِبُوا

اے ایمان والو اگر تم کہا مانوگے منکرون کا تو تم کو پھیر دینگے اُلٹے پانوَن پھر جا پڑوگے

خَاسِرِينَ ○ بَلِ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ ۖ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ ○ سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ

نقصان مین بلکہ اللہ تمھارا مددگار ہے اور وہی سب سے بہتر مددگار اب ہم ڈالینگے کافرون کے دل مین

كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا ۖ وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۚ

ہیبت بسبب اسکے کہ انھون نے شریک ٹھہرایا اللہ کا جسکی اسنے سند نہین اتاری اور انکا ٹھکانا دوزخ ہے

وَبِئْسَ مَثْوَى الظَّالِمِينَ ○

اور بری بستی ہے بے انصافون کے لیے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا۔ اے ایمان والو اگر تم ان لوگون کی جو کافر بنے ہین اطاعت کرلو ف جس کا تم کو حکم کرتے ہین یعنی رائے دیتے ہین اگر ایسا کروگے تو۔ يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ۔ ای الی الکفر۔ تم کو یہ کفار تمھارے اُلٹے قدم پھیر دینگے ف یعنی کافر بناوینگے۔ کہا گیا کہ مراد کافرون سے منافق ہین کہ شکست کھانے اور بھاگنے پر مسلمانون سے کہا کہ مشرکین قریش سے امان لے لو کہ وہ تمھارے بھائی ہین یا پہلے دین پر ہو جاؤ کہ محمد صلعم اگر نبی ہوتے تو قتل نہوتے۔ اور کہا گیا کہ مشرکین قریش مراد ہین اور کہا گیا کہ علی العموم کل کافرون کی اطاعت سے ممانعت ہے اگرچہ منافقین کی طرف اشارہ اقرب ہے الحاصل اگر تم کافرون کی بات مانوگے تو اُلٹے پانون کافر ہو جاؤگے۔ فَتَنقَلِبُوا خَاسِرِينَ۔ تو دنیا و آخرت دونون مین خوار ہو جاؤگے

ف اسطرح کہ دشمن کی طاعت ذلت وخواری ہی اور آخر کفر کی طرف مودی ہوکر عاقبت کا عذاب ہی۔ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ۔ ناصرکم
یعنے مولی بمعنے ناصر۔ ای فتح دینے والا ہی اور بعض قرارۃ مین۔ اَللّٰہَ۔ بنصب ہی پس بل اطیعوا اللہ۔ بلکہ اللہ تعالے ہی کی اطاعت کرو
وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ۔ فاطیعوہ دونہم۔ پس اسکی طاعت کرو نہ کافرون کی۔ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ
كَفَرُوا الرُّعْبَ۔ بسکون العین وضمہا الخوف وقد عزموا العود الیہم من احد علی العود واستیصال المسلمین فرعبوا ولم یرجعوا اکثر کی
قرارۃ رعب بسکون عین اور ابن عامر وکسائی کی قرارۃ بضم عین ہی اور معنی اس کے خوف ہین اور حال یہ تھا کہ مشرکین جب مکہ کو واپس ہوئے
تو راہ مین کہا کہ ہم نے بہت برا کیا کہ اکثرون کو قتل کیا جب تھوڑے باقی رہے تو چھوڑ کے چلے آئے لوٹو کر ان کو جڑ سے کھود دین پس
انپر رعب چھا گیا اور نہین لوٹے یہی اللہ تعالی نے فرمایا۔ المعنے عنقریب ہم کافرون کے دلون مین رعب ڈالدینگے۔ یہ اکثر مفسرین کا قول ہی
اور بعض نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے پہاڑی پر پہونچکر فرمایا ای اللہ میرے وہ اوپر نہ آوین پس ابوسفیان ومشرکین کو رعب چھا گیا حتی کہ ابوسفیان نے
پہاڑی کے کوتے پر آکر باتین کین اور کہا کہ ای محمد ہمارا تمھارا وعدہ سال آیندہ مین بدر کا مقام ہی اگر تم چاہو تو آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالے
اور اسپر وارد ہوتا ہی کہ سنلقی مین سین استقبال کا ہی پس روز احد سے کچھ پیچھے ہونا چاہیے مترجم کہتا ہی کہ مطلقاً رعب ڈالنے کے وعدے پر
اسواسطے نہین محمول کیا کہ بعد اس لڑائی کے پھر وہ لوگ پندرہ ہزار کی جماعت سے مدینہ پر چڑھ آئے تھے لیکن خائب وخاسر واپس گئے مین کہتا ہون کہ
سخت خوفناک ہوکر واپس ہوے تھے جیسا کہ غزوۂ احزاب کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی بیان کرونگا پس اسی پر محمول کرنا اولی ہی واللہ اعلم
پھر اسطرح انکے دلون مین رعب ڈالنے کی وجہ فرمائی۔ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ۔ ای بسبب اشراکہم باللہ۔ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا۔
حجۃ علی عبادتہ وہو الاصنام۔ یعنی ہم انکے دلون مین رعب ڈالدینگے بسبب انکے شرک لانے کے اللہ تعالی کے ساتھ عبادت مین ایسی چیز کو
کہ نہین اُتاری اللہ تعالے نے کوئی حجت اس چیز کی عبادت کرنے پر۔ اور وہ بت ہین حاصل یہ کہ مشرکون نے اپنی راے سے اللہ تعالی کا شریک
بنایا تو اللہ تعالی انکے دلون مین رعب ڈالیگا کیونکہ مشرکین مکہ بت پرست تھے پس تنبیہ انکی موافقت سے ہی ورنہ سواے حق عز وجل کے کسی چیز
کی عبادت روا نہین خواہ بت ہون یا کوئی اور صلیب وغیرہ ہو کسی پر حجت نہین اُتاری ہی۔ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ۔ اور آخرت مین ان مشرکون کا
ٹھکانا جہنم ہی۔ وَبِئْسَ مَثْوَى۔ ماوی۔ الظّٰلِمِيْنَ۔ الکافرین ہی۔ یعنی برا ٹھکانا ہی ظالمون کا یعنی کافرون کا یہ یعنی آگ۔
ف پس لفظ ہی مخصوص بالذم ہی اور ظلم سے شرک وکفر مراد ہی کیونکہ شرک ظلم عظیم ہی ف رعب سے فتح پانا آنحضرت صلعم کی خصوصیات
مین سے ہی چنانچہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے مجھے انبیا پر فضیلت دی چار باتون سے۔ انھین مین یہ بھی فرمایا کہ فتح
دیا گیا مین رعب سے ایک مہینہ کی راہ کہ وہ رعب ڈالا جاتا ہی میرے دشمنون کے دلون مین اور حلال کی گئین میرے لیے غنیمتین رواہ احمد والترمذی وقال
حسن صحیح وکذا ثبت فیما رواہ سعید بن منصور ومسلم وغیرہم اور عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ اللہ تعالی نے قلب ابوسفیان مین رعب ڈالا
وہ مکہ کو لوٹ گیا پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوسفیان نے تم مین ایک ٹکڑے کو مصیبت پہونچائی اور اب لوٹ گیا اور اللہ تعالی نے اسکے
دل مین رعب ڈالدیا کذا قال فی تفسیر قولہ سنلقی فی قلوب الذین کفروا الآیۃ۔ رواہ ابن ابی حاتم اور معنے اسکے بھی وہی ہونگے کہ راہ مین سے
اودھر قصد نہ کیا بلکہ مکہ کو لوٹ گیا ف فی العرائس قولہ تعالے بل اللہ مولاکم۔ یعنی محبت ازلی کے ساتھ تمھارا محب ہی اور تمھارے شر نفس سے تمکو
بچانے والا ہی اور ہر خطرہ سے جو غیر حق کی طرف لیجاوے تمھارا نگہبان ہی اور تمھارا ناصر ہی اسوقت مین کہ تم اس کی بندگی ادا کرنے کی مشقتین اٹھاؤ
اگرچہ تمھارے نفوس اسکے اٹھانے سے انکار کرین۔ اور شیخ ابن عطا نے فرمایا کہ جبکہ امر ونواہی بجالانے وباز رہنے کا تمکو حکم دیا ہی انکی

برداشت مین تمھارا معین ہی - اور حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ دار آخرت مین تمھارے امور کا متولی ہی اور ابن عطارؒ نے خیر الناصرین مین کہا یعنی تمھارے نفس و خواہش سب پر تم کو فتح دینے والا ہی **قال المترجم** حاصل اسکا یہ کہ جہاد مین جہاد نفس بھی داخل ہی

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ

اور ضرور اللہ نے سچ کردیا اپنا وعدہ جب تم لگے کاٹنے مشرکون کو اس کے حکم سے یہانتک کہ جب تم نے نامردی کی اور جھگڑے

فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ

اس امر مین اور نافرمانی کی بعد ازانکہ تم کو دکھا دیا تمھاری خوشی کی چیز کوئی تم مین چاہتا تھا - دنیا اور کوئی تم مین

مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ

چاہتا تھا آخرت کو پھر تم کو پھیر دیا مشرکون سے تاکہ آزماوے تم کو اور البتہ معاف کردیا تم کو - اور اللہ

فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

فضل فرماتا ہی مومنون پر

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ - ایاکم بالنصر یعنی اللہ تعالی نے جو تم کو نصرت کا وعدہ دیا تھا وہ اللہ تعالی نے سچا کردیا - معالم مین مذکور ہی کہ محمد بن کعب القرظیؒ سے روایت ہی کہ جب احد سے واپس ہوکر مسلمان مدینہ مین آئے تو بعض صحابہ رضؓ نے کہا کہ یہ مصیبت ہم کو کہان سے پہونچی حالانکہ حق تعالی نے نصرت کا وعدہ فرمایا تھا پس یہ آیت نازل ہوئی - جاننا چاہیے کہ وعدہ سے مراد یا مطلق وعدہ نصرت ہی یا وعدۂ انزال ملائکہ ہی - شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہین سے ایک قول ہی کہ قولہ تعالی ہذا یمددکم ربکم بخمسة آلاف من الملائكة مسومين - بروز احد واقع ہوا ہی - اور بعض نے ذکر کیا کہ عروة بن الزبیرؒ نے کہا کہ اللہ تعالی نے انکو صبر و تقوی پر پانچ ہزار فرشتہ مسومین سے مدد کا وعدہ فرمایا تھا اور وہ پورا کردیا لیکن کچھ دیر گذری تھی کہ مسلمانون مین سے بعض نے ناشکری کی اور امر رسول صلعم کی نافرمانی کی اور جس جگہ رسول صلعم نے مقرر فرمایا تھا وہ جگہ چھوڑ دی اور دنیا کی طرف قصد کیا پس ملائکہ کی مدد اٹھالی گئی - بہرحال صدق وعدہ سے ابتداے روز مین فتح دینا مراد ہی چنانچہ فرمایا - اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ - تقتلونهم - بِاِذْنِهٖ - بارادته - جبکہ کاٹتے تھے تم انکو یعنی انکو قتل کرتے تھے باذن اللہ یعنے بارادۂ الٰہی - اور قاموس مین ہی کہ حس بمعنے قتل و استیصال ہے اور مراد یہان معنی اول ہین کیونکہ دوسرے معنی متحقق نہین ہوے - اور بیضاوی مین ہی کہ حسه ابطل حسه - اسکی جنبش مٹا دی - الحاصل اللہ تعالی نے اول اپنا وعدہ نصرت تم کو پورا کردیا - حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ - جبنتم عن القتال - یہان تک کہ جب تم بزدل ہوے جہاد سے ف - یعنی جہاد سے نظر اٹھا کر دنیاوی غنیمت کی طرف جھکے اور فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین جھگڑنے لگے اور صریح حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی تو نصرت اٹھالی گئی اور ابن جریجؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ فشل بمعنے نامردی ہی - وَتَنَازَعْتُمْ - اختلفتم - فِي الْاَمْرِ - ای امر النبی صلعم بالمقام فی سفح الجبل للرمی فقال بعضكم نذهب فقد نصر اصحابنا و بعضكم لا تخالف امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم - اختلاف کیا تم نے حکم معلوم مین ای حکم نبی صلعم مین کہ سفح جبل مین ٹھہرے رہنے کا حکم کیا تھا تاکہ تیر مارتے رہو پس تم نے یون اختلاف کیا کہ بعض نے کہا کہ ہم مال غنیمت لوٹینگے کیونکہ ہمارے لوگون کو فتح دی گئی اور بعض نے کہا کہ ہم حکم نبی کی مخالفت نہ کرینگے کہا گیا کہ فشل کی تفسیر یہ اختلاف ہی پس واو عاطفہ

تغییری کا ہے اور الامر کا الف لام عہد ہے - اور اختلاف دراصل انھیں لوگوں نے کیا جو لوٹنے کو کہتے تھے نہ انھوں نے جو وہیں کھڑے رہنے پر جمے تھے لیکن وجود اختلاف چونکہ ہر دو قول سے تھا تو دونوں کی طرف اختلاف کی نسبت کی صرف تصویر اختلاف کے لیے ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اختلاف کرنے والوں میں سے جو قول صواب پر ہیں وہ خدا و رسول کے موافق اور اپنی مخالفت والوں سے مخالف ہوتے ہیں لہذا بیان کر دیا کہ خلاف صواب پر کون تھے بقولہ - وَعَصَيْتُمْ - امرہ فترکتم المرکز لاجل طلب الغنیمۃ - اور نافرمانی کی تم نے حکم رسول کی پس تم نے مرکز چھوڑ دیا بغرض غنیمت چاہنے کے - مِّنۢ بَعْدِ مَآ أَرَىٰكُم - اللہ - بعد ازانکہ دکھلا دیا تم کو اللہ تعالیٰ نے مَّا تُحِبُّونَ جس کو تم چاہتے تھے ف یعنی فتح کو وجواب اذا دل علیہ ما قبلہ ای منعکم نصرہ - اور جواب اذا کا محذوف ہے اسپر ماقبل دلالت کرتا ہے یعنی اذا فعلتم کذا وکذا منعکم نصرہ - جب تم نے ایسا ویسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی فتح تم سے ممنوع کر دی حاصل آنکہ اول اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ نصرت تم پر سچا کر دیا کہ تم نے اپنی فتح و قتل کفار کو دیکھ لیا یہاں تک کہ جب تم نے جہاد چھوڑ کر دنیاوی مال کی جانب نامردی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم میں باہم جھگڑنے لگے اور آخر تم نے صریح حکم سے خلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے نصرت منقطع کر دی حالانکہ پہلے تم اپنی مرغوب چیز یعنی فتح کو آنکھوں دیکھ چکے تھے - مِنكُم مَّن يُرِيدُ ٱلدُّنْيَا - فترک المرکز لاجل الغنیمۃ - بعض تم میں سے دنیا چاہتا تھا پس اسنے مرکز کو دنیاوی مال غنیمت کے واسطے چھوڑ دیا اور یہی باعث خشم ہوا - وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ ٱلْءَاخِرَةَ - فثبت حتی قتل کعبد اللہ بن جبیر واصحابہ بعض تم میں سے آخرت کا طالب تھا پس آخرت چاہنے والا ثابت رہا مرکز پر یہاں تک کہ مشرکین سواروں نے انکو شہید کر ڈالا مانند عبد اللہ بن جبیر اور ان کے ان ساتھیوں کے جو ان کے ساتھ رہے اور وہ دس سے کم تھے اور باقی چالیس سے زیادہ ایسے تھے کہ من یرید الدنیا میں شامل ہوئے - ابن عباس نے فرمایا کہ کسی لڑائی میں ایسی فتح نہ تھی جیسی احد کے روز شروع میں تھی دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - اذ تحسونہم باذنہ - تم انکو کاٹتے تھے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کما فی روایۃ احمد عنہ مرسلاً - اور ابن مسعودؓ فرماتے تھے کہ بروز احد اگر میں قسم کھاتا کہ ہم میں سے کوئی دنیا نہیں چاہتا تو امیدوار ہوتا کہ میں سچا ہوں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا منکم من یرید الدنیا - بالجملہ پیادوں کی جماعت میں سے اکثر نے عصیان کیا اور حدیث ابو داؤد سے ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم کسی قوم پر ان کی اکثر جماعت کی بنیاد پر ہوتا ہے پس یہاں بھی اکثروں کی نافرمانی پر معصیت کا عتاب کیا - ثُمَّ صَرَفَكُمْ - ای ردکم بالھزیمۃ عَنْهُمْ - ای الکفار - پھر رد کر دیا تم کو بھگا کر انسے یعنی کافروں سے - یعنی بھاگنے سے تمہارے منہ کافروں سے پھر گئے - بعض نے کہا کہ بعید یہ ہے کہ جب انھوں نے دنیا کی طلب میں کافروں کی شرکت کی تو اس جہت میں انکے مانند ہوئے پس فضل نصرت سے محروم ہوئے کیونکہ نصرت واسطے اعلاء کلمۃ اللہ تعالیٰ و رفع درجات آخرت تھی نہ آنکہ دنیا خوب حاصل کر لو - اور نیز آیت میں یہ فقہ ہے کہ اختلاف سخت بدتر چیز ہے جب کوئی قوم اختلاف کرے تو مستوجب محرومی ہوگی اور یہ فقہ ہے کہ جب خشم نازل ہوا تو جماعت کو عموماً شامل ہو جاتا ہے لیکن نیک نیتوں کا حشر انکی نیت پر ہوتا ہے اور یہ حدیث صحیح میں بھی آیا ہے - بالجملہ تمہارے معصیت وغیرہ پر کافروں سے تمہارا منھ پھیر دیا و نصرت قطع کر دی - لِيَبْتَلِيَكُمْ - لیمتحنکم - فیظہر المخلص من غیرہ - یعنے کافروں سے تمہارے منھ پھیرنا اور اپنی مدد کو اٹھا لینا اسواسطے تھا کہ تمکو امتحان کرے پس مخلص و غیر مخلص ظاہر ہو جاوے حالانکہ او تعالیٰ داناتر ہے - وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ - ما ارتکبتموہ - اور البتہ عفو کیا جو تم نے کیا تھا اور یہ نص ہے کہ اللہ عز وجل نے ہزیمت احد کو معاف فرمایا اگرچہ کبیرہ گناہ تھا اور اس سے صریح ثابت ہوا کہ کبیرہ عفو ہوتا ہے برخلاف قول ما زیدیہ کے کہ وہ نہیں مانتے ہیں قاتلہم اللہ تعالیٰ اور بعض نے کہا کہ عفا عنکم بمعنے ابقاکم ہے ای تم کو باقی رکھا مٹا نہیں دیا اور یہ تفسیر باطل ہے کیونکہ موجب

عدول ازظاہر ہو۔ وَاللّٰہُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ بالعفو۔ اور اللہ فضل والا ہی مومنون پر ساتھ عفو کے۔ اس سے صریح معلوم ہوا کہ ارتکاب کبیرہ گناہ سے بندہ مومن رہتا ہی پس رد ہو گیا قول معتزلہ کا کہ کہتے ہین کہ وہ نہ مومن ہوتا ہی نہ کافر بیچ بین لٹکا رہتا ہی یہانتک کہ توبہ کرے اور توبہ نہ کی تو دائمی جہنمی ہی ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالی منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ جاننا چاہیے کہ یہاں اللہ تعالے نے صحابہ کرام کا ذکر کیا ہی جو درواقع ازل مین اللہ تعالی کے نزدیک خیرامت وبزرگ مرتبہ تھے پس انکی لغزش اگر تھی تو راہ اللہ تعالی کی جناب مین تھی بخلاف کافرون ومشرکون کے کہ وہ اس راہ مین آنے ہی نہین پائے ہین انکی لغزش سراسر کج راہ شیطان وبادیہ ضلالت مین ہی پس گویا دونون لغزشون مین اس راہ سے بالکل تباین وجدائی ہی اور آسمان وزمین کا فرق ہی جب یہ معلوم ہوا تو شیخ رحمہ اللہ نے بیان اشارات کو راہ مستقیم والون کے حق مین ارادہ دنیا پر محمول کیا اور ہر ایک کے مرتبہ کے موافق اسکا ارادہ دنیا بیان کیا چنانچہ کہا کہ تم مین سے بعض وہ شخص ہی کہ قدیمی غناسے متصف ہو گیا اور تمکین کے ساتھ اس سے نکلا اور نعمت مین شکر منعم مع دیدار دیکھا جیسے سلیمان علیہ السلام اور بعض تم مین سے وہ ہی جو تنزیہ وتقدیس کی صفت مین آیا اور قدس قدم کی صفت سے طہارت قدیم سے متصف ہوا پس ایسے بندے خلقت فقر کے ساتھ برآمد ہوتے ہین کہ توحید مین تجرید کرتے ہین اور قدم کو حدوث سے بالکل الگ کرتے ہین جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ روایت ہی کہ الفقر فخری مترجم کہتا ہی کہ یہ لفظ ان کتابون مین معروف بحدیث ہی اور محدثین رحمہم اللہ تعالے کے بیان بالاتفاق موضوع ہی حدیث نہین ہی شاید شیخ نے بالمعنے منسوب کیا واللہ اعلم اور ابو سعید خراز نے کہا کہ جب تک تم اپنے ساتھ وا اپنے اوصاف کے ساتھ ہو تمھاری ہمت بھی حوادث ومخلوقات دارین ہو نگی اور جب اللہ تعالی نے تم کو اپنی ولایت مین لیا اور تمھاری صفات سے تمکو خالی کر دیا اور تمھارے وجود فنا کیے اور مخلوقات کی طرف سے نظر اور اسکی خواہش سے جدا کیا تو وصل بحق مع الحق ہوگی اور فرمایا کہ انکے اسرار پر طلوع تجلی سے انکے آثار مٹ جاتے ہین اور عیس واضح ہو کہ ابتدائے جنگ احد مین اللہ تعالی نے فتح ونصرت بجانب مومنین رکھی آخر جب درہ کوہ کے محافظین نے خلاف حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غنیمت لوٹنے کا قصد کیا تو اللہ تعالی نے وہ نصرت پھیر دی اور آخر ایک جماعت نے ہزیمت اٹھا کر پہاڑی کا رستہ لیا چنانچہ آیندہ آیات مین فرمایا بقولہ تعالے

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ فِیْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ

جب تم چڑھتے جاتے تھے اور پیچھے نہ دیکھتے تھے کسی کو اور رسول پکارتا تھا تم کو پچھاڑی مین پھر تمکو تنگ کیا بدلا تمھارے تنگ کرنیکا

لِّكَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ

تاکہ غم نہ کھایا کرو جو ہاتھ سے جاوے اور جو سامنے آوے اور اللہ کو خبر ہی تمھارے کام کی پھر تم پر اوتارا

عَلَیْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا یَّغْشٰى طَآىِٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ

تنگی کے بعد امن کو اونگھ کہ گھیر رہی تھی تم مین اور بعضون کو فکر پڑی تھی اپنے

اَنْفُسُهُمْ یَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِیَّةِ ؕ یَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ

جی کی خیال کرتے تھے اللہ پر جھوٹے خیال جاہلون کے کہتے تھے بھلا کچھ بھی کام ہی

مِنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ یُخْفُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا یُبْدُوْنَ لَكَ ؕ یَقُوْلُوْنَ

ہمارے ہاتھ تو کہہ سب کام ہی اللہ ہی کے ہاتھ چھپاتے ہین اپنے جی مین جو تجھسے ظاہر نہین کرتے کہتے ہین

لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ

اگر ہمارے ہاتھ کچھ بھی کام ہوتا تو ہم یہاں قتل نہوتے تو کہہ اگر ہوتے تم اپنے گھروں میں البتہ باہر نکلتے وہ لوگ

كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ

جنپر لکھا گیا تھا مارا جانا اپنے پڑاؤ پر اور اللہ کو آزمانا تھا جو کچھ تمھارے جی میں ہے اور نکھارنا تھا

مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ

جو کچھ تمھارے دل میں ہے اور اللہ کو جی کی بات معلوم ہے جو لوگ تم میں ہٹ گئے جس دن

الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ

بھڑی دو فوجیں سو یہی تھا کہ انکو ڈگا دیا شیطان نے کچھ اُنکے گناہ کی شامت سے اور البتہ اللہ اُنکو عفو کر چکا

عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ع

نصف ع۷

اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

اذکروا۔ اِذْ تُصْعِدُوْنَ - تبعدون فی الارض ہاربین - یاد کرو جبکہ دور ہوتے تھے ف یعنی زمین میں بھاگے ہوے - پس کلمہ اذ ظرف منصوب بفعل مقدر ای اذکروا ہے اور یہ آسان و بے تکلف ہے اور زمخشری نے کہا کہ صرفکم۔ یا عفا عنکم یا لیبتلیکم سے متعلق ہے اور عکبری نے تبیان میں کہا کہ عصیتم یا تنازعتم یا فشلتم کے متعلق ہے پس قول عکبری بحسب المعنی جید ہے اور قول زمخشری بحسب اللفظ اقرب ہے اور سب سے احسن قول مفسر ہے۔ پھر جانو کہ اصعد فی الارض یعنی منہ کے سامنے زمین طے کر گیا پس زمین ہموار و جنگل وغیرہ کے طے کرنے میں بولا جاتا ہے اور صعد جبھی کہتے ہیں کہ کسی اونچے مقام پر چڑھے مثل پہاڑ یا سیڑھی وغیرہ کے ذکرہ ابو حاتم اللغوی اور قتیبی نے کہا کہ اصعد میں دور جانا بھی ہوتا ہے۔ اسیواسطے مفسرؒ نے تبعدون فی الارض کہا۔ پھر یہاں شبہ ہے کہ بھاگنے والے تو مدینہ پہونچے یا پہاڑ پر چڑھے پس صعد چاہیے تھا تو جواب دیا گیا کہ بعضے تو سیدھے مدینہ پہونچے اور کچھ جو پہاڑی پر چڑھے وہ بعد طے کرنے زمین وادی کے چڑھے پس اصعد لائق ہے اور مفضلؒ نے کہا اصعد و صعد بمعنے واحد ہے۔ پھر بھاگنا اسوقت ہوا کہ پشت لشکر کے درہ پر جو تیر انداز حضرت صلعم نے بٹھلائے تھے وہ نافرمانی کرکے کافروں کا مال لوٹنے کو چلے گئے اور فقط انکے سردار عبد اللہ بن جبیر دس سے کم آدمیوں کو چھوڑ گئے اور پشت لشکر خالی پاکر خالد بن الولید کے سواروں نے حملہ کیا اور مسلمان بے ترتیب غافل گھبرا کر لڑنے لگے اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے تا آنکہ حضرت حذیفہؓ کے والد کو قتل کر ڈالا ہر چند حذیفہ آواز دیتے تھے کہ میرا باپ ہے کسی نے نہ سنا آخر حذیفہؓ نے معاف کر دیا مگر اسی گھبراہٹ و پریشانی میں اکثر انصار شہید ہوے تھے کہ ابن قمیۂ ملعون نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا اور پتھر سے آپ کے رخسارہ کو زخم پہونچایا پس مصعب بن عمیرؓ نے روکا اور ابن قمیہ نے انکو قتل کیا اور سمجھا کہ میں نے آنحضرت صلعم کو قتل کیا مشرکین کو یہ مژدہ دیا اور پکارنے والے نے اُحد سے پکارا کہ محمد قتل ہوے یہ سنتے ہی اصحاب رسول اللہ صلعم بھاگے اور ایسے بدحواس ہوے کہ حضرت صلعم ہر چند پکارتے رہے کچھ نہ سنا آنحضرت صلعم کے ساتھ صرف بارہ یا نو یا سات آدمی رہگئے اور صحیح یہ کہ اول سات پھر نو پھر بارہ ہوے اور یہ درحقیقت وہیں تھے بھاگے نہ تھے مگر جمع ہو گئے اور حضرت صلعم میدان یقین سے ہٹے نہیں یہانتک کہ کفار رعب کے گرو سے پریشان ہوے اور آپ کے داہنے بائیں جبرئیلؑ و میکائیلؑ حفاظت پر تھے کما فی الصحیحین من حدیث سعد بن ابی وقاص۔ اور طلحہ بن عبید اللہ نے اُسدن بڑی جانبازی کی کہ کچھ اوپر اسی زخم اٹھائے حتی کہ حضرت ابو بکرؓ فرماتے تھے کہ یہ پورا دن طلحہ کا تھا - اور جو لوگ

بھاگ گئے انھین کو اللہ تعالے نے بیان فرمایا اذ تصعدون - ابن کثیرؒ نے کہا ہے فی الجبل ھاربین من اعدائکم - یعنی یاد کرو جب تم لوگ چڑھے جاتے
تھے یعنی اپنے دشمنون سے بھاگ کر پہاڑی پر چڑھے جاتے تھے - وَلَا تَلْوٗنَ - تعرجون - عَلٰۤى اَحَدٍ - اور نہین اقامت کرتے تھے تم کسی پر
بسبب خوف و دہشت کے - وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْۤ اُخْرٰىكُمْ - ای من ورائکم یقول الیّ عباد اللہ الیّ عباد اللہ یعنی رسول
پکارتا تھا تم کو تمھارے پیچھے سے ف کہتا تھا کہ میری طرف آؤ اللہ تعالی کے بندو میری طرف آؤ اللہ تعالی کے بندو - فَاَثَابَكُمْ - فجازاکم
غَمًّا - بالہزیمۃ - بِغَمٍّ - بسبب غمکم الرسول بالمخالفۃ وقیل الباء بمعنی علے ای مضاعفا علی غم فوت الغنیمۃ - یعنی ثواب کا اطلاق یہان مجازا ہے
معنے یہ کہ "جزا دی تم کو غم بذریعہ ہزیمت کے بسبب تمھارے غم دینے کے رسول کو اسکے حکم کی مخالفت کر کے" یعنی تمنے رسول کو غم دیا اس کی
نافرمانی کر کے پہنچے تم کو اسکے بدلے مین ہزیمت کا غم دیا - اور بعض نے کہا کہ بغم کی با سببیہ نہین بلکہ بمعنی علی ہے ای پہونچایا تمکو غم پر غم یعنی غنیمت جاتے
رہنے کے غم پر ہزیمت کا غم زیادہ کر دیا - اور بعض نے کہا کہ غم اول فتح جاتے رہنے کا تھا اور بعض نے کہا کہ اول قتل و جرح کا اور دوسرا خبر قتل
آنحضرت صلعم - اور اسی کی مؤید ہے جو انس بن النضرؓ نے کہا کہ تم کس غم مین پڑے ہو اگر حضرت قتل ہوے تو جی کر کیا کروگے اسی راہ پر مرو پھر مسلمانون کی
ہزیمت اٹھانے کو اور منافقون کی باتین بنانے کو دیکھ کر سب کی طرف سے بیزاری کر کے تلوار کھینچی اور سعد بن معاذ سے کہا کہ کہان جاتا ہے مین تو
جنت کی خوشبو احد کے پیچھے سے پاتا ہون پس مشرکون سے سخت لڑائی لڑ کر شہید ہوے کما فی الصحاح - لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا - متعلق بعفا
او باثابکم فلا زائدۃ - یعنی تم کو عفو کیا تا کہ تم غمگین نہ ہو - یہ قول رد کیا گیا کہ فصل بہت ہے اور نیز عفو کے واسطے یہ وجہ ظاہر نہین ہے لہذا مفسر
نے کہا کہ یا اثابکم کے متعلق ہے مگر اسوقت مین لا زائدہ ہو گا یعنے تم کو غم پر غم کی جزا دی تا کہ غمناک ہو جاؤ - عَلٰى مَا فَاتَكُمْ - من الغنیمۃ یعنی
چیز پر جو تم سے گم گئی - یعنے غنیمت پر - وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ - من القتل والہزیمۃ - اور جو تمکو پہونچی یعنے قتل و ہزیمت ہکذا قال ابن عباس
وعبد الرحمن بن عوف والحسن وقتادۃ والسدی اور بعض نے کہا کہ لا زائدہ نہونے مین بھی یہ معنے ہو سکتے ہین کہ جزا دی تمکو غم پر غم تا کہ غم سہنے
کے عادی ہو اور کسی بات کے فوت ہونے و کسی مصیبت پہونچنے پر غمگین نہو جایا کرو جیسے خبر قتل حضرت صلعم سنتے ہی ایسے غمگین ہو گئے
کہ اللہ عز وجل کی فتح و نصرت و اسکے دین کی مدد و حمایت بھلا دی ایسا نہین چاہیے تھا - وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ - تم جو کرتے ہو
اللہ تعالے اس سے خبردار ہے - ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً - امنا - نُّعَاسًا - بدل - یعنی امنہ مفعول
اور نعاسًا اسکا بدل ہے ای امن وہی کہ جو نعاس ہے اور بعض نے کہا امنۃ حال مقدم اور مفعول نعاسا اور شیخ عکبری نے کہا کہ اصل یون
ہے نعاسا ذا امنۃ اسواسطے کہ نعاس خود امن نہین ہے - يَّغْشٰى - بالیاء والتاء یعنی اکثرون کی قراءۃ بالیاء التحتیہ ہے اور حمزہ و کسائی کے
نزدیک بتاء فوقیہ ہے بنا بر اینکہ ضمیر راجع بامنۃ ہے - طَآئِفَةً مِّنْكُمْ - المعنی پھر بعد غم کے اللہ تعالی نے تم پر امن اتارا وہ اونگھ تھی کہ
تم مین سے ایک گروہ پر چھائی ہوتی تھی - وہم المؤمنون فکانوا یمیلون تحت الحجف وتسقط السیوف منہم - یہ گروہ مومنین تھے پس
ڈھالون کے نیچے جھکتے اور انکی تلوارین گر گر پڑتی تھین - وَطَآئِفَةٌ - منکم - قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ - ای حملتہم علی الہم
فلا رغبۃ لہم الا نجاتہا دون النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ فلم ینا موا وہم المنافقون - یعنی اور تم مین سے گروہ دیگر تھا کہ انکی جانون نے انکو
غم کھانے پر ڈال دیا پس انکو کوئی رغبت نہ تھی سوا اپنے جانون کی نجات کے پس وہ نہ سوئے اور یہ منافقین تھے جو اپنی جانون کے غم مین
تھے سواے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے و آپ کے اصحاب کے مترجم کہتا ہے کہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ لڑائی مین اونگھ اللہ تعالی
کی طرف سے امن ہے اور نماز مین اونگھ آنا شیطان کی طرف سے ہے رواہ ابن ابی حاتم اور حضرت ابو طلحہؓ سے روایت ہے کہ مین نے بروز احد

اپنا سر اُٹھایا اور دیکھنا شروع کیا اور ان میں سے کوئی نہ تھا مگر آنکہ نعاس کی وجہ سے اپنی ڈھال کے نیچے جھکا پڑتا تھا (رواہ الترمذی وغیرہ) اور بخاری کی روایت میں ہے کہ ابو طلحہ نے فرمایا میں بھی ان لوگون میں تھا جنکو نعاس نے گھیر لیا تھا پس میرے ہاتھ سے تلوار گر پڑتی اور مین اُٹھا لیتا پھر گرتی پھر اُٹھاتا اکئی بار گر پڑی - ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اہل ایمان وثبات وتوکل ویقین کے لوگ تھے یعنی صحابہ رسول اللہ صلعم اور جنکو شک وریب تھا یعنے منافق تو انکو اپنی جان کی پڑی تھی انکو یقین نہ تھا کہ ضرور اللہ تعالےٰ اپنے رسول صلعم کو فتح عطا کریگا بلکہ ایسے بدگمان تھے کہ اسلام کا فیصلہ ہو گیا چنانچہ دوسری آیۃ میں کہا - بل ظننتم ان لن ینقلب الرسول والمؤمنون الی اہلیہم ابدا - بلکہ یہ گمان کیا کہ رسول ومؤمنین اپنے لوگون کی طرف اب کبھی پھر کر نجاوینگے - یہان فرمایا - يَظُنُّونَ بِاللّٰهِ - ظنا - غَيْرَ - ظن - الْحَقِّ ظَنَّ - ای ظن - الْجَاهِلِيَّةِ حیث ظنوا ان النبی قتل ولا ینصر - گمان کرتے اللہ تعالی کے ساتھ ایسا گمان کرنا جو خلاف گمان حق کے ہے مانند گمان جاہلیت کے ف کیونکہ ان منافقون نے گمان کیا کہ نبی صلعم مقتول رکھے ہین یا انکو مدد نہ ہوگی اور ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ حضرت زبیر بن العوام نے فرمایا کہ مین نے اپنے آپکو رسول اللہ صلعم کے ساتھ دیکھا جب کہ ہم پر خوف شدید ہوا تو اللہ تعالی نے ہمپر اونگھ بھیجدی سو کوئی ہم مین سے نہ تھا مگر آنکہ اس کا سر اس کے سینہ مین لگا تھا - اور کہا کہ واللہ مین معتب بن قشیر منافق کا قول سنتا تھا گویا خواب دیکھتا ہون کہ وہ کہتا تھا لو کان لنا من الامر شیٔ ما قتلنا ہہنا - پس مین نے اسکا یہ قول یاد رکھا پس اسی معتب کے قول مین اللہ تعالی نے نازل فرمایا يَقُولُونَ هَلْ - ا - لَنَا مِنَ الْأَمْرِ - ای النصر الذی وعدناہ - مِنْ - زائدۃ شَيْءٍ - یہ منافقین کہتے ہین کہ نہین ہمارے لیے اس مدد سے جسکا ہم وعدہ دیے گئے تھے کچھ بھی - قُلْ - لہم - إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ - بالنصب توکیدا والرفع مبتدأ خبرہ - لِلّٰهِ - ای القضاء اللہ یفعل ما یشاء - کہدے ان منافقون سے کام سب کا سب - حاصل ہے واسطے اللہ تعالی کے یعنی حکم قضا سب اللہ تعالی کے واسطے ہے جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے - پس کلہ بنصب اکثر کی قراءۃ ہے تو الامر کی تاکید ہوگا اور ابو عمرو کی قراءۃ مین کلہ کو رفع ہے پس یہ مبتدا اور - لِلّٰهِ - خبر - جملہ اسمیہ ہوکر خبر ان ہے - يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ - یظہرون - لَكَ - اپنے دلون مین وہ چیز چھپاتے ہین جو تجھے نہین ظاہر کرتے یعنی بخوف تلوار کے اللہ تعالی نے اسکو ظاہر کر دیا کہ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هَاهُنَا - ای لو کان الاختیار الینا لم نخرج فلم نقتل لکن اخرجنا کرہا - منافقین کہتے ہین کہ اگر اختیار ہمارا ہوتا تو ہم مدینہ سے باہر نہ نکلتے پس قتل نہوتے ولیکن ہم تو زبردستی نکال لائے گئے - قُلْ - لہم - کہدے انکو کہ - لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ - اگر تم اپنے گھرون مین ہوتے - وفیکم من کتب علیہ القتل - اور تم مین ایسا شخص بھی ہوتا جسپر قتل ہونا لکھا گیا ہے - لَبَرَزَ - خرج - الَّذِينَ كُتِبَ - قضی - عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ - منکم - إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ - مصارعہم فیقتلوا ولم ینجہم قعودہم لان قضاء اللہ کائن لامحالۃ - تو البتہ باہر نکلتے ایسے لوگ کہ قضاء الٰہی مین لکھا گیا انپر قتل ہونا طرف اپنے مقتول ہونے کی جگہون کے ف پس قتل ہوتے اور انکا بیٹھ رہنا انکو قتل سے نجات نہ دیتا اسواسطے کہ قضاے الٰہی تو لامحالہ ہونے والی ہوتی ہے - حاصل آنکہ تم مین سے جنپر حکم ازلی ہو چکا ہے کہ فلان جگہ قتل ہونگے اگر تم انکو لیکر گھر مین بیٹھ رہتے اور جہاد سے نافرمانی کرتے تو بھی وہ لوگ نکلکر وہین پہنچتے جہان انکے قتل کی جگہ لکھی گئی ہے کیونکہ قضاء الٰہی خواہ مخواہ واقع ہوتی ہے ف فقہ آیہ مین سے یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ہر بندہ کی موت کا ذریعہ و سبب ظاہری ٹھکانا سب مقدر کیا ہے اور قضاء وقدر پر ایمان واجب ہے اور جو واقع ہوتا ہے وہ تقدیر ہے تدبیر خود کچھ چیز نہین پھر اسے تدبیر کو جو درست کہتے ہین تو یہی جو قضاء وقدر کے موافق ہو اور خطا وہ ہے جو خلاف مقدر ہو یہ تو اصل ہے اور مجازاً جو تدبیر اپنی مراد کے موافق پڑے

اسکو لوگ بہت کہتے ہین حالانکہ تقدیر اتفاق سے ہی طرح جاری تھی علی ہذا القیاس اور جنہنے بالکل تدبیر چھوڑی یہ بھی تقدیر ہی پس شروع
ہوگا مگر وہی جو تقدیر ہی اور تقدیر پر ایمان نہ لانا کفر ہی افسوس کہ اس زمانہ مین بہت نادان اسمین گمراہ ہین اور جب کہا جاتا ہی کہ تدبیرے بیشمار
کیون ہوگئے تو کہتے ہین کہ فلان فلان اسباب میسر ہوگئے یا تدبیر مین خطا ہوئی حالانکہ یہ بعینہ تقدیر ہی مگر نہین سمجھتے ہین اور کیونکر اپنی عقل
پر بھروسا کرکے کہے جاتے ہین کہ عقل قطعاً راہ صواب پر لیجاتی ہی جو بات عقل مین نہ آوے وہ غلط ہی حالانکہ خود ہی اقرار کیے جاتے
ہین کہ فلان تدبیر مین عقل نے خطا کی اور فلان امر مین عقل چوک گئی پھر اس آیہ مین معجزہ خبر غیب ہی کہ جس چیز کو پوشیدہ آپس مین
کہتے تھے اسکو اللہ تعالےٰ نے کھول دیا۔ وَ۔ فعل محل باحد۔ لِيَبْتَلِيَ۔ یختبر۔ اللّٰهُ مَا فِي صُدُوْرِكُمْ۔ قلوبکم۔ اوفعہ
کیا جو کیا اس جنگ احد مین تاکہ امتحان کرے اللہ تعالی جو تمہارے سینون مین یعنے دلون مین ہی واؤ مفسر نے لیبتلی کے لام کو بتلایا کہ یہ
علت فعل مقدر کی ہی یعنی جو کچھ احد مین اللہ تعالےٰ نے جاری کیا وہ اسواسطے کیا کہ امتحان کرے جو تمہارے سینون مین ہی یعنی اخلاص
یا نفاق۔ اور یہ کلام خوب مربوط ہی کہ پہلے ذکر کر دیا کہ ان مین نفاق والے ایسے والیسے بھی تھے پھر فرمایا کہ ہم نے اسی واسطے احد مین یہ
مصیبت دیدی تاکہ مومن و منافق کھل جاوین حالانکہ اللہ تعالی کو معلوم تھا اور یہ عجیب قدرت تھی کہ اونگھ انھین کو آئی جو مخلص تھے
اور منافقون کو بالکل نہ آئی وہ ویسے ہی خوف زدہ رہے۔ وَلِيُمَحِّصَ۔ یمیز۔ مَا فِي قُلُوْبِكُمْ۔ اور تاکہ خالص و تمیز کردے
جو تمہارے دلون مین ہی۔ اور یہ امتحان کرنا اور تمیز کرنا عام اظہار کے واسطے تھا خود اللہ تعالی کو سب معلوم ہی چنانچہ فرمایا۔ وَاللّٰهُ
عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ بما فی القلوب لا یخفی علیہ شیٔ وانما یبتلی لیظہر للناس۔ حال یہ کہ اللہ تعالی دانا ہی ذات الصدور
کے ساتھ یعنی اس چیز کے ساتھ جو دلون مین ہی اسپر کچھ پوشیدہ نہین اور یہ امتحان کرنا اسواسطے تھا تاکہ لوگون پر ظاہر
ہوجاوے۔ یا اسواسطے کہ عیب دار اور بے عیب الگ ہوجاوین جیسے صاف پانی مین اگر خراب اجزا ملے ہون مین دانشمند نے
اسمین حکمت کو دخل دیا تو اسواسطے کہ صاف شفاف پانی ایک شیشے مین آگیا اور میل کچیل دوسرے شیشے مین رہ گیا جیسے گلاب کو آگ سے
جوش دیا پس ست تو الگ نکل آیا اور پھوک الگ ہوگیا۔ پھر اللہ عزوجل نے اپنی رحمت خاص سے ان اہل ایمان کو سرفراز کیا جن سے لغزش
صادر ہوئی تھی پس فرمایا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا۔ عن القتال۔ مِنْكُمْ۔ تم مین سے جن لوگون نے پیٹھ پھیری۔ یعنی لڑائی سے
يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ۔ جس دن کہ بھڑین دو جماعتین۔ جمع المسلمین وجمع الکفرین باحد وہم المسلمون الا اثنی عشر رجلا
ایک جماعت مسلمانون کی اور دوسری جماعت کافرون کی مقام احد مین اور پیٹھ دینے والے سب مسلمان تھے سوائے بارہ آدمیون کے
اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ۔ ای ازلہم الشیطان۔ بوسوستہ سوائے اسکے نہین کہ ڈگا دیا انکو شیطان نے ای ازلال
کیا انکو شیطان نے اپنے وسوسے سے۔ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا۔ من الذنوب وہو مخالفۃ امر النبی صلعم بسبب بعض اس چیز کے کہ کمائی
تھی انھون نے یعنی بعضے گناہون کے سبب سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت تھی مترجم کہتا ہی کہ استزل بمعنے ازل
لیا یعنی استفعال بمعنے طلب نہین بلکہ تعدیہ کے واسطے ہی اور بعض نے طلب کے معنے لیکر یون تفسیر کی کہ بلایا انکو بھاگنے کی طرف اور
اسپر آمادہ کیا۔ اور یہ ازلال یا استزلال جو شیطان کا تھا اسکے وسوسہ کے ساتھ تھا۔ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ۔ اور البتہ
عفو کیا اللہ تعالی نے انکا یہ گناہ یعنے میٹ دیا۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ۔ للمومنین۔ اللہ تعالی غفور ہی یعنی مومنون کے واسطے
نہ کافرون کے واسطے۔ حَلِيْمٌ۔ حلم والا ہی۔ یعنی گناہگارون کو جلدی نہین پکڑلیتا ہی بلکہ توبہ تک مہلت دیتا ہی اور عصاۃ جمع عاصی

مانند وحاۃ وولاۃ جمع داعی وہادی ووالی کے ف مفسر رحمہ اللہ نے ثابت قدم رہنے والے بارہ ۱۲ آدمی لکھے اور یہی مشہور ہو اور سراج میں تیرہ ۱۳ آدمی بیان کیے جنمیں سے چھ ۶ آدمی مہاجرین سے باین نام لکھے کہ ابوبکر وعمر وعلی وطلحہ وعبدالرحمٰن بن عوف وسعد بن ابی وقاص تھے اور بعض اہل سیر نے تیس ۳۰ آدمی بیان کیے اور بعض نے کم وبیش تعداد بیان کی بالجملہ روایات مختلف ہیں ظاہرا احادیث میں حصر مقصود نہیں ہو چنانچہ شعبی کے طریق سے حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں ہو کہ نبی صلعم تنہا رہ گئے نو ۹ آدمیوں کے ساتھ سات انصار کے اور دو مہاجرین کے تھے رواہ احمد اور دوسری روایت احمد میں براء بن عازبؓ سے ہو کہ نہ باقی رہے رسول صلعم کے ساتھ مگر بارہ مرد ورواہ البخاری ایضاً اور بیہقی کی حدیث جابرؓ میں گیارہ مرد انصاری اور بارھویں طلحہ بن عبیداللہ مذکور ہیں حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بالاتفاق نہیں بھاگے اور ایسے ہی حضرت ابوبکرؓ اور حدیث بخاری میں ثابت ہو کہ حضرت صلعم نے سعد بن ابی وقاصؓ کے آگے ترکش کھول دیا اور فرمایا کہ تیر مار تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ اور ثابت ہی کہ ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے خود کی کڑیاں حضرت صلعم کے رخسارہ مبارک سے اپنے دانتوں سے کھینچیں کہ دونوں دانت انکے ٹوٹ گئے اور حضرت ابوبکرؓ کو قسم دلائی کہ تم اسمیں شریک ہو۔ اور مصعب بن عمیرؓ حضرت کے آڑے آ گئے جبکہ ابن قمیہ ملعون نے حضرت صلعم کو پتھر سے زخمی کیا پس ظاہر ہی کہ فرار کے وقت آپ کے پاس نو آدمی موجود تھے پھر حضرت صلعم کو کافروں نے گھیرا اور باقی چند صحابہ جو حیران ومتحیر تھے حضرت صلعم کی پکار کو سنکر آپ کے پاس جمع ہو گئے اسواسطے کہ نو ۹ آدمیوں والی روایت میں ہو کہ آنحضرت صلعم کے پہاڑی تک جاتے جاتے وہ سب شہید ہو گئے حالانکہ قریب پہاڑی کے جب آپ چڑھنے کو تھے کہ ابی بن خلف ملعون گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور کہا کہ میں نہ بچا اگر محمد بچ گئے اور مکہ میں قسم کھایا کرتا تھا کہ اس گھوڑے پر حضرت صلعم کو قتل کریگا آپ نے فرمایا تھا کہ نہیں بلکہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اسکو قتل کرونگا پس اسوقت اسنے حملہ کیا اور بالکل زرہ میں ڈوبا تھا صرف گردن کے وہاں ذراسی جگہ خالی تھی پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ آنے دو پس جب قریب آیا تو حضرت صلعم نے حارث بن صمہؓ سے ایک حربہ مانگ لیا اور بڑھکر اسکی گردن میں ایک ضرب لگائی جس سے وہ کئی بار لرز کر زمین میں گر پڑا پھر آپ نے چھوڑ دیا اور اسکی قوم والے اسکو اٹھالے گئے وہ بیل کی طرح چلاتا تھا۔ اسکی قوم نے کہا کہ تجھپر کوئی خوف نہیں یہ تو چھیل سا گیا ہو وہ کہتا تھا کہ اے اگر یہ زخم تمام ربیعہ ومضر دونوں گروہ پر ہوتا تو مر جاتے میں نہ بچونگا تم کو معلوم نہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ابی بن خلف کو میں قتل کرونگا۔ آخر وہ مردود بطن رابغ میں پہونچکر مر گیا اور واقدیؒ نے محمد بن اسحق کے واسطہ سے روایت کی اور لکھا کہ ابن عمر فرمایا کرتے کہ میں رات گئے بطن رابغ میں جاتا تھا کہ ناگاہ میں نے آگ دیکھی کہ مجھے ہیبت معلوم ہوئی اسمیں سے ایک شخص آگ کی زنجیروں میں بندھا ہوا نظر پڑا کہ پیاس پیاس پکارتا ہی اسکے ساتھ ایک شخص ہو وہ فرماتا ہی کہ اسکو پانی نہ پلانا یہ رسول اللہ صلعم کا قتل کیا ہوا ابی بن خلف ہی اور شیخ ابن کثیر نے بعد اسکے ذکر کے لکھا کہ صحیحین میں ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا غضب شدید اسپر جسنے اسکے رسول کا چہرہ زخمی کیا اور سخت غضب اللہ تعالیٰ کا اسپر جسکو رسول خدا نے جہاد میں اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ وقد رواہ البخاری عن ابن عباس ایضاً پھر زخمی کرنے والوں پر سلسلہ گذرا کہ وہ کافر ہلاک ہوے ایک ابن قمیہ اور دوسرا عتبہ بن ابی وقاص ملعون تھے۔ بالجملہ محمد بن اسحاق نے جو مرسلا روایت کی کہ انس بن مالک کے چچا انس بن النضرؓ چلتے چلتے پہونچے عمر بن الخطاب وطلحہ بن عبیداللہ کے پاس جو مہاجرین وانصار کے چند لوگوں کے ساتھ غمناک بیٹھے پوچھا کہ تم کیا غمناک ہو بولے کہ رسول اللہ صلعم قتل ہوے کہا کہ پھر آپ کے بعد زندہ رہکر کیا کروگے مشرکوں سے لڑکر شہید ہو یہ کہکر تلوار کھینچی اور مشرکوں کی طرف چلے راہ میں سعد بن معاذ سے کہا کہ اے سعد کہاں جاتے ہو۔ میں تو احد کے پیچھے سے جنت کی خوشبو پاتا ہوں یہ کہکر رواں ہوے اور لڑکر شہید ہو گئے رضی اللہ عنہ۔ یہ دلیل ہی کہ عمر بن الخطاب حضرت صلعم کے پاس نہ تھے مگر بھاگے نہ تھے کہ حضرت صلعم کی آواز پر جمع ہو گئے اور خود حال ابوبکرؓ کا

ہوا کہ یکایک جو کفار نے پیچھے سے آکر ہجوم کیا اور خلط ملط ہوگئے تو مسلمانون مین ایک دوسرے کو خبر نہوئی متفرق ہوگئے چنانچہ ابوداود طیالسی
کی روایت مین صاف ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ سب سے پہلے مین نے ہی حضرت صلعم کی آواز پر آپ کی طرف رجوع کیا اور خود یہی حال حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کا تھا اور یہی سعد بن معاذ کا حالانکہ احد کی پہاڑی پر پہونچنے کے وقت مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم دونون سعد کے بیچ مین ظاہر
ہوے یعنی سعد بن ابی وقاص اور سعد بن معاذ کے بیچ مین تھے کما فی حدیث ابن عباس الذی رواہ احمد والحاکم وابن ابی حاتم والبیہقی مترجم کہتا
ہے کہ غرض میری اس طول کلام سے علاوہ فوائد کے یہ ہے کہ ظاہر لفظ بارہ۱۲ آدمی پر محمول کرکے یہ دھوکا نہ کھاوین کہ عشرہ مبشرہ وغیرہ صحابہ بھاگ
گئے تھے جیسا کہ اکثر اس تحقیق سے بے خبر ہوکر متحیر و متردد ہوتے ہین فافہم ہان حضرت عثمانؓ البتہ بھاگنے والون مین تھے اور عبدالرحمن بن
عوف نے تعریض کے طور پر کہلا بھیجا تھا کہ مین روز احد مین بھاگا نہ تھا۔ جسکے جواب مین حضرت عثمان نے کہلا بھیجا کہ اس سے مجھے
کیون عار دلاتے ہو حالانکہ اللہ تعالی نے اسکو معاف فرمایا اور رہی یہ بات کہ مین نے عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ چھوڑ دیا تو حال یہ ہے کہ مین
اس طریقہ کو بجا لانے کی طاقت نہین رکھتا ہون اور تمسے بھی ادا نہین ہو سکتا ہے کما فی روایۃ احمد۔ اور بخاری نے روایت کی کہ ایک شخص حج کرنے آیا۔
اور ایک قوم کو بیٹھا دیکھکر کہا کہ یہ کون لوگ ہین لوگون نے کہا کہ قریش ہین بولا کہ شیخ کون ہے بولے کہ ابن عمرؓ پھر آیا اور کہا کہ مین آپ سے ایک
سوال کرنے والا ہون آپ مجھسے بیان کیجیے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ پوچھ اسنے کہا کہ مین آپ کو اسی خانہ کعبہ کی قسم دیتا ہون کہ آپ جانتے ہین
کہ عثمان بن عفان اُحد کے روز بھاگے۔ ابن عمرؓ نے فرمایا ہان۔ بولا آپ جانتے ہین کہ بدر مین شریک نہ تھے فرمایا ہان۔ بولا کہ بیعۃ الرضوان مین
شریک نہ تھے فرمایا ہان سیہ سنکر اس شخص نے تکبیر کہی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ او شخص یہان آ کہ مین تجھے خبر دون اور جو تو نے پوچھا اسکو بیان
کرو ون عثمان کا بروز احد بھاگنا۔ سو مین گواہی دیتا ہون کہ اللہ عز وجل نے اسکو معاف کر دیا۔ اور رہا بدر سے غائب ہوتا تو اسوجہ سے کہ انکے تحت
مین حضرت صلعم کی دختر تھین جو مریضہ تھین انکی تیمارداری کے لیے چھوڑا اور فرمایا کہ تیرے لیے ثواب ایسے شخص کا جو بدر مین حاضر ہوا اور
عثمان کے حصہ لگایا اور رہا بیعۃ الرضوان مین موجود نہونا تو اسوجہ سے تھا کہ اگر مکہ مین کوئی شخص حضرت عثمان سے زیادہ عزیز ہوتا تو بجاے
عثمان کے وہ بھیجا جاتا پس خود اللہ تعالی واسکے رسول کے کام کو بھیجے گئے تھے اور بیعۃ الرضوان انکے جانے کے بعد واقع ہوئی پس
رسول اللہ صلعم نے اپنے بائین ہاتھ کو فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اپنے داہنے ہاتھ مین مارا یعنی یہ بیعت عثمان ہے پھر ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اب
ان جوابون کو اپنے ساتھ لیجا و قد رواہ البخاری وغیرہ وبالجملہ اسمین کوئی شک نہین کہ اللہ عز وجل نے ان سب لوگون کو جو فرار کر گئے تھے معاف
کر دیا شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ وجہ معاف ہونے کی ظاہر ہے کہ مسلمانون کی تعداد و سامان بہت کم تھا اور کافر تعداد مین بہت و باسامان
تھے واللہ اعلم اور سراج مین کہا کہ عفو کے قرینہ سے انکا توبہ کرنا معتبر ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ
اے ایمان والو تم مت ہو انکی طرح جو کافر ہوے اور کہا اپنے بھائیون کو جب سفر کو نکلے ملک مین
أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ
یا ہوے جہاد مین کہ اگر ہوتے ہمارے پاس تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے تاکہ کردے اللہ تعالی یہ بات حسرت انکے دلون مین
وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ
اور اللہ ہی جلاتا اور مارتا ہے اور اللہ تعالے تمھارے کام خوب دیکھتا ہے اور اگر تم مارے گئے اللہ تعالی کی راہ مین یا مرگئے تو بخشش

مِّنَ اللّٰهِ وَرَحۡمَةٌ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ ۝ وَلَئِنۡ مُّتُّمۡ اَوۡ قُتِلۡتُمۡ لَاِلَى اللّٰهِ تُحۡشَرُوۡنَ ۝

اللہ کی اور رحمت بہتر ہے اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مرے یا مارے گئے البتہ اللہ ہی پاس اکٹھے ہوگے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا۔ ای المنافقین۔ اے ایمان والو تم کافرون کے مانند نہو جیو ف یعنی منافقین کے مانند نہو جیو۔ جو دنیا کا مال جمع کرنے پر حریص تھے اور جنگ احد میں جب مومنون کو شکست پہونچی تو کہنے لگے کہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے۔ اور انکو کفر سے تعبیر کرنے مین اشارہ ہے کہ اگلا قول انکا کفر ہے کیونکہ وہ تقدیر کا انکار ہے پس منافقون مین عیب ہے کہ اول تو انھون نے کفر کیا اور دوم۔ وَقَالُوۡا لِاِخۡوَانِهِمۡ۔ ای فی شانہم یعنی اپنے بھائیون کی شان مین کہا۔ حاصل یہ کہ یہ قول انھون نے اپنے بھائیون کی شان مین بعد وقوع موت یا قتل کے کہا۔ اور بھائیون سے یا تو اعتقاد و نفاق کی موافقت والے مراد ہین جیسے بعض منافق حضرت صلعم کے ساتھ جنگ احد مین تھے یا نسب کے بھائی مراد ہین اور جائز ہے کہ ہر آدمی ہو کیونکہ آدمی آپسمین بھائی ہین اور اول اظہر ہے۔ اِذَا ضَرَبُوۡا۔ سافروا جب انکے بھائیون نے سفر کیا۔ فِى الۡاَرۡضِ۔ فماتوا۔ ملک مین پھر سفر مین مر گئے۔ اَوۡ كَانُوۡا غُزًّى۔ جمع غازٍ فقتلوا۔ یا انکے بھائی جہاد کرنے نکلے تھے پھر مارے گئے کہ۔ لَّوۡ كَانُوۡا عِنۡدَنَا مَا مَاتُوۡا وَمَا قُتِلُوۡا اگر یہ لوگ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے ف یہ اُن کافرون و منافقون کا قول ہے جو انھون نے اپنے بھائیون کی شان مین کہا پس مومنون کو ان منافقون کے مانند ہونے سے جو منع کیا تو اسکے معنے یہ جو مفسرین نے کہے۔ ای لا تقولوا کقولہم۔ یعنی تم انکے قول کی طرح مت کہو اور مراد یہ کہ ایسا اعتقاد مت کیجو جیسے منافقون کا حال ہے کہ اول انھون نے تقدیر سے کفر کیا پھر حماقت مین اپنے اوپر اصلاح ختم لیا کہ ہمارے بھائی اگر سفر مین نہ جاتے یا جہاد مین نجاتے تو نہ مرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان دنیاوی دلیلون کو اسی حماقت مین چھوڑا۔ لِيَجۡعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ۔ القول فی عاقبۃ امرتا کرے اللہ تعالیٰ یہ قول انکے انجام کار کے حق مین۔ حَسۡرَةً فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ۔ حسرت انکے دلون مین ف پس تمام عمر اسی حسرت کے خیال مین رہے اور عاقبت مین عذاب نے گھیر لیا پس لیجعل کا لام صیرورۃ کا اور جعل بمعنے تصییر ہے اور حاصل یہ کہ عاقبت مین یہ قول انپر حسرت و وبال ہو جائیگا۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ در صورت ایسے اعتقاد کے موت یا قتل واقع ہونا انپر سخت حسرت ہے بخلاف مومنین کے جو موت و قتل کو بتقدیر الٰہی سمجھتے ہین تو وہ حسرتا نہین پڑتے کیونکہ انکا یہ اعتقاد نہین ہے کہ اگر سفر مین تجارت وغیرہ کو نہ گئے ہوتے یا جہاد مین نجاتے تو نہ مرتے اور بعض نے کہا کہ تم کو اس سے منع کیا تاکہ یہ قول فقط انھین کافرون پر حسرت ہو انکے اعتقاد کی وجہ سے۔ پھر برہان کے طور پر سمجھایا کہ۔ وَاللّٰهُ يُحۡىٖ وَيُمِيۡتُ۔ اور اللہ تعالیٰ ہی زندگی و موت دیتا ہے ف فلا یمنع عن الموت قعود۔ پس سفر سے یا جہاد سے بیٹھ رہنا موت کو نہین روکتا ہے۔ مدارک مین کہا کہ یہ رد ہے انکے قول کا کہ جہاد سے زندگی قطع ہو جاتی ہے اور حاصل یہ ہے کہ یہ امر تو اللہ تعالیٰ کے اختیار مین ہے دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اکثر مسافرون و مقاتلون کو ثواب و غنیمت کے ساتھ زندہ رکھتا ہے اور بہتیرے گھر بیٹھنے والون کو موت دیتا ہے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ۔ بالتاء اکثرون کی قراءۃ ہے پس خطاب مومنون کو ہے اور بالیاء التحتیۃ ابن کثیر و حمزہ و کسائی کی قراءۃ ہے بنابر اینکہ وعید کافرون کو ہے۔ بَصِيۡرٌ۔ فیجازیکم۔ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ (تم کرتے ہو) یا (کافر منافق کرتے ہین) خوب دیکھتا ہے ف تم کو اسپر جزا دیگا یا انکو اسپر سزا دیگا۔ وَلَئِنۡ۔ لام قسم۔ یعنی لام قسم ہے اور ان حرف شرط قُتِلۡتُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ای الجہاد۔ یعنی جہاد مین۔ اَوۡ مُتُّمۡ۔ بضم المیم وکسرہا من مات یموت ویمات ای اتاکم الموت فیہ۔ یعنی اکثرون کی قراءۃ تو متم بضم میم ہے از مات یموت اور نافع و حمزہ و کسائی کی قراءۃ متم بکسر میم از مات یمات مانند خاف یخاف ہے پس جیسے خفت ویسے مت اور معنے متم کے ہر دو وجہ ایک ہین یعنی راہ خدا مین تم کو موت آئی حاصل یہ کہ اگر تم راہ خدا مین قتل ہوے یا مرے تو۔ لَمَغۡفِرَةٌ۔ کائنۃ۔ مِّنَ اللّٰهِ لذنوبکم۔ وَرَحۡمَةٌ۔ منہ لکم علی ذلک

خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ - من الدنیا بالتار و الیار ۔ البتہ وہ مغفرت جو حاصل ہی اللہ تعالیٰ کیطرف سے تمھارے گناہوں کے لیے اور وہ رحمت جو حاصل ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارے لیے اس موت فی سبیل اللہ پر یہ بہتر ہی اس چیز سے جو تم جمع کرتے ہو یعنی مال دنیاوی سے (درحقیقت تکمیر تجمعون بالتار ہو جیسا کہ اکثر کی قرارۃ ہی یا جمع کرتے ہیں کفار در صورتیکہ قرارۃ بیار تحتانیہ ہو جیسا کہ حفص نے پڑھا ہی) بالجملہ المغفرۃ من اللہ و رحمتہ مبتدا ہی اور خیر مما تجمعون اسکی خبر ہی اور یہ جملہ جواب قسم ہی اور لمغفرۃ موضع فعل مین ہی پھر جواب شرط محذوف ہو کیونکہ جواب قسم ہی اس کے قائم مقام کافی ہی ۔ لمغفرۃ و رحمۃ کی تنوین اولی یہ ہی کہ تقلیل کی ہو کہ قلیل مغفرت و رحمت بھی اس تمام سے کہیں بہتر ہی جو وہ جمع کرتے ہیں اگر کہا جاوے کہ جو وہ جمع کرتے ہیں وہ تو بالکل ہی بہتر نہیں ہو جواب یہ کہ انکے زعم کے موافق اسکو بہتر فرض کر لیا اور نیز مال جو صرف آخرت کے واسطے ہو بہتر ہوتا ہی جیسا کہ حدیث صحیح مین ہی کہ نعم المال الصالح للرجل الصالح - یعنی مال نیک مرد نیک کے واسطے بہتر ہوتا ہی ذکرہ فی السراج پھر ارشاد فرمایا کہ سچ لو کہ تم چاہو کسی طرح مرو خواہ مرو کے اور جب مروگے تو ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف پھر جاؤ گے پس اچھا منھ لیکر جانا بہتر ہی - وَلَئِنْ - لام قسم - مُّتُّمْ بالوجہین - یعنی بضم اول یا بکسر اول دو وجہ سے قرارۃ ہی - اَوْ قُتِلْتُمْ - فی الجہاد وغیرہ - یا قتل ہو جہاد مین یا کسی اور طرح مرو - لَاِلَى اللّٰهِ لا الی غیرہ - تُحْشَرُوْنَ - فی الآخرۃ فیجازیکم یعنی اگر تم مرو یا قتل ہو آخر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف حشر کیے جاؤ گے نہ کسی اور کی طرف

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠

سو کچھ اللہ کی مہر ہی کہ تو نرم دل ملا انکو اور اگر تو سخت کہنے والا سخت دل ہوتا تو منتشر ہو جاتے تیرے گرد سے

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ

سو تو انکو معاف کر اور انکے واسطے بخشش مانگ اور انسے مشورت لے کام مین پھر جب ٹھہرا چکا تو بھروسا کر

عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ۝

اللہ پر اللہ دوست رکھتا ہے متوکلوں کو

فَبِمَا رَحْمَةٍ - ما زائدہ - یعنی ما زائدہ ہی جیسا کہ قتادہؒ نے کہا کہ قولہ فبما رحمۃ من اللہ - ای فبرحمۃ من اللہ اور ما صلہ ہی عرب اسکو بطور صلہ کے لایا کرتے اور معرفہ سے ملاتے ہیں جیسے قولہ فبما نقضہم میثاقہم - اور نکرہ سے ملاتے ہیں جیسے قولہ عما قلیل مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ - یا محمد لَهُمْ - ای سہلت اخلاقک لہم اذا خالفوک - یعنی پس اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے رحمت ہی کہ تو نرم ہوا اے محمد انکے واسطے ف یعنے نرم کیا تو نے اپنے اخلاق کو انکے واسطے جبکہ انھون نے تیری مخالفت کی اور حسن بصریؒ سے روایت ہی کہ یہ خلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی جسکے ساتھ آپکو بھیجا - اور ابو امامہ باہلیؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے میرے دونون ہاتھ پکڑے اور فرمایا کہ اے ابو امامہ مومنون مین سے بعضے ایسے ہین کہ انکے واسطے میرا دل نرم ہوتا ہی رواہ احمد - اور حاصل آنکہ نرمی سے انکو بچایا سختی سے ملامت نہین کی وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا - سیئ الخلق - اور اگر تو بدخلق ہوتا - غَلِيْظَ الْقَلْبِ - جافیا و اغلظت لہم - سخت طبیعت ہوتا کہ انپر جھڑکی اور سختی کرتا - لَانْفَضُّوْا - تفرقوا - مِنْ حَوْلِكَ - تو متفرق ہو جاتے تیرے گرد سے - اور سراج مین کہا کہ قفالؒ نے اسکے معنے یہ بیان کیے کہ اگر تو انکے ساتھ ملامت سے پیش آتا تو تجھسے حیا و ہیبت کھا کر متفرق ہو جاتے پس یہ باعث ہو جاتا کہ دشمن تجھمین اور انہین طمع کرے - فَاعْفُ - تجاوز - عَنْهُمْ - ما اتوہ - تجاوز کر انسے جو انھون نے کیا - وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ذنوبہم حتی اغفر لہم - اور مغفرت مانگ انکے گناہون کی تا کہ مین انکو بخش دون - یہین کامل خلق بیان فرمایا کہ برائی کرے تو معاف کرے اور اسکے

بدلے اور نیکی کرے اور یہ آنحضرت صلعم کی صفت تھی کہ اگلی کتابون مین مذکور ہی چنانچہ کعب احبار وغیرہ سے روایت ہی۔ وہ فظ ہونگے
نہ غلیظ القلب اور نہ بازارون مین بک بک کرنے والے اور نہ بدلا دینگے برائی کا برائی سے بلکہ عفو کرینگے اور درگزر کرینگے۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے
نے انکو احد کے بھاگنے سے معاف کردیا پھر یہان کیونکر کہا کہ تو انکے واسطے مغفرت مانگ تاکہ مین بخشدون جواب یہ ہی کہ ہزیمت کو تو معاف فرمایا
یہان مراد مطلق ہی کہ علی العموم انکے گناہون کی مغفرت مانگ تاکہ معاف کردون۔ اور بعض نے کہا کہ پہلے جو عفو فرمایا ہی وہ عثمان بن عفان
اور بعض دیگر اشخاص معین تھے اور یہان باقیون کے واسطے مغفرت چاہنے کا حکم دیا **وَشَاوِرْهُمْ**۔ استخرج اراہم۔ **فِي الْأَمْرِ**
اہم شانک من الحرب وغیرہ تطییبا لقلوبہم ولیستن بک وکان صلی اللہ علیہ وسلم کثیر المشاورۃ لہم۔ اور انکی رائے لی یعنی شان حرب وغیرہ
مین انکے دلون کی خوشی کے واسطے اور تاکہ تیرے فعل کے موافق سنت ہوجاوے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خود یہ حال تھا کہ ان لوگون سے
بہت مشورت کرتے تھے اسکو محی السنۃ نے معالم مین اور دوسرون نے روایت کیا ہی اور حسن رح نے کہا کہ اللہ تعالے کو معلوم ہی کہ اسکے
رسول صلعم کو انکے مشاورت کی کچھ حاجت نہ تھی ولیکن یہ چاہا کہ آپ کے بعد کی امت اسی طریقہ پر رہے۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ آیا
یہ امر آپ پر واجب تھا یا مستحب تھا۔ اسمین فقہا کے دونون قول موجود ہین۔ اور سراج مین ذکر کیا کہ اس بات پر اجماع ہی کہ جس معاملہ مین اللہ
تعالے کی طرف سے کوئی وحی آگئی تو اسمین رسول صلعم کو امت سے مشاورت کرنا روا نہین ہی کیونکہ جب کوئی حکم منصوص ہوا تو رائے
باطل ہوگئی۔ اور رسول صلعم نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ اللہ تعالی و اسکا رسول اس سے بے پروا ہین ولیکن اللہ تعالی نے اسکو میری
امت کے واسطے رحمت کیا ہی سو جسنے میری امت مین سے مشورت کی اوسنے راہ صواب کو گم نہ کیا اور جسنے مشورت نہ کی وہ گمراہی کو
نہ چوکا۔ اور قرطبی رح نے ابن عطیہ رح سے نقل کیا کہ اسمین خلاف نہین کہ جو شخص مسلمانون کے سردارون مین سے شورت نہ لیتا ہو اسکا معزول
کرنا روا ہی پھر جاننا چاہیے کہ عمرو بن دینار کے طریق سے ابن عباس سے روایت ہی کہ قولہ تعالی وشاورہم فی الامر مین ابوبکر و عمر رضی اللہ
عنہما مراد ہین رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد علی شرط البخاری ومسلم۔ اور ایسا ہی کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس مروی ہی کہ یہ آیت حضرات ابوبکر و عمر رض
کی شان مین اتری یہ دونون بزرگ حضرت صلعم کے حواری اور آپ کے وزیر اور مومنون کے باپ تھے۔ اور عبد الرحمن بن غنم رض سے روایت ہی کہ رسول
اللہ صلعم نے ابوبکر و عمر رض سے کہا کہ جس مشورہ مین تم دونون اتفاق کرو مین اسمین تم سے مخالفت نہ کرونگا مترجم کہتا ہی کہ بعض احادیث مین ہی کہ
آپ نے فرمایا کہ آسمان کے میرے دونون وزیر جبرئیل و میکائیل ہین اور زمین کے ابوبکر رض و عمر رض ہین۔ اور مترجم کہتا ہی کہ صوفیہ کرام کہتے
ہین کہ حضرت صلعم کے داہنے وزیر ابوبکر رض اور بائین عمر رض تھے اور بعد آپ کے حضرت ابوبکر کے داہنے حضرت عمر اور بائین عثمان ہوے علی
ہذا القیاس قیامت تک یہ سلسلہ امراء اسلام مین جاری ہی اور مدارک مین مذکور ہی کہ اسمین دلالت ہی کہ اجتہاد کرنا جائز ہی اور بیان ہی کہ قیاس
حجت ہی فافہم۔ **فَإِذَا عَزَمْتَ**۔ علی امضاء ما ترید بعد المشاورۃ۔ پھر جب تو نے عزم کرلیا ف اس چیز کے عمل مین لانے کا جو
بعد مشاورت کے ٹھہری ہی۔ **فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ**۔ ثق بہ لا بالمشاورۃ۔ تو اعتماد و بھروسا کر اللہ تعالی پر ف نہ اس مشاورت پر
إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ۔ علیہ اللہ تعالی دوست رکھتا ہی ایسے لوگون کو جو توکل کرتے ہین یعنی اللہ تعالے پر ف
یہ اصل مین توکل کے معنے ہین کہ اللہ تعالے پر بھروسا ہوا اور یہی مدارک مین کہا کہ توکل بھروسا کرنا اللہ تعالی پر اور اسی کے سپرد کردینا اور شیخ
ذو النون مصری رح نے فرمایا کہ خلع ارباب وقطع اسباب۔ یعنی سواے خداے تعالی کے جو لوگ وسیلہ گمان کیے جاتے ہین اور گمان معہم
اسپر بھروسا کرتا ہی انکو چھوڑنا اور جتنے اسباب وسامان کہ کسی کام کے پورے ہونے مین دخل رکھنے والے شمار ہوتے ہین سب کی جڑ کاٹ

دنیا قال المترجم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہو کہ حضرت صلعم سے عزم کے معنی پوچھے گئے تو فرمایا کہ اہل رے سے مشورت لے کر اس کی پیروی کرنا رواہ ابن مردویہ مترجم کہتا ہو کہ عوام یہ خیال کرتے ہین کہ کوئی تدبیر نہ کرنا اور نہ کسی سبب ظاہری کا مباشر ہونا یہ توکل ہی۔ حالانکہ یہ وہم وغلط ہی بلکہ یہ سخت مذموم ہی اور توکل یہی ہو کہ اللہ عزوجل نے جو امور کہ ظاہر مین اسباب مقرر فرمائے ہین انکو ظاہر کے اسباب سمجھکر بجالاوے اور یہی اعتقاد رکھے کہ پورا ہونا کام کا اللہ تعالیٰ ہی کے پسر دہی یہ نہین کہ ان اسباب کی طرف یا اسباب کے تبدل سے پورے کرنے کی طرف سطح دل لگاوے کہ انکے نہ پورے ہوتے ہوتے یا ایسی کوشش نہ کرنے سے مقصود فوت ہوجائیگا کیونکہ یہ جاہلیت ہی اسیواسطے فرمایا کہ مشاورت کرو اور جب تم سمجھو کہ مشورہ مین قرار پایا ایسا مضبوط ہی کہ اس رائے مین خطا ہوگی نہین بلکہ جب اس کو جاری کرو تو اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد کرو بیان سے معلوم ہوا کہ یہ توکل تمام ہر ہر مسلمان بندے کی شان او راسپر واجب ہی ایسا نہین جیسا عوام گمان کرتے ہین کہ یہ تو ترک دنیا کا نام ہی سوائے فقیرون کے کون کر سکتا ہی یہ گمان غلط اور شیطانی وسوسہ ہی ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالیٰ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم۔ اللہ سبحانہ نے اس امت مرحومہ کے دلون کو وقت ایجاد کے دیدار جمال قدم مین پیدا کیا اور حسن وامید سے انکو منور کیا اور انکی ارواح کو عالم عدم سے عالم بسط وسرور و نور مشاہدہ کی طرف نکالا اور انکو خلق لطف کا لباس دیا پس وہ دیدار الطاف کے لیے مستعد اور نور انس کے لیے قابلیت والی ہوگئین اور اللہ عزوجل کے کمال حکمت ولطف مین سے یہ بیر ہی کہ حضرت صلعم کو خلق بسط وروح انس پر پیدا کیا پس باہم امت کی روحون کو آپ سے موافقت حاصل ہوئی اور درمیان مین مناسبت سے اہلیت پیدا ہوئی اور ارواح و اشباح مین نزدیکی ہوئی پس حشمت تو باقی رہی اور غلظت فنا ہوگئی اور آنحضرت صلعم اس امت مرحومہ کے واسطے سراسر رحمت ہوگئے اسکی تصدیق کلام باری تعالیٰ مین موجود ہی قولہ تعالیٰ ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک۔ اس خطاب سے دونون طرف سے لطف ہونا ظاہر ہوا اور فعل کی نسبت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کی یعنی فرمایا کہ تو نرم ہوا حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو بتکلف نہین کیا کیونکہ آنحضرت صلعم تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے لطف وکرم پر پیدا ہوے تھے۔ اسمین صحابہ رضی اللہ عنہم کے ادب دینے کی طرف اشارہ ہی یعنے نبی صلعم اگر اپنے احکام حقائق کے اندر اوکا دقت ڈالتے تو انکے سینے تنگ ہوجاتے اور راہ کے آداب حقیقی کو برداشت نہین کر سکتے لیکن پہلے انکو شریعت کے طور پر بجالانے مین مسامحہ کیا اور حقایق کی طرف اس پردہ سے راہ دی جو در حقیقت اپنیر واجب ہین اور اس کی تصدیق حق سبحانہ تعالیٰ کے کلام مین ہی قولہ تعالیٰ فاعف عنہم واستغفر لہم ۔پس عفو واستغفار تو انکے واسطے اللہ تعالیٰ کا مسامحہ ہی پس اُنسے انکی تقصیر عفو کر کہ تیرے مرتبون اور قدر کو پورا نہین پہچان سکے اور انکے واسطے استغفار کر کہ جو خطرے انکے دلون مین ایسے گذرتے ہین جو لائق معرفت نہین اور جو حرکتین انکی ظاہری صورتون سے ایسی ہوتی ہین جو تیری صحبت اور تیرے ساتھ بیٹھنے کے لائق نہین ہین انکے واسطے استغفار کر کیونکہ تو ربوبیت مین غرق ہی اور وہ تجکو مقام عبودیت مین چاہتے ہین۔ انکا تو یہ حال ہی کہ وہ وصف محبت وارادہ مین ہین اور تو محل توحید ومشاہدہ ازل وابد مین ہی۔ اور واسطی رح نے فرمایا کہ قولہ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم۔ ای تیرے تمام اوصاف اور جو تیرے انفاس سے نکلے وہ میری طرف سے تجپر اور تیری پیروی کرنے والون پر رحمت ہی اور ابن عطاء نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کا خلق چونکہ تمام خلائق سے اعلیٰ تھا تو اسپر مؤنت بھی عظیم ہوئے پس چشم پوشی وعفو واستغفار کا حکم دیا۔ حارث محاسبی رح نے فرمایا کہ قولہ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جو اس بارہ مین نرمی ومدارات ظاہر ہوئی اسکو اپنی ذات پاک کی طرف نسبت فرمایا کہ میری رحمت سے تو انکے لیے نرم ہوا اور اللہ عزوجل اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنے والا نہ تھا کہ تو نرم ہوا اگر یہ بات ہوتی کہ اللہ عزوجل نے اپنی معرفت سے اسکو نرم کیا اور مدارات کی توفیق دی اور فارسی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تو دیکھ کیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلعم کو نرمی وشفقت سے وصف فرمایا

پھر انکو انکی وصف سے خالی کر دیا پس قولہ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم - یہ با ین معنے کہ تیرا قیام ہمارے ساتھ تحقیقی ہے اور تو مخلوق سے بالکلیہ مہجور ہے قال المترجم مراد یہ ہے کہ لنت لہم - تو وصف آنحضرت صلعم فرمایا ولیکن پہلے فرما دیا کہ فبما رحمۃ من اللہ یعنی یہ صفت انکی خود قیام سے نہین بلکہ وصف الٰہی ہے - فافہم - کہا جاتا ہے کہ نہایت مخصوص رحمت اللہ عزوجل کی بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ تھی کہ آپکو لوگون کے ساتھ رہنے پر قوی کیا اور اداء رسالت پر صبر دیا ایسے لوگون کے ساتھ جن کے اخلاق آپکو رنج دیتے تھے باوجود اسکے کہ غلبہ سلطان کا تقاضا یہ تھا کہ عین سرایا غرق تھے اور تمام اوقات مین آپ پر استیلاء حق تھا پس اگر ایسی قوت آلہیہ نہوتی جس سے اللہ تعالےٰ نے آپکو مخصوص فرمایا تھا تو کہان لوگون کے ساتھ رہنے کی طاقت تھی کیا تو موسیٰ علیہ السلام کو نہین دیکھتا کہ کلام الٰہی سنے ہوے چونکہ دیر نہو گی تھی اپنے بھائی سے گفتگو کرنے مین صبر نہ کیا اور بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچا - قولہ تعالیٰ وشاورہم فے الامر - یعنی جس وقت کہ محل عبودیت وامور شریعت وعالم عقل مین آئے انکو اللہ عزوجل نے حکم کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اچھے برتاؤ سے رہین اور جو وقائع کہ تقدیر الٰہی عزوجل آیندہ ہونے والے ہین انہین ایسے مشورہ لین کیونکہ انکو اپنے عقلون اور قلوب سے قبول کرتے ہین فکر کے ساتھ اور کیونکہ اسکے احکام مین صبر کرتے ہین کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ ہی کی دریا کی نہرون سے پانی پیتے تھے اور اسوجہ سے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تو مقام ولایت مین تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام رسالت و نبوت مین تھے اور یہ دونون مقام اس معاملہ مین عین الجمع کے اندر ایک ہین وہ لوگ تو غیب کو بنور فراست دیکھتے تھے اور آپ اسکو بنور نبوت ورسالت دیکھتے تھے اور آنحضرت علیہ السلام محل عبودیت مین اسکے حاجتمند تھے کہ صحابہؓ دین مین آپ کی مدد کرین - پھر جب آپ مشاہدۂ ربوبیت مین ہوے اور تفرقہ سے مقام جمع کو پہونچے تو وہان اللہ عزوجل نے آپ کو حکم کیا کہ قدم کو حدوث سے بالکلیہ الگ کرے اور اللہ تعالےٰ کے واسطے جو غیر اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اسمین مجرد اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہو چنانچہ فرمایا فاذا عزمت فتوکل علی اللہ - کیونکہ جو کچھ اس سے چاہے اسمین وہی تجکو کافی ہے (عس) بالجملہ اہل ایمان کو معرفت دی اور اپنی عنایت پر بھروسے کا حکم دیا اور فرمایا

اِنۡ یَّنۡصُرۡکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمۡ ۚ وَ اِنۡ یَّخۡذُلۡکُمۡ فَمَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَنۡصُرُکُمۡ مِّنۡۢ

اگر اللہ تم کو مدد دے تو کوئی تمپر غالب نہین اور اگر وہ تمکو چھوڑ دے تو کون تمہاری مدد کریگا اس کے

بَعۡدِہٖ ؕ وَ عَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۝﴾ وَ مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنۡ یَّغُلَّ ؕ وَ مَنۡ یَّغۡلُلۡ یَاۡتِ

بعد اور اللہ تعالےٰ پر بھروسا چاہیے مومنون کو اور نبی کا یہ کام نہین کہ کچھ چھپا رکھے اور جو شخص کچھ چھپا دیگا وہ لادیگا

بِمَا غَلَّ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفۡسٍ مَّا کَسَبَتۡ وَ ہُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ ﴿۝﴾

اپنا چھپایا قیامت کے دن پھر پورا پاوے گا ہر کوئی اپنا کمایا اور انپر ظلم نہ ہوگا

اِنۡ یَّنۡصُرۡکُمُ اللّٰہُ - یعنکم علے عدوکم کیوم بدر - اگر اللہ تعالیٰ تمھاری نصرت کرے ف تمھارے دشمن پر تمکو مدد دے جیسے بدر کے روز فرمایا تھا - فَلَا غَالِبَ لَکُمۡ - تو تمپر کوئی غالب نہین ف اسمین جنس غالب کی نفی بالکلیہ ہے - وَ اِنۡ یَّخۡذُلۡکُمۡ - یترک نصرکم کیوم احد - اور اگر وہ تمھاری مدد چھوڑ دے ف جیسے احد کے روز کیا - اور خذلان کے معنے مددگاری چھوڑنا فَمَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَنۡصُرُکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِہٖ - بعد خذلانہ ای لاناصر لکم - تو پھر وہ کون ہے کہ اسکے بعد تمھاری نصرت کرے ف یعنی پھر تمھارا کوئی مددگار نہین ہے - اور اسکو بصورت استفہام انکاری ذکر فرمانے مین مومنون پر لطف ورحمت کا اشارہ ہے مع اسکے کہ اول مین فلا غالب لکم کی صریح نفی کر دی فافہم - وَ عَلَی اللّٰہِ - لاغیرہ - فَلۡیَتَوَکَّلِ لیثق - الۡمُؤۡمِنُوۡنَ - اور توکل کرنا چاہیے مومنون کو - اللہ تعالےٰ ہی پر نہ

دوسرے پر یعنی تقدیم ظرف بغرض حصر ہے پس معنے یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرین۔ اور متوکلین کی تعریف مین بہت سی احادیث صحیح
وارد ہین اور حضرت صلعم نے انکو ان ستر ہزار مین سے شمار فرمایا جو بلا حساب جنت مین داخل ہونگے اسقدر کافی ہے شیخ مفسر نے آیندہ آیت کا سبب نزول
لکھا کہ نزل لما فقدت قطیفۃ حمراء یوم بدر فقال بعض الناس لعل النبی صلعم اخذہا یعنی آگے کی آیت کا نزول اسوقت ہوا کہ بدر کے مال غنیمت
مین سے ایک سرخ مخطط کملی گم ہوئی پس بعض لوگون (منافقون) نے کہا کہ شاید نبی صلعم نے اسکو لیا ہو۔ رواہ عبد بن حمید والترمذی
فحسنہ وابو داؤد وابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن عباسؓ اور ابن جریر کی روایت مین تصریح ہے کہ یہ آیت وما کان لنبی ان یغل اس امر مذکورہ
مین نازل ہوئی کہ بعض لوگون نے کہا کہ شاید رسول اللہ صلعم نے اسکو لیا اور اس باب مین بہت گفتگو کی۔ وکذا رواہ وغیرہ اور مجاہدؒ نے ابن عباس
سے روایت کی ایک چیز غنیمت مین سے گم گئی منافقون نے آنحضرت صلعم پر تہمت لگائی پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ ابن مردویہ اس سے
معلوم ہوا کہ بعض الناس سے مراد منافق ہین اور یہ ظاہر ہے اسواسطے کہ مومن ایسا نہین کہہ سکتا ہے قال تعالیٰ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ
أَنْ يَغُلَّ - یخون فی الغنیمۃ فلا تظنوا بہ ذلک - یعنی نہین شان ہے کسی نبی کی کہ غلول کرے یعنے خیانت کرے مال غنیمت مین پس تم لوگ
نبی صلعم کے ساتھ ایسا گمان مت کرو ایسا ہی ابن عباس و مجاہد و حسن و بہتیرون نے تفسیر کیا ہے کیونکہ نبوت کا مدار تو صدق و امانت پر ہے جسکو اللہ تعالیٰ
نے امین بھیجا ہے خیانت اسکی شان نہین ہے اور عموماً ہر نبی کی بارات کی تو یہ بلیغ ہے یعنی جب کسی پیغمبر کی یہ شان نہین تو بھلا خاتم النبیین وافضل الانبیاء
علیہم السلام کی شان مین یہ گمان محض کفر ہے - پھر جاننا چاہیے کہ بنا بر تفسیر مذکور کے یہ آیت جملہ مستقلہ واسطے مذمت غلول کے و تطہیر و تزکیہ شان
نبی صلعم کے ہے جو قصہ احد کے درمیان بیان ہوا ہے ذکرہ ابن کثیر پھر کہا کہ عوفیؒ نے ابن عباس سے روایت کیا کہ قولہ وما کان لنبی ان یغل یعنے
یون غلول نہین کر سکتا کہ لشکر مین سے بعض کو دے اور بعض کو نہ دے اور یہی ضحاکؒ کا قول ہے مترجم کہتا ہے کہ معنے اس کے عمدہ ہین جو محی السنۃ
نے معالم مین مقاتلؒ سے ذکر کیے کہ یہ آیت غنائم احد کے بارہ مین نازل ہوئی با این معنے کہ تیر اندازون نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور غنیمت کی
خواہش کی اور کہنے لگے کہ ہم کو خوف ہے کہ رسول اللہ صلعم یہ کہدین کہ جو شخص جو چیز لے وہ اسی کی ہے اور غنیمت تقسیم نہو جیسے بدر کی غنیمت تقسیم
نہین ہوئی تھی پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انسے فرمایا کہ کیا مین نے تمسے عہد نہین لیا تھا کہ تم اپنی جگہ نچھوڑنا جبتک میرا حکم نہ پہنچے تو بولے
کہ ہمنے اپنے باقی ساتھیون کو وہین چھوڑ دیا تھا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین بلکہ تمھارا گمان یہ تھا کہ ہم غلول کرینگے اور تمھارا حصہ نہ
لگا دینگے اور بعض نے یغل بصیغۂ مجہول پڑھا جیسا کہ مفسر نے کہا کہ ایک قراءت مین بصیغہ مجہول ہے یعنی روا نہین کہ نبی کو نسبت کیا جاوے
غلول کی طرف۔ اور بعض نے کہا معنے یہ کہ ما کان لنبی ان یغلہ احد من اصحابہ - یعنی صحیح نہین کہ کسی نبی کے اصحاب مین سے کوئی اسکی خیانت
کرے۔ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - حاملا لہ علی عنقہ - اور جسنے غلول کیا وہ قیامت کے روز اس کو
لاوےگا ف یعنی اسکو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے ہوگا جیسا کہ احادیث مین آیا ہے - سراج مین کہا کہ اکثر مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت اپنے
اپنے ظاہر پر ہے اور یہ نظیر ہے قولہ یوم یحمی علیہا فی نار جہنم فتکوی بہا جباہہم وجنوبہم وظہورہم الآیۃ - یعنی اموال زکوۃ آتش جہنم مین گرم کرکے
اس سے ان لوگونکے جبہہ و پہلو و پشت داغ دیے جاوینگے یعنی زکوۃ نہ دینے والون کے ایسی ہی اس آیت مین ظاہر مراد ہے اور اسی پر دلالت
کرتا ہے قول آنحضرت صلعم کہ نہ چاہیے کہ کوئی تم مین سے مجھے اس حال مین ملے کہ قیامت مین اپنی گردن پر اونٹ لادے ہو جو بلبلاتا ہو یا گلے
لادے ہو جو بھباتی ہو یا بکری لادے ہو جو ممیاتی ہو پس وہ مجھے پکارنا شروع کرے کہ اے محمد اے محمد پس مین اس سے کہدون کہ مین تیرے واسطے
کسی چیز کا مالک نہین ہون مین تجھے پہونچا چکا تھا - محققین نے کہا غرض اس سے زیادہ فضیحت ہے اور ابو مسلمؒ نے کہا کہ ظاہر مقصود نہین بلکہ

تشدید وعید ہے نظیر اسکی قولہ تعالیٰ انہا ان تک مثقال حبۃ من خردل فتکن فی صخرۃ او فی السموات او فی الارض یات بہا اللہ یعنی اگر رائی کے
ذرہ برابر ہو کر کسی پتھر وغیرہ مین پوشیدہ ہو تو بھی اللہ تعالیٰ اسکو قیامت مین لاویگا - اس سے مقصود یہ کہ کوئی ذرہ اسکے علم سے پوشیدہ نہین
ایسے ہی یہان غرض ہے کہ ہر غلول کو اللہ تعالیٰ نے مقرر رکھا ہے جسکی وہ سزا دیا جائیگا - ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ
لَا يُظْلَمُوْنَ - شیئاً - پھر بھر پور دیا جائیگا ہر نفس (خواہ غلول کرنے والا ہو یا کوئی اور ہو بدلا) اُس چیز کا جو اُسنے کمایا یعنے
فعل کیا ہے اور حال یہ کہ وہ ظلم نہ کیے جاوینگے کچھ بھی ف غلول کی مذمت مین بہت احادیث واردین شیخ ابن کثیر نے کلام ورانسے
انکو نقل کیا مگر مین بہت ملخص لاتا ہون کہ ابو رافع کی حدیث مین ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ قبر فلان شخص کی ہے جسکو مین نے بنی فلان پر صدقہ
وصول کرنے کو بھیجا تھا اُسنے ایک پوستین کا غلول کیا جو اس حال مین ویسی ہی آگ کی پوستین پہنایا گیا ہے رواہ احمد و عمر بن الخطابؓ سے
ہے کہ لوگ ایک مقتول پر آئے اور کہا کہ فلان شہید ہے تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ ہرگز نہین مین نے اسکو آگ مین دیکھا بوجہ ایک چادر کے کی
کے جو اسنے غلول کی پھر فرمایا کہ جا کر لوگون مین پکار دے کہ نہین داخل ہوگا کوئی جنت مین مگر مومنین رواہ احمد و مسلم والترمذی و سالم بن عبداللہ
سے روایت ہے کہ وہ مسلمہ بن عبدالملک کے ساتھ ارض روم مین تھے وہان کسی شخص کے اسباب مین غلول پایا یعنی لوٹ کا مال تقسیم ہونے سے پہلے
اسنے کچھ اپنے اسباب مین ملا لیا تھا تو مسلمہ نے سالمؒ سے فتویٰ لیا انھون نے بواسطہ عبداللہ بن عمر اپنے باپ کے حضرت عمرؓ سے روایت کی کہ
رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسکی متاع مین تم غلول پاؤ اس متاع کو جلا دو اور مین خیال کرتا ہون کہ یہ بھی کہا کہ اور اسکو مارو - رواہ احمد والترمذی
وابوداود - علی بن المدینی والبخاری وغیرہ نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے اور دارقطنی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ فقط سالمؒ کا فتویٰ ہے اور ایسی ہی
سزا حسنؒ و حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے اور بمقتضائے حدیث مذکور مذہب امام احمد ہے اور امام ابوحنیفہ و مالک و شافعی و جمہور نے
اسمین خلاف کیا اور کہا کہ اسکا اسباب سب نہین جلایا جائیگا بلکہ جیسے اس فعل کی سزا ہو وہ دیا دیگی اور بخاری نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے غلول
کرنے والے پر نماز پڑھنے سے انکار کیا مگر اسکے اسباب کو نہین جلایا واللہ اعلم ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالیٰ ان ینصرکم اللہ فلا
غالب لکم - جدال مین سے ایک جدال نفس مع شیطان ہے وعلیٰ ہذا نصرت الٰہی سے مراد وہ سکینت ہے جو عارفون کے دلون مین حق سبحانہ کے نور تجلی
سے واقع ہوتی ہے جبکہ وہ اس حادث مخلوقات سب سے اپنا منھ پھیر کر جلال باری تعالیٰ عزوجل کی طرف توجہ لاتے ہین اور اسکی عظمت و کبریائی
کے سامنے گڑگڑاتے ہین پھر جب نور لبسط و رجا کے ساتھ انکو انوار غیب سے تلبس ہوتا ہے تو اس سے اشباح کو تقویت ہو جاتی ہے پس انکو حول
وقوت ازلی سے تائید دیجاتی ہے پس اسوقت مین لطف و رحمت کے مقابلہ سے قہر کے لشکر ہٹ جاتے ہین بسبب سطوات ہیبت کے بقولہ سبقت
رحمتی علیٰ غضبی - اور اسکے حقائق ہم نے ترقی مقامات نبی صلی اللہ علیہ وسلم مین بیان کیے ہین اور اسی طرف حضرت صلعم نے اپنے سجدے مین
اشارہ فرمایا اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک - پناہ مانگتا ہون مین تیری رضامندی کے ساتھ
تیرے خشم سے اور تیرے معافات کے ساتھ تیرے عقوبت سے اور تیرے ہی ساتھ تجھسے شیخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت مریدین مین تو یہ
ہے کہ انکو اپنے نفس کی شہوات جڑ سے کاٹنے کی توفیق دے اور محبین مین یہ کہ گونہ مدانات سے صبح ازل کی خوشبو ذرہ برابر دیکر انکے نور یقین کو
بڑھاوے اور عارفون مین اسکی نصرت یہ ہے کہ مشاہدات سے انکو وہ علوم صفات دے جس سے وہ جاہل ہین بعض نے فرمایا کہ نصرت الٰہی اسکو پہونچتی ہے
جو اپنے حول و قوت سے بیزاری کرے اور تمام اسباب مین اپنے پروردگار پر اعتصام کرے کیونکہ جسنے اپنی قوت پر اعتماد کیا سو وہ مردود
ہے اور حضرت استادؒ نے فرمایا کہ نصرت الٰہی پہلے تو توفیق کے ساتھ ہوتی ہے وہ اشباح کو ہوتی ہے پھر تحقیق کے ساتھ ارواح کو ہوتی ہے اور کہا

جاتا ہی کہ ینصرکم یعنی ظاہر کی تائید اور باطن کی درستی کے ساتھ تمکو مدد دے - اور کہا گیا کہ مددگاری و فتح تو دشمن پر ہوتی ہی اور سب سے بڑھکر تیرا دشمن وہ نفس ہی جو تیرے دونون پہلو کے بیچ مین ہی - اور نصرت الٰہی سے جو چیزین فتنہ پرواز تھین بھاگتی ہین اور اسکی عصمت کے لشکر نگہبان ہو جاتے ہین یہانتک کہ انوار نازلہ سے شہوات بھاگتے جاتے ہین پس محض ولایت رہجاتی ہی جو شبہات سے خالص ہی یعنے وہان اوصاف بشریت کو اور نفس کی خواہشون کو اور اسکے آثار کو جو نزدیکی سے مانع ہین کچھ دخل نہین رہتا ہی - قولہ تعالی وما کان لنبی ان یغل اللہ عزوجل نے عموم لفظ سے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خطرات کے میل سے پاک فرمایا اور وصف کیا کہ غیب کی خبر دینے مین وہ امین ہین انکے دل پر شریعت و طریقت بیان کرنے کے وقت کوئی مداہنت کسی شریف و وضیع کو دیکھکر نہین جاری ہوئی اور نھون نے حق عزوجل کے بندون سے پوشیدہ نہین کیا اور اہل حق کو علم حق عطا کیا اور جو لوگ محجوب تھے انکو برہان حق کے ساتھ حق کی نشانی دکھلائی اور اپنے حظ نفس کے ساتھ ایک قدم نہین اٹھایا - اور بعضے مشائخ نے کہا کہ نہین روا ہی کسی نبی کو کہ وحی و شریعت کے علم مین اپنے پیروی والون کو یکسان نرکھے اور یحیی علوی رحہ نے فرمایا کسی نبی کو روا نہین ہی کہ امتیون کے واسطے اغیار کے سامنے اپنے اسرار ضائع کرے

أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ○ هُمْ

کیا ایک شخص جو تابع ہی اللہ تعالی کی مرضی کا برابر ہی اسکے جو کما لایا غصہ اللہ کا اور اسکا ٹھکانا دوزخ ہی اور کیا بری جگہ لوٹنے کی ہی وے

دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ○ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ

لوگ کئی درجہ کے ہین اللہ کے یہان اور اللہ دیکھتا ہی جو کرتے ہین اللہ تعالی نے احسان کیا ایمان والون پر جو بھیجا

فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ج

ان مین رسول انھین مین کا پڑھتا ہی انپر آیتین اسکی اور سنوارتا ہی انکو اور سکھاتا ہی انکو کتاب و کام کی بات

وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ○

اللہ وہ تو پہلے اس سے البتہ کھلی گمراہی مین تھے

أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ - فاطاع ولم یغل - کیا بھلا جسنے رضوان الٰہی کی پیروی کی یعنی اطاعت کی اور غلول نہ کیا كَمَنْ بَاءَ - رجع - بِسَخَطٍ مِنَ اللَّهِ - بمعصیتہ وغلولہ - کیا وہ ایسے شخص کے مانند ہی جسنے معصیت الٰہی و غلول مین رجوع کیا - یعنی جو شخص کہ رضوان الٰہی کا پیرو ہوا باین طور کہ اسکی شریعت کی پیروی کی اور غلول نہین کیا کیا وہ ایسے شخص کے مانند ہی جسنے غضب الٰہی مین ٹھکانا لیا باین طور کہ اسکی نافرمانی کی اور غلول کیا یہ استفہام انکاری ہی یعنی ایسا نہین ہی پس مفسر رحہ نے متبع رضوان سے غلول نکرنے والا اور راجع بغضبہ سے غلول کرنیوالا مراد لیا بقرینۂ ذکر سابق اور اسکو معالم مین کلبی و ضحاک سے نقل کیا اور بعض نے کہا کہ اول مہاجرین اور دوم منافقین ہین یعنی مہاجرین مخلصین نہین ہو سکتے مانند منافقین کے اور بعض نے کہا اول مومنین مطیع ہین اور دوم کافرین ہین - اقول یہ عام ہی یعنی عام مومنین بمنزلہ کفار نہین ہو سکتے ہین اور بیضاوی رحہ نے کہا کہ یہ وجوہ تعیین کی اگرچہ محتمل و صحیح ہین لیکن انھین پر لفظ کو مقصور کرنا روا نہین ہی بلکہ اس کے معنے عام مراد لینا چاہیے وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ - المرجع ہی لا - یعنی مصیر ظرف بمعنے مرجع ہی اور یہی مخصوص بالذم بارجع بجہنم ہی - اور یہ جواب استفہام ہی یعنے دونون یکسان نہین ہین - اور مصیر و مرجع مین فرق یہ ہی کہ اول مین تو حالت بدلنا ضروری ہی جیسے یہان کفار گویا بہشت سے جہنم مین گئے اور مرجع کا بدلنا ضرور نہین کیونکہ کبھی اصل ہی ہوتا ہی مثلاً زید باغ سے آیا پھر اپنے مرجع یعنے باغ کو لوٹ گیا کیونکہ وہین رہتا ہی - اور یہ آیت

کمن باء الخ کا بیان ہی یعنی جسنے غضب الٰہی مین ٹھکانا بنایا تو اسکا مرجع وماوی جہنم ہی اور وہ مرجع بہت برا ہی۔ هُمْ دَرَجٰتٌ۔ یہ لوگ درجات ہین ف ای اصحاب درجات۔ یعنی یہ لوگ مختلف درجات والے ہین۔ ہم ضمیر جو ہر دو فریق کی طرف راجع ہی چونکہ وہ عین درجات نہین لہذا مضاف مقدر کیا ہی اصحاب درجات ہین عِنْدَ اللّٰهِ۔ ای مختلفوا المنازل فلمن اتبع رضوانہ الثواب ولمن باء بالسخط العقاب۔ یعنی اللہ کے نزدیک یہ لوگ مختلف المنازل ہین یعنی انکے درجہ مختلف ہین پس اس شخص کے واسطے جسنے رضوان الٰہی کی پیروی کی ہو ثواب ہی اور اس شخص کے واسطے جسنے غضب الٰہی مین رجوع کیا ہو عذاب ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ قاضی بیضاوی نے انند کشاف کے ہم درجت عند اللہ مین کچھ مقدر نہین کیا اور اسی کو ارجح قرار دیا کہ ہم درجات برسبیل مبالغہ ہی بحذف حرف تشبیہ یعنی ہم مثل الدرجات یعنی آنکے انین بڑا تفاوت ہی موافق انکے اعمال کے جیسے درجات مین تفاوت ہوتا ہی اور ایسا ہی حسن و محمد بن اسحاق نے فرمایا کہ یعنی اہل الخیر والشر درجات ہی متفاوتون بحسب الاعمال۔ اسیواسطے فرمایا۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ۔ فیجازیہم بہ۔ اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا ہی جو یہ لوگ کرتے ہین ف پس انکو انکے اعمال کے موافق جزا دیگا۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ای عربیا مثلہم لیفہموا عنہ ویشرفوا بہ لا ملکا ولا عجمیا۔ البتہ بہت بڑا احسان کیا اللہ تعالیٰ نے مومنون پر جبکہ انھین مین سے ایک رسول بھیجا ف یعنے عربی رسول بھیجا جو آدمی ہونے مین انکے مثل ہی تاکہ اسکی بات کو سمجھین اور اس سے شرف پاوین کوئی فرشتہ نہین بھیجا اور نہ کوئی عجمی آدمی بھیجا۔ عجم تمام وہ ملک جو سوا ے عرب کے ہی پس یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہی۔ اگر کہا جاوے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہی مومنین کی کیون خصوصیت فرمائی تو جواب یہ ہی کہ آنحضرت صلعم سے انھین کو انتفاع ہوا اور کفار و منافق مردود محروم رہے جیسے قولہ تعالیٰ ہدًی للمتقین مین متقیون کی خصوصیت انکے نفع ہونے کی وجہ سے ہی۔ پھر واضح ہو کہ لفظ فیہم دلالت کرتا ہی کہ المومنین کا الف لام عہد کا ہی اور مراد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہین اور یہ فضیل شریف انکو اور اہل عرب کو ہی باوجودیکہ آپ کی اتباع سب اہل عرب و عجم پر واجب ہی اور باوجودیکہ بعثت عام ہو پھر آنحضرت صلعم کی زبان عربی و قرآن مجید بزبان عربی ہونے سے اس زبان کی فضیلت دیگر زبانون پر ظاہر ہوئی اسیوجہ سے اس زبان پر غیر زبان کا قیاس روا نہین ہی اور امام ابو یوسف و امام محمد و دیگر ائمہ نے فارسی مین قراءۃ قرآن کو نماز مین روا نہین رکھا اور امام ابو حنیفہ سے اسکا جواز منقول ہی تو صحیح یہ ہی کہ انھون نے اس سے رجوع کیا ہی کمافی الدر وغیرہ پھر جاننا چاہئے کہ انفسہم مین انفس جمع نفس کی قراءۃ متواترہ ہی اور شاذ قراءۃ مین انفس بصیغہ اسم التفضیل بمعنے نہایت نفیس آیا اور کہا گیا کہ یہی قراءۃ حضرت سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تھی اور توجیہ اس قراءۃ کی یہ ہی کہ آنحضرت صلعم حضرت آدم سے لیکر اشرف گروہ مین بطنا بعد بطن ہوتے آئے اور ابو طالب نے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپکا نکاح پڑھا تو یہ خطبہ پڑھا۔ الحمد للہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراهیم وزرع اسمعیل وضئضئ معد بن عدنان وعنصر مضر وجعلنا سدنۃ بیتہ وسواس حرمہ وجعل لنا بیتا محجوجا وحرما امنا وجعلنا الحکام علی الناس وان ابن اخی هذا محمد بن عبد اللہ لا یوزن بہ فتی من قریش الا رجح بہ وھو واللہ بعد هذا لہ نبا عظیم وخطب جلیل۔ حالانکہ اس نکاح مین سب روساء بنی ہاشم و مضر کے حاضر تھے۔ رہا یہ کہ یہ مومنین پر احسان یہ ہی کہ اہل عرب اپنے اشرف کے تابع ہوتے اور اسکی بات مانتے تھے پس ایسا شخص بنی کیا کہ اسکی تصدیق و طاعت مین انکو تامل نہو۔ واضح رہے کہ یہ قراءۃ اگرچہ شاذ ہی لیکن چونکہ آنحضرت صلعم کے شرف پر مشتمل ہی اکثر مفسرین نے اسکو بھی ذکر کیا ہی لہذا مترجم نے تبرکا درج کیا۔ اللهم صل علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وسلم۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ۔ القرآن۔ درحالیکہ رسول موصوف انپر آیات الٰہی یعنی قرآن تلاوت کرتا ہی وَيُزَكِّيْهِمْ۔ یطہرہم من الذنوب۔ اور انکو پاک کرتا ہی یعنے انکو گناہون سے پاک کرتا ہی یعنی ایمان توحید لاکر کفر و شرک کی نجاست سے پاک ہون

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شان تو اعلی تھی آپ نے تو کبھی بتون کی طرف رخ بھی نہین فرمایا آپ کے اصحاب مین سے حضرت ابوبکر نے بھی کبھی بت نہین
پوجا تھا اور حضرت عمرؓ ہمیشہ بت پوجنے والون سے جلتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کبھی نہین پوجا بلکہ صغر سنی مین ہی مسلمان ہوے
اور بقول اصح دس برس کے تھے اور نماز پڑھی اور پیدا ہوتے ہی دودھ نہ پیا اور باپ کا تھوک نہ چوسا یہانتک کہ حضرت صلعم نے اپنا لعاب مبارک
انکے منھ مین دیا تھا جیسا کہ سیر مین مفصل مذکور ہی - وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ - اور اس حال سے کہ رسول انکو تعلیم فرمایا ہی کتاب یعنی القرآن
وَالْحِكْمَةَ - یعنی السنۃ - وَاِنْ كَانُوْا - محققہ ای انہم - یعنی ان شرطیہ نہین اور نافیہ بھی نہین ہی کیونکہ نفی مین لام سے فرق ہوگیا
درمیان محققہ ونافیہ کے پس یہ ان مشددہ کا مخففہ ہی اور اسکا اسم ضمیر شان نہین قرار دی کہ صاحب کشاف نے کہا کیونکہ یہ کسی نحوی کا قول
نہین ہی جیسا کہ ابوحیانؒ نے کہا ہی پس اسم اسکا ضمیر راجع بجانب مومنین قرار دی ای وانہم كَانُوْا مِنْ قَبْلُ - ای قبل بعثہ - اور یہ لوگ آپ
کے مبعوث ہونے سے پہلے - لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ - بین - کھلی کھلی گمراہی مین پڑے تھے ف عرب زمانہ جہالت مین بےعلم و بےعقل و
محض خانہ بدوشی و کشت و خون و فسق و فجور و بت پرست و بھوت پریت ماننے مین سرگردان تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ کرامت
نہایت اعلی یہ ہی کہ آپ نے انکو اپنے دیدار و ہدایت سے تمام جہان کا پیشوا بنا دیا ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے لقد من اللہ علی
المومنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حق عز وجل کا آئینہ تھے کہ اپنے دیدار جلال وجمال سے مومنین وصدیقین
کے واسطے تجلی حق دیتے تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من رانی فقد رای الحق - یعنی جسنے مجھے دیکھا اسنے حق دیکھا مترجم
کہتا ہی کہ حدیث صحیح ہی اور علماے ربانی اسکے یہ معنے بیان کرتے ہین کہ جسنے مجھے خواب مین دیکھا اسنے تحقیق مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت
نہین بن سکتا ہی چنانچہ دوسری روایت صحیح مین مصرح موجود ہی ہان اسمین اشارہ ہوسکتا ہی جو شیخ نے ذکر کیا فافہم - اللہ تعالی نے اپنے بندون پر ایسے پاک نبی صلعم کے
بھیجنے سے احسان رکھا کہ اسکی تجلی التباسی سے جناب حق عز وجل تک انکو وصول ہوا اور اگر بدون اسکے بندون پر تجلی صرف ہوتی تو سب کے سب اول
ہی سطوت عظمت مین جل جاتے پس اپنی رحمت سے اسکو واسطہ تجلی کر دیا اور یہ تجلی محل التباس مین تھی کہ آنکھون والون کے واسطے اپنے نفس کو ظاہر
کر دیا **قال المترجم** کوئی شک نہین کہ حضرت صلعم کے دیدار پاک سے ان لوگون کو جنکی ارواح اللہ عز وجل نے پاک رکھی تھین ایک نظر مین جو کچھ
حاصل ہو جاتا تھا آج وہ کسی ولی و قطب کو تمام عمر بلکہ لاکھون برس عمر ہو تو بھی میسر نہین آتا ہی کیونکہ یہ آئینہ کہان سے لاویگا اور جو روحین نور سے
محروم رہی تھین وہ اسیقدر جلتی تھین جس قدر نورانی روحین آپکو محبوب رکھتی تھین اور یہ امر قیامت تک برابر جاری ہی فافہم - پھر مومنون کے
کون سی نعمت اس سے بڑھکر ہوگی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مانند انکا سردار کیا وہ خلق کے واسطے جمال حق دیکھنے کا آئینہ ہی وہی انکو اللہ
عز وجل کے اسما و صفات و نعوت پہنچواتا ہی وہی انکو ہلاک ہونے کی جگہون سے نجات دیتا اور نجات پانے کی جگہین بتلاتا ہی اور بعض مشائخ نے
فرمایا کہ اللہ عز وجل کی بڑی منت اسکے مخلوق پر یہ ہی کہ انبیاء علیہم السلام کو درمیان مین واسطہ کر دیا تاکہ انکے وسیلہ سے اس تک پہونچ جاوین اور
اگر اپنی صفات مین سے کوئی ذرہ انپر ظاہر فرماتا تو سب کے سب سوختہ ہو جاتے اور راہ سے گمراہ ہو جاتے سواے ان بعض کے جو ازل مین معصوم
رکھے گئے تھے **قال المترجم** یہان سے تجھے یقین ہونا چاہیے کہ توحید باریتعالی کیونکر حاصل ہوتی ہی اور مترجم نے جا بجا لکھا ہی کہ
بدون واسطہ حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہرگز موحد نہ ہوگا اگرچہ زبان و عقل سے یہ کہے جاوے کہ مین اللہ تعالی کو وحد جانتا ہون
اسواسطے کہ صفات حق عز وجل کو کوئی آدمی اپنی عقل سے نہین پا سکتا ہی الا جیسا کہ حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا حالانکہ وحدانیت باریتعالی ظاہر
و باہر ہی اس مقام مین خوب تامل کرنا چاہیے اور وہم کی پیروی بیجا ہیے - پھر واضح ہو کہ جب غزوۂ احد مین صحابہ مین سے قریب ستر کے شہید

ہوے حالانکہ ایک سال پہلے غزوۂ بدر کے کافرون سے فدیہ لینے مین اقرار کیا تھا کہ ہم کو شہادت اسکے عوض منظور ہے کیونکہ وہی ہمارا عین مقصود ہے پھر جب اس سال شہادت ہوئی تو بعضے کہنے لگے کہ ہمکو یہ مصیبت کہان سے پہونچی حالانکہ ہم مومن ہین تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ

کیا جس وقت پہونچی تم کو ایک مصیبت کہ تم پہونچا چکے ہو اسکے دو برابر کہتے ہو یہ کہان سے آئی تو کہہ یہ آئی تمکو اپنی طرف سے

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ

اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور جو کچھ تم کو مصیبت پہونچی جس دن بھڑین دو فوجین سو اللہ کے حکم سے اور تاکہ معلوم کرے

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ۙ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ښ وَقِيْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ۭ

مومنون کو اور تاکہ معلوم کرے منافقون کو اور منافقون سے کہا گیا کہ آؤ لڑو اللہ کی راہ مین یا دفع کرو دشمن

قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ ۭ ھُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْھُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ

بولے ہم کو معلوم ہوتی لڑائی تو ہم تمھارے پیچھے چلتے یہ لوگ اس دن کفر کی طرف زیادہ نزدیک ہین ایمان سے

يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِھِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ۝ۚ اَلَّذِيْنَ

کہتے ہین اپنے منھ سے جو نہین ہے انکے دلون مین اور اللہ خوب جانتا ہے جو چھپاتے ہین وہ جو لوگ

قَالُوْا لِاِخْوَانِھِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ۭ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ

کہتے ہین اپنے بھائیون کو اور آپ بیٹھ رہے ہین اگر وہ ہماری بات مانتے تو مارے نجاتے تو کہہ اب ہٹا دیجیو اپنے اوپر سے موت

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

اگر تم سچے ہو

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةٌ - باحد بقتل سبعين منكم - کیا بھلا جب تم کو مصیبت پہونچی یعنے احد مین بایںطور کہ تم مین سے ستر آدمی شہید ہوے - قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا - ببدر بقتل سبعين واسر سبعين منهم - حالانکہ تم اس سے دو چند مصیبت پہونچا چکے تھے - یعنے بدر مین این طور کہ ستر تم نے قتل کیے تھے اور ستر قید کر لائے تھے - قُلْتُمْ - متعجبين - تو اب تم نے تعجب کرتے ہوے کہا - اَنّٰى - من اين لنا - هٰذَا - الخذلان ونحن مسلمون ورسول اللہ فينا - والجملة الاخيرة في محل الاستفهام الانكاري کہانسے پہونچی ہمارے واسطے یہ شکست حالانکہ ہم مسلمان ہین اور رسول اللہ ہم مین موجود ہین - اور یہ اخیر کا جملہ یعنی انی ہذا ہی محل استفہام انکاری ہے یعنے انی ہذا کہتے ہو حالانکہ بات یون ہے - قُلْ - لهم - هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ - لانكم تركتم المركز فخذلتم - کہدے ان لوگون کو کہ یہ مصیبت تم کو اپنی طرف سے آئی - کیونکہ تم نے مرکز چھوڑ دیا جسپر جمے رہنے کا تمکو حکم تھا - یہی قول محمد بن اسحاق وربیع بن انس وسدی کا ہے اور یہی ابن جریرؒ نے اختیار کیا - اور کسی نے کہا کہ یا اسوجہ سے کہ تم نے مدینہ سے نکلکر لڑنا اختیار کیا مترجم کہتا ہے کہ یہ قول وہی ہے قابل ذکر نہین ہے - ہان یہان ایک اور قول قابل ذکر ہے وہ یہ کہ ہو من عند انفسکم - اسوجہ سے کہ تمنے بدر کے کافر قیدیون کا فدیہ لیکر چھوڑنا اختیار کیا - اور یہ قصہ یون ہے کہ جب بدر مین ستر کافر قید کر لائے تو مشرکون نے انکا فدیہ دیکر چھوڑانا چاہا پس مسلمانون نے اسکو منظور کر لیا اور ابو بکرؓ کی رائے پر آنحضرت صلعم نے عمل کیا اور عمرؓ نے انکے قتل کی راے دی اور اصرار کیا مگر مقبول نہوئی بلکہ فرمایا کہ ابو بکرؓ کا دل نرم مانند قلب

ابراہیمؑ کے ہی اور عمرؓ کا دل مانند نوحؑ کے ہی کہ دعا مانگی رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا- پس یہ عتاب ہوا چنانچہ حضرت علیؓ سے روایت ہی کہ جبرئیل علیہ السلام حضرت صلعم کے پاس آئے اور کہا کہ اے محمد صلعم جو تمہاری قوم نے قیدیون کے حق مین کیا اسکو اللہ تعالی نے مکروہ رکھا ہی اور آپ کو حکم دیا ہی کہ انکو اختیار دو کہ دو باتون مین سے ایک اختیار کرین ایک یہ کہ قیدیون کو پیش کرین کہ انکی گردنین ماری جاوین یا انکا فدیہ لیکر چھوڑین اس شرط پر کہ مسلمانون مین سے اسیقدر جتنے چھوڑے ہین شہید ہونگے پس حضرت صلعم نے لوگون کو بلا کر اسکا اختیار دیا تو بولے کہ یہ ہمارے کنبے کے بھائی بند ہین کیا ہم ان سے فدیہ نہین لیوین کہ اس سے ہمکو قتال پر قوت حاصل ہو اور انھین کی تعداد ہم مین سے شہید ہو جاوینگے کیونکہ یہ ہین تو کوئی مکروہ بات نہین ہی- فرمایا کہ پھر انمین سے احد کے روز ستر آدمی قیدیان بدر کی تعداد پر مارے گئے رواہ ابن جریر والترمذی النسائی پس یہان جو فرمایا قل ہو من عند انفسکم- اسکے یہی معنے ہین کہ تمنے خود فدیہ لیا چنانچہ ابن عباسؓ نے عمر بن الخطابؓ سے روایت کی کہ عمرؓ نے فرمایا کہ پھر جب سال آئندہ مین احد کا روز ہوا تو عذاب دیے گئے بسبب اسکے جو انھون نے بدر کے روز کیا تھا کہ کفار قیدیون سے فدیہ لیکر چھوڑ دیا تھا پس یہ ہوا کہ انمین سے ستر آدمی قتل ہوے اور رسول اللہ صلعم کو چھوڑ کر آپ کے ساتھی بھاگ گئے اور آپ کے اگلے دانت شکستہ ہوے اور خود سے سر مبارک پر زخم ہو گیا اور آپ کے چہرۂ مبارک پر خون بہنے لگا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا- اولما اصابتکم مصیبۃ قد اصبتم مثلیہا قلتم انی ہذا- قل ہو من عند انفسکم- کیونکہ تم نے فدیہ لے لیا رواہ ابن ابی حاتم وکذا احمد- ولکن الطول منہ اور یہی حسن بصریؒ نے کہا ہی پھر یہ سب امتحان الٰہی عزوجل ہی تاکہ مبہم طریقہ سے کافرون و مومنون کی آزمائش فرماوے- اور اگر وہ چاہتا تو دم مین سب کا فنا ہو جاتے یا ایمان لاتے- إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ- اللہ تعالی تو ہر چیز پر قادر ہی جو چاہے کرے ف اور منجملہ ہر شی کے مدد دینا اور نہ دینا بھی ہی- وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ- باحد- اور جو کچھ تمکو مصیبت پہونچا جس دن دونون جماعتین مومنین وکافرین مقابل ہو کر مل گئین یعنے مقام احد مین فَبِإِذْنِ اللَّهِ- بارادتہ- وہ اللہ کے ارادہ سے تھا- وَلِيَعْلَمَ- اللہ علم ظہور اور تاکہ جان لے اللہ تعالی علم ظہور کا جاننا- الْمُؤْمِنِينَ- حقا- ان لوگون کو جو ایمان لائے ہین تحقیقا یعنی سب پر ظاہر کر دے کہ سچے مومن ہین- وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا- اور تاکہ ان لوگون کو جان لے یعنی متمیز کر دے جنھون نے نفاق کیا- وَقِيلَ لَهُمْ ای والذین قیل لہم لما انصرفوا عن القتال وہم عبد اللہ بن ابی واصحابہ- تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ- اور تاکہ ان منافقون کو جان لے جن سے کہا گیا تھا [جب احد مین جانے سے پھر چلے تھے] کہ آؤ اللہ تعالے کی راہ مین لڑو یعنی اللہ تعالے کی راہ مین اسکے دشمنون سے لڑو- أَوِ ادْفَعُوا- عنا القوم بتکثیر سوادکم ان لم تقاتلوا یا دفع کرو ہم سے قوم مشرکین کو باینطور کہ جماعت کی تکثیر کرو اگر تم نہ لڑو حاصل انکہ کثرت لشکر بھی باعث ہو جاتا ہی کہ دشمن نہ لڑے یا صلح کرلے یا بھاگ جاوے یہ گروہ عبد اللہ بن ابی منافق کا تھا کہ احد مین نکلنے سے لوٹ چلے اور بعضے گروہ انصار کو بھی بہکایا چنانچہ سابق مین یہ قصہ گذر چکا ہی- حاصل آنکہ اس حالہ مین اللہ تعالے کی یہی حکمت تھی کہ ان منافقون کو رسوا کرے جن سے کہا گیا تھا کہ آؤ جہاد کرو یا نہ لڑو تو جماعت کو بھاری رکھو- قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ- بولے اگر ہم اچھی طرح جانتے قتال کو تو تمہارے پیچھے آتے قال المترجم عبد اللہ بن ابی منافق نے مشورہ دیا تھا کہ مدینہ کے اندر سے لڑو تو اب طعن کرتا ہی کہ ہم تو اچھی لڑائی ہی نہین جانتے ہین کیا تمہارے ساتھ آوین جیسے تم لوگ لڑائی کے قواعد سے واقف نہین ہو پھر اللہ تعالی نے ان منافقون کا نفاق ظاہر کیا بقولہ تعالی هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ- آج وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب ہین ف بسبب اس کے کہ انھون نے کھلے کھلے مسلمانون کی مددگاری چھوڑی پس انکا منافق ہونا معلوم ہو گیا- اگر کہا جاوے کہ وہ کبھی ایمان سے زیادہ قریب نہ تھے یہان کیونکر فرمایا تو مفسر نے جواب دیا و کانوا قبل اقرب الی الایمان من حیث الظاہر- پہلے تو ظاہر کی راہ سے وہ ایمان سے

ف ۵ قولہ نحن وفی نسخہ نحسن من حس یعنی اگر ہم دیکھتے کہ تم لڑو گے تو تمہارے ساتھ چلتے ۱۲

اقرب تھے اگرچہ باطن مین تو اب اور پہلے ہمیشہ کافر تھے - يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ - ولو علموا قتالا لا
لم یتبعوکم - اپنے مُنھون سے ایسی بات کہتے ہین جو اُنکے دلون مین نہین ہے اور اگر وہ جانتے کہ لڑائی واقع ہوگی تو کبھی تمھارے ساتھ نہ آتے
اگرچہ منھ سے کہتے ہین کہ لو نعلم قتالا لاتبعناکم - اسی واسطے اللہ تعالی نے فرمایا - وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ - من النفاق - اور جو نفاق
چھپاتے ہین اُس کو اللہ تعالے خوب جانتا ہی یعنے اُنکو سزاے سخت دیگا - پھر اُنھین کی مذمت مین فرمایا - الَّذِينَ - بدل من الذین
قبلہ او نعت یعنی یہ الذین - یا تو پہلے الذین نافقوا - کا بدل ہی یا اسکی صفت ہی اور مآل واحد ہی - قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ - فی الدین ایسے
لوگ ہین کہ کہتے ہین اپنے بھائیون کے حق مین یعنی دینی بھائیون سے جو انکے مانند منافق ہین یون کہتے ہین - وَ - قد - قَعَدُوا - عن الجہاد حال انکہ
خود جہاد سے بیٹھ رہے ہین - لَوْ أَطَاعُونَا - ای شہداء احد او اخواننا فی القعود - اگر یہ لوگ ہماری اطاعت کرتے - اس امر مین کہ بیٹھ
رہتے تو - مَا قُتِلُوا - قتل نہوتے - قُلْ - لہم - تو انسے کہدے - فَادْرَءُوا - ادفعوا - عَنْ أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ - فی
فی ان القعود ینجی - تو اب دفع کر لیجیو اپنی جان سے موت کو اگر تم سچے ہو اس بات مین کہ بیٹھ رہنا موت سے نجات دیتا ہی - حاصل یہ کہ
موت و قتل ہر ایک مقدر ہی اپنے وقت سے پہلے نہین آسکتا ہی اور سراج مین مذکور ہی کہ جسدن ان منافقون نے یہ بات کہی تھی کہ قتال کو جاتے
ہمارا کہا مانتے تو نہ مرتے اُس دن مقدار الٰہی سے ستر منافق مرے اور نیز سراج مین ہی کہ قولہ فادرؤا عن انفسکم الموت خطاب ہی نفرتون سے
استہزاء ہی یعنی اگر تم ایسے ہی جوانمرد ہو کہ موت کے اسباب اپنی دانائی سے دور کر لیتے ہو تو سب اسباب دور کرلو تاکہ تم کو موت ہی نہ آوے -
اور جسدن تم ناچار مرے تو کہتے ہو کہ یہ وقت مل نہین سکتا تھا اسکی کوئی تدبیر نہین تو پھر کیون نہین سمجھتے کہ قتل کا بھی یہی حال ہی بلکہ ایمان
پر گر مرکر نفاق مین کتے کی موت ہی اور جہاد مین شہادت ہی قال تعالے

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝

اور تو ہرگز مت سمجھ　ان لوگون کو جو مارے گئے اللہ کی راہ مین　مردے　بلکہ زندہ ہین اپنے رب کے پاس　روزی پاتے ہین

فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ

خوشی کرتے ہین　جو دیا اُنکو　اللہ نے　اپنے فضل سے　اور خوشوقتی چاہتے ہین ان لوگون کے ساتھ جو ابھی نہین پہونچے انہین پیچھے سے

أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ

یہ کہ نہ ڈر ہی　اُنپر　اور نہ وہ غمگین ہین　خوشوقتی چاہتے ہین　اللہ کی نعمت　اور فضل سے اور اس سے کہ اللہ

لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

نہین ضائع کرتا مزدوری ایمان والون کی

وقف لازم

ع ۱۶ / ۱۷ / ۸

مترجم کہتا ہی کہ دیر کی آیت مین تو اس بات کو بیان کردیا کہ موت و قتل سب مقدر ہی جو اسکا وقت ہی ٹلتا نہین ہی پھر جہاد سے بیٹھ رہنا
اور دیگر نافرمانیان کرنا بیکار محض ہی اب فرمایا کہ جسکو یہ لوگ منافق موت سمجھتے ہین اگر قتل فی سبیل اللہ ہو تو نہایت عمدہ زندگی ہی سیوطی نے
کہا کہ یہ آیت شہداء احد کے حق مین نازل ہوئی - اور حضرت انس رضہ سے طول قصہ کے ساتھ ہی کہ صحابہ بیر معونہ جب شہید ہوے تو آنحضرت
صلعم نے قاتل پر بددعا فرمائی اور انکے حق مین قرآن اُترا - بلغوا عنا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا و رضینا عنہ - ہمنے اسکو ایک مدت تک
پڑھا پھر اللہ تعالی نے اسکو اٹھا لیا اور نازل ہوا تو لہ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ الآیۃ - اور مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک معنی اس حدیث کے

یہ ہین کہ اصحاب بیر معونہ کے حق مین جو قرآن نازل ہوا تھا اور اس سے خاص ان شہدا کی حیات و زندگی و رفعت درجات معلوم ہوتے تھے وہ اٹھا لیا گیا اور اللہ تعالی نے شہدار احد کے حق مین یہ کلام نازل فرمایا جو عام ہی اور ہر شہید کے حق مین اسکے فضائل و کرامات پر دلالت کرتا ہی اور یہ مین نے اسواسطے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ احد کے روز جب تمھارے بھائی شہید ہوے تو اللہ عز و جل نے انکی روحون کو سبز پرندون کے جوف مین رکھا وہ جنت کی نہرون پر آتی ہین اور جنت کے پھل کھاتی ہین پھر سونے کی ان قندیلون مین جو عرش کے نیچے لٹکتی ہین لوٹ جاتی ہین پھر جب انھون نے یہ کھانا پینا اور رہنا اچھی خوبی سے پایا تو بولے کہ کاش ہمارے بھائی لوگ بھی جان لیتے جو اللہ تعالی نے ہمارے ساتھ کرم کیا تا کہ جہاد سے بے رغبت نہوتے اور لڑائی سے سست نہوتے پس اللہ عز و جل نے فرمایا کہ مین تمھاری طرف سے انکو خبر پہونچا تا ہون پس اللہ عز و جل نے یہ آیات اُتارین۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ الآیۃ۔ رواہ احمد و ابن جریر و ابو داؤد والحاکم و صححہ و ابن حمید و البیہقی من طرق اور نیز حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہ آیت حضرت حمزہؓ و انکے اصحاب کے حق مین نازل ہوئی۔ قال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین اور معنے یہ کہ حمزہؓ اور انکے ساتھ جو لوگ کہ احد مین شہید ہوے سب کے حق مین نازل ہوئی اور یہی قول قتادہ و ربیع و ضحاک کا ہی کہ شہدار احد کے حق مین اُتری اور جابرؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین تجھے کیون غمگین دیکھتا ہون مین نے عرض کیا کہ میرا باپ شہید ہوا اور قرضہ و عیال چھوڑے ہین۔ فرمایا کہ تجکو خوشخبری دون کہ اللہ عز و جل نے کسی سے کلام نہین کیا مگر پردہ سے اور تیرے باپ سے بالمواجہہ کلام کیا اور فرمایا کہ مجھسے مانگ مین تجھے دونگا عرض کیا کہ پروردگار یہ سوال ہی کہ دنیا مین بھیجدے تا کہ مین تیری راہ مین پھر دوبارہ قتل کیا جاؤن اللہ عز و جل نے فرمایا کہ یہ تو مین پہلے مقدر کر چکا ہون تو جانتا ہی کہ شہید یا جو مرین وہ دوبارہ لوٹائے نجاوینگے عرض کیا کہ ای پروردگار میرے پیچھے والونکو خبر پہونچادے ہمارے اس عیش کی پس اللہ عز و جل نے نازل فرمایا ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا الآیۃ۔ رواہ ابن مردویہ والبیہقی۔ بالجملہ یہ صحیح ہی کہ آیت خصوص شہدار احد کے حق مین اور عموم سب شہدار کے حق مین ہی لیکن انھین شہیدون کے حق مین ہی جو راہ خدا مین شہید ہون۔ پھر سراج مین ہی کہ وہ ستر شہید تھے جنمین سے چار مہاجرین حمزہ بن عبد المطلب جنکے حق مین جبرئیل علیہ السلام نے اسیوقت آکر خبر دی تھی کہ یا رسول اللہ لوح محفوظ مین سید الشہدار حمزہ بن عبد المطلب لکھے ہین اور مصعب بن عمیر اور عثمان بن شماس اور عبد اللہ بن جحش اور باقی سب انصار مین سے تھے۔ **وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا**۔ بالتخفیف والتشدید یعنی اکثر کی قراءۃ قتلوا از قتل ہی اور ابن عامر کی قراءۃ مین قتّلوا از تقتیل ہی بنظر کثرت شہدار کے یا بدین معنے کہ پارہ پارہ کیے گئے۔ **فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ**۔ ای لاعلاء دینہ۔ یعنی اللہ تعالے کے دین بلند ہونے کی راہ مین۔ کیونکہ مجاہد وہی ہی جو اسی واسطے لڑے کہ اللہ تعالے کا کلمہ بلند ہو۔ اور یہ خطاب حضرت صلعم کو ہی یا ہر ایسے شخص کو جو اس خطاب کی صلاحیت رکھتا ہی اور وہ ہر مومن ہی جو دین مین خالص اور مقبول ہو۔ **اَمْوَاتًا**۔ یہ دوسرا مفعول ہی حاصل آنکہ راہ خدا مین شہید ہونے والون کو کبھی مردہ مت خیال کیجیو۔ **بَلْ**۔ ہم۔ **اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ**۔ ارواحہم فی حواصل طیور خضر تسرح فی الجنۃ حیث شاءت کما ورد فی الحدیث۔ بلکہ وہ زندے ہین اپنے پروردگار کے نزدیک ف انکی روحین سبز پرندون کے پوٹون مین ہین وہ جنت مین جہان چاہتے ہین چرتے پھرتے ہین جیسا کہ حدیث مین وارد ہوا ہی۔ یہان سے معلوم ہوا کہ زندگی فقط روح کو ہی جسم کو نہین ہی اور صحیح یہ ہی کہ اسوقت انکی روحین اس طرح مثل شاہد کے زندہ ہین اور حشر مین سب کے جسم جب زندہ ہونگے تو انکے جسم بھی زندہ ہونگے ہتا یہ ہی کہ انکی روحین ابھی سے جنت کی نعمت سے سرفراز ہین اور باقیون کی روحین حشر کے حساب کے بعد جاوینگی ولیکن انبیاء و صدیقین کا اپنر قیاس نہین ہوسکتا ہی کیونکہ انکا مرتبہ شہیدون سے بڑھا ہوا ہی اور جمہور کے نزدیک انکی زندگی تحقیقی ہی اور بعض نے کہا کہ مثالی ہی اور یہ غلط ہی پھر جاننا چاہیے کہ ابن عباسؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ شہید لوگ بارق

نہر پر دروازہ جنت پر سبز قبہ مین ہین انکے واسطے صبح و شام جنت سے رزق آتا ہی رواہ احمد و تفرد بہ اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ اسناد جید ہی پہر سوال وارد ہوتا تھا کہ دیگر احادیث مین تو جنت کے اندر ہونا ثابت ہوا ہی تو شیخ ابن کثیرؒ نے جواب دیا کہ شاید بات یہ ہی کہ شہیدون کے اقسام مین ایک قسم وہ کہ جو جنت مین انکی ارواح سیر کرتی ہین اور دوم وہ کہ جو اس نہر پہ ہوتے ہین جو دروازۂ جنت پر ہی اور کہا کہ یہ بھی احتمال ہی کہ سب جنت کے اندر ہون ولیکن انتہائی سیر انکی جنت سے باہر اس نہر تک ہوتی ہی اور بیان جمع ہوتے ہین واللہ اعلم **یُرۡزَقُوۡنَ** - یاکلون من ثمار الجنۃ - یعنی جنت کے پھل کھاتے ہین اور صحیح یہ ہی کہ یہ رزق تحقیقی ہی جیسا کہ جمہور کا قول ہی - اور بعض نے کہا کہ مراد اس سے ثنا و جمیل ہی اور یہ بدعتی ملحد کا قول ہی جیسے کفار فلاسفہ قائل ہین کہ جنت فقط علمی صورتین خوب ہین اور جہنم نادانی کا الم ہی اور عجب کہ اس زمانہ مین بعضے مفسد پیدا ہوے ہین جو مسلمانون کے بھیس مین عوام ہوا و ہوس کی پیروی کرنیوالون کو سکھلاتے ہین کہ اسلام مین بھی یہی معنی مراد ہین اور تم کو ہر چیز شراب وغیرہ روا ہی جو فطرت کی راہ سے اچھی ہی یہ فرقہ گمراہ اور ملحد ہی - **فَرِحِیۡنَ** - حال من ضمیر یرزقون - یعنی فرحین کو نصب اسواسطے کہ یرزقون کی ضمیر سے حال ہی یعنے رزق دیے جاتے ہین شہید بندے در حالیکہ خوش ہین - **بِمَاۤ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ** - اس نعمت سے جو اللہ تعالے نے اپنے فضل سے انکو عطا کی - **وَ** - ہم - **یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ** - یفرحون - **بِالَّذِیۡنَ لَمۡ یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ مِّنۡ خَلۡفِہِمۡ** - من اخوانہم المومنین - اور انکو خواہش فرحت ہی اپنے پچھلون سے جو ابھی تک ان تک نہین پہونچے ف ان کے مومنین بھائی اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ مسند امام احمد مین ایک حدیث روایت ہی جسمین ہر مومن کے واسطے بشارت ہی کہ اسکی روح جنت مین جہان چاہے چرتی ہی اور اسکے پھل کھاتی اور تازگی و سرور کرامات دیکھکر مسرور ہوتی ہی چنانچہ کما قال الامام احمد حدثنا محمد بن ادریس ای الامام الشافعیؒ عن مالک بن انس الاصبحی ای الامام مالک عن الزہری عن عبدالرحمن بن کعب بن مالکؓ عن ابیہ کعب بن مالکؓ کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مومن کی روح جنت کی ایک چڑیا ہوتی ہی جو جنت کے درختون سے کھاتی رہتی ہی یہانتک کہ اللہ تعالی اسکی روح کو حشر کے روز اسکے جسم مین واپس فرماوے - ابن کثیرؒ نے کہا کہ شہدا سے فرق یہ ہی کہ عام مومنون کی روحون کی نسبت شہیدونکی روحین مثل ستارون کے روشن ہوتی ہین پھر شیخ ابن کثیرؒ نے دعا مانگی کہ اللہ عز و جل کریم و رحیم اپنے فضل و کرم سے ہمکو ایمان پر موت دے مترجم کہتا ہی آمین وصلی اللہ تعالی علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ و علی جمیع الانبیاء و المرسلین والحمد للہ رب العالمین - پھر جانو کہ محمد بن اسحاق و سدی نے یستبشرون کی تفسیر یسرون کے ساتھ کی یعنی مسرور ہوتے ہین - اور سعید بن جبیر نے فرمایا کہ جب وہ لوگ جنت مین داخل ہوے اور اللہ تعالی نے اپنی جو کرامات شہیدون کے واسطے رکھی تھین وہ دیکھین تو بولے کہ کاش ہمارے وہ بھائی جو دنیا مین ہین جانتے کہ ہم کس کرامت و بزرگی مین ہین تاکہ جب جہاد مین حاضر ہوتے تو ایسے لڑتے کہ شہید ہو جاتے پس یہی بھلائی پاتے جو ہمکو ملی ہی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے حال سے خبر دی اور پروردگار عز و جل نے شہیدون کو آگاہ فرمایا کہ مین نے تمہارے نبی صلعم پر تمہارا حال نازل کر دیا پس اس سے مستبشر ہوے پس یہی اللہ تعالی نے فرمایا و یستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم - **اَلَّا** - یبدل من الذین - یہ بدل اشتمال ہی الذین سے یعنی بان - **لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ** - ای للذین لم یلحقوا بہم - بایں طور کہ نہین خوف انپر یعنی ان لوگون پر جو انسے لاحق نہین ہوے - **وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ** - فی الآخرۃ یعنی یفرحون بامنہم و فرحہم - اور نہ وہ غمگین ہونگے آخرت مین اور معنے یہ ہین کہ فرحناک ہوتے ہین انکی امن و فرح سے - اور مترجم کے نزدیک موافق تفسیر حدیث کے یہ معنے اول ہین کہ وہ لوگ یہ خوشخبری اپنے بھائیون کے حق مین چاہتے ہین کہ انکو بشارت دیدی جاوے کہ ہم لوگ ایسی حالت مین ہین کہ ہمپر خوف و غم کسی طرح نہین ہی - **یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِنِعۡمَۃٍ** - ثواب **مِّنَ اللّٰہِ وَ فَضۡلٍ** - زیادۃ علیہ یعنی الفضل

سے مراد ثواب موعود پر زیادتی ہے۔ المعنی اللہ تعالے کی طرف سے نعمت اور اسپر مزید فضیلت پاکر خوشی میں پھولے نہیں سماتے ہیں
وَاَنَّ ۔ بالفتح عطفا علے نعمۃ والکسر استینافا ۔ یعنے ان بالفتح کی قراءۃ میں عطف ہے اس جملہ کا مفرد کے حکم میں ہوکر لفظ نعمت پر۔ اور ان
بالکسر کی قراءۃ پر جملہ مستانفہ ہے۔ اللّٰہ لَا یُضِیعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِینَ ۔ بل یاجرہم۔ اور اللہ تعالی مومنوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا
بلکہ انکو جزاے جمیل عطا فرماتا ہے۔ اور قراءت بالفتح کے معنی یہ کہ نعمت و فضل و وفاے وعدہ پر مسرور ہیں۔ بالفتح قراءۃ پر محمد بن اسحق نے کہا
کہ خوش ہوے جب انھون نے دیکھا کہ جو انسے وعدہ کیا گیا تھا وہ وفا کیا گیا اور جزیل ثواب پا گیا۔ اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ اس
آیہ کریمہ مین سب مومنین جمع کیے گئے خواہ شہید ہون یا کوئی اور ہون۔ اور کمتر اللہ تعالی نے کوئی فضل ذکر کیا جو نبیا کو دیا یا ثواب جو انکو دیا مگر انکہ اسکے
پیچھے وہ بھی ذکر کیا جو مومنین کو عطا فرمایا ہے۔ ف عرائس البیان مین ہے قولہ تعالیٰ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا۔ اسمین تنبیہ کی
کہ جو شخص راہ حق مین قتل ہوا وہ حدوث کدہ سے نکلکر مقام منور کی طرف پہونچا اور نور ازل کے ساتھ ملتبس ہوا اور صفات حق سبحانہ صفات
مین واحد ہین اور جمع و تفرقہ سے خارج ہین الا نقیض افعال ہین ہمارے ساتھ تفرقہ ہے اور غیبت مین الحاق اہل حدث کے واسطے جمع ہے اور محل اصل
نور صفت بھی ہے۔ اور جب وہ حدوث سے نکلکر جمال رحمن تک پہونچا تو اسکے بعد اسپر حدوث کے صفات سے کچھ بھی جاری نہوگا چنانچہ اسپر موت
و فنا کچھ جاری نہ ہوگا بلکہ وہ زندہ ہو جائیگا یعنی زندہ کہا جائیگا اور یہ زندگی تحقیقی ہے کیونکہ وہ موصوف بزندگانی حق ہو گیا اور زندگانی
حق عزوجل کی ابدی ہے اسپر انسانی زندگی و موت کی کوئی علت جاری نہین ہوتی ہے۔ اور یہ مرتبہ اسکے فیض مشاہدہ و عندیت سے ہے اسواسطے کہ جو
شخص راہ حق مین مقتول ہوا اسکی زندگی قربت و عندیت کے فیض سے ہے اور جو شخص کہ عندیت مین ہو وہ کیونکر فنا ہوگا حالانکہ اسکو شہود حق مین رکھا
گیا ہے اور جو شخص کہ تیغ ارادت سے قتل ہوا وہ باقی بنور قربت ہے اور جو شخص کہ تیغ محبت سے قتل ہوا وہ نور مشاہدہ مین باقی ہے اور جو تیغ معرفت سے قتل ہوا
وہ انس وصال مین باقی ہے اور جو تیغ توحید سے قتل ہوا وہ بوحدت فی الوحدت باقی ہے اور مردہ وہ شخص ہے جو اپنے نفس کے دیدار پر زندہ ہے اور اپنی
ہوا و ہوس کا بندہ ہے اور شیخ ابو سعید قرشی نے اس آیت مین کہا کہ تو ایسے لوگون کو جو راہ ارادت مین اسکے وصال کی آرزو مین ہلاک ہوے
ہین یہ مت خیال کر کہ اپنے مقامات مین مردہ ہین بلکہ وہ اپنی مراد اعلیٰ مین پہونچ گئے۔ ابن عطاء نے کہا کہ اگر منعم کو بھی دیکھ لیتے تو اس کی
نعمت فضل دیکھنے کی خوشی زائل ہو جاتی مترجم کہتا ہے بلکہ صحیح مین حضرت جابر کے والد کے ساتھ عیاناً کلام کرنا منصوص ہے فاعرفہ۔

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ
جن لوگون نے حکم مانا اللہ کا اور اسکے رسول کا بعد اسکے کہ انکو پہونچ چکا تھا گھائل ہونا جو ان مین نیک ہین
وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۚ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ
اور پرہیزگار انکو ثواب عظیم ہے جن کو کہا لوگون نے کان لوگون نے جمع کیا ہے تمھارے مقابلہ کو سامان تم اونسے ڈرو
فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ ۞ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ
سو اور بڑھ گیا انکا ایمان اور بولے کہ بس ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب کارساز ہے پھر چلے آئے اللہ تعالے کے احسان سے اور فضل سے
لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ ۞ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّیْطٰنُ
کچھ نہین پہونچی انکو برائی اور چلے اللہ کی رضا پر اور اللہ کا فضل بڑا ہے یہ تو شیطان ہے
یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۞
کہ خوف دلاتا ہے اپنے دوستون سے سو تم انکو مت ڈرو اور مجھی سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو

اَلَّذِیْنَ - مبتدا ر- یعنی بیان سے کلام جدید شروع ہی اور یہ الذین مبتدا ہی اور سابق سے اسکو تعلق یہ ہی کہ غزوۂ احد کے بعد یہ واقع ہوا پس الذین موصول مع اپنے صلہ قولہ استجابوا الخ کے مبتدا اور اسکی خبر یہی جملہ ہی وہ للذین احسنوا ہی جیسا کہ آتا ہی- اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ - دعاہ و بالخروج للقتال لما اراد ابوسفیان و اصحابہ العود و تواعدوا مع النبی صلعم سوق بدر العام المقبل من یوم احد یعنی حکم مانا واسطے اللہ و رسول کے - یعنی بلانا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قتال کے لیے نکلنے کو جبکہ ابوسفیان و اسکے ساتھیوں نے لوٹنے کا ارادہ کیا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احد کے روز باہم وعدہ کر گیا تھا کہ دعدہ گاہ ہمارا تمھارا سال آئندہ مین بازار بدر ہی - مترجم کہتا ہی کہ یہ بروز حمراء الاسد واقع ہوا اور بات یہ ہوئی کہ مشرکین نے جب مسلمانوں میں سے شہید و مجروح کیے کہ اوپر بیان ہوا تو اپنے دیار کو لوٹے تو راہ میں اپنے چلے آنے پر نادم ہوے کہ ہم نے کیوں نہیں مدینہ پر حملہ کر کے ان سب کا فیصلہ کر دیا پس جب یہ خبر رسول اللہ صلعم کو پہونچی تو آپ نے مسلمانوں کو لڑائی پر چلنے کے واسطے کہا کہ مشرکوں کے پیچھے چلو تاکہ مشرکوں کو رعب ہو اور جانیں کہ نہیں قوت و دیری باقی ہی اور فقط انھیں لوگوں کو شرکت کی اجازت دی جو بروز احد موجود تھے انہیں سے سب کو چلنے کو کہا سوے جابر کے کہ انکو اجازت دیدی تھی پس مسلمانوں نے باوجود زخموں سے چور چور ہونے کے حکم اللہ و رسول کو قبول کیا- پس آپ مسلمانوں کو لیکر روانہ ہوے یہانتک کہ حمراء الاسد تک پہونچے تو ابوسفیان رعب مین آگیا اور مشرکون نے کہا کہ آئندہ سال ہم آوینگے پس رسول اللہ صلعم واپس تشریف لائے پس یہ روانگی ایک غزوہ شمار ہوا اور اللہ تعالی نے نازل فرمایا- الذین استجابوا للہ والرسول الآیہ- روراہ ابن ابی حاتم عن عکرمہ و ابن مردویہ من طریقہ عن ابن عباس - اور حضرت عائشہ سے روایت ہی کہ انھوں نے اپنی بہن کے بیٹے عروۃ بن الزبیر سے کہا کہ تیرے دونوں باپ یعنی زبیر و ابوبکر بھی ان لوگوں میں تھے جنکی نسبت اللہ تعالی نے فرمایا- الذین استجابوا للہ والرسول الآیہ- کہا عائشہ نے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو احد کے روز پہونچا جو کچھ پہونچا اور مشرکین لوٹ گئے اور پھر مشرکون کے واپس ہونیکا خوف ہوا تو فرمایا کہ کون انکے پیچھے پیچھے چلتا ہی پس انہیں سے ستر آدمیوں نے قبول کیا جنمیں ابوبکر و زبیر بھی تھے رواہ البخاری والحاکم الخ نیز معالم وغیرہ میں بھی مذکور ہی کہ آپ کے ان ساتھیوں میں بعضے ایسے زخمی تھے کہ ایک دوسرے کو کچھ دور لاد کر لیجاتا پھر وہ اسکو لاد کر لیجاتا اسطرح انھوں نے اپنی جانوں پر مشقت کا تحمل کیا اور حکم اللہ و الرسول کی نافرمانی و ثواب چھوڑ نا گوارا نہ کیا- اور ابن جریر کی روایت ابن عباس میں ہی کہ ستر آدمیوں قبول کرنے والوں میں حضرت صدیق و عمر و عثمان و علی و زبیر و سعد و طلحہ و عبدالرحمن بن عوف و عبداللہ بن مسعود و حذیفہ بن الیمان و ابو عبیدۃ بن الجراح بھی تھے اور حمراء الاسد مدینہ سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر ہی - محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ معبد خزاعی نے جو اسوقت اگرچہ مشرک تھا مگر آنحضرت صلعم کا ہم سوگند تھا مکہ میں جاکر مشرکون کو دھمکایا کہ محمد کے ساتھ بڑا لشکر ہی تم نکلے اور مارے گئے پس ابوسفیان و اسکے ساتھی مکہ کی طرف بھاگ گئے- اور انکو قبیلۂ عبد القیس کے کچھ لوگ مدینہ آنے والے ملے ان کو ابوسفیان نے کچھ دینا کہا کہ محمد و انکے ساتھیوں سے دھمکا دینا کہ ہم نے لشکر جمع کیا ہی تاکہ ایسی موسم بدر میں نہ آوین اور اسوقت مشرکین یہی بدر تم ملکر وہاں یہ وعدہ ادا کرینگے- ان لوگوں نے حضرت صلعم کو حمراء الاسد میں پاکر یہ پیغام مذکور پہونچایا پس سب بولے کہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل اور ابو عبیدہ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم کو جب قریش کے لوٹنے کی خبر پہونچی تو فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہی کہ اگر وہ لوگ لوٹتے تو ان پر دوزخ کے پتھر برستے جس سے بالکل ڈوب جاتے اور باسناد روایت محمد بن اسحاق کے حسن و عکرمہ و قتادہ وغیرہ سے مروی ہی کہ یہ غزوہ حمراء الاسد کے بارہ میں ہی- اور بعض نے کہا کہ احد کے روز جب آنحضرت صلعم اپنے اصحاب کے پاس کوہ احد پر پہونچے تو بعد دیر کے ابوسفیان ظاہر ہوا اور منجملہ اور باتوں کے یہ کہا کہ اے محمد ہمارا تمھارا وعدہ گاہ بدر صغری ہی اگر تم چاہو تو آپنے فرمایا تھا کہ ان شاء اللہ تعالی

پس یہ آیت اُسکے بیان مین ہو شیخ ابن کثیر نے کہا کہ صحیح تو قول اول ہو کہ غزوۂ حمراء الاسد مین ہوا قولہ الذین استجابوا للہ والرسول وہ نیک بندے جنھون نے اللہ تعالیٰ ورسول کا بلانا قبول کیا۔ مِنۢ بَعۡدِ مَآ اَصَابَهُمُ الۡقَرۡحُ۔ باحد۔ بعد ازانکہ پہونچی تھی انکو قرح برونا حد۔ ف زخم وجراحت جس کا درد والم ہنوز باقی تھا۔ لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا مِنۡهُمۡ۔ تو ان نیکون مین سے جنھنے مرتبہ احسان کا کام کیا۔ ف اسطرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی۔ وَاتَّقَوۡا۔ مخالفتہ۔ اور اللہ تعالیٰ یا اسکے رسول کی مخالفت سے پرہیز کیا انکے لیے۔ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ۔ ہو الجنۃ۔ اجر عظیم ہو وہ جنت ہو۔ ف معلوم ہوا کہ قولہ للذین احسنوا الخ سے خبر ہو اور فائدہ یہ نکلا کہ الذین استجابوا الخ مبتدا سب بندے اس مرتبہ دثواب کے مستحق ہین پھر اللہ تعالیٰ نے انکی مزید فضیلت بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ اَلَّذِيۡنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ۔ یہی بندے ایسے ہین کہ انسے لوگون نے کہا۔ ف یعنی نعیم بن مسعود اشجعی نے کہا کہ۔ اِنَّ النَّاسَ قَدۡ جَمَعُوۡا لَـكُمۡ۔ تمھارے لیے جماعت جمع کی ہو لوگون نے ف ابوسفیان واسکے ساتھیون نے بڑا لشکر تمھارے مقابلہ کے لیے جمع کیا ہو۔ فَاخۡشَوۡهُمۡ۔ سو تم انسے ڈرو۔ ف اور اب مقام بدر مین لڑنے مت جاؤ۔ فَزَادَهُمۡ اِيۡمَانًا۔ پس اس کلام نے انکا یقین بڑھا دیا۔ ف اور بزدل نہین ہوے بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کیا۔ وَّقَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ۔ اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ہمکو کافی ہو اور وہی اچھا وکیل ہو۔ ف ہم لشکرون وغیرہ پر بھروسا نہین کرتے ہین پس اللہ تعالیٰ نے ان کو نعمت دنیا وآخرت سے سرفراز فرمایا۔ قصہ اسکا معالم وغیرہ مین یون مذکور ہو کہ دوسرے سال عدہ پر ابوسفیان نکلکر مرالظہران پر اترا پھر اللہ تعالیٰ نے اسکے دل مین رعب ڈالدیا کہ وہ لوٹ گیا اور نعیم بن مسعود عمرہ ادا کرنے کو مکہ گیا تھا اس سے ملا اور یہ شخص اسوقت مشرک تھا پھر غزوہ خندق مین مسلمان ہوا ہو پس ابوسفیان راہ مین نعیم بن مسعود سے ملا اور کہا کہ یہ سال قحط ہو ہمکو سال فراخ چاہیے ہو کہ ہین دودھ پیئین اور چراوین اور مین نے محمدؐ سے بدر مین لڑائی کا وعدہ کیا تھا اب مین اس سال نہین جانا چاہتا اور مجھے بُرا معلوم ہوتا ہو کہ وہ آوین اور مین نجاؤن کہ میری طرف سے وعدہ خلافی ہو سو اگر تجھسے یہ ہوسکے کہ تو انکو ڈراکر مدینہ مین رکھے اور وہ باہر نکلین تو تجھے دس اونٹ دونگا اور سہیل بن عمرو کے پاس رکھدونگا وہ اسکا ضامن ہو اس قرار داد پر نعیم بن مسعود مدینہ مین آیا یہان دیکھا کہ مسلمان سامان جنگ کرنے اور نکلنے کو تیار ہین اسنے کہا کہ تم کہان جانا چاہتے ہو بولے کہ ہم نے ابوسفیان سے موسم بدر صغریٰ کا وعدہ کیا ہو بولا کہ تمھاری رائے بہت بُری ہو وہ تمھارے یہان آئے تو تم مین سے تھوڑے بچے اب تم انکے یہان گھستے ہو دیکھو کیا حال ہو حالانکہ انھون نے بڑا لشکر جمع کیا ہو واللہ تم مین سے کوئی بچ نکلنے والا معلوم نہین ہوتا ہو پس بعض اصحاب رسول اللہ صلعم نے نکلنا مکروہ جانا پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ واللہ مین تنہا جاؤنگا اگرچہ تم مین سے کوئی نجاوے پھر آپ ستر سوارون کے ساتھ روانہ ہوے جو کہتے تھے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ اور انھون نے اس نعیم مذکور کے قول پر التفات نہین کیا مترجم کہتا ہو کہ ابن عبد البر وابن حجر نے کہا کہ اسکے بارہ مین کوئی روایت اسناد سے نہین ہو فقط ثعلبی نے نقل کیا ہو اور سہیلی اسی طرف گیا ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ اسپر وارد ہوتا ہو کہ نعیم مذکور واحد تھا اسکو الناس کیونکر کہا اور جواب دیا گیا کہ ناس کی جنس سے ہو لہٰذا اسپر اطلاق کیا گیا جیسے کہا جاتا ہو کہ فلان یرکب الخیل۔ وہ گھوڑون پر سوار ہوتا ہو۔ حالانکہ اسکے پاس ایک ہی گھوڑا ہوتا ہو اور جیسے قولہ تعالیٰ ام یحسدون الناس ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر پوشیدہ نہین کہ شیخ ابن کثیرؒ نے محمد بن اسحاق وغیرہ کی روایت سے ذکر کیا کہ الناس سے مراد گروہ عبد القیس ہو جنکے ہاتھ ابوسفیان نے کہلا بھیجا تھا ابن عبد البرؒ ابن حجر نے کہا کہ اسکی اسناد موجود ہو مگر اسمین انقطاع و ابہام ہو اور الناس گروہ عبد القیس ہو قولہ ان الناس یعنی ناس سے مراد ابوسفیان واسکے ساتھی مشرکین ہین قولہ قد جمعوا لکم۔ یعنی جمع کیا ہو

تمھارے واسطے لشکرون کو تاکہ تم کو جڑ سے نابود کردین قولہ فاخشوھم پس انسے ڈرو - مراد یہ کہ تم نکلکر خود انکی طرف مت جاؤ - سو واسطے کر ہکانے والا اسی غرض سے آیا تھا کہ مسلمانون کو مدینہ کے اندر سدکے - قولہ فزادھم ای ذلک القول یعنے اس قول نے انکو بڑھا دیا قولہ ایمانا تصدیقاً باللہ ویقیناً - اللہ تعالیٰ کے ساتھ تصدیق ویقین کو اور مراد یہ ہی کہ انھون نے یہ قول سنکر بزدلی نہین کی اور اسپر کچھ التفات کیا بلکہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کیا اور اسی سے اخلاص کیا اور اطمینت و دین کی قوت بڑھ گئی چونکہ اس خلوص کا اور رجوع کا سبب یہ قول ہوا تھا سو جسے اسکی طرف نسبت کردی واضح ہو کہ کلمہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کے مفضائل بکثرت وارد ہوے ہین - حدیث مین ہی کہ جس امر مکروہ پہونچنے کا خوف ہوا ور حسبنا اللہ ونعم الوکیل کہکر توکل کرے تو اللہ تعالیٰ اسکے مکروہ سے بندہ کو محفوظ فرماتا ہی - (اسنادہ حسن) پھران صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور نکلکر روانہ ہوے مفسرؒ نے لکھا - وخرجوا مع النبی صلعم فوافوا سوق بدر والقی اللہ الرعب فی قلب ابی سفیان واصحابہ (الخ) یہ برکت ہی جاننا چاہیے کہ قولہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کی بہت تعریف ہی چنانچہ ابن عباس رضؓ سے روایت ہی کہ اس کلمہ پاک کو ابراہیم علیہ السلام نے اسوقت کہا تھا کہ جب نمرود ملعون نے انکو آگ مین ڈالا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت کہا کہ جب لوگون نے انسے کہا کہ مشرکین نے تمھارے مقابلہ کو گروہ جمع کیے ہین کما فی روایۃ البخاری اور شداد بن اوس سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل - ہر خائف کے لیے امان ہی رواہ ابو نعیم - اور روایت ہی کہ جب کسی چیز سے خوف کرکے یہ کلمہ کہے تو اللہ تعالیٰ اس خوف سے اس کو نجات دیتا ہی (الطبرانی) اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کلمہ پڑھا اور مفسر رحمہ اللہ نے لکھا وخرجوا مع النبی صلعم فوافوا سوق بدر والقی اللہ الرعب فی قلب ابی سفیان واصحابہ فلم یاتوا وکان معھم تجارات فباعوا وربحوا - یعنے صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہو کر بازار بدر مین پہونچے اور ابو سفیان سردار قریش کے دلمین واسکے ساتھیون کے دل مین اللہ تعالیٰ نے رعب ڈالدیا تو وہ لوگ مقابلہ مین نہین آئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مین اموال تجارت تھے جنکو انھون نے فروخت کرکے نفع کمایا (دو چند نفع اور کئی روز تک وہان ٹھہرے) قال تعالیٰ - فَانْقَلَبُوْا - رجعوا من بدر - بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ - بسلامۃ وربح لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ - من قتل او جرح - پس لوٹے بدر سے نعمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور فضل کے ساتھ (یعنے سلامتی و نفع کے ساتھ) نہین چھوا انکو کسی برائی نے (یعنی قتل وجراحت وغیرہ انکو کچھ نہین پہونچی) وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ - بطاعتہ ورسولہ فی الخروج اور انھون نے پیروی کی رضوان اللہ تعالیٰ کی (بایں طور کہ جہاد کے لیے جانے مین اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کی) مترجم کہتا ہی کہ قولہ ورسولہ اصل مین لطاعۃ وطاعۃ رسولہ تھا کیونکہ عطف ضمیر مجرور پر ہی ولیکن مفسرؒ نے مسامحہ کیا - وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ - علی اہل طاعۃ اللہ بڑے فضل والا ہی صرف اپنے فرمانبردارون پر فضل عظیم فرماتا ہی جسکو لوگ نہین سمجھتے ہین مترجم کہتا ہی کہ مفسرؒ نے اس فاصلہ کا ربط بتلا دیا اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ کا نفع وغیرہ دینے مین تو فضل بسیط اور عام ہی کافرون و مومنون سب کو شامل ہی جواب یہ ہی کہ فضل بنظر حقیقت وانجام یہ اور انجام فقط مومنون کے واسطے بہتر ہی اگرچہ نفع وغیرہ دنیاوی نعمت مین مومن وکافر سب شامل ہین فرق یہ ہی کہ مومنون کے واسطے کرامت ہوتا ہی اور کافرون کے لیے استدراج ہی یعنی وہ اپنی گمراہی مین اور زیادہ پاؤن پھیلاتے مین لیکن اکثر لڑائی کی فتح وشکست ہی چنانچہ بدر مین معجزہ کے طور پر کافرون کو سخت شکست دی پھر احد مین باوجود مخالفت اہل اسلام کے اول مین فتح ونصرت عظیم تھی حتیٰ کہ کافرون نے خوف بدر سے بھاگنا شروع کیا لیکن اہل ایمان کو آزمایش مین ڈالا تا کہ صدق پر ظاہر ہون اور کافرون کا مرد بڑھا اور سمجھے کہ یون ہی ہوا کرتا ہی اور ہمارے بتون نے ہماری مدد کی - اور اہل ایمان کو مکرر آزمایش کے لیے اس جہاد بازار بدر کے وقت ایک شخص نے شیطان کا پیام کہنے کی اجازت لی تم ڈرو کہ کفار بہت کثرت سے جمع ہین

یعنے تمام کام کا انجام انھین کے اختیار پر ہی اور قبضۂ قدرت موثر حقیقی نہین ہی تو اسوقت بھی مومنون نے اسکو رد کر دیا کہ یہ درمیانی اسباب کچھ نہین ہین حتی کہ اللہ تعالی چاہے تو ایک مجاہد مومن کو جملہ کافرون پر فتح دے اور چاہے کافرون کو یون ہی ہلاک کر دے اور یہ درمیانی اسباب کچھ نہین ہین - اللہ تعالی نے فرمایا - اِنَّمَا ذٰلِكُمُ القائل لکم ان الناس الخ - یعنی جنہے تمسے کہا کہ ان الناس قد جمعوا لکم الخ - لوگون نے تمھارے مقابلہ کے لیے بڑا جماؤ کیا ہی - تم انسے ڈرو) تو یہ کچھ نہین سوا اسکے کہ - الشَّیْطٰنُ - شیطان ہی کہ - یُخَوِّفُ - کم - اَوْلِیَآءَهٗ - الکفار - ڈراتا ہی (تمکو) اپنے دوستون (ای کفار سے) مترجم کہتا ہی کہ شیطان اہل طاعت کو طرح طرح کے خوف دلاتا ہی چنانچہ جہاد مین کافرون کی کثرت وغلبہ کا خوف دلاتا ہی اور زکوۃ دینے مین فقیر ہو جانے کا اسیواسطے حدیث مین آیا کہ جب ایسا وسوسہ آوے تو لاحول پڑھے اور فضل الٰہی پر یقین کرے کما مر اور جہاد مین کہے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل - اور دیگر مقامات کا بیان اپنے اپنے موقع پر آویگا - الحاصل یہ شیطان ہی کہ تمکو اپنے یارون یعنے کافرون سے ڈراتا ہی - فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ - فی ترک امری - پس تم شیطان کے یارون سے مت ڈرو اور مجھسے ڈرو یعنی میرا حکم چھوڑنے مین ڈرو کہ کوئی عذاب سے بچانے والا نہین ہی خافون دراصل خافونی تھا اور یہ یاء متکلم کثرت سے حذف ہوتی ہی اور معنے یہ کہ ڈرو مجھسے یعنی میرے حکم پر بندگی چھوڑنے مین مجھسے ڈرو اور یہ معنے نہین کہ اللہ تعالی کی ذات پاک سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالی کی محبت لازم ہی اگرچہ اسکے معنے یہ بیان ہوے کہ اسکے حکم کی اتباع کرے لیکن اتباع دراصل محبت کا لازمہ ہی - پھر نیک بندون کو ہوش دلایا بقولہ تعالی - اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ - حقا - اگر تم مسلمان ہو یعنی سچے مومن ہو تو مجھی سے ڈرو - یہ جزا محذوف ہی ماقبل کی دلالت سے حذف ہوئی خلاصہ یہ کہ تم شیطان کی بات مت مانو اگر مومن ہو اور اللہ تعالی نے یہی مقام امتحان رکھا ہی اور واضح ہو کہ شیطان و اسکے یار و تمام جہان کسیکو ایک ذرہ مجال نہین ہی کہ تصرف کر سکے ولیکن اللہ تعالی نے ہر ایک کے پسند و اسکا نتیجہ و انجام رکھا ہی پس شیطان و اسکے یارون نے دنیا و جہنم اختیار کی ہی اگرچہ انجام جہنم کو نہین جانتے بلکہ جہنم ہی سے منکر ہو کر شیطان کے قبضہ مین ہین اور اللہ تعالی نے مومنون کو ارشاد فرمایا کہ تم آخرت وجنت اختیار کرو کہ وہ دار کرامت ہی اور دنیا مین جسکو کافرون نے اختیار کر لیا ہی انکے ساتھ ان قواعد شرع پر بسر کرو کیونکہ کافرون نے داد جنت تم کو دیدیا ہی تو تمنے اسی دنیا سے اسکو لیا پس انصاف کر لو اور دنیا کو اللہ تعالی کے نام پر قربان کرو کیونکہ دنیا و مافیہا و آسمان و زمین سب اسی کی ملک ہی - (مسئلہ) اس آیہ کریمہ سے ثابت ہوا کہ جہاد کی خالص نیت ہو تو ذیل مین تجارت کا قصد بھی مضر نہین ہی جیسے حج مین صریح اجازت مذکور ہوئی ہی ف عرائس مین ہی کہ قولہ تعالی الذین استجابوا للہ والرسول - حق عز وجل کی دعوت قبول کرنا اسطرح ہی کہ اسکی محبت سے طاعت ہو اور اسکے قرب کے لطائف وکرامت کا شوق ہو مترجم کہتا ہی جو لوگ اللہ تعالی کی یاد مین ہین وہی اسکے مقرب ہین یعنے اسکے نام پاک کے مصاحب ہین کما جاء فی الحدیث اور رسول اللہ صلعم کی استجابت اسواسطے کہ اللہ عز وجل کے انوار صفات کے آثار انپر موجود ہین - اور یہین اشارہ ہی مقام اتحاد کی طرف کیونکہ امر واحد ہی اور اللہ سبحانہ تعالی نے انکو حسن ارادت سے موصوف کیا کہ اسکی محبت وطلب تقرب مین ارادہ وثیق رکھتے اور اپنی جانین صدقہ کرتے ہین اگرچہ جنگ احد مین زخم برداشت کر چکے ہین چنانچہ فرمایا من بعد ما اصابہم القرح - اور واسطی نے کہا کہ اللہ تعالی کی استجابت تو یقین وصدق نیت ہی اور رسول کی استجابت اسطرح کہ اسکے حکمون کی پیروی اور اسکی ممانعتون سے پرہیز ہی یعنی بسر وچشم اسکی شریعت کا قبول ہی قولہ تعالی للذین احسنوا منہم واتقوا اجر عظیم - جو لوگ مقام احسان کو پہونچے یعنی امتحان مین اللہ تعالی ہی کو دیکھتے رہے اور پرہیز رکھا تمام ان چیزون سے جو اللہ تعالی اور اسکے بندون کے درمیان حجاب ہوتے ہین تو انکو اجر عظیم ہی تقوی یہ کہ اپنے نفس و اسکے ہوا وہوس سے بچے جبکہ انھون نے اپنی مراد سے نکلکر مراد حق کو قبول کیا - اور اجر عظیم یہ ہی کہ جو اللہ تعالی نے انکے واسطے آخرت مین مہیا کر رکھا ہی اور منجملہ اسکے یہ کہ انکو اپنے دیدار تک پہونچانا

بدون ہجر وعتاب وحساب وحجاب کے اور بعض نے فرمایا کہ للذین احسنوا منہم ۔ یعنی جن لوگوں نے حضرت مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو قبول کیا اور اسکی مخالفت سے پرہیز کیا ظاہرًا و باطنًا تو انکے واسطے اجر عظیم ہے یعنی حق عزوجل کی مجاورت و مشاہدہ میں انکو درجہ ملیگا ماہر استاد ؒ نے فرمایا کہ حق عزوجل کی استجابت باین طور کہ اسکے وجود پاک کی حقیقی تصدیق کرے اور استجابت رسول علیہ السلام باین طور کہ جو اس نے حدود فرمائی ہیں انھین کے موافق اپنی عادت رکھے اور استجابت حقتعالیٰ صفات در حق ربوبیت ہے اور استجابت رسول صلعم در اقامت عبودیت قولہ القرح اشارت ہے کہ ابتداے حال میں رخنہ وجرح سے لغزش ہوتی ہے پھر وہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۔ کہکر مستقیم ہوے چنانچہ حدیث میں ہے کہ لا یلدغ المومن من حجر مرتین مومن ایک رخنہ سے دوبار زخم نہیں کھاتا ۔ ھ (للمترجم) قولہ للذین احسنوا منہم ۔ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گویا تو اسکو دیکھتا ہے اور وہ مشاہدہ ہے واتقوا ۔ پس اگر تو اسکو نہ دیکھے تو وہ تجھکو دیکھتا ہے اور یہ مراقبہ در حال مجاہدہ ہے ۔ اجر عظیم اہل ہدایت کے واسطے کسی وقت پر اور اہل نہایت کے واسطے فی الحال ہے ۔ قولہ تعالیٰ فلا تخافوہم وخافون ان کنتم مومنین ۔ پاکیزہ کیا حق سبحانہ تعالیٰ نے درگاہ کبریائی کو تہمت اضداد سے اور تاکید کیا شرکت کے وہم کو حضرت جلال سے ۔ چنانچہ فرمایا خافون یعنی مجھی سے خوف کرو اس بات میں کہ تمھارے اسرار کسی غیر کی طرف التفات کریں ۔ اور جس وصف کمال کا وہ تعالیٰ مستحق ہے اسکو ہر شیطان وغیرہ سے دور کیا جو اسکا مستحق نہیں ہے اور خوف دلایا اپنی ذات سے اپنے بندوں کو اپنے حقوق ربوبیت کا اور اس خوف میں غیر کا کوئی حصہ نہیں ہے ۔ ایمان کے خوف وامید کو محل برہان میں وقوع امتحان کے وقت ملا دیا پھر جب مشاہدہ ہو گیا تو انوار ہیبت ظاہر ہو جاتے ہیں اور خوف کی علت جاتی رہتی ہے ۔ ان لوگوں کی کمال بزرگی دیکھو کہ انکو اپنی ذات سے خوف دلایا نہ اپنے عذاب سے جسنے غیر سے خوف کیا وہ حق تعالیٰ کے ساتھ شرک کا محل ہو جاتا ہے حالانکہ جسنے مجھی سے خوف کیا وہ محل ایمان میں ہے اور جسنے میرے غیر سے خوف کیا وہ محل شرک میں ہے اور یہ شرک خفی ہے ۔ اور واسطی ؒ نے کہا کہ ایمان کی شرطین میں سے خوف ہے اور علم کی شرطین میں سے خشیہ ہے اور یہی اشارہ ہے بقولہ تعالیٰ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ۔ اور ابن عطا ؒ نے فرمایا کہ جبتک تم طریقہ پر ہو مجھسے خوف رکھو کیونکہ جسنے خوف چھوڑا ۱۲ (محبت آمیز خوف) اسنے راہ مستقیم کو چھوڑ دیا اور کہا گیا کہ ایمان خوف وامید کے درمیان ہے (ع) پھر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہود وغیرہ مشرکین منافقین کے وقائع وقبائح پر تنبیہ فرمائی بقولہ تعالیٰ

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۗ يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ
اور تجھ کو غم نہ آوے ان لوگوں سے جو کفر کرنے دوڑتے ہیں وہ نہ بگاڑینگے اللہ کا کچھ اللہ چاہتا ہے کہ نہ دیوے

لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنْ
انکو حصہ آخرت میں اور انکو بڑی مار ہے جنھوں نے خرید کیا کفر کو ایمان کے بدلے

يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ
وہ نہ بگاڑینگے اللہ کا کچھ اور انکو دکھ کی مار ہے اور وہ نہ سمجھیں منکر لوگ کہ ہم جو مہلت دیتے ہیں انکو کچھ بھلا ہے

لِأَنْفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ
انکے حق میں ہم تو مہلت دیتے ہیں تاکہ بڑھتے جاویں گناہ میں اور انکو ذلت کی مار ہے اللہ وہ نہیں کہ چھوڑ دے

الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ
مومنوں کو جس حال پر تم ہو جب تک جدا کرے ناپاک کو پاک سے اور اللہ وہ نہیں

لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ
کہ تمکو خبر دار کرے غیب پر ولیکن اللہ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں جسکو چاہے سو تم یقین لاؤ اللہ پر

وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○

اور اس کے رسولون پر اور اگر تم یقین پر رہو اور پرہیزگاری پر تو تمکو بڑا ثواب ہے

وَلَا يَحْزُنْكَ ۔ بضم اليا و كسر الزا و بفتحها و ضم الزا من حزنه لغة فى احزنه ۔ یعنی نافع کی قراءۃ مین یُحزِن بضمہ یا و تحتیہ کسورہ زا معجمہ از باب افعال ہے اور باقیون کی قراءۃ مین یَحزُن بفتح یا و ضم زا از ثلاثی مجرد مضموم عین المضارع ہے یعنی از حزنہ غمگین کیا اسکو جو احزنہ کے معنے مین ہے جیسے اول قراءۃ مذکور ہوئی ۔ بہرحال معنے یہ ہین کہ نہ غمناک کرین تجکو ۔ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ ۔ جو مسارعت کرتے ہین کفر مین ۔ ای یقعون فیہ سریعا لنصرتہ وہم اہل مکۃ والمنافقون ای لاہتمام الکفر بہم ۔ یعنی گرتے مین کفر مین جلدی کرکے کیونکہ کفر کے معاون ہین اور یہ لوگ اہل مکہ اور منافقین تھے اور حاصل معنے یہ کہ تو بہت غم مین تھو جا انکے کفر کرنے سے اور بعض نے کہا کہ ایک قوم مرتد ہو گئی تھی پس نبی صلعم کو غم ہوا پس اللہ عزوجل نے آپکو تسلی دی ۔ اور بعض نے کہا کہ یہ سب کفار کے واسطے عام ہے قشیری نے کہا کہ کافر کے کفر پر غمناک ہونا ثواب کی بات ہے لیکن نبی صلعم افراط سے غمناک ہوتے تھے چنانچہ فرمایا فلا تذہب نفسک علیہم حسرات ۔ اور فرمایا فلعلک باخع نفسک علی آثارہم الآیۃ ۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایسے غمناک ہونے سے منع فرمایا اور ظاہر وجہ غم یہ بھی کہ دیگر اہل ایمان کو انسے ضرر پہونچے اور خود وہ دوزخ کے کندے ہون پس اللہ عزوجل نے دونون باتون کو بیان دور فرمایا کہ ۔ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ۔ بفعلہم وانما یضرون انفسہم ۔ یعنے وہ کچھ ضرر نہین پہونچا سکتے ہین اللہ تعالیٰ کو ف اپنے فعل سے ای کفر کے اندر مسارعت کرنے سے یا اولیاء اللہ کو کچھ ضرر نہین پہونچا سکتے ہین اپنے فعل سے کیونکہ اللہ تعالیٰ انکا ناصر ہے ان یہی ہے کہ اپنے آپ کو ضرر پہونچاتے مین کیونکہ انجام کار مین اسکا وبال انھین پر ہے تو اسکی حکمت فرمائی کہ ۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا ۔ نصیبا ۔ فِى الْاٰخِرَةِ ۔ ای الجنۃ فلذلک خذلہم ۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ نہ کرے انکے واسطے کوئی حظ یعنی حصہ آخرت مین ف یعنے جنت مین پس اسی واسطے انکو مخذول کر دیا ۔ حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ انکے حق مین یون ہی متعلق ہوا ہے ایک خاص حکمت کے ساتھ جو فہم مخلوق سے باہر ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے وہ ضرور واقع ہوگا پس غم کھانا بے سود ہے اور یہی دیگر آیات کثیرہ مین مصرح ہے کہ ارادۂ الٰہی متعلق ہے جس سے کافر کا کفر اور مومن کا ایمان حاصل ہوتا ہے اور اسمین دلیل ہے کہ خیر و شر بارادۂ الٰہی ہے اور اس سے معتزلہ وغیرہ کا رد ہوگیا جو کہتے ہین کہ بندہ اپنے افعال پر خود قادر ہے یہ غلط ہے بلکہ سب بتقدیر الٰہی ہے ۔ اور نہایت درجہ یہ کہ انکی حکمت نہین معلوم ہے حالانکہ حکمت الٰہی سبحانہ تعالیٰ صفت پاک ہے اسکا ادراک محال ہے لیکن ہمکو اس قدر الٰہی معلوم ہے تو ضرور ان کافرون کی مکافات بعدل ہے لہذا انکے حق مین کفر مقدر ہے اور جو تقدیر پر ایمان نہین لایا وہ کافر ہے اور یہی مذہب آیات و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور اسی پر صحابہ و تابعین و سلف صالحین تھے پس بیان کی آیت سے معلوم ہوا کہ چونکہ ارادۂ الٰہی انکے حق مین حکمت کاملہ کے ساتھ یون ہی متعلق ہوا اس سبب سے وہ مخذول و کافر ہین کہ انکے لیے آخرت مین جنت سے کچھ نصیب نہین بلکہ ۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ فی النار ۔ انکے واسطے دوزخ مین عذاب سخت ہے کیونکہ انھون نے ایمان و آخرت کو چھوڑ کر کفر و دنیا کو اختیار کر لیا گویا موتی دیکر خزف لیا تو یہ خود بخس لائق جہنم مین اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ ۔ ای اخذوہ بدلہ ۔ جن لوگون نے ایمان کے بدلے کفر مول لیا ۔ یعنی لے لیا کفر کو بدلے ایمان کے باین طور کہ دونون مین سے کفر کو اختیار کر لیا ۔ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ ۔ بکفرہم ۔ شَيْئًا ۔ تو وہی لوگ ہرگز کبھی ضرر نہ پہونچا سکین گے اللہ تعالیٰ یعنے اولیاء اللہ تعالیٰ کو بسبب اپنے کفر کے ۔ کچھ بھی ۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

مولم - اور انکے لیے عذاب الیم ہے ف جسکو اپنے لیے خریدا ہے اور الیم بمعنی مولم از ایلام ہے کذا فسرہ ابن عباس رض - وَلَا يَحْسَبَنَّ - بالیاء والتاء
الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ - ای املائنا لہم بتطویل الاعمار وتاخیرہم - خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ - وان ومعمولہا سدت مسد المفعولین
فی قراءۃ التحتانیۃ ومسد الثانی فی الاخری - یعنی ابن کثیر وابو عمرو وعاصم وکسائی ویعقوب نے ولا یحسبن بصیغہ غائب بیاء تحتیہ پڑھا
پس الذین کفروا فاعل ہوگا - اور انما نملی لہم الخ قائم مقام دو مفعول کے ہوگا یعنی یہ کہ ہرگز یہ خیال کریں وہ لوگ جو کافر ہوئے کہ ہمارا
ڈھیل دینا انکو اسطرح کہ انکی عمریں دراز کردیں اور عذاب کے ساتھ پکڑنے میں تاخیر دی) یہ بہتر ہے انکے واسطے - اور باقیوں نے بالتاء الفوقیہ پڑھا
پس خطاب آنحضرت صلعم کو یا ہر خیال کرنے والے کو ہے اور تعریض ہے کافروں کو - اور الذین کفروا مفعول ہے اور انما نملی لہم الخ اسکا بدل ہے اسکو مفسر نے قائم
مقام مفعول دوم رکھا ہے اور بیضاوی رح نے کہا کہ ایک ہی مفعول پر اسواسطے اقتصار کیا کہ اعتماد تو بدل پر ہے - پھر مفسر رح نے املائنا لہم یعنے
مصدر سے تفسیر کرنے میں اشارہ کیا کہ ما مصدریہ ہے بیضاوی رح نے کہا کہ چاہیے یہ تھا کہ خط میں وہ الگ لکھا جاوے لیکن مصحف امام ع میں وہ
متصل ہی پایا گیا پس اسکی اتباع سے متصل لکھا جاتا ہے - اور ایلاء بمعنے اہمال و تطویل عمر ہے اور بعض نے کہا کہ انکو انکے حال پر چھوڑنا جیسے بولتے
ہیں املی لفرسہ - اپنے گھوڑے کی رسی ڈھیلی کردی کہ جیسے چاہے چرے - المعنے تو خیال مت کیجیو ان لوگوں کو جو کافر بنے ہیں انکے حال کو کہ
ہم جو کچھ انکو ڈھیل دیتے ہیں انکے لیے بہتر ہے - إِنَّمَا نُمْلِي - نمہل - لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا - بکثرۃ المعاصی - ہم تو اسواسطے املا کرتے ہیں یعنی
ڈھیل دیتے ہیں - انکو تاکہ بڑھاویں گناہ - بسبب کثرت نافرمانیوں کے - وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ - ذو اہانۃ - فی الآخرۃ - اور انکے لیے عذاب
مہین ہے یعنے آخرت میں اہانت دینے والا عذاب ہے مہین بمعنے اہانت - والا مر - عذاب مہین انکو آخرت میں قطعی ہے اور دنیاوی عذاب گویا اسکے مقابلہ
میں کالعدم ہے - مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ - لیترک - الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ - ایہا الناس - عَلَيْهِ - من اختلاط المخلص بغیرہ
یعنے انتم کا خطاب تو عام آدمیوں کو ہے جسمیں مومن و منافق سب شامل ہیں (اور معنی یہ ہیں کہ) یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ چھوڑ دیوے
مومنوں کو اسی حال پر جسپر تم ہو اے لوگو کہ مخلص و غیر مخلص سب خلط ملط ہیں الحاصل تم سب کو اسطرح خلط ملط نہیں چھوڑنا چاہتا تھا حَتَّىٰ
يَمِيزَ - بالتخفیف والتشدید یفصل - الْخَبِيثَ - المنافق - مِنَ الطَّيِّبِ - المومن بالتکالیف الشاقۃ المبینہ لذلک ففعل ذلک یوم
احد - حتیٰ کہ خبیث کو پاکیزہ سے الگ کرے یا متمیز کردے ف میز میں دو قراءۃ ہیں ایک بدون تشدید کے از ماز یمیز میزا جسکے دو چیزوں میں
فصل کردیا اور یہ اکثروں کی قراءۃ ہے بمعنی یہانتک کہ فصل کردے خبیث کو یعنی منافق کو طیب سے یعنی مومن سے بایں طور کہ ایسے شاق
تکالیف دیدی کہ جنسے دونوں الگ ظاہر ہوجاویں پس بروز احد یہی کیا - اور حمزہ وکسائی کی قراءۃ میز یمیز تمییزا بالتشدید ہے جب دو چیزوں سے زیادہ
ہوں تو کہتے ہیں کہ میز بینہا - ان چیزوں میں تمیز کردی پس یہاں باعتبار کثرت افراد مومنین و منافقین کے ہوگا اور اظہر یہ ہے کہ تشدید واسطے مبالغہ
کے ہے کہ خوب امتیاز کردے کہ سب کو معلوم ہوجاوے - وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ - فتعرفوا المنافق من غیرہ قبل التمیز
اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ تم کو غیب پر مطلع کردے یعنی تم قبل تمیز دینے کے منافق کو غیر منافق سے پہچان جاؤ - گویا دفع کیا وہم کو کہ بدون
ایسی تمیز کے کیوں خبیث و طیب میں فرق نہیں ہوجاتا اور وجہ دفع یہ کہ اسمیں حکمت الٰہی پوشیدہ ہے جسکو تم نہیں جان سکتے ہو - اور سدی
سے روایت ہے کہ منافق لوگوں نے کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اگر سچے ہیں تو ہمکو خبر دیں کہ ہم میں سے کون مومن ہوگا اور کون نہیں تو اللہ
تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا - ہکذا - اور وہ ابن کثیر اور امین وہم تھا کہ آنحضرت صلعم کیوں مطلع نہیں ہوتے اگر ہم اہل حق نہیں ہیں تو فرمایا
وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي - یختار - مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ - فیطلعہ علی غیبہ کما اطلع النبی صلعم علی حال المنافقین ولکن اللہ تعالیٰ

ع یعنی مصحف عثمان رضی اللہ عنہ

ل

برگزیدہ کرتا ہی اپنے رسولون مین سے جسکو چاہتا ہی ف پس اسکو اپنے غیب پر مطلع کردیتا ہی جیسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے حال پر مطلع کردیا۔ حاصل آنکہ آنحضرت صلعم کو منافقین کے حال پر وقوف تھا لیکن وہ حکمت سے بھی واقف تھے کہ اسکو موقع پر رکھتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے بسا اوقات عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ منافق ہی تو اجازت دیجیے کہ اسکو قتل کرون آپ منع فرماتے کہ نہین اے عمرؓ رہنے دے اور ایسے ہی ذوالخویصرہ خارجیون کا جد اعلیٰ تھا اسکی نسبت بھی حضرت عمرؓ نے قتل کردینے کی اجازت مانگی آپ نے فرمایا کہ اے عمرؓ رہنے دے اسکی نسل سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہونگے یعنے خارجیون کے علامات فرمائے اور قتل کی اجازت نہ دی اور ایسے ہی واقعہ احد کا حال جانتے تھے چنانچہ آپکا خواب مروی ہوا جیسا کہ اول قصہ مین ذکر ہوچکا ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ آیہ مین خود مذکور ہی اور علمانے بھی تصریح کردی کہ علم غیب جاننا جو یہان سے ثابت ہوتا ہی اور بعض دیگر آیات سے ثابت ہوتا ہی یہ جزوی علم غیب ہی حتی کہ تمام آسمانون وزمین کا سب علم غیب بھی جزوی علم غیب ہی اسپر آنحضرت صلعم مطلع تھے اور وہ بھی بدون اطلاع دینے اللہ تعالیٰ کے نہین ہوتا ہی اور رہا علم غیب کلی ومطلق تو وہ سواے حق عزوجل کے اور کوئی نہین جانتا ہی اسواسطے کہ وہ تو علم ہی جو صفت باریتعالیٰ ہی اور یہ صفت کسی مخلوق مین پیدا ہوجانا غیر ممکن ہی۔ اور بسا اوقات اسرار الٰہی وحکمت کاملہ اس امر کو مقتضی ہوتی ہی کہ بندہ خاص اس امر کو نجانے کہ اسکے گھر مین کیا حال ہی اور اسکے سفر مین کیا انجام ہوگا پس آنحضرت صلعم نے نجانا کہ حضرت عائشہؓ کو جن منافقون نے بہتان لگایا اسکا کیا حال ہی حتی کہ جدا کردینے کا خیال پیدا ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کیا رسول اللہ عورتین بہت ہین آپکو جدا کرنیکا اختیار ہی لیکن آپ ذرا تحقیق تو کرلین یہانتک کہ قرآن مجید نازل ہوا اور حضرت عائشہؓ کی برارت ہوئی اور ان آیات مین حکمتین واسرار بیان ہوئے اور ایسے ہی بہت سے وقائع واقع ہوے چنانچہ علم سنت جاننے والے پر پوشیدہ نہین اور ایسے ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف کے چاہ کنعان مین ہونے کی خبر نہوئی اور مصر سے انکے پیرہن کی خوشبو سونگھی اور ایسے ہی حضرت امام حسینؓ کو سفر شام وواقعہ کربلا کی خبر نہوئی اور تقدیر نے پردہ ڈالدیا حالانکہ روایات سے ثابت ہی کہ اس خبر سے امام حسن علیہ السلام نے وقت وفات کے آگاہ فرمایا اور حضرت صلعم کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بیان سے خبر ہوگئی تھی پس حاصل یہ کہ جو شخص اسکا معتقد ہی کہ آنحضرت صلعم کو بالکل غیب کا علم تھا وہ افراط کرتا ہی اور خوف کفر ہی اگر تاویل نہ ہو اور جو شخص یہ کہتا ہی کہ حضرت صلعم مثل دوسرون کے تھے ہر ہر بات پر جبرئیل آتے اور آگاہ کرتے تب ہی خبر ہوتی تو اسنے تفریط کی اور حقیقت یہی ہی جو اوپر مذکور ہوا کیا تو نہین دیکھتا کہ روایت ابن عباسؓ مین جو خواب آنحضرت صلعم کا پروردگار عزوجل کو دیکھنے کا روایت ہوا ہی اسمین یہ ہی کہ فعلمت ما فی السموات وما فی الارض۔ یعنی مین نے سب جان لیا جو کچھ آسمانون وزمین مین ہی۔ الحاصل جہانتک اللہ تعالیٰ نے علم دیا تھا وہ جانتے تھے اور حدیث مین فرمایا کہ جو مین جانتا ہون اگر وہ تم جانتے تو کم ہنستے اور بہت روتے۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا النفاق فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ پس ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اسکے رسولون کے ساتھ اور اگر تم ایمان لاؤ اور بچو (یعنی نفاق سے) تو تمھارے واسطے ثواب عظیم ہی ف عرائس البیان مین مذکور ہی کہ قولہ تعالیٰ ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر۔ اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو توکل ورضا کے بڑے امور مین امتحان فرمایا کیونکہ آنحضرت صلعم کو محزون کردیا اسطرح کہ کفار نے کفر پر اصرار کیا اور آپکو خوف دلایا پھر اللہ عزوجل نے اس آیت مین حضرت صلعم کو حکم دیا کہ بطون معانی پر نظر کرین حتی کہ قلب سے تمام حزن ماندہ جو غیر کی طرف سے تصور مین جاتے رہتے ہین کیونکہ جب حق عزوجل کی معرفت مین استحکام ہوا تو اسکے قلب سے تلوین کے احکام بالکل زائل ہوجاتے ہین۔ واسطی نے فرمایا کہ حزن جملہ احوال مین ہی اور حقیقت مین ان لوگون کے واسطے تعریف وتنبیہ ہی قولہ تعالیٰ انہم لن یضروا اللہ شیئا۔ یعنی اللہ عزوجل نے خبر دی کہ نبی صلعم کو کمال اہتمام وشفقت ہی اللہ تعالیٰ کی شریعت واسکے دین کے انتظام پر چنانچہ خبر دی کہ ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر۔ اسواسطے کہ

ملال آنحضرت صلعم کو ہی جہت سے تھا اور حاصل یہ کہ تو غمگین مت ہو اسواسطے کہ ساحت کبریائی گمراہون کی گمراہی کے ہجوم سے پاک ہی قولہ تعالیٰ وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب - اللہ تعالیٰ کے یہان چند طرح کے غیب ہین اول غیب ظاہر - دوم غیب باطن سوم غیب الغیب چہارم سر الغیب - پنجم غیب السر پس غیب ظاہر تو وہی ہی جس کی اللہ تعالیٰ نے امر آخرت وغیرہ کی خبر دی ہی اور اسپر کوئی مطلع نہین ہوتا مگر وہی جو مقام الیقین کو پہونچگیا ہو اور جو اس مقام کو پہونچا وہ نفس کے شواغل وخطرات شیاطین سے خارج ہوتا ہی لیکن حد استقامت پر پہونچنے سے دیدار آخرت ہی ہوتا ہی اسواسطے کہ لیقین تو خود خطرات ہین اور یہ خطاب باین معنے خطاب اصدادہی - اور غیب باطن سو وہ غیبان جنون کا ہی جو مقدر کر کے چشم اعتبار سے پوشیدہ ہین اور یہ خطاب اہل ایمان کا ہی اور غیب الغیب تو وہ افعال مین سر صفات کا غیب ہی اور یہ معنی یہ خطاب مریدین کو ہی اور سر الغیب تو وہ صفت مین نور ذات ہی اور یہ خطاب محبین کو ہی اور غیب السر تو وہ نمیت قدم ہی کہ اسپر کبھی کوئی مخلوق مطلع نہین ہو سکتا - پس قولہ تعالیٰ وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب - مین خطاب تمام انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین واصفیاء وصدیقین وعارفین موحدین کو ہی پس اس سے یہی غیب مراد ہی جسپر کوئی مطلع نہین ہو سکتا اسواسطے کہ ازلیت تو اس سے پاک ہی کہ کوئی مخلوق اسکا ادراک کر سکے پس تمام سب مخلوق اسکے احاطہ کرنے سے خارج ہین لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہان ایک قرب خاص ہی جسکو میسر نہین اور وہ اسطرح کہ زمین سے بعض معانی آنحضرت صلعم کو کشف سے منکشف کیے گئے اور یہ ازل ہی مین ہو لیا تھا مگر یہ بصفت ادراک احاطہ نہین ہی اور یہی فرمایا ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء - مثل محمد وعیسیٰ وموسیٰ وابراہیم صلوات اللہ علیہم اجمعین کے پس آنحضرت صلعم تو اس عموم برگزیدگی مین بھی شامل ہین اور خصوصیت خاصہ سے بھی سرفراز ہین اور باقی فقط عموم برگزیدگی مین ہین مگر ادراک کسی کو نہین ہی - اور یہ دوسری آیت مین تصریح ہی کہ فرمایا عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول - اور یہ وہی شخص ہی جو اپنے اوصاف سے فانی ہی وصفات حق سے متصف ہو اور ظاہر کر دیا کہ بعض غیب ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کر دیے ہین چنانچہ فرمایا ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حکم لغیب ہی اور حکم بر غیب ہی جیسے حضرت صلعم نے دس صحابہ رض کو قطعی جنتی ہونے کو فرمایا یا مانند اسکے اللہ عز وجل کی طرف سے خبرین فرمائین جو دنیا وآخرت کو شامل ہین

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ط بَلْ هُوَ

اور نہ خیال کرین جو لوگ بخل کرتے ہین اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے انکو اپنے فضل سے دی کہ یہ بہتر ہی انکے حق مین بلکہ یہ

شَرٌّ لَّهُمْ ط سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

برا ہی انکے حق مین عنقریب طوق ہو کر پڑے گی جس چیز کا بخل کیا تھا قیامت کے روز اور اللہ ہی وارث ہی آسمانون وزمین کا

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ع

اور اللہ جو کرتے ہو سو جانتا ہی

ع

وَلَا يَحْسَبَنَّ - بالیاء والتاء - یعنے بتاء فوقیہ ابو عامر ونافع وحمزہ کی قرارت ہی پس خطاب آنحضرت صلعم یا ہر لائق خطاب کو ہوگا مت خیال کر ان لوگون کو جو بخل کرتے ہین اس چیز مین جو اللہ تعالیٰ نے انکو دی اپنے فضل سے کہ وہ انکے حق مین بہتر ہی اور بیاء تحتیہ باقیون کی قراءۃ ہی پس الذین یبخلون اسکا فاعل ہوگا یعنے جو لوگ بخل کرتے ہین اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انکو عطا کی تو وہ خیال نہ کرین کہ انکے لیے بہتر ہی - الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ - بخل اصل لغت مین یہ کہ مانع ہو انسان حق واجب کو اور جسنے اس مال کو

ندیا جو اسپر واجب ہوا تو وہ بخیل نہین کہلائیگا اور قاموس مین ہی کہ بخل ضد کرم ہی اور کثرت سے حدیثین اس بخل کی مذمت مین وارد ہین اور
بداخلاق مین یہ بدتر ہی مترجم کہتا ہی کہ شرع مین بخل وہی ہی جو معروف شرعی طور پر خرچ کرنے مین بغرض محبت مال کے کوتاہی کرے حتی کہ
اگر اس نے شرع کے دستور سے اپنے اہل و عیال کے خرچہ مین کمی کی تو بھی اسمین بخل کی صفت ہی۔ بالجملہ یہ شرط ہی کہ جو کچھ اللہ تعالے
نے روزی کیا اس کے موافق حساب سے جو کچھ شرع حکم دے خرچ کرے اسیواسطے فرمایا۔ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ
یعنے بخل کرتے ہین اس چیز کے ساتھ جو اللہ تعالے نے انکو اپنے فضل سے دی ہی۔ پس جو کچھ اللہ تعالی نے دیا اسمین اپنے اہل و عیال کے خرچہ کا
خیال کرے اور کپڑے کا اور کسی قدر اپنے وقت حاجت کا پھر حق اللہ تعالی کو بھول نجاوے اگرچہ بہ طریق شرعی سورۂ بقر کی آیۂ نفقہ کی تفسیر مین
مذکور ہوچکا ہی۔ پھر جاننا چاہیے کہ بعض نے آیۂ کریمہ کو ایسا ہی عام رکھا ہی جیسا مین نے بخل کی مذمت مین بیان کیا اور بعض مفسرین نے بخل کو زکوۃ سے
مخصوص کیا یعنے بخل کرے باین طور کہ اسکی زکوۃ ندے اور یہ اس صورت مین کہ اللہ تعلے نے اسکے پاس بطور معروف شرعی خرچ کرنے کے
بعد اتنا بچا دیا ہو کہ ساون روپیہ سکہ انگریزی یا باون تولہ چاندی ہو اور ائمۂ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ زیور ہو بشرطیکہ اسپر اتنا زمانہ ہو کہ
اسکو مہنا کرنے کے بعد مقدار مذکور مین کمی آوے تو اس مقدار مین ایک روپیہ سال پیچھے زکوۃ ندے بلکہ بخل کرے اور ایسا ہی دیگر مفسرین نے بخل
کو زکوۃ سے مخصوص کیا اور حق وہ ہی جو سراج مین فرمایا کہ اکثر علما کے نزدیک اس بخل سے منع واجب مراد ہی نہ مستحب یعنی جو واجب ہو اسکو ندے
اور اسپر کئی وجہ سے استدلال کیا اول آنکہ آیت کریمہ سخت عذاب کے وعید پر دلالت کرتی ہی اور ایسی وعید واجب ہی کیساتھ لائق ہی۔ دوم آنکہ اللہ تعالے
نے بخل پر مذمت کی یعنی عذاب کا وعدہ دیا جو ترک واجب پر ہوتا ہی اور جو چیز نفل ہو اسکے ترک پر وعدۂ عذاب نہین ہوتا ہی سوم آنکہ حضرت صلعم
نے فرمایا کہ بخل سے بدتر کوئی بیماری نہین ہی۔ پھر واجب خرچہ کے چند اقسام ہین ازانجملہ اپنی جان پر اور اپنے ان اقارب پر خرچ کرنا جنکا نفقہ اسپر واجب
ہی ازانجملہ زکوۃ ہی۔ ازانجملہ اسوقت کہ مسلمان لوگ ایسے دشمن کے دفع کرنے مین جو انکے جان و مال کا قصد کرتا ہی مال کی حاجت رکھتے ہون تمپر
واجب ہی کہ ایسے لوگون پر خرچ کرے جو مسلمانون سے اس دشمن کو دفع کرین۔ ازانجملہ جو شخص مضطر یعنے ایسے فاقہ گزین کہ مردار حلال ہو تو اسکو
اتنا ضرور کھانا چاہیے کہ سد رمق ہو۔ پس ایسے بخیلون کو اللہ تعالی نے فرمایا کہ ایسے بخیل یہ خیال نکرین کہ۔ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۔ انکا بخل کرنا خَيْرًا
لَّهُمْ ۔ بہتر ہی انکے واسطے مفعول ثان و الضمیر للفصل و الاول بخلهم مقدر قبل الموصول علی الفوقانیۃ و قبل الضمیر علی التحتانیۃ۔ یعنی خیرًا کو نصب
ہی اسواسطے کہ یہ لایحسبن کا مفعول ثانی ہی خواہ کوئی قراءۃ لیجاوے اور ضمیر ہو۔ چونکہ مرفوع ہی لہذا وہ مفعول نہین ہوسکتی بلکہ ضمیر فصل ہی پھر
پہلا مفعول بخلهم ہی وہ بنابر قراءۃ تاء فوقانیہ کے موصول سے پہلے مقدر ہی ای ولاتحسبن بخل الذین یبخلون الخ اور بنابر قراءۃ یاء تحتانیہ کے ضمیر
فصل سے پہلے مقدر ہی ای ولایحسبن الذین یبخلون بخلهم هو خیرًا لهم ۔ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۔ بلکہ یہ بخل بدتر ہی انکے واسطے۔ پھر جاننا چاہیے کہ
عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ اس آیت کا نزول اہل کتاب یعنے یہود و نصاری کے حق مین ہی کہ انھون نے جو انکے پاس کتاب آلہی مین تصدیق
آنحضرت صلعم و قرآن مجید کے بارہ مین تھی اسکے بیان سے بخل کیا رواہ ابن جریر اور شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ مال سے حق واجب
ادا کرنے سے بخل کرنے والون کے حق مین ہی اگرچہ یہ جو ابن عباس سے روایت ہی اسمین داخل ہی اور کہا جاتا ہی کہ اسکا داخل ہونا بدرجۂ اولی ہی
مترجم کہتا ہی کہ مانعین حق واجب کے حق مین ہونا اظہر ہی اور اسی پر دلالت کرتا ہی قولہ۔ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ ۔ ای زکاۃ
من المال۔ عنقریب طوق ہوکر انکی گردن مین ڈالی جاویگی وہ چیز جسکا بخل کیا۔ زکوۃ مال چیز سے مراد مال ہی اور ملاء تیسر لہم کی تفسیر ہی
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ بان یجعل حیۃ فی عنقہ تنهشہ کما ورد فی الحدیث۔ یعنی جس مال سے بخل کیا وہ قیامت کے روز طوق بناکر انکی گردن مین ڈالا جائیگا یہ [illegible]

ہوگا کہ یہ مال ایک سانپ کر کے اسکی گردن مین ڈالا جاویگا جو اسکو کاٹیگا جیسا کہ حدیث مین وارد ہوا ہی مترجم کہتا ہی کہ حضرت ابوہریرہؓ سے
روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جسکو اللہ تعالیٰ نے مال دیا پھر اسنے اس مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت مین ایک اژدہاے گنجا زہریلا ہو کر اسکی گردن
مین طوق پڑیگا پس اسکی دونون باچھون کو کاٹے اور چیریگا اور کہیگا کہ مین تیرا مال ہون مین تیرا خزانہ ہون پھر یہ آیت پڑھی - ولا یحسبن الذین
یبخلون بما اٰتاہم اللہ من فضلہ ہو خیرا لہم بل ہو شر لہم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ الآیہ - رواہ البخاری و ابن حبان - اس حدیث سے معلوم ہوا
کہ مال بصورت اژدہا ہوگا اور کنز یعنے خزانہ جسکی ممانعت ہی وہی مال ہی جسکی زکوٰۃ نہ دیجاوے ورنہ وہ کنز کے حکم مین نہین اور یہ دوسری حدیث
مین مصرح ہی اور ظاہر حدیث یہ ہی کہ بغیر زکوٰۃ کے کل مال متمثل بصورت اژدہا ہوگا مگر ظاہر کلام مفسرؒ یہ ہی کہ بقدر زکوٰۃ مال ہوگا واللہ اعلم اور مانند
اس حدیث کے حضرت ابن مسعودؓ سے مرفوعاً و موقوفاً امام احمد و نسائی و ترمذی و صححہ و ابن ماجہ و حاکم و ابن جریر و ابو یعلی و طبرانی و ابن مردویہ نے روایت کیا
اگر کہا جاوے کہ حدیث مؤید ہی کہ یہ فقط زکوٰۃ کے حق مین ہی تو جواب یہ ہی کہ زکوٰۃ منجملہ مشتملات آیت کے ہی باسب سے اعلیٰ ہی ورنہ اوپر معلوم ہوا کہ
ابن عباسؓ نے اہل کتاب کی حقیت دین اسلام چھپانے سے تفسیر کی اور نیز ابن جریرؒ نے عن ابی قزعۃ عن رجل عن النبی صلعم روایت کی کہ اگر کوئی قرابت والا دوسرے
قرابت والے کے پاس آوے اور اس سے ایسے مال کا سوال کرے جو اللہ تعالیٰ نے اسکے پاس بڑھتی دیا ہی پھر وہ بخل کر جاوے اور اسکی محتاجی مین سے
تو یہی ہوگا کہ جہنم سے اسکے واسطے ایک اژدہاے نرالا لون والا نکلے گا جو اسکے پیچھے ہوکر آخر اسکی گردن کا طوق ہو جائیگا وقد رواہ عن ابی قزعۃ عن
ابی مالک العبدی موقوفا و عن ابی قزعۃ مرسلا و مرسلات ثقہ کے ائمہ حنفیہ کے نزدیک حجت ہین فافہم - بالجملہ یہ حال و عذاب ان لوگون پر ہی جو مال
کو اپنا سمجھتے اور اس سے بخل کرتے ہین حال یہ ہی کہ جو فرمایا - وَلِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - اور اللہ ہی کے واسطے ہی
میراث آسمانون و زمین کی ف میراث وہ چیز ہی جو کسی کی موت کے بعد پچھلے باقی کو ملے اور شرع مین میراث تو ناتے والون کو یا ولاء
و عتاق وغیرہ سبب والون کو یا بیت المال مین اسکے مستحقون کو ملتی ہی جیسا کہ آگے آویگا انشاء اللہ تعالیٰ پس یہان میراث کے یہ معنی ہین
جو مفسرؒ نے بیان کیے کہ وارث ہوگا اللہ تعالیٰ ان دونون آسمان و زمین کا بعد فنا ہونے اہل آسمان و زمین کے مترجم کہتا ہی کہ یہ ایک ادنیٰ تقریب
ہوسکتی ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ اب بھی کل چیز کا مالک و خالق ہی یہ نہین کہ بعد فناے اہل آسمان و زمین کے وارث ہو کر مالک ہوگا پس وارث ہونا بمعنے حقیقی
نہین ہوسکتا اور مثل اس آیت کے ہی قولہ تعالیٰ انا نحن نرث الارض ومن علیہا - اس سے ثابت ہوا کہ مال اور مال والے سب کا اللہ تعالیٰ وارث ہی
اظہر اس سے قولہ وکنا نحن الوارثین - یعنے تقویت جملہ اسمیہ جو دوام و استمرار پر دال ہی - اسی واسطے بعض مفسرین نے تاویل کی کہ معنے یہ ہین اور
اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہی کل وہ چیز جسکے آسمان و زمین والے باہم ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہین - مترجم کہتا ہی کہ زمین والون مین تو درست ہی
مگر آسمان والے باہم کیا وارث ہوتے ہین اور حق یہ ہی کہ میراث بمعنے حقیقی نہین جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا جیسے فرمایا و اورثناہا قوما آخرین - اور اورثنا
الذین یستضعفون الخ یعنے بنی اسرائیل کو ملک فرعون کا وارث کیا - یہان بھی وراثت بحقیقت شرعی نہین ہوسکتی جیسا کہ پوشیدہ نہین اور ایسے
ہی داؤد علیہ السلام کا وارث سلیمان علیہ السلام کو جو فرمایا ہی وہ بھی بمعنے شرعی نہین کیونکہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء کسیکے وارث نہین ہوتے
اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہی جو ہمنے چھوڑا وہ صدقہ ہوتا ہی اور اسی پر خلفاے راشدین سب ہین حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ہین عمل کیا ہی ابن الانباری
نے کہا کہ بولا کرتے ہین کہ ورث زید علم خالد یعنی خالد کے علم کا زید وارث ہوا یعنی اب زید منفرد ہوا بعد اسکے کہ خالد مین شارک تھا اور ایسے ہی قولہ تعالیٰ
و ورث سلیمان داؤد الآیہ مین ہی - اب تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون کہ اللہ عز و جل نے تمام آسمان و زمین کو اپنی میراث فرمایا اور یہ فرمایا کہ سب آسمان
و زمین و جو کچھ مال اسکی ملک ہین پس تنبیہ فرمائی کہ سب تو اسی کا ہی پھر ان بخیلون کا کیا حال ہی کہ اسکے حکم کے موافق نہین دیتے ہین اور کیا کم ہی کہ اپنے ہی

۱ ایسا گنجا جس کے سر پر بال نہ رہے
زہریلی
۲ عصبہ و
ذوی الفروض
و ذوی الارحام
سے کوئی نہ ہو ۱۲
۳ حقیقت
سے اور تقیید
۴ تعمیم کے واسطے
۵ فی قولہ
ورث سلیمان داؤد
الآیہ ۱۲
۶ فی قولہ
و ورث سلیمان
داؤد الآیہ ۱۲

ملک کو بندے سے دلوا کر اسپر ثواب جمیل عنایت فرمایا - وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ - بالیاء والتاء خَبِيْرٌ - فیجازیکم یہ جاننا چاہیے کہ تعملون بتاء فوقیہ اور بیاء تحتیہ دونوں قراءتین آئی ہین مگر قراءۃ اول اکثر قراء کی ہی اور اسیکو مفسر رح نے اختیار کیا چنانچہ کہا پس جزا دیگا تمکو تمھارے عمل کی اور بیضاوی نے کہا کہ اس قراءۃ مین وعید سخت ہی اور دوسری قراءۃ ابو عمرو وابن کثیر کی ہی اور اس صورت مین یہ معنی ہونگے اور اللہ تعالی خبردار ہی جو وہ کرتے ہین پس انکو انکے بخل کی سزا دیگا - ف فی العرائس قولہ تعالی ولا تحسبن الذین یبخلون بما آتاھم اللہ من فضلہ - مترجم کہتا ہی کہ جیسے عوفی رح نے ابن عباس سے اہل کتاب کے علم ظاہر کرنے پر بخل کرنے سے تفسیر کی ویسے ہی شیخ رح نے بیان علوم کشفی کے چھپانے والون سے اشارہ لیا اور یہ جان لینا چاہیے کہ اس صورت مین سیطوقون کے معنی یہ نہین کہ انکی گردن مین طوق ہو کر پڑیگا بلکہ یا تو یہ معنے نہین کہ جہنم مین طوق و زنجیر سے جکڑے جاوینگے بعوض اسکے عذاب کے یا یہ طوق بمعنے طاقت ہی جیسا کہ مجاہد سے روایت آئی ہی کہ انھون نے کہا ای یکلفون بانیان ما بخلوا یعنی انکو تکلیف دیجائیگی کہ جسکا بخل کرتے تھے وہ اب لاؤ جو انکی طاقت سے باہر ہی جب یہ علوم ہوگیا تو مین کہتا ہون کہ شیخ رح نے کہا کہ اللہ تعالی نے یہان ان لوگون کو زجر کیا جو مریدون وطالبان حق سے علم معاملہ ومکاشفہ پوشیدہ کرتے ہین اسلیے کہ اصل سخاوت یہ ہی کہ متحیر دلون کو ورطۂ امتحان سے چھڑا دے اور ان کو عرفان کی راہ بتادے اور کون سخاوت اس سے بڑھکر ہوگی کہ خالص ارادت والون پر اللہ تعالی کی دی ہوئی نعمتین ظاہر کرے تاکہ اللہ تعالی کے ساتھ انکی محبت بڑھے اور نیک کام کرنا اور اللہ تعالی کی بندگی کرنا انکے دل مین رچے اور اسکی تصدیق یہ ہی کہ حضرت صلعم کو اللہ عزوجل نے حکم فرمایا واما بنعمۃ ربک فحدث - یعنی اللہ تعالی نے جو نعمتین تجھپر فرمائی ہین انکو بیان کر - پھر جو شخص یہ کر سکتا ہی جو ہمنے بیان کیا کہ طالبان حق عزوجل کی بہتری کے خواہان رہے وہ کیون ایسا نہ کرسکے گا کہ اپنی جان ومال وروح کو راہ حق مین خرچ کرڈالے جیسے صحابہ رض نے اپنی جان ومال کو حضرت صلعم پر فدا کردیا کیونکہ وہ لوگ معدن سخاوت ہین اور سخاوت کی شاخ انھین سے نکلی ہی پھر مال سے سخاوت کرنا مریدون کی شان ہی اور جان سے سخاوت کرنا محبین کی شان ہی اور روح سے سخاوت کرنا عارفون کی شان ہی اور تمام اشیاء مذکورہ سے بخل کرنا نفس امارہ کا اندھاپن ہی قولہ تعالی سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ - مخلوق کو مفلس ہونے کا وصف کیا کہ اپنی ذات پاک کو سلطنت قدیم وبقاء دوام سے وصف کیا اور مخلوق جملہ فانی ہوگی اور اپنے نفس کی امیدون سے منقطع ہوجاوینگی چنانچہ فرمایا وللہ میراث السموات والارض - یعنی اور تعالی ہی مالک عطاء کثیر ومواہب جزیل ہی اور یہ عطیات کبری ان لوگون کو سب سے اعلی ملتی ہین جو اسکی راہ مین اپنی جانین خرچ کرتے ہین پھر انکو ایسا کچھ دیتا ہی جو مخلوق مین سے کسی کو نہین دیا ہی اور ابن عطاء رح نے فرمایا کہ راہ حق مین سخاوت پر چلنا اور بخل سے پرہیز کرنا اور یہ اسطرح ہی کہ نفس ومال وسر وروح وکل کو راہ حق مین خیرات کردے اور جسنے راہ حق مین کسی چیز سے بخل کیا وہ محجوب ہوا اور اسی کے ساتھ پڑا رہ گیا اور جسنے راہ حق مین غیر کی طرف نظر کی وہ قرب حق وانوار قرب سے محروم رہا قال المترجم یعنی مال وجان وغیرہ کسی پر نظر کرنا محرومی ہی -

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ
اللہ نے سنی انکی بات جنھون نے کہا کہ اللہ فقیر ہی اور ہم مالدار اب لکھ رکھینگے ہم انکی بات اور
قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ
جو خون کیے ہین نبیون کے ناحق اور کہینگے چکھو جلن کی مار یہ بدلا ہی اسکا جو تمنے بھیجا
اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ ع اَلَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ
اپنے ہاتھون اور اللہ ظلم نہین کرتا ہی بندون پر وہ جو کہتے ہین کہ اللہ نے ہم سے قرار لیا ہی کہ

وقف لازم

أَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ ۗ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِّن

ہم یقین نہ کرین کسی رسول کو جب تک نہ لادے ہمارے پاس ایک نیاز جسکو آگ کھاجاوے۔ تو کہدے آچکے تمھارے پاس کتنے رسول

قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَإِن

مجھسے پہلے کھلی۔ نشانیان لیکر اور یہ بھی جو تم نے کہا پھر کیون تم نے انکو مار ڈالا اگر تم سچے ہو پھر اگر یہ

كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ۝

تجکو جھٹلاوین تو جھٹلائے گئے بہت رسول تجھسے پہلے جولائے تھے نشانیان اور صحیفے اور روشن کتابین

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ۔ البتہ سنا اللہ تعالیٰ نے کشاف مین زمخشری نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے سننے کے یہ معنی ہین کہ اسپر پوشیدہ نہین یعنے اس نے ان کے لیے عذاب مہیا کیا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ زمخشری معتزلہ تھا اس نے صفات باری تعالے سے انکار کیوجہ سے ایسا کہا اور بیضاوی وغیرہ نے جو اسطرح تفسیر کی ہی تو ان کی غرض یہ ہی کہ یہ سننا بطور رضامندی کے نہین جیسے سمع اللہ لمن حمدہ مین ہی بلکہ یہ وعید و تہدید ہی جیسے کسی بے ادب و گستاخ سے کہتے ہین کہ خبردار ہم نے سن لیا یعنی تجھ کو سزا دینگے بالجملہ سننا ہمارے نزدیک اپنے معنے پر ہی یعنی اللہ تعالے نے اپنی حقیقی صفت سے سنا۔ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ۔ قول ان لوگون کا جنھون نے کہا کہ اللہ فقیر ہی اور ہم تونگر ہین ف وہم الیہود قالوہ لما نزل من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً الآیۃ۔ وقالوا لو کان غنیاً ما استقرضنا۔ اور یہ لوگ یہود تھے انھون نے یہ قول اُسوقت کہا جب کہ نازل ہوا قولہ تعالے من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً الآیہ اور یہ بھی کہا کہ اگر اللہ تعالے تونگر ہوتا تو ہم سے قرض نہ مانگتا مترجم کہتا ہی کہ معالم وغیرہ مین ایسا مذکور ہی جو مفسرین نے ذکر کیا پس اگر بعینہٖ یہی لفظ ان کا فرون نے کہے تھے تو آیت مین ان کے الفاظ کی حکایت ہی اور مفسرؒ نے علوم القرآن مین اسکو اس بات کی مثال مین بھی ذکر کیا کہ قرآن مین جو آیات زبان غیر پر ہین از انجملہ یہ ہی ولیکن شیخ ابن کثیرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت ذکر کی کہ ان کافرون نے کہا تھا۔ یا محمد افتقر ربک فسال عبادہ القرض۔ یعنے ای محمدؐ آپکا پروردگار محتاج ہوا کہ بندون سے قرض مانگا پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی رواہ ابن مردویہ و ابن ابی حاتم۔ اور نیز محمد بن اسحاق نے اپنی سند سے ابن عباس سے روایت کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق ایک مرتبہ یہود کے مدارس مین گئے جہان بہت یہودی اپنے ایک بڑے عالم فنحاص کے پاس جمع تھے۔ حضرت صدیقؓ نے کہا کہ ای فنحاص تو اللہ تعالیٰ سے خوف کر اور محمد صلعم پر ایمان لا کیونکہ واللہ تو جانتا ہی کہ وہ برحق رسول تمھاری توریت مین موصوف ہین وہ بولا کہ واللہ ای ابوبکر ہم کو اللہ کی طرف محتاجی کی ضرورت نہین اور وہ ہمارا محتاج ہی ہمسے گڑگڑاتا ہی جیسے ہم نہین گڑگڑاتے اور ہم اس سے تونگر ہین اگر ہمسے تونگر ہوتا تو قرض نہ مانگتا جیسا کہ محمد گمان کرتے ہین اور وہ ہمکو سود کھانے سے منع کرتا ہی اور ہمسے قرض مانگتا اور اسپر کئی گونہ سود دینے کا وعدہ کرتا ہی۔ یہ سنکر حضرت ابوبکرؓ سخت غضبناک ہوے اور بڑے زور سے اسکو تھپڑ مارا اور کہا کہ قسم اس پاک پروردگار کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی کہ اگر ہمارے اور تم لوگون کے درمیان عہدنامہ نہوتا تو مین تیری گردن مارتا ای خدا کے دشمن تو ہم کو جھٹلا جسقدر تجھ مین وسعت ہو۔ فنحاص وہان سے اٹھکر حضرت صلعم کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کے یار نے دیکھو ہم کو کیا خوار کیا ہی آپ نے فرمایا کہ ای ابوبکرؓ کیا باعث ہوا۔ صدیقؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اس دشمن نے بڑا سخت لفظ کہا کہ اللہ فقیر ہی اور ہم اس سے تونگر ہین مجھے اللہ تعالے کے واسطے غصہ آیا مین نے اسکو مارا۔ پس فنحاص مردود اس سے انکار کر گیا اور کہا کہ مین نے نہین کہا پس اللہ عزوجل نے ابوبکرؓ کی تصدیق اور فنحاص کی

تکذیب مین نازل فرمایا۔ لقد سمع اللہ قول الذین قالوا الآیہ۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اس آیت مین بڑی سخت وعید ہے ازانجملہ یہ کہ اللہ تعالی نے انکا سننا مصرح فرمایا اور مقولہ بھی مصرح ذکر فرمایا۔ ازانجملہ آنکہ فرمایا۔ سَنَكْتُبُ ۔ نامر بکتب۔ مَا قَالُوا۔ فی صحائف عمالہم لیجازوا علیہ۔ یعنی ہم لکھین گے۔ مراد یہ کہ حکم دینگے نیکی بدی لکھنے والے فرشتون کو لکھنے اس چیز کا جو انھون نے کہا۔ ان کے صحائف اعمال مین تاکہ اسپر وہ جزا دیے جاوین۔ پس فرشتون کے لکھنے کو اپنے لکھنے سے تعبیر فرمایا جیسے قولہ وانا لہ کاتبون۔ وفی قراءة بالیاء مبنیا للمفعول۔ یعنی اور حمزہؒ کی قراءة مین سَیُکْتَبُ بصیغہ غائب مجہول ہے ای لکھا جائیگا جو انھون نے کہا۔ پھر لکھا جانا خود وعید ہے حالانکہ اور تعالی دانا تر ہے جیسے اہتمام کی چیز کو یادداشت کر لیتے ہین یعنے یہ لفظ کفر شدید ہے اسی واسطے اسکے ذیل مین قتل انبیا کو بھی لکھا کہ وَ۔ نکتب۔ وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۔ قتلہم بالنصب وبالرفع یہ اور لکھین گے ہم انکا قتل کرنا انبیاء کو ناحق۔ اور یہ ترجمہ اس صورت مین کہ قتلہم کو نصب ہو بنابر قراءة جمہور کے کہ نکتب بنون پڑھا اور بنابر قراءة بیاء تحتیہ کے اسکو رفع ہے یعنی اور لکھا جائے گا قتل کرنا انکا انبیا کو ناحق۔ اور اسمین ایذان ہے کہ ان لوگون سے ایسی گفتگو بعید نہین جنھون نے انبیاء کو جان بوجھ کر ناحق قتل کیا۔ اور قتل انبیاء اگرچہ انکے بڑھون سے ہوا مگر انکی رضامندی کے سبب ان کی طرف منسوب ہوا۔ وَنَقُولُ۔ بالنون والیاء یعنی نکتب پر عطف ہے اور اسمین بھی دو قراءتین ایک بنون ودوم بیاء تحتیہ ہے ای اللہ لہم فی الآخرة علی لسان الملائکة۔ یعنے ہر قراءة پر فاعل اسکا اللہ تعالی ہے اور معنے یہ کہ کہین گے ہم یعنے اللہ تعالی ان کافرون سے آخرت مین فرشتون کی زبان پر۔ حاصل یہ کہ یہ گفتگو انکی اللہ عزوجل کی شان مین اور یہ معاملہ انکا اللہ تعالی کے رسولون کے ساتھ ہے تو ہم انکو عذاب سخت دینگے اسیواسطے فرمایا ونقول۔ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۔ النار۔ حریق دراصل ایسی آگ کا نام ہے جو ملتہب ہو اور معنے اس کے محرق ہین یعنے سخت التہاب سے جلانے والی جیسے عذاب الیم بمعنے مولم بولتے ہین۔ اور حاصل یہ کہ ان کافرون سے یہ کہا جائیگا جب وہ آگ مین ڈالے جاوینگے کہ عذاب سوزان چکھو اور یہان سے ثابت ہو گیا کہ ان لوگون کا یہ قول وفعل حد سے زیادہ بُرا ہے کہ ارحم الراحمین نے انکے واسطے یہ عذاب مقدر فرمایا جس مین ظلم کا احتمال ہی نہین اسیواسطے فرمایا۔ ذَٰلِكَ ۔ العذاب کائن۔ یہ عذاب مذکور حاصل ہوا۔ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ ۔ بسبب اس چیز کے جو پہلے بھیجا لائی ہے تمھارے دونون ہاتھون نے۔ یعنے تم نے چنانچہ مفسرؒ نے کہا۔ عبر بہا عن الانسان لان اکثر الافعال تزاول بہا۔ یعنے ہاتھون سے تعبیر انسان سے ہے کیونکہ اکثر کام انھین دونون ہاتھون سے مزاولت مین آتے ہین جیسے دوسری آیہ مین بما قدمت یداہ فرمایا اور ہماری زبان مین بولتے ہین کہ ای شخص یہ تیرے ہاتھون کا کیا دھرا ہے یعنے تیرا کیا ہوا ہے خواہ ہاتھ وزبان کسی عضو سے ہو حاصل یہ کہ یہ عذاب تمھارے کیے پر ہے۔ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ ۔ بذی ظلم۔ لِّلْعَبِيدِ ۔ فیعذبہم بغیر ذنب۔ اور اللہ نہین ہے ظلام ای صاحب ظلم۔ واسطے بندون کے۔ کہ انکو بغیر جرم کے عذاب کرے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یعنے مین عذاب کرنے والا نہین اس شخص کو جسنے ارتکاب جرم نہین کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہوا کہ یہ اللہ تعالے کی طرف سے بندون کو وعدہ ہے کہ بدون جرم کے انپر عذاب نہوگا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل آسمانون وزمین وبندون ومخلوقات مین جسطرح چاہے تصرف کرے وہ کسی طرح ظلم نہین ہو سکتا اور یہی مذہب اہل سنت ہے۔ اگر کہا جاوے کہ ظلام صیغہ مبالغہ ہے جو بہ نسبت ظالم کے خاص ہے پس ظلام کی نفی سے ظالم کی نفی نہوگی تو جواب دیا گیا کئی وجہ سے۔ اول وہ کہ جو مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ ظلام یہان صیغہ نسبت ہے ای ذی ظلم کے معنے ہین یعنی اسکی طرف ظلم کی نسبت ہی نہین ہوتی ہے اور نظیر اس کی بزاز وعطار ہے یعنی کپڑا بیچنے والا اور عطر کھینچنے وبیچنے والا کہ انھین نسبت مراد ہے نہ معنے مبالغہ کما لایخفی المفسرؒ نے

ذکر کیا کہ ابن مالک نے اس جواب کو محققین سے حکایت کیا ہے دوم آنکہ ظلام مین اگرچہ معنے کثرت ہین لیکن یہان بمقابلہ عبید کے ہے جو جمع کثرت
ہے حاصل آنکہ عبید کے مقابلہ مین ظلام فرمایا پس عبد کے مقابلہ مین ظلم رہا پس ہر فرد کی نسبت ظالم ہونے کی نفی ہوئی یعنی کسی بندے کے واسطے
ظالم نہین ہے سوم آنکہ جب ظلام سے ظلم کثیر کی نفی کی تو قرینہ مقام سے ظلم قلیل جو حاصل ہے بدرجہ اولی منتفی ہوگا اسواسطے کہ ظلم بغرض
نفع کے ہوتا ہے پس جب کثیر کو باوجود زیادہ نفع کے ترک کیا تو قلیل بدرجہ اولی متروک ہوگا۔ چہارم آنکہ ظلام بمعنی ظالم ہے معنی کثرت ملحوظ
نہین ہین۔ بدلیل آنکہ مقصود مطلق ظلم کی نفی ہے۔ پنجم آنکہ اقل قلیل بھی اگر اللہ تعالی کی طرف سے پایا جانا فرض کیا جاوے تو وہ کبیر ہوگا
جیسے بولتے ہین کہ زلۃ العالم کبیرۃ۔ عالم کی لغزش بھی کبیرہ گناہ ہے ششم آنکہ مراد یہی کہ ظالم نہین بغرض تاکید نفی کے پس اسکو ظلام نہین سے
تعبیر کی۔ ہفتم آنکہ یہ جواب اس کافر کا ہے جسنے اللہ تعالی کو ظلام کہا اور اس صورت مین معنے کثرت کا کچھ مفہوم نہوگا جیسے کوئی شخص زید کو جوڑا
متقی ہے کہے کہ وہ افجر ہے اور جواب دیا جاوے کہ تو جھوٹا ہے وہ افجر نہین ہے تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ وہ فاجر ہے۔ ہشتم آنکہ اثبات مین اللہ تعالی کے
صفات مین صیغہ مبالغہ وغیر مبالغہ یکسان ہین یعنے ہر صفت اسکی حد کمال پر ہے اور وہ واحد ہے پس رحیم وارحم سب اپنی اپنی حد کمال ہے پس نفی مین بھی
یہی رکھا گیا مترجم کہتا ہے کہ تامل کے ساتھ یہ جواب جید ہے نہم آنکہ اس سے مقصود تعریض ہے یعنے بندون مین بہتیرے حاکم ایسے ہوتے ہین کہ ظلام
ہوتے ہین مترجم کہتا ہے تعریض یون بیان کرنا اولی ہے کہ بندون مین بہتیرے کافر ایسے ہین کہ اپنے افعال مین ظلام ہین جیسے یہ یہودی خبیث تھے
جنھون نے ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء۔ کہا کہ انھون نے اپنے اوپر سخت ظلم کیا اور تعریض کے واسطے اسقدر کافی ہے اگرچہ وجہ ظلم مختلف ہو پھر جاننا
چاہیے کہ قولہ وان اللہ لیس بظلام للعبید۔ جملہ حالیہ ہے اور بیضاوی نے تبعاً للکشاف کہا کہ اسکا عطف ما قدمت پر ہے یعنی وذلک ان اللہ
لیس بظلام للعبید یعنے عذاب کی تعلیل ہے ای یہ عذاب اسوجہ سے کہ اللہ تعالی بندون کے واسطے ظلام نہین ہے۔ باین توجیہ کہ نفی ظلم
مستلزم عدل ہے اور عدل مقتضی ہے کہ نیکوکار کو ثواب دے اور بدکار کو عذاب دے مترجم کہتا ہے کہ یہ تقریر کچھ نہین چنانچہ اعتراض کیا گیا کہ
تعذیب نہ کرنا باوجود سبب موجود ہونے کے کچھ ظلم نہین نہ عقلاً و نہ شرعاً پھر کیونکر نفی ظلم کو عذاب کرنیکا سبب قرار دیتا ہے پھر اللہ عزوجل نے
انھین کافرون سے جنھون نے کلمہ کفر کہا تھا ایک اور بدخصلت بہتان بندی اور دروغ دعوی کی فرمائی کہ۔ اَلَّذِیْنَ۔ نعت للذین قبلہ۔ یعنے
یہ الذین پہلے الذین قالوا کی صفت واقع ہے۔ قَالُوْا۔ لمحمد۔ یعنی ایسے لوگ جنھون نے کہا محمد صلعم سے کہ۔ اِنَّ اللّٰہَ عَہِدَ اِلَیْنَا۔ فی التوراۃ
اللہ تعالی نے عہد لیا ہم سے۔ توریت مین کہ۔ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ۔ نصدقہ۔ ہم نہ ایمان لاوین واسطے کسی رسول کے یعنی نہ
تصدیق کرین اس کے رسول ہونے کی حَتّٰی یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْکُلُہُ النَّارُ۔ یہانتک کہ لاوے وہ ہمارے پاس قربان
جسکو آگ کھا جاوے مترجم کہتا ہے کہ غرض ان کی آنحضرت صلعم سے کہنے کی یہ تھی کہ۔ فلا نومن لک حتی تاتینا بہ ہم تیرا ایمان نہ لاوینگے
یہانتک کہ تم ایسا قربان لاؤ۔ اور یہ قربان بنی اسرائیل مین ہوتا تھا اور یعنے اسکے مفسر نے بیان کیے کہ۔ وہو ما یتقرب بہ الی اللہ تعالی من نعم وغیرہا
فان قبل جاءت نار بیضاء من السماء فاحرقتہ والا بقی مکانہ۔ اور قربان ہر وہ چیز تھی کہ اس کے ساتھ اللہ تعالی کی طرف تقرب ڈھونڈھا جاوے
خواہ وہ حلال چوپایہ ہون یا کوئی اور چیز ہو سو بنی اسرائیل مین یہ تھا کہ وہ میدان مین رکھا گیا اور پیغمبر نے تنہا یا مع لوگون کے دعا کی پس یا
قبول ہوتا تھا یا نہین پھر اگر قبول ہوتا تھا تو یہ صورت ہوئی تھی کہ آسمان سے ایک آگ سپید بدون دھوئین کے آتی تھی پس اسکو کھا جاتی تھی
یعنے جلا دیتی تھی اور اپنی طبیعت پر تحلیل کر لیتی تھی اور اگر قبول نہوا تو ویسا ہی اپنی جگہ پڑا رہتا تھا۔ وعہد الی بنی اسرائیل ذلک الا فی المسیح
ومحمد صلعم مفسر نے کہا کہ بنی اسرائیل پر یہ عہد لیا گیا تھا سوائے مسیح و محمد صلعم کے بارہ مین چنانچہ سدی نے کہا کہ توریت مین یہ شرط آئی تھی مگر ایک

دوسری شرط کے ساتھ بایںطور کہ اللہ عزوجل نے بنی اسرائیل کو حکم کیا کہ جو شخص تمھارے پاس نبوت کا دعوی کر کے آوے تو اسکی تصدیق نہ کرنا یہان تک کہ قربان رکھے جسکو آگ کھا جاوے یہانتک کہ تمھارے پاس مسیح و محمد آوین کہ ان دونون پر فورًا ایمان لانا کہ یہ دونون بدون قربان کے آوینگے اور ابن عباس و حسن بصری وغیرہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ بنی اسرائیل مین قربان کا طریقہ اسطرح جاری تھا چنانچہ جہاد مین جو غنیمت حاصل کرتے اسکو بھی اسیطرح رکھتے تھے اور یہ نہین تھا کہ اللہ تعالی نے اسکو دعوی نبوت کی تصدیق کے لیے علامت مقرر کیا ہو اسطرح کہ بدون اس کے کسی نبی کے تصدیق نکرنا بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ یہ بات انکے دروغ و مفتریات مین سے ہی اسلیے کہ قربان کو آگ کا کھا جانا موجب ایمان اسیوجہ سے ہی کہ وہ معجزہ ہی تو یہ معجزہ اور دیگر معجزات آسمین یکسان ہین اسیواسطے اللہ عزوجل نے رد کیا۔ کہ قل - لہم تونبیًا یعنی کہدے ان لوگون سے ملامت کے طور پر کہ - قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنٰتِ - بالمعجزات - وَبِالَّذِي قُلْتُمْ زکریا و یحیی فقتلتموہم آئے تو تھے تمھارے پاس رسول مجسے پہلے معجزات کے ساتھ اور اس بات کے ساتھ بھی جو تم کہتے ہو جیسے زکریا و یحیی سو تمنے انکو قتل کیا اگر کہا جاوے کہ ان لوگون نے کہان قتل کیا تو مفسر نے جواب دیا کہ - والخطاب لمن فی زمن نبینا وان کان الفعل لاجدادہم لرضاہم بہ - اور خطاب ان بنی اسرائیل کو ہی جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین تھے اگرچہ یہ فعل انکے باپ دادا کا تھا اسوجہ سے کہ یہ لوگ اپنے باپ دادا کے فعل پر رضامند تھے مترجم کہتا ہی کہ سبالذی - قلتم - کو سبالبینت - پر عطف کرنے مین ایذان ہی کہ بینات یعنے معجزات جس مرتبہ پر تصدیق نبوت کے واسطے ہین ویسے یہ قربان نہین ہی اگرچہ اسی قبیل سے ہو اور مفسر نے فقتلتموہم - بڑھایا تاکہ آگے کا قول مرتبط ہو یعنے باوجود قربان کے تم نے ان کو قتل کیا - فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ - فی انکم تومنون عند الاتیان بہ - پھر کیون تم نے ان کو قتل کیا اگر تم سچے ہو اس بات مین کہ تم قربان لانے کے وقت ایمان لاتے ہو - پھر اللہ عزوجل نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی اور صبر کے واسطے ارشاد کیا - فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ المعجزات پھر اگر یہ لوگ تجھے جھٹلاتے ہین تو تجھ سے پہلے بہت رسول جھٹلائے گئے جو آئے تھے بینات یعنے معجزات ظاہرہ کے ساتھ - وَالزُّبُرِ کصحف ابراہیم - اور کتب کے ساتھ جیسے صحائف ابراہیم زبر جمع زبور ہی ابن کثیر نے کہا کہ کتاب جو آسمان سے ملی مثل صحف ابراہیم وغیرہ کے - اور بعض نے کہا وہ کتاب جسمین فقط حکمتین ہون اور بعض نے کہا جسمین مواعظ و زواجر ہون اور ظاہرا یا ولی یہی نظر موافقت زبور داؤد علیہ السلام کے - وَالْكِتٰبِ - وفی قراءۃ باثبات الباء فیہما - یعنی ابن عامر کی قرات مین ہی بالزبر وبالکتاب - الْمُنِيْرِ - الواضح وہو التوراۃ والانجیل فاصبر کما صبروا - یعنی منیر بمعنے واضح ہی اور وہ کتاب منیر توریت وانجیل ہی اور مراد اس آیت سے یہ کہ صبر کر تو اے محمد صلعم جیسے ان لوگون نے صبر کیا - الحاصل جب یہودیون نے بہتان باندھا کہ ہم سے توریت مین عہد لیا گیا ہی کہ جو پیغمبر آوے اگر وہ قربان کا معجزہ دکھلاوے تو ایمان لاوین ورنہ نہین تو رد فرمایا کہ یہ معجزہ تو بہت ہی خفیف ہی جسکا دکھلانا بہ نسبت شق القمر وغیرہ کے بہت ہی خفیف ہی لیکن تم خود مکار عناد سے کہتے ہو دلیل یہ ہی کہ حضرت زکریا و یحیی وغیرہم کے مانند بہت سے معجزات مع قربان و زبر و کتاب منیر لائے تھے تمنے انکو کیون نہ مانا اگر سچے ہو بلکہ انکو قتل کر ڈالا پس تم قوم خبیث جہنمی ہو کہ صرف چند روزہ دنیاوی زندگی کے لیے یہ مکر تم نے باندھا اور تمھارے جاہلون نے تمکو اپنا پیشوا بنایا اب عنقریب تم جانو گے کہ مر کر کس غار جہنم مین جاتے ہو اور موت سے فرار غیر ممکن ہی قال تعالی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ

ہر جی کو موت چکھنی ہی اور تم کو پورے بدلے ملین گے قیامت کے دن پھر جو سرکایا گیا آگ سے

وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ط وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ

اور داخل کیا گیا جنت میں پس اسکا کام بن گیا اور دنیا کی زندگی تو یہی دغا کی جنس ہے البتہ تم آزمائے جاؤ گے

اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ قف وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اپنے مالوں اور جانوں سے اور البتہ سنو گے اُن لوگوں سے جو دیے گئے کتاب تم سے پہلے اور ان

وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ط وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ

لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا بہت بدگوئی اور اگر صبر کرو اور پرہیزگاری تو یہ البتہ

ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

ہمت کے کام ہیں

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ - ہر نفس موت چکھنے والا ہے ف جمہور کی قراءۃ ذائقۃ الموت باضافت ہے اور معنے یہ ہین کہ ذائقۃ موت جسدہا - یعنے چکھنے والا ہے موت اپنے جسم کی اسواسطے کہ موت اسی جسم کو ہے نفس کو نہین اور اگر مرتا بھی تو حالت موت مین کیا چکھے گا کیونکہ چکھنے کے واسطے حیات شرط ہے اور علی ہذا قولہ تعالی اللہ یتوفی الانفس حین موتہا کے معنے بھی یہی ہین کہ حین موت اجسادہا - کذا قال الکرخی - وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ - جزاء اعمالکم - اپنے کامون کے بدلے - يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے روز یعنی تم تو قیامت کے روز اپنے اعمال کا بدلا دیے جاؤ گے ف پس مومن کا اجر تو جنت وثواب ہے اور کافر ومشرک کا اجر دوزخ وعذاب ہے - پس آیت مین وعدہ ووعید دونون ہے - اور توفیہ کے معنی بھرپور دینا پس دنیا مین یا برزخ مین جو ملیگا وہ بعض ہے اور حدیث مین ہے کہ قبر یا تو ریاض جنت مین سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھون مین سے ایک گڑھا ہے مترجم کہتا ہے کہ بعض علمائے نے زعم کیا کہ عذاب القبر فقط اس امت کے لیے ہے تاکہ جو کچھ ہونا ہے قیامت تک ہو جاوے پھر قیامت مین محاسبہ نہو وذکرہ القاری فی شرح الفقہ الاکبر لیکن میرے نزدیک اسمین تامل ہے اسواسطے کہ اول تو یہ آیت عام ہے سب کو شامل ہے دوم یہ کہ توریت مین بھی عذاب القبر کا ذکر تھا جس سے یہودیہ نے حضرت ام المومنین عائشہ رضہ سے ذکر کیا کہ خدا آپکو عذاب قبر سے پناہ دے ام المومنین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا مفصل بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسکا حصہ فقیہ سچ ہے جیسا کہ حدیث صحاح وسنن سے ظاہر ہے ہان یہ احتمال ہے شاید اس یہودیہ کو توریت کے بیان سے مخصوص اس امت کے لیے ظاہر ہوا ہو لیکن یہ احتمال بے قاعدہ وبعید ہے اور اسکی بحث قولہ تعالی یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ الآیۃ مین آویگی الحاصل سب کو آگاہ فرمایا کہ تم مین سے کوئی موت سے نہین بچیگا اور ضرور اپنے اعمال نیک وبد کا بدلا قیامت کے روز پانے والا ہے - تو فرض ہے کہ اپنے انجام کی خبر رکھے اور اسکا سامان کرے - فَمَنْ زُحْزِحَ - بُعِّدَ - دور کیا گیا از تبعید بمعنے دور کر دینا - عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ - نال غایۃ مطلوبہ - پس جو شخص کہ آگ سے دور کیا گیا اور جنت مین داخل کیا گیا تو اسنے پالیا اپنی انتہائے مراد کو ف اس واسطے کہ جنت جیسے ان نعمتون کو شامل ہے کہ انکے مانند ونظیر نہین ویسے ہی اسمین رضائے الٰہی تعالی اسطرح حاصل ہے کہ کبھی ناخوش نہ ہو گا بلکہ دیدار الٰہی عز وجل حاصل ہوگا کہ کوئی نعمت اس سے بڑھکر نہین بلکہ نعمت سے وہ کہین اعلیٰ تر ہے اور حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جنت مین ایک کوڑے بھر جگہ دنیا وما فیہا سے بہت بہتر ہے پڑھو تمہارا جی چاہے کہ فرمایا فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ تا قولہ متاع الغرور رواہ الترمذی والحاکم وصححہ پھر بھلا تم اس دنیا کے پیچھے جس سے تھوڑا دنیوی تمتع ملتا ہے کیون خراب ہو وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ - ای العیش فیہا - یعنی دنیا مین زندہ رہنا اور متاع وہ

چیز جس سے چند روز تمتع حاصل کیا جاوے پھر وہ فنا ہو جاوے اور لفظ دنیا مونث۔ الدنیا۔ ہے۔ **اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ** ۔ الباطل یتمتع
بہ قلیلا ثم یفنی۔ یعنی متاع باطل ہے کہ چند روز اس سے تمتع لیجاتی ہے پھر وہ فنا ہو جاتی ہے (اور یہ زندگانی جو دنیا میں ہے کچھ نہیں سوائے
متاع غرور کے کہ فانی و باطل ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ متاع چھوڑ دیے جانے کے لیے ہے قسم اس ذات پاک کی جسکے سوائے کوئی معبود نہیں کہ قریب
ہے کہ اپنے لوگون سے الگ ہو جاوے پس تم لوگ اس متاع سے اللہ تعالی کی فرمانبرداری حاصل کرو اگر تم کو استطاعت حاصل ہو اور بندہ مین
کوئی قوت نہین سوائے قوت اللہ تعالی کے **شیخ ابن کثیر** رحمہ اللہ نے کہا کہ اس آیت کریمہ مین تمام چیزون کی تعزیت ہے کیونکہ جن وانس و فرشتہ
حتی کہ عرش کے اُٹھانے والے فرشتے کوئی بھی باقی نہ رہیگا صرف وہی ذات وحدہ لاشریک لہ باقی رہجاویگا جسکے واسطے ہمیشگی اور بقا ہے وہی
اوّل تھا وہی آخر ہے اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی
تو کوئی آنے والا آیا جسکی آہٹ سُنائی دیتی تھی مگر کوئی نظر نہین آتا تھا اور اسنے کہا کہ السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کل نفس
ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ۔ اللہ تعالی کے یہان ہر مصیبت کی عزا ہے اور ہر مرنے والے کے پیچھے قائم مقام ہے اور ہر گم
ہونے والے کے پیچھے ملنے والا ہے پس اللہ تعالی ہی پر بھروسا کرو اور اسی کی طرف سے امید رکھو پس مصیبت تو درحقیقت اسکو پہونچی جسکو کچھ
ثواب نہ ملا والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پھر **جعفر بن محمد بن علی بن الحسین** علیہ السلام نے کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی کہ علی کرم
اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کون تھا یہ خضر علیہ السلام تھے انتہی اور یہ **ابن کثیر** اور **مترجم** کہتا ہے کہ اسکی اسناد مین دو انقطاع
مین اور بعضے دیگر محدثین نے بھی اسکو روایت کیا ان سب کو **شیخ ابن حجر** نے اصابہ فی اسماء الصحابہ مین بھر پور ذکر کیا اور بعد تمام
کلام کے شیخ ابن حجر کا میلان عدم ثبوت روایت کی طرف ہے اور **نووی** رحمہ اللہ نے شرح صحیح مسلم مین بھی اسی طرف میل کیا و لیکن لکھا کہ اکابر
اہل اللہ تعالے سب متفق ہین کہ خضر علیہ السلام زندہ ہین اور اُنسے بارہا ملاقات واقع ہوئی اور اسکو **قنینی** رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیا ہے اور **مترجم**
کہتا ہے کہ طرق روایت کے کئی ہین جنسے تقویت ہوتی ہے اور ظاہر یہ کہ روایت ثابت ہے اور ظاہر کلام حافظ **ابن کثیر** بھی اسی طرف
مائل ہے لیکن اسمین البتہ کلام ہو سکتا ہے کہ یہ درحقیقت خضر تھے یا کوئی فرشتہ تھا فافہم واللہ اعلم۔ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو پسند رکھتا ہے کہ آگ سے دور کیا جاوے اور جنت مین داخل کیا جاوے اسکو چاہیے کہ موت اسکو ایسے حال
مین آوے کہ وہ اللہ تعالی و روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اور لوگون کو اپنی ذات سے وہ پہونچے جسکو وہ اُنسے خود چاہتا ہے (رواہ احمد)
پھر اللہ تعالی نے اس موعظت بلیغ کے بعد اہل ایمان کو سمجھایا جنھون نے جنمیون کے لیے دنیا چھوڑی اور آخرت لے لی ہے **لَتُبْلَوُنَّ** ۔ حذف
منہ نون الرفع لتوالی النونات والواو ضمیر الجمع وحذفت واو الرفع لالتقاء الساکنین لتختبرن۔ اس صیغہ مین سے نون رفع تو بسبب اسکے
حذف ہوا کہ پے در پے نون جمع ہوئے جاتے تھے اور واو اسمین ضمیر جمع ہے اور یہ واو رفع تو وہ حذف کیا گیا بسبب التقاے ساکنین کے
اور لام اسمین قسم محذوف کا ہے اور معنے یہ کہ واللہ تم آزمائے جاؤگے۔ **فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ** ۔ بالفرائض فیہا والجوائح اپنے مالون مین
بایں طور کہ ان مالون مین حقوق فرض کیے جاوینگے اور انمین قدرتی آفتین پہونچینگی۔ جوائح جمع جائحہ یعنے وہ آفت کہ پھلون کو پہونچتی ہے
اور یہ مراد بیان مطلق آفت ہے اور حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ دین مین جسکا جسقدر مرتبہ بڑا ہے اسیقدر اسپر بلا زیادہ ہے اور نیز ثابت ہے کہ مومن
و کافر کی مثال جیسے صنوبر کا درخت کہ اسپر کوئی جھوکا اثر نہین کرتا یہانتک کہ ایکبار گر جاتا ہے (ف) اس آیت مین صریح حکمت آلہیہ کی تنبیہ ہے
کہ اگر اللہ تعالی چاہے تو تم کو تمام امت کا سردار اور تمام امتون سے افضل اور تمام اہل جنت کا سردار بنا دے بدون اسکے کہ تمہارا قلب کے

سلہ واضح ہو کہ قائم مقام اس سے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت خود بخود ثابت ہوگئی کہ وہی اللہ تعالی کی تقدیر سے قائم مقام ہوے سبحان اللہ اگر یہ قائم مقام ہو بیکس یان ہو تو خلیفہ کو بھی نہین ہو فافہم ۱۲ م

ذرہ ذرہ کو آزماوے اور چاہے تمام کافرون کو مقہور کرکے تمھارا مطیع کردے ولیکن اسکی مشیت اسطرح جاری ہوئی ہے کہ تم قطعًا پاکیزہ کیے جاؤ
تو واللہ تم آزمائے جاؤگے اپنے مالون مین یعنے انمین قدرتی آفات نازل ہونگی تاکہ تم اسوقت ثابت یقین پر دیکھے جاؤ اور جو بچا اسمین صدقات فرض
کیے جاوینگے تاکہ تمھاری محبت کچھ بھی مال سے باقی نرہے — پہلے گذرا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر ابتدا مین یہانتک فرض تھا کہ روزینہ سے زائد باقی نرکھین
پھر اموال سے بھی بڑھکر آزمائے جاؤگے قال تعالی وَاَنْفُسِكُمْ - بالعبادات والبلاء اور اپنے نفسون مین آزمائے جاؤگے ف یا بیطور کہ
عبادات فرض کیے جاوینگے اور بلا مانند قتل وجرح وغیرہ کے اسپر طاری ہونگے اور مدارک مین کہاکہ اسمین دلیل ہے کہ نفس یہی جسم ہے جو معاینہ ہے نہ
وہ معنے واہی جو بعضے متکلمین نے ذکر کیے ہین مترجم کہتا ہے کہ اسکی تحقیق سورہ یوسف وغیرہ مین انشاءاللہ تعالی آویگی پھر باوجود جان ومال کی
آزمایش کے تمپر کافرون کے منھ کھول دیے جاوینگے بقولہ تعالی - وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ - ای الیہود
والنصاریٰ - اور ضرور سنوگے یہود ونصاریٰ سے - وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا - من العرب - اور مشرکین یعنی اہل عرب سے -
اَذًى كَثِيْرًا - من السب والطعن والتشبیب بنسائکم - کلمات ناگوار طعن وتشنیع کے اور اپنی عورتون کے حق مین بدگوئی - اور تشبیب یعنی بحمہ
شعر مین عورتون کے ذکر سے ہجو کیا جانا - وَاِنْ تَصْبِرُوْا - علی ذلک اور اگر صبر کرو اس امر مذکور پر - وَتَتَّقُوْا - اللہ تعالی - اور
پرہیزگاری رکھو اللہ تعالی کی - فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ - ای من معزوماتہا التی یعزم علیہا لوجوبہا - تو یہ معزومات امور
سے ہے جنپر عزم کیا جاتا ہے بسبب انکے واجب ہونے کے - الحاصل تم کو اللہ تعالی کی ہر طرح اپنے واسطے خالص کرنے والا ہے وہ تمھاری جان ومال مین
مصیبت ڈالنے والا ہے اور شیطانی لوگون کی زبان سے تمھارے حق مین بدگوئی سنوانے والا ہے تاکہ تم اپنے نفس سے پاک ہو جاؤ اور اللہ تعالی ہی کے
تقوی پر عزم کے ساتھ صبر کرو کہ یہ عزم ہے - مترجم کہتا ہے کہ یہ حکم دلالت کرتا ہے کہ نزول اس آیت کا قبل حکم جہاد کے ہے پس جو قفالؒ سے مذکور ہے کہ
نزول اسکا ظاہرا قبل واقعہ احد کے ہوا اور جہاد کا حکم ہونا اسکے منافی نہین ہے تو یہ قول جید نہین ہے اور بخاریؒ نے اسامہ بن زید سے روایت
کی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سعد بن عبادہؓ کی عیادت کو چلے راہ مین عبداللہ بن ابی منافق کے مجلس مین جہان بعض مسلمان ویہود ومشرکین
جمع تھے ٹھہر کر نصیحت کی اور عبداللہ مذکور اسوقت کافر تھا اسنے طعن سے انکار کیا اور عبداللہ بن رواحہ نے جو اسی مجلس مین تھے رد کیا پس
یہود ومشرکین ومسلمان باہم گالی گلوج کرنے لگے حضرت صلعم انکو ٹھنڈا کر کے حضرت سعد بن عبادہ کے پاس گئے وہان عبداللہ بن ابی مذکور
کی شکایت کی انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس دیار کے لوگ اسکو اپنا بادشاہ تاجدار بنانا چاہتے تھے یہانتک کہ اللہ تعالی نے آپ کو حق
کے ساتھ بھیجا پس وہ خائب رہ گیا یہ اسکو جلن ہے آپ عفو کرین پس حضرت صلعم نے عفو کیا اور حضرت صلعم وآپکے صحابہ مشرکون وکافرون کی
اذیت پر صبر کرتے جیسا کہ اللہ تعالی نے حکم کیا - ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب الآیہ - اور فرمایا فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ الآیہ یہانتک
کہ اللہ عزوجل نے اپنے جہاد کا حکم کیا پس جب حضرت صلعم نے بدر مین جہاد کیا اور وہان قریش کے بڑے بڑے منھ مارے گئے تو عبداللہ بن
ابی بن سلول نے اپنے ساتھیون سے کہا کہ یہ امر تو اب پھرا پس چلو رسول صلعم سے بیعت کرلو پس انھون نے آکر ظاہر مین اسلام قبول کرلیا - وذکر
رواہ ابن ابی حاتم مختصرا - پس یہ دلالت صریح ہے کہ بدر سے پہلے اسکا نزول ہوا اور بعد اذن قتال کے اسکا حکم جاتا رہا فلیتامل - اور مترجم
کو اسکے نسخ اصطلاحی ہونے مین کلام ہے اور یہ ظاہر ہے کیونکہ اقوال مختص مثلا جب کسی کافر نے کسی پرہیزگار کی نسبت کہے تو انکی کچھ حقیقت نہین سوائے
اسکے کہ اس کافر نے اپنے صدقہ خیرات وغیرہ کا عوض کھویا جو مرد متقی کے نامہ اعمال مین گیا اور رہا جان ومال کا نقصان تو اسکو غور سے دیکھو کہ نقصان
ہے یا نہایت کمال احسان ہے کہ مال فانی وجسم مردہ کے عوض مین دار جنت باقی وجسم مطہر وقرب منزلت عطا فرمائی - ہان البتہ جس کافر کو دار آخرت کا یقین نہین ہے

وہ الٹبہ اسی دنیا کی متاع غرور مین پڑا ہی اور اسکو نقصان جانتا ہی پس ہر حال مین مومن متقی کو ایسے امور عزیمہ و خلاق کریمہ کا حکم ہی تاکہ نفس کا ایمان ہنو بلکہ آخرت کا ایمان حقیقی ہو کیونکہ جو کوئی زبان سے ایمان کہتا ہی مگر ان امور پر غم کرتا اور نقصان سمجھتا ہی تو وہ جھوٹا منافق ہی اور اللہ تعالی سے عافیت کی امید ہی اور اللہ تعالی ہم ضعیفون پر رحم فرما کر یقین صحیح و نور ایمان دل مین دیدے اور عافیت دارین جمع فرما دے آمین یا ارحم الراحمین

پھر اللہ تعالی نے یہود وغیرہ کافرون کی بدعہدی و خیانت بیان فرمائی بقولہ تعالی

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ

اور جب اللہ نے قرار لیا کتاب والون سے کہ اسکو بیان کروگے لوگون پاس اور نہ چھپاؤ گے پھر انھون نے پھینکا وہ قرار

وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ○ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ

اپنی پیٹھ کے پیچھے اور خرید کیا اس کے بدلے مول تھوڑا سو کیا بُری خرید کرتے ہین تو مت سمجھ ان کو جو

يَفْرَحُونَ بِمَآ أَتَوْا وَّيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ

خوش ہوتے ہین اپنے کیے پر اور تعریف چاہتے بن کیے پر سو نہ سمجھ کر وہ خلاص ہین

مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ

عذاب سے اور انکو دُکھ کی مار ہی اور اللہ ہی کو ہی سلطنت آسمان اور زمین کی اور اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○

ہر چیز پر قادر ہی

وَ- اذکر- إِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ- ای العہد علیہم فی التوراۃ- یعنی اذ ظرف ہی فعل مقدر کا اور وہ اذکر کے مانند ہی- اور میثاق بمعنے عہد ہی اور معنے یہ ہین کہ توریت مین اُنسے عہد لیا تھا- اور اس تقدیر پر یہ آیت فقط یہود کے حق مین ہی اور بعض نے کہا کہ یہود و نصاری دونون کو شامل ہی بنا بر آنکہ الکتاب کا الف لام جنس کا ہی- وابن کثیر نے فرمایا کہ اسمین توبیخ و تہدید ہی ان اہل کتاب پر جنسے انبیا کی زبان پر سد لیا تھا کہ محمد صلعم پر ایمان لاوین اور لوگون کے درمیان انکا ذکر پھیلاوین پھر جب وہ مبعوث ہون تو انکی پیروی کرین- لَتُبَيِّنُنَّهُ- ای الکتاب یعنی لام قسم محذوف کی ہی اور ضمیر منصوب راجع بجانب کتاب ہی جو مذکور ہی یعنے ضرور اس کتاب کو بیان کرین اور وہ آنحضرت صلعم کی رسالت و صفات تھی اور قتادہ سے ہی کہ دین اسلام کی حقیت تھی- لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ بالتاء والیاء فی الفعلین- یعنے اکثرون کی قراءۃ لتبیننہ ولا تکتمونہ- دونون فعل مین تاء خطاب ہی بنا بر آنکہ خطاب کی حکایت ہی- اور ابن کثیر وابو عمرو و عاصم نے بیاء تحتیہ پڑھا بنا بر آنکہ غائب تھے اور تبیین خود کھلا بیان ہی تو اسکے ساتھ کتمان نہین ہوسکتا پس لا تکتمونہ تاکید ہی الحاصل اللہ تعالی نے توریت و انجیل مین اہل کتاب سے عہد لیا تھا کہ جتنے کتاب مین جو کچھ فضائل و کمالات محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آپکی امت کے توریت و انجیل مین نازل کیے ہین سب کو صاف صاف لوگون سے بیان کردیا بیان کرین) اور کچھ بھی کسیطرح مت چھپاؤ- فَنَبَذُوهُ- طرحوا المیثاق- پس ان کمبختون نے پھینکا میثاق کو- وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ- فلم یعملوا بہ- اپنی پیٹھ پیچھے یعنی اسپر کچھ عمل نہ کیا بیضاوی نے کہا کہ یہ مثل ہی بے التفاتی و بی پروائی کرنے کے واسطے اور اسکی نقیض ہی نصب العین کرنا و پیش نظر رکھنا بولتے ہین- وَاشْتَرَوْا بِهِ اخذوا بدلہ- اور لیا اسکے بدلے- ثَمَنًا قَلِيلًا- من الدنیا من سفلتہم بریاستہم فی العلم فکتموہ خوف فوتہ علیہم تھوڑا مول یعنی مال

دنیاوی اپنے کمینون سے ف یعنی دنیا کے لیے عالم بنکر ایسی باتین نکالین کہ جنسے دین یہودی مثلاً ہمیشہ کے لیے بتلایا اور یون ہی نصاریٰ نے دھوکا دیا اور اپنے مالدارون و امراء و شاہون کو جو کمینہ و بے علم تھے یون بتلایا کہ جو کچھ پوپ یا جرکے وہ فرض ہی ہے یہ سب ہوا واسطے کیا کہ ان دنیاوی مالدارون سے جو جہالت کی وجہ سے کمینہ ہین قلیل مال حاصل کرین جس نے علم کو جو شریف ہی چھوڑ کر مال متاع کو جو حقیر ہی اختیار کیا وہ کمینہ ہی - الحاصل ان لوگون نے وہ علم کتاب اپنے مال والے کمینون کے ہاتھ قلیل دامون بیچڈالا یعنی اس میثاق کو اس خوف سے چھپایا کہ اگر لوگ محمد صلعم و خوبی اسلام سے آگاہ ہون جنکے تابع ہوکر دین اسلام مین داخل ہوجاوینگے تو یہ جو کچھ ملتا ہی جاتا رہیگا - فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ شرا کی ہم ہذا - پس یہ انکی خرید و فروخت کیسی بدتر ہی - پھر جاننا چاہیے کہ حسن و قتادہ سے اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے اہل قرآن کے شمول کے اقوال بھی آئے ہین وہ بایںمعنے ہین جو ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ اس آیت مین علماء اسلام و اہل قرآن کو بھی تحذیر ہی کہ خبردار ان کتابیون کی راہ نہ چلین ورنہ انکو بھی وہی پہونچیگا جو انکو پہونچا بلکہ علم کتاب و سنت جو لوگون کو نافع ہی انکو بتلاوین چنانچہ حدیث مین جو کئی طرق سے مروی ہی آیا کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ جو کسی علم کو جانتا ہی اس سے پوچھا گیا اور اسنے چھپایا تو قیامت مین اسکو آگ کی لگام دیجاویگی مفسر رح نے کہا کہ اسکو ایک جماعت نے متقارب الفاظ سے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا کہ حدیث حسن ہی مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین یہ بھی آیا کہ آخر زمانہ مین یہ لوگ بھی یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلینگے - ھ - افسوس اس زمانہ مین یہ حال ظاہر ہی کہ امر توحید سے منھ موڑ کر دنیا کے لیے کمینہ لوگ عالم بنے اور دین کو خلط ملط کرکے راہ سنت کو گم کردیا اور مریدون کے حقیر مال کے لالچ سے حق کو چھپا ڈالا - اور عجب کہ انکی مخالفت مین ایک فریق قائم ہوا جنکی قلت معرفت اس حد تک ہی کہ انھون نے صرف انکی عداوت کو دین بنالیا اور باہم جدال و تکفیر سے ارکان دین کو ضعیف کردیا اور معارف سے بےنصیب ہے حالانکہ واجب تھا کہ باہم متفق ہوکر دار آخرت کی کوشش کرنے اور معارف قرآن و حدیث سے آراستہ ہوتے واللہ تعالیٰ ہو الہادی کیونکہ بدون معرفت حق کے خالی دعوی توحید سے مدح کا استحقاق نہین ہوسکتا ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تَحْسَبَنَّ بالتاء والیاء - یعنی اسمین بھی وہی دو قراءتین ہین جو اوپر مذکور ہوئی ہین اور ترجمہ مین فرق ہوگا کیونکہ یاء تحتیہ پر معنے یہ کہ گمان نکرین یہ لوگ جنھون نے الخ اور تاء فوقیہ پر معنی یہ کہ تو خیال نہ کیجیو - الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا - فعلوا من اضلال الناس - ایسے لوگونکو جو خوش ہوتے ہین ایسے فعل پر جو انھون نے کیا یعنی لوگونکا بھٹکانا - وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا - من التمسک بالحق وہم علی ضلال اور دوست رکھتے ہین کہ مدح کیے جاوین یعنے ثواب دیے جاوین ایسے فعل کے عوض جو انھون نے نہین کیا یعنے حق سے تمسک نکیا اور گمراہی سکھلائی پھر چاہتے ہین کہ ثواب و مدح حاصل ہو فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ - بتاء فوقیہ یا بیاء تحتیہ - بِمَفَازَةٍ - بمکان ینجون فیہ - مِنَ الْعَذَابِ - فی الآخرۃ - پس تو انکو خیال نہ کیجیو یا وہ لوگ اپنے آپکو خیال نکرین) ایسی جگہ جہان آخرت مین عذاب سے نجات پاوین ف بلکہ وہ ایسی جگہ ہونگے جہان عذاب پاوین چنانچہ صریح فرمایا - وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ - اور ان کے لیے عذاب دکھ دینے والا ہی ف تو ثابت ہوگیا کہ وہ عذاب کے ٹھکانے مین ہونگے وہ بھی فقط عذاب نہین بلکہ عذاب الیم یعنی مولم فیہا یعنی جہنم مین انکے لیے عذاب مولم ہی واضح ہو کہ فلا تحسبنہم - مین بھی موافق اول کے دو قراءت بیاء تحتیہ و تاء فوقیہ ہین پس قولہ لا یحسبن الذین بیاء تحتیہ کے قراءۃ پر الذین - فاعل ہی اور رہے دونون مفعول تو وہ محذوف ہین کیونکہ آگے - فلا یحسبنہم - کے دونون مفعول انپر دلالت کرتے ہین اور اگر لا تحسبن بتاء فوقانیہ کی قراءۃ لیجاوے تو پہلا مفعول - الذین موجود ہی صرف دوسرا مفعول حذف ہوا جیسا لا تحسبنہم کا دوسرا مفعول دلالت کرتا ہی - پھر جاننا چاہیے کہ مفسر رح نے آیت کے واسطے کوئی شان نزول نہین بیان کیا ظاہرا انکے نزدیک کوئی سبب متعین نہوا بلکہ بہرحال آیت عام ہی کہ جو کوئی ایسا ہو کہ بدکام کو عمل مین لاوے

اور نیک مدح کا خواستگار رہو تو دنیا مین اگرچہ مخفی رہے وہ عذاب آخرت سے نہین بچیگا۔ اقول یہی صحیح ہی اور شیخ ابن کثیرؒ نے قولہ لا تحسبن الذین
یفرحون مین کہا کہ مراد اس سے وہ لوگ ہین جو ایسا ظاہر کرتے ہین جیسے باطن مین نہین ہین اور صحیحین مین بھی حضرت صلعم سے ہی کہ جسنے جھوٹا دعوی
کیا تاکہ اس سے زیادتی ظاہر کرے وہ ایسا ہی جیسے زُور کے دو کپڑے پہننے والا یعنی جسنے اپنے آپ مین وہ خصلت ظاہری جو اسمین نہین ہی تو
جیسے مکر و فریب کا جوڑا پہن لیا۔ اور امام احمد نے روایت کی کہ مروان بن الحکم نے اپنے دربان رافع سے کہا کہ ابن عباس کے پاس جا اور دریافت
کر کہ اگر یہی بات ہی کہ ہم مین سے جو اپنے کیے پر خوش ہوا اور جو نہین کیا اسپر مدح چاہے پس وہ عذاب کیا جاوے تو ہم سب کے سب عذاب کیے جاوینگے
تو ابن عباس نے فرمایا کہ تمکو اس آیت سے کیا بحث ہی یہ تو اہل کتاب کے حق مین نازل ہوئی پھر ابن عباس نے قولہ تعالی و اذ اخذ اللہ میثاق
الذین سے لیکر و یحبون ان یحمدوا الآیۃ تک پڑھ کر کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب سے کچھ پوچھا تھا وہ چھپا گئے اور دوسری بات خلاف
بتلائی پھر وہان سے نکلے اور اونھون نے حضرت صلعم پر ایسا ظاہر کیا کہ جو پوچھا تھا وہ ظاہر کر دیا اور اسپر حضرت صلعم کے نزدیک اپنی مدح کے خواستگار
ہوے اور جو خلاف بیان کیا اور چھپایا تھا اسپر خوش تھے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ وہکذا رواہ البخاری و مسلم و الترمذی و النسائی و ابن ابی حاتم
و ابن خزیمہ و الحاکم و ابن مردویہ۔ اور بخاری نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کی کہ کچھ لوگ منافق ایسے تھے کہ جب حضرت صلعم جہاد کو جاتے تو پیچھے
رہتے اور مدینہ مین بیٹھ رہتے اور حضرت صلعم کے برخلاف بیٹھ رہنے سے خوش ہوتے اور جب آپ تشریف لاتے تو آپ سے اپنی معذرت بیان کرتے
اور قسمین کھا جاتے اور آپ سے مدح کے خواستگار ہوتے ایسی بات پر جو نہین کی ہی پس نازل ہوا۔ لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا الآیۃ۔ وہکذا رواہ
مسلم و ابن مردویہ و مالک۔ اور اس روایت کو ابو سعیدؓ نے بواجبہ و شہادت رافع بن خدیجؓ و زید بن ثابتؓ کے بیان کیا کما فی روایۃ اخری لابن
مردویہ اور اس روایت مین ہی کہ اگر حضرت صلعم کو جہاد مین کچھ مشقت پہونچتی تو اپنے پیچھے رہنے سے خوش ہوتے اور اگر فتح و نصرت ہوتی تو حضرت
صلعم و مسلمانون سے قسمین کھا کر اعتذار کرتے اور فتح کی خوشی ظاہر کرتے اور اسپر مدح کے خواستگار ہوتے۔ پھر یہ دونون روایتین صحیح کی اثبات
مین تو شیخ ابن کثیر نے کہا کہ انمین کوئی منافات نہین ہی اسواسطے کہ آیت کریمہ ان تمام کو جو ہمنے ذکر کیا عام و شامل ہی اور یہی صحیح ہی۔ اور ثابت بن
قیس انصاری سے روایت ہی کہ انھون نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ اللہ تعالی نے منع کیا کہ آدمی جو نہ کرے اسپر حمد کو دوست نہ رکھے اور مین دوست
رکھتا ہون اور اللہ تعالی نے خیلاء سے منع کیا اور مین جمال یعنے آرائش کو دوست رکھتا ہون اور اللہ تعالی نے منع کیا کہ آپ کی آواز پر ہم مین کوئی
آواز بلند نہ کرے اور مین بلند آواز آدمی ہون سو مین دیکھتا ہون کہ مین تباہ ہوا پس حضرت صلعم نے منع کیا کہ کیا تو راضی نہین کہ زندگی بھر
تو حمید رہے اور مرے تو شہید مرے و جنت مین داخل ہو عرض کیا کہ ہان یا رسول اللہ کیون نہین چاہونگا پس ثابت بن قیسؓ حمید زندہ رہے
اور مسیلمہ کذاب کی لڑائی مین شہید ہوے رواہ ابن مردویہ۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ خزائن المطر و الرزق
و النبات وغیرہا۔ اللہ تعالے ہی کے واسطے آسمانون و زمین کا ملک ہی۔ یعنی خزانے بارش کے اور رزق کے اور پیداوار کے اور سوائے انکے
بیشمار جنکی تعداد کوئی نہین جانتا سوائے اُسکے۔ اور اسمین رد ہی ان کافرون کا جنھون نے اللہ تعالی کو فقیر کہا تھا جنکی تمام مذمت بیان کی جو
دلالت کرتی ہی کہ ایسے بد انجام سے جو قول صادر ہو تھوڑا ہی۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ و منہ تعذیب الکافرین
و انجاء المؤمنین اور اللہ تعالے تو ہر چیز پر قادر ہی ف اور کل شی مین سے ادنی چیز یہ بھی ہی کہ کافرون کو عذاب دے اور مومنون کو
نجات و ثواب دے۔ لیکن بہتیرے لوگ بے فکرے جانور ہین اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کو ہر دم ہر وقت آنکھون سے دیکھتے ہین اور سمجھتے
نہین لہذا آگے انکو ارشاد کیا ہی کہ اسطرح غور کرو تو تمھاری آنکھین کھلین۔ درمیان مین ان آیات کے بشارت عرائس البیان سے ذکر کر دون پھر

سلہ مثلا یعنی ہم بیمار سکتے یا یہ عذر تھا یا وہ عذر تھا ۱۲ منہ

سلہ یہ لڑائی حضرت ابوبکرؓ کی خلافت مین اول ہی اول بسرداری خالد بن الولید واقع ہوئی اور سخت قتال کے بعد آخر مسیلمہ مذکور ملعون جو نبوت کا دعوی کرتا تھا مارا گیا۔ اسی مین کو وحشی بن حربؓ نے قتل کیا جسنے حضرت حمزہؓ کو دھوکے سے شہید کیا تھا ۱۲ منہ

جو کچھ فکر کرنے کا حکم ارشاد ہوا ہے وہ ذکر کرون۔ عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالیٰ لتبلون فی اموالکم وانفسکم نفس ایک بت ہے جسکو حق عز وجل نے لباس ربوبیت سے آراستہ کیا اور قہر ولطف سے بھر دیا اور اسکے لیے زینت یہ اموال دنیا رکھے اور یہ سب ان لوگون کا امتحان ہے جو حق تعالیٰ کی محبت کا اور اسی کے معبود برحق ماننے کا بیڑا اٹھا آئے ہین پس جسنے اپنے نفس کی طرف دیکھا اور زینت حق سے نظر پھیری وہ فرعون ہوگیا اور زبان قہر سے انا ربکم الاعلیٰ بولنے لگا اور یہ مکر واستدراج ہے اور جسنے ربوبیت کی طرف نظر رکھی اور اسکا نفس اس ربوبیت کی تجلی مین فنا ہوا وہ اگر ایسا کلمہ بھی بولا تو کم ظرفی ہے ولیکن زبان ربوبیت سے بولا جیسے ابن منصور حلاج رحمہ اللہ کی زبان سے انا الحق جاری تھا اور اسکی مثال چاہو تو اس درخت کو غور کرو جس سے موسیٰ علیہ السلام کو آواز آئی انی انا اللہ الآیۃ۔ کہ یہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس سے نطق فرمایا پس اپنی صفت کے ساتھ اپنے فعل سے بات کی اور جسنے ان اموال مین رب تعالیٰ کی زینت پر نظر رکھی جو ملک نفس کی زینت مین تو اسکا حال مانند سلیمان علیہ السلام کے ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کے ملک دیدینے سے بھی سلیمانؑ کو اللہ تعالیٰ کے شرف جلال کی طرف نظر تھی سا اور جسنے خود اموال کی طرف دیکھا اور دنیا کی تازگی نظر مین سمائی اور اپنے شہوات کا تابع ہوا تو وہ مثل بلعم باعور کے ہوگیا کہ اسکی مثال کتے کی ہے چنانچہ فرمایا فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث او تترکہ یلہث۔ اگر لادو تو ہانپے اور اگر چھوڑدو تو ہانپے۔ اور کونسا امتحان اس سے بڑھکر ہے کہ خلق مین ملک دیکھنا اور ربوبیت دیکھنا جمع کیا کیونکہ یہ محل التباس ہے ابن زنجار نے فرمایا کہ قولہ لتبلون فی اموالکم۔ بایطور کہ جمع کروگے اور دینے سے باز رہوگے اور جو حقوق الٰہی ان اموال مین متعلق ہونگے انمین قصور کروگے۔ وانفسکم۔ بایں طور کہ شہوات نفس کے تابع ہوگے اور ریاضت چھوڑدوگے اور اسکو اسباب دنیا سے لپٹائے رہوگے اور امور آخرت مین غور و نظر کرنے سے نفس کو خالی رکھوگے اور بعض نے کہا کہ قولہ لتبلون فی اموالکم۔ بایطور کہ اسکے لینے دینے مین پھنسے رہوگے قال تعالیٰ واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ اللہ عز وجل نے صادقین کو جو صاحبان الہام خاصہ محدثین از مقربین ہین یہ حکم دیا کہ حقوق عہد جو انکے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہین طالبون پر بقدر فہم ظاہر کرین تاکہ اس وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف واصل ہون وانپر عارض ہوا اور یہ صفت ان لوگون کی ہے جو علما مین سے اہل کمال ہین اور یہ بھی حکم دیا کہ صدیقین کے اوصاف چھپانے مین مداہنت نکرین **قال المترجم** عجب کہ عارف المہدوی قدس سرہ نے کلمۃ الحق مین صریح مسئلہ وحدت وجود اظہار کرنا عین ایمان وفرض کہا اگر یہ صحیح ہو تو بھی اظہار نہین چاہیے کیونکہ صحیح مسلم مین ثابت ہے کہ لوگون سے انکے عقل کیموافق باتین کرنے کا حکم دیا ہے اور **عارف جامیؒ** نے شرح فصوص مین صریح کہا کہ غیر عارف کے واسطے زبانی ایسا اقرار واشہاد کرنے مین خوف کفر ہے کہ خاتمہ بخیر ہو مجھے زیادہ گفتگو کی ضرورت نہین یہی کافی ہے کہ عرب عربا و صحابہ کرام و تابعین عظام و علماے مجتہدین و ائمہ صالحین بلکہ کافۂ امت اس کلمہ سے وحدت وجود نہین سمجھتے تھے پھر ایسی جماعت کو چھوڑکر اس شذوذ مین پڑنا کس ایماندار کو پسند ہوگا بلکہ مین یہی کہتا ہون کہ احکام کتاب وسنت پر عمل کرین تمام خوبی خود بخود حاصل ہوجائیگی ورنہ زبانی بک بک سوائے گمراہی کے کیا مفید ہوسکتی ہے والسلام **قال الشیخ** اور بعض نے فرمایا کہ عامہ اولیاء اللہ سے یہ عہد ہے کہ حق کو پوشیدہ نرکھین اور ناحق دعوے نکرین اور مریدین سے انکا قصد یہی ہو کہ راہ حق اختیار کرین۔ قولہ تعالیٰ واشتروا بہ ثمنا قلیلا۔ یہ اس شخص کے حق مین ہے جو صدق ایمان کے مقام تک نہ پہونچا اور اگر پہونچتا تو دنیا کے عوض دین نہ بیچتا۔ پھر جب وہ مقصد تک نہ پہونچے اور راستہ کے شروع ہی مین چند روز ٹھہرے تھے کہ انکے نفس کی وحشت نے انکو گھیرا کیونکہ وصل کی حلاوت پائی نہ تھی تو مخلوق کے نزدیک اپنے واصل ہونے کے دعوے کرنے لگے حالانکہ جانتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کی موہبت وکرامت انھون نے مشاہدہ نہین کی ہے جو انکے پاس نہین ہے وہ بیچنے لگے اور اولیاء اللہ کے روبرو خجل ہوئے کیونکہ یہ لوگ انکی خیانت پہچانتے ہین اور بعض نے کہا کہ ان لوگون نے اپنی ذات کے واسطے ایسے دعوے کیے تاکہ مخلوق کو فتنہ مین ڈالین۔ قولہ تعالیٰ ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا۔ یہ صنف

ان لوگون کا ہے جو دعوی معاملات مین جھوٹے ہین اور ہنوز آگے ہین نہین داخل ہوئے وہ ظاہری تقشف سے اور اہل معاملہ کے لباس پہنکر اپنے آپکو بھی اہل معاملہ مین ظاہر کرتے ہین۔ تاکہ خلق ان کی طرف متوجہ ہوس پس یہ ریاکار لوگ ہین کہ خلق کی طرف نظر رکھکر اور اپنی تعریف چاہنے کو خالی دعوی کرتے ہین بلکہ یہ لوگ تو ریاکارون سے بھی بدتر ہین کیونکہ یہ لوگ تو تعریف و مرتبہ دنیاوی کو طلب کرتے ہین پس ریاکارون جھوٹون سے بھی یہ بدتر قوم ہین اور اللہ تعالی نے یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا سے صاف فرمایا کہ یہ لوگ اپنے پردہ نفس سے خارج ہی نہین ہوئے اور ہجران مین پڑے ہین اور یہ اشد عذاب ہے۔ حاتم اصمؒ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اس آیت سے مومنون کو تحذیر دی اور ڈرایا کہ خبردار ان ریاکارون مقرب زاہد بننے والون کی راہ نہ چلنا اور یہ لوگ گمراہ دوزخ کی طرف جاتے ہین چنانچہ فرمادیا فلا تحسبنھم بمفازۃ من العذاب۔ اور یہ لوگ سمجھتے ہین کہ یہ ظاہری بناؤ انکو عذاب سے چھڑا لیگا۔ ہرگز نہین وہی تو عذاب الیم مین پڑے رہینگے اور یہ کتنا بڑا عذاب ہے کہ دیدار الٰہی سے محروم اور اللہ تعالی کے لذیذ خطاب سے ممنوع ہین

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ

آسمان وزمین کی پیدائش مین اور رات ودن کے بدلتے آنے مین عقل والون

لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى

کو نشانیان ہین وہ جو یاد کرتے ہین اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور

جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ

کروٹ پر لیٹے اور دھیان کرتے ہین آسمان وزمین کی پیدائش مین اے رب ہمارے تونے یہ بیفائدہ نہین بنایا

سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا

تو پاک ہر عیب سے سو ہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے اے رب ہمارے تونے جسکو دوزخ مین ڈالا سو اوسکو رسوا کیا اور

لِلظّٰلِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ اٰمِنُوا بِرَبِّكُمْ

ظالمون کا کوئی مددگار نہین اے رب ہمارے ہم نے سنا ایک پکارنے والے کو جو ایمان کے لیے پکارتا ہو کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر

فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا

سو ہم ایمان لائے اے ہمارے پروردگار اب بخش دے ہمارے گناہ اور اوتار دے ہم سے ہماری برائیان اور موت دے ہمکو نیک بندون کے ساتھ اے رب ہمارے

وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝

اور دے ہمکو جو تونے وعدہ دیا اپنے رسولون کے منہ سے اور رسوا نکر ہمکو قیامت کے روز تحقیق تو خلاف نہین کرتا وعدہ

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ۔ وما فیہما من العجائب۔ آسمان وزمین کی پیدائش مین ف اور جو کچھ ان دونون عجائبات ہین انکی پیدائش مین۔ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ۔ اور رات و دن کے پے درپے مختلف آنے مین ف بالمجیٔ و الذہاب والزیادۃ والنقصان۔ یعنے اختلاف ان دونون کا باین طور کہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے و جاتے ہین اور زیادہ ہوتے اور گھٹ جاتے ہین غرضکہ ان امور مین۔ لَاٰيٰتٍ۔ دلالات علی قدرتہ تعالے۔ اللہ تعالی کی قدرت پر دلیلین ہین لِّأُولِي الْأَلْبَابِ لذوی العقول۔ ایسے لوگون کے واسطے جو عقل رکھتے ہین ف پس جس شخص کی عقل جسقدر صاف ہوگی اور وہم سے پاک و ہوا و ہوس وغیرہ بداخلاق سے پاکیزہ ہوگی اور نور ایمان سے منور ہوگی اسیقدر اسکو آسمان وزمین کی پیدائش و اختلاف شب و روز

ودیگر عجائب مخلوقات الٰہی مین قدرت کاملہ الٰہی نظر آویگی ایک ادنیٰ سی بات ہو کہ ایک درخت کی پتی اگر ہاتھ مین لیوے تو اسکی مثل سے تمام مخلوق عاجز ہی اور بہت بڑی قدرت خود انسان کی خلقت مین ہو ولیکن سچ فرمایا کہ یہ اسی کو نظر آتی ہو جو عقل والا ہو وہ یہی بول اٹھتے ہین کہ ای پاک پیدا کرنے والے بڑی ہی قدرت ہو کہ عقلین حیران ہین - یہ لطف ارشاد ہو کہ اہل عقل کو شناسا ے قدرت قرار دیا ورنہ عقل کیا اور عقل والا کیا ہو - پھر عقل والون کی پہچان فرمائی - الَّذِينَ - نعت لما قبلہ او بدل - اولی الالباب کی صفت یا بدل ہو یعنی اولو الالباب ایسے لوگ ہین جو - يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ مضطجعًا ای فی کل حال - یاد کرتے ہین اللہ تعالیٰ کو کھڑے اور بیٹھے وکروٹ پرف اور مراد یہ کہ ہر حال مین یاد کرتے ہین - اور صحیح مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلعم اپنے ہر وقت مین اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے تھے - اور یہ تفسیر اسوقت ہو کہ ذکر سے مطلقاً یاد الٰہی مراد ہو خواہ نماز مین ہو یا کسی اور وقت ہو - وعن ابن عباسؓ یصلون کذلک بحسب الطاقۃ - اور ابن عباسؓ سے اسکی تفسیر یون مروی ہو کہ نماز پڑھتے ہین کھڑے وبیٹھے اور کروٹ سے موافق طاقت کے - یعنے صحیح سالم کھڑے پڑھ سکتے ہین تو کھڑے ورنہ عذر کی حالت مین بیٹھ کر ورنہ کروٹ سے ہر حال ترک نہین کرتے ہین کما قال قتادہ اور یہی تفسیر حضرت علیؓ وابن مسعودؓ سے بھی مروی ہو اور عمران بن حصین سے روایت ہو کہ مجھے بواسیر تھی مین نے حضرت صلعم سے سوال کیا آپ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ اگر نہ ہو سکے تو بیٹھ کر اگر نہ ہو سکے تو کروٹ سے رواہ البخاری ومسلم - وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ - اور آسمانون وزمین کی پیدایش مین غور کرتے ہین ف لیستدلوا بہ علی قدرۃ صانعہا - تاکہ اس تفکر سے ان دونون مخلوق کے پیدا کرنے والے کی قدرت کاملہ پر استدلال کرین یعنے راہ پاوین قال ابن کثیرؒ تفکرون ہر اینی سمجھ دوڑا کران دونون کی حکمتین دریافت کرتے ہین جنسے خالق عزوجل کی عظمت وعظیم قدرت وعلم وحکمت معلوم ہوتی ہو اور اسکا قادر مختار ہونا ظاہر ہوتا ہو اور شیخ ابو سلیمان دارانی نے کہا کہ مین اپنے گھر سے نکلتا ہون سو جس چیز پر میری نظر پڑتی ہو اس مین اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے اوپر نعمت اور اپنے حق مین عبرت دیکھتا ہون (رواہ ابن ابی الدنیا) اور حسن بصریؒ سے روایت ہو کہ ایک ساعت کا تفکر تمام رات کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے بہتر ہو اور فضیلؒ نے کہا کہ حسنؒ فرماتے تھے کہ فکر ایسا آئینہ ہو جس مین تیری بھلائیان وبرائیان نظر آوینگی - اور سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ تفکر ایک نور ہو جو تیرے قلب مین داخل ہوگا اور اکثر اوقات کہتے ؎ اذا المرءُ کانت لہ فکرۃ - ففی کل شیءٍ لہ عبرۃ - آدمی کو جب فکرت کا مرتبہ حاصل ہو تو ہر چیز سے اسکو عبرت حاصل ہو جاتی ہو - اور عیسیٰؑ سے منقول ہو کہ بھلا حال اس کا جس کا بولنا یاد الٰہی اور خاموشی تفکر اور نظر عبرت ہو اور لقمان حکیم نے فرمایا کہ بہت تنہائی سے فکر کا الہام ہوتا ہو اور فکرت دروازہ جنت تک راہ بتاتی ہو اور عمر بن العزیزؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت مین فکر کرنا عبادت مین سے افضل ہو اور مغیث اسودؒ اسکا بیان کرتے حتیٰ کہ روکر بیہوش ہو جاتے اور ابن المبارکؒ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اس باب مین روایت ہو اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دو رکعتین مختصر جو فکرت سے ہون رات بھر کے غافل قلب کی نماز سے بہتر ہین اور حسنؒ فرماتے کہ تنہائی بیٹھ تو تفکر کے لیے خالی چھوڑدو - اور بشر حافیؒ فرماتے کہ لوگ اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت مین تفکر کرتے تو اس کی نافرمانی نہ کرتے - اور عامر بن قیس نے فرمایا کہ مین نے دو تین نہین بلکہ زیادہ صحابہؓ سے سنا کہ تفکر نور ایمان ہو اور حدیث مین ہو کہ ذات الٰہی مین فکر نکیجیو بلکہ اسکے مخلوقات ونعمتون مین فکر کرو کما فی الصحیح - مترجم کہتا ہو کہ ذات وصفات خالق عزوجل کی فکر محال ہو تو خواہ مخواہ شیطان کی حد مین قدم گریگا اور چاہیے کہ اول مین اللہ تعالیٰ کے افعال خلق ورزق وغیرہ کے عجائب دیکھکر نور فعل سے قوت وسامان بہم پہونچاوے تو البتہ نور صفت تک اسی نور حق سے راہ پاوے وہ مترجم

کہتا ہی کہ شیخ محدث ابن کثیرؒ نے یہان سلف و صالحین کے اقوال بہت پیش کیے مین نے یہان بخوف تطویل ترک کیے آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے بعض موقع پر لاؤنگا اور آخر مین شیخ نے یہ قول فرمایا کہ اللہ عز و جل نے ان لوگون کی مذمت فرمائی جو اسکی آیات مین تفکر نہین کرتے ہین چنانچہ فرمایا - وکاین من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیہا وہم عنہا معرضون - وما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون - یعنے بہتیری نشانیان ہین آسمانون و زمین مین کہ اپر گذرتے ہین درحالیکہ اُنسے مُنھ موڑے ہوتے ہین اور بہتیرے ان لوگون مین کے ایمان نہین لاتے اللہ پر مگر اس حال سے کہ مشرک رہتے ہین - اور جو لوگ تفکر کرتے ہین انکی تعریف فرمائی اس آیت مین ویتفکرون فی خلق السموات والارض رَبَّنَا - ای یقولون ربنا - مَا خَلَقْتَ هٰذَا - ای ہذا الخلق الذی نراہ - بَاطِلًا - حال عبثا بل دلیلا علے کمال قدرتک - اے رب ہمارے یعنے کہتے ہین اے رب ہمارے اور شیخ ابن کثیر وغیرہ نے قائلین مقدر کر کے حال ٹھہرایا ہی درحالیکہ کہتے ہین کہ اے پروردگار ہمارے نہین پیدا کی تونے یہ - یعنے یہ مخلوق جو ہم دیکھتے ہین - باطل - یعنے عبث بلکہ کمال قدرت پر دلیل ہی قولہ باطلا حال واقع ہوا - یا یہ معنی کہ باطل نہین بلکہ حق کے ساتھ ہی تاکہ بدکارون کو انکے فعل کی جزا ملے اور نیکین کو نیکی ملے - پھر انھون نے عبث و باطل پیدا کرنے سے حق عز و جل کی پاکی بیان کی - سُبْحَانَكَ - تنزیہا لک عن العبث - یعنے عبث پیدا کرنے سے ہم اپنی طاقت بھر تیری پاکی بیان کرتے ہین - فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ - یعنے جس طرح ہم سے ہو سکا ہم نے پاکی بیان کی سو تو اپنے کرم سے ہمکو عذاب دوزخ سے بچادے یعنے ہمکو عذاب دوزخ سے باینطور کہ اپنی توفیق سے ہمکو عمل صالح و مرضی کی توفیق دے اور سب تیری ہی معافی پر ہی - رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ - اے ہمارے رب جس شخص کو تو جہنم مین داخل کرے - للخلود فیہا - یعنے دوزخ مین ہمیشہ رہنے کے واسطے جس کو تو داخل کرے - فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ - اہنتہ - پس تونے اسکو خوار کیا - یا رحمت سے دور کیا یا فضیحت کیا یا ہلاک کیا - یہ سب معنے بیان ہوے ہین - اور حضرت انس رضہ سے روایت ہی کہ من تدخل النار ای من تخلد - یعنے جسکو ہمیشہ کے لیے اسکو داخل جہنم کریگا - اور سعید بن المسیب نے فرمایا کہ یہ اس شخص کے لیے ہی جو دوزخ سے نکالا نہ جائیگا - اور اہل الحق بالاجماع کہتے ہین کہ کبیرہ گناہ سے کافر نہین ہوتا ورنہ وہ گناہ نہین بلکہ کفر کہلاتا پس گنہگار اگرچہ کبیرہ گناہ ہو مومن رہا اور اللہ تعالی نے فرمایا کہ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ - یعنے قیامت کے دن خوار نہین کریگا اللہ تعالی اپنے نبی کو اور نہ اسپر ایمان لانے والون کو - ھ - پس گنہگار پر دائمی عذاب ہوگا بلکہ کافرون مشرکون پر دائمی عذاب ہوگا جو ظالم ہین - وَمَا لِلظَّالِمِينَ - الکافرین - مِنْ أَنْصَارٍ - اور ظالمون یعنے کافرون کے واسطے کوئی بھی مددگار نہین ہی ف ظالمین سے مراد کافرین و مشرکین ہین اسواسطے کہ کفر و شرک سے بڑھ کر کوئی ظلم نہین ہی - قولہ من انصار مین من زائدہ تاکید نفی ہی یعنی کوئی بھی مددگار نہین جو انکو عذاب اللہ تعالی سے بچاوے واضح ہو کہ کشاف نے یہان اپنی بدعتقادی سے کہا کہ - فلا ناصر لہم من شفاعۃ وغیرہا - یعنی معتزلہ تو شفاعت سے منکر ہین تو کشاف والے معتزلی نے انصار سے شفاعت کرنے والے کی بھی نفی نکالی یعنے کوئی انکا مددگار ہوگا نہ شفاعت سے نہ اور کسی وجہ سے مترجم کہتا ہی کہ اسنے ظالمون مین گنہگار مسلمانون مرتکب کبیرہ کو بھی داخل کرلیا تھا تو اب اپنی بداعتقادی پر دعوی کرتا ہی کہ اسکی شفاعت بھی نہوگی کیونکہ جب کوئی ناصر نہوا تو شفیع بھی نہوا اور ہم کہتے ہین کہ اول تو ہمین کبیرہ گنہگار داخل نہین ہی کیونکہ ظالم سے کافر مشرک مراد ہی اور کافر کے لیے کوئی شفیع نہین ہی دوم یہ کہ نفی ناصر سے شفیع کی نفی کرنا غلط ہی چنانچہ بیضاوی ؒ نے رد کردیا کہ ناصر تو وہ ہی جو اپنے زور سے دور کرے اور شفاعت کرنے مین شفیع تو عاجزی و دعا سے چھڑاتا ہی پھر نصرت کی نفی سے شفاعت کی نفی نہوگی مترجم کہتا ہی کہ اوپر معلوم ہوا کہ ظالمین سے مراد کافر ہین نہ مومن کیونکہ یہان اللہ تعالے نے ان کے حق مین خود ہی فرمائی

ہر و قال تعالی الخزی الیوم والسوء علی الکافرین - جو کچھ خزی و خواری ہوگی وہ قیامت مین فقط کافرون پر ہوگی اور مومنون مین سے اگرچہ کسی پر
بقدر گناہ عذاب ہو لیکن خواری نہوگی جیساکہ یوم لایخزی اللہ النبی والذین آمنوا الآیہ سے ثابت ہوا اور شفاعت تو مومنون کے لیے قطعاً
متواتر ثابت ہر اگرچہ گناہ کبیرہ ہو لیکن وہ کافرن کے واسطے بالکل نہین ہر۔ الحاصل مومنین فکر کرکے دنیا مین عذاب و خواری سے بچنے کی دعا
کرتے ہین اور یہ بھی کہتے ہین کہ۔ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ - یدعوا الناس - ہمارے رب ہم نے سنا ایک منادی کو جو
بلاتا ہر لوگون کو - لِلْاِيْمَانِ - الیہ وہو محمد او القرآن - ایمان کے لیے یعنی ایمان کی طرف بلاتا ہر - وہ اکثر کے نزدیک محمد صلعم ہین اور
بعض کے نزدیک قرآن ہر اور پکارنے کا طریقہ یہ ہر - اَنْ - ای بان - اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ - کہ اے لوگو اپنے رب پر ایمان لاؤ - فَاٰمَنَّا ۖ بہ پس
ہم اُسپر ایمان لائے یعنی رب تبارک و تعالی پر ایمان لائے - رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا - غطّ عنا - سَيِّاٰتِنَا -
پس اے ہمارے رب ہمکو ہمارے گناہ بخشدے (مواخذہ نہ فرما) اور ڈھانپ دے ہمسے ہمارے گناہ یعنی ان گناہون کو اس طرح ظاہر نہ فرما کر تو ہمپر
عذاب کرے - وَتَوَفَّنَا - اقبض ارواحنا - اور قبض کر ہماری روحین - مَعَ - جملہ - الْاَبْرَارِ - الانبیاء والصالحین یعنی ساتھ مین جملہ
ابرار کے یعنی انبیاء و صالحین کے یعنی جب تو ہماری ارواح قبض فرماوے تو ان نیک بندون کے ساتھ کردیجو - رَبَّنَا وَاٰتِنَا
اعطنا - اے ہمارے رب عطا کر ہمکو - مَا وَعَدْتَّنَا - جو وعدہ کیا تونے ہم سے - عَلٰى - السنۃ - رُسُلِكَ - من الرحمۃ والفضل -
اپنے رسولون کی زبان پر - یعنے رحمت و فضل ہم کو مرحمت ہو - اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے تو وعدہ خلاف نہین فرماتا بلکہ اسپر ایمان
فرض ہر پھر انھون نے یہ کیون کہا مفسر نے جواب دیا بقولہ - وسوالہم ذلک وان کان وعدہ تعالی لایخلف سوال ان یجعلہم من مستحقیہ لانہم لم یتیقنوا
استحقاقہم یعنی وہ لوگ خوب جانتے ہین کہ اللہ تعالی کا وعدہ خلاف نہین ہوتا لیکن دعا سے مقصود یہ ہر کہ اللہ تعالی ہمکو بھی اس ثواب کے
مستحقین مین کردے کیونکہ باوجود فرمانبرداری کے انکو اپنی نسبت یہ یقین کامل نہین ہو سکتا کہ ہم اسی کے مستحق ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ انھون نے اللہ
تعالی کی جناب مین صاف اقرار کیا کہ - انک لاتخلف المیعاد - اے رب کریم تو اپنا وعدہ خلاف نہین فرماتا ہر پس تو ہمکو اس لائق کردے کہ ہم بھی ایسے
لوگون مین سے ہوجاوین جنکے حق مین تیرا وعدہ ہر - اگر کہا جاوے کہ وہ مومن تو ہو چکے - جواب یہ کہ ہان اپنے یقین مین تو بیشک مومن ہین
مگر نفس کے پردہ مین حقیقی علم فقط اللہ تعالے کو ہر کہ کیا حقیقت ہر اور کیا انجام ہر تو فضل و رحمت سے قبولیت و خاتمہ بخیر ہونا مانگتے ہین تاکہ وعدہ
الٰہی کے لائق ہون پھر تو وعدہ الٰہی خلاف نہ ہوگا اور واضح ہو کہ یہ کمال ادب اور عظمت الٰہی تعالے کا اظہار ہر - اور اہلسنت کے نزدیک اللہ تعالی
پر کسی کا حق نہین اور او تعالے مختار ہر جو وہ کرے سب حق ہر اور جو بندہ اسکے خلاف اعتقاد کرے وہ خود جاہل ہر - واضح ہو کہ ہر دعا مین کلمہ
ربنا - مکرر آیا ہر - مفسر نے لکھا کہ ربنا کو جو مکرر بار بار کہا تو تضرع و عاجزی مین مبالغہ ہر تاکہ ترحم نازل ہو - وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
ہم کو بروز قیامت خوار مت کر جیسے کافر و ظالم خوار ہونگے - اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ - الموعد بالبعث والجزاء - میعاد مصدر یعنی
ظرف ہر یعنے وقت وعدہ حشر و جزاء - یا مراد یہ وعدہ ہو کہ مومنین بروز قیامت خوار نہونگے واللہ اعلم یہانتک تو ان لوگون کی دعا تھی
آگے اللہ عز و جل نے اپنے کرم سے اسکی قبولیت کو بیان فرمایا ہر مگر درمیان مین فوائد کو سننا چاہیے واضح ہو کہ سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس رض
سے روایت ہر کہ قریش کے لوگ یہود کے پاس آئے اور کہا کہ تمھارے پاس موسیٰ کیا کیا نشانیان لائے تھے بولے کہ عصا تھا اور ید بیضا کہ دیکھنے
والے اسکو آنکھون دیکھتے تھے پھر وہ نصاری پاس آئے اور کہا کہ عیسیٰ تم مین کیسے تھے بولے کہ اندھے مادر زاد اور کوڑھی کو اچھا کرتے اور
مردے کو زندہ کرتے پھر وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اللہ تعالی سے دعا کیجیے کہ صفا پہاڑی کو ہمارے واسطے سونا کردے

پس آنحضرت صلعم نے یہ دعا چاہی پس نازل ہوا قولہ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب الآیہ پس حضرت صلعم نے فرمایا تم کو چاہیے کہ اسمین تفکر کرو- رواہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم والطبرانی شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس روایت مین اشکال ہے کہ آیت کریمہ مدنی ہے اور قریش کا یہ سوال کہ کوہ صفا سونے کا ہو جاوے مکہ مین واقع ہوا تھا واللہ اعلم- آیت کریمہ کے مدنیہ ہونے مین شک نہین اور دلیل اسپر حدیث عائشہؓ ہے جسمین آنحضرت صلعم کی بعض رات کی عبادت کے حال مین کہا کہ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پھر روتے یہانتک کہ داڑھی تر ہو گئی پھر سجدہ کیا پھر روئے یہانتک کہ زمین تر ہو گئی پھر کروٹ سے لیٹے پھر روئے یہانتک کہ بلالؓ نے آکر نماز صبح کی خبر دی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کیون روتے ہین حال یہ ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے ہین فرمایا کہ اے بلال مجھے کون چیز رونے سے روکتی ہے حال یہ ہے کہ آج رات مجھپر نازل ہوا قولہ ان فی خلق السموات والارض الآیات پھر فرمایا کہ کمبختی ہے اسکی جسنے ان آیات کو پڑھا اور انمین تفکر نہ کیا- رواہ ابن مردویہ وعبد بن حمید وابن ابی حاتم وابن حبان (اسنادہ جیدا) اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک رات مین اپنی خالہ میمونہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے یہان سویا پس رسول اللہ صلعم نے ایک ساعت اپنے گھر کے لوگون سے یعنی حضرت میمونہؓ سے باتین کین پھر سو رہے پھر جب تہائی رات آخر تھی کہ اٹھے پس آسمان کی طرف نظر کی اور پڑھا ان فی خلق السموات والارض الآیات پھر کھڑے ہو کر وضو کیا اور مسواک کی پھر گیارہ رکعتین پڑھین پھر بلالؓ نے اذان دی پھر دو رکعتین پڑھین پھر نکلکر لوگون کو صبح کی نماز پڑھائی- رواہ البخاری ومسلم اور دوسری روایت مین ہے کہ ان فی خلق السموات الآیات دس آیتین پڑھین- اور اسکو ابو داود ونسائی وابن مردویہ وغیرہم نے بھی روایت کیا اور ابن مردویہ کی روایت مین مانند بعض طرق صحیح کے ان آیات کے بعد یہ دعا بھی مذکور ہے کہ کہا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا وَعَنْ يَمِينِي نُورًا وَعَنْ شِمَالِي نُورًا وَمِنْ بَيْنِ يَدَيَّ نُورًا وَمِنْ خَلْفِي نُورًا وَمِنْ فَوْقِي نُورًا وَمِنْ تَحْتِي نُورًا وَأَعْظِمْ لِي نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فی عرایس البیان مین ہے کہ قولہ تعالی ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار- اس آیت کریمہ مین ایک لطیف اشارہ ہے کہ حق تعالی شانہ نے ظاہر فرمایا کہ جو ربانی بندے ہین اپنے رب تعالی کے فعل مین اسکے ظہور قدرت سے انوار صفات ازل پاتے ہین یعنی انکی دلیل خود اسی پاک تعالی شانہ سے اسی کی طرف ہے کچھ مخلوق سے نہین ہے کیونکہ اسکی صنعت ایجاد مین عارف ناظر وحاذق بصیر کو ادراک ہے اور دیدار مخلوق مین یہ بات نہین ہے کیونکہ حادث پر نظر کرنا تو خود ہی دیدار قدیم کا پردہ ہے **قال المترجم** حاصل آنکہ خلق السموات والارض یعنی انکے پیدا کرنے مین جو فعل باری ہے قدرت کی نشانی فرمائی اور یہ نہین فرمایا کہ خود آسمانون وزمین مین دلالت ہے اسلیے کہ فعل باری تعالی سے اسکی صفت کی طرف دلالت ہو جاتی ہے اور یہ طریقہ وصول مستقیم ہے اور خود مخلوق سموات وارض سے وصول نہین ہو سکتا کیونکہ جب نظر حادث پر ہی تو وہ قدیم کے واسطے حجاب ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام متانت کے ساتھ لطیف اشارہ ہے۔ پھر شیخؒ نے کہا کہ آسمان کو ظہور آیات کے واسطے مخصوص کیا کیونکہ وہ تزئین بنور جلال ملتبس با نوار جمال ہے کیونکہ وہ آئینہ کو اشف صدیقین ہے کیا تو دیکھتا نہین کہ فرمایا اللہ نور السموات والارض- اور نیز فرمایا- وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض الآیہ- اور رہی خصوصیت زمین کی تو موضع اقدام صدیقین وانبیاء ومرسلین علیہم السلام ہے پھر رات کی خصوصیت اسوجہ سے فرمائی کہ وہ مناجات عارفین کا وقت خاص ہے اور موحدین کے لیے- اور کشف عظمت بصفت ہیبت اسیوقت ہوتی ہے اور دن کی خصوصیت اسواسطے کہ فرحت محبین اور بسط مشتاقین کا وقت ہے اور نظر والے آئینہ مخلوقات مین نور قدرت سے معرفت حضرت باری تعالی عز وجل سے فائز ہوتے ہین چنانچہ بعض نے فرمایا کہ مین نے کوئی چیز نہین دیکھی مگر اس حال مین کہ پہلے اسمین اللہ تعالی کے دیدار سے مشرف ہوا

عاقلان حقیقت کو آسمان و زمین و رات و دن مین اپنے فعل کے انوار دکھلائے پھر انکو اسین اپنی قدرت خاصہ صفاتیہ کے انوار دکھلاکے اور یہ
محل التباس و مقام تلوین ہی واضح ہو کہ جس شخص نے یہ حاجت سمجھی کہ آیات کو دیکھکر اس سے وجود حق سبحانہ تعالیٰ ثابت کرے تو وہ عوام مین سے ہی کیونکہ
حادث سے قدیم کی شناخت چاہتا ہی حالانکہ مثبت و موحد فقط عزوجل ہی اور فعل الٰہی کا مخلوق ہی تو اسکے واسطے کوئی چیز با دلیل کیونکر مثبت ہو سکتی
ہی اور تمام بحث مقدمہ مین محقق ہی شیخ جنید رح نے فرمایا کہ جس شخص نے او تعالیٰ عزوجل کو علت سے ثابت کیا اسنے غیر حق عزوجل کو ثابت کیا
اسواسطے کہ علت تو مصاحب اپنے معلول کی ہوتی ہی اور حق عزوجل اس سے پاک برتر ہی واسطی رح نے اس آیت مین فرمایا کہ عوام کی معرفت مین
اور محققین کی معرفت مین امتیاز کرتی ہی۔ اسواسطے کہ عوام نے تو اسکو ایسی چیز کے ساتھ اعتقاد کیا جو خود انکی طبع کے لائق ہی اور خواص نے ایسی
چیز کے ساتھ جو اسکی کے لائق ہی جس حال کو عوام نے ثابت کیا اس سبب سے خواص نے انکار کیا پس او تعالیٰ شانہ ایسے وصف سے پاک ہی جو عوام نے بیان کیا ہی کیونکہ
عوام نے اسکو از راہ عبودیت اعتقاد کیا اور خواص نے از راہ ربوبیت اعتقاد کیا ہی قال المترجم شیخ نے جہانتک بیان مین گنجایش تھی بیان کیا ولیکن بیان
یہان سخت قاصر ہی سمجھنے والا سمجھ جائیگا عبارت مین طاقت کہان ہی سبحانک اللہم استغفرک و اتوب الیک۔ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ خواص
نے مخلوقات و حوادث کی طرف نظر نہین کی مگر اسی واسطے کہ آیات مشاہدہ کرین اور آیات کو مشاہدہ نہین کیا مگر اسی اسطے کہ اسین حق عزوجل
کا مشاہدہ کرین اور جسنے حق عزوجل کا مشاہدہ کیا اسکے خاطر مین حوادث کا لگاؤ نہین رہتا ہی اور نصر آبادی رح نے فرمایا کہ جو شخص اولوا الالباب
مین سے نہین اسکو آسمان و زمین کی طرف نظر کرنا کچھ عبرت نہین دیتا ہی اور اولوا الالباب وہی ہین جو خلق پر بنظر حق آنکھ ڈالتے ہین مترجم کہتا ہی
کہ اللہ عزوجل نے خود اولوا الالباب کی صفت فرمائی بقولہ الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبہم الآیۃ۔ واضح ہو کہ ہر صفت قدس کے
واسطے ایک تجلی خاص ہی اور یہ تجلی ذاکرون کے دلون مین طلتی ہی اور ہر ذکر کے واسطے ہر مقام مین ایک خاص عمل ہی اور حالات مین ایک خاص
وجدان ہی پس رضاے حق سے ذکر رضا حاصل ہوتا ہی اور حب اللہ تعالیٰ سے ذکر توکل اور جبروت الٰہی تعالیٰ سے ذکر قہر اور ملکوت الٰہی سے ذکر افضال اور
نعماے الٰہی سے ذکر آلاء ظاہر ہوتا ہی اور بقدر کشف صفت کے اس ذکر کو ہمیشگی کا حصہ ہوتا ہی یعنی کشف اسما و صفات و نعوت و ذات سے جو ذکر متوافق
ہو اسکو اسی اصل پر قیاس کرو۔ اور جان رکھنا چاہیے کہ موحد ذاکر خود فانی ہوتا ہی صرف باقی وہی ہوتا ہی جسکی توحید بیان کرتا تھا یعنے خاص طور
سے اسکا ذکر کرتا تھا جیسا کہ وہ ازل مین وحدہ لاشریک تھا اور واسطی رح نے فرمایا کہ ہر یاد کرنے والا اس کو اپنے قلب کے مطالعہ کی قدر یاد کرتا ہی
پس جسنے اسکو بصفت جلال مشاہدہ کیا وہ جلال کے ساتھ یاد کرتا ہی اور جسنے اسکو صفت رحمت سے مشاہدہ کیا وہ اس سے یاد کرتا ہی علیٰ ہذا القیاس
اور نصر آبادی رح نے فرمایا کہ قولہ الذین یذکرون اللہ قیاما۔ یعنی اسکی قیومیت کے ساتھ چنانچہ فرمایا افمن ہو قائم علیٰ کل نفس الآیۃ۔ او قعودا
یعنے ہمنشینی سے چنانچہ حدیث صحیح قدسی مین یہ مضمون ہی کہ مین ہمنشین اسکا ہون جسنے مجھے یاد کیا اور بعض نے فرمایا کہ قولہ الذین یذکرون
اللہ قیاما یعنے اسکو یاد کرتے ہین اسطرح کہ اسکے احکام کی فرمانبرداری پر قائم ہوتے ہین و قعودا یعنی اسکی منہیات سے بیٹھے رہتے ہین و علیٰ جنوبہم
یعنے ہر حال مین خلاف مرضی پر نظر رکھنے سے بھی پرہیز کرتے ہین قولہ تعالیٰ و یتفکرون فی خلق السموات و الارض خلق السموات و الارض مین تفکر
کرنے کے دو معنے ہین اول یہ کہ قلب غائب ہوجاوے ان غیوب مین جو انوار صفات کے خزانہ ہین جن صفات سے نفاذ پر خلق کا ظہور ہی پس
محض ربوبیت مین تفکر کرتے ہین اور مراد انکی یہ ہوتی ہی کہ انوار قدرت پا جاوین جس سے مشاہدہ کرنیوالا اپنے مشہود کی طرف دیدار صرف
حقیقۃً حاصل ہونے سے پہونچ جاتا ہی دوم معنے یہ ہین کہ تفکر کے ساتھ قلب کو جولانی ہو کہ ملک کو کیونکر خلق فرمایا اور ملک مین تفکر سے مقصود
مشاہدہ مالک ہی پس منزل توحید سے منزل جمع مین رسائی ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ تفکر یہ ہی کہ اسکے اشیاء مخلوقہ مین دیدار الٰہی حاصل ہو یعنے مشاہدہ

الٰہی ہر چیز میں موجود ہے اور تفکر کا فائدہ یہ ہے کہ نظر آجاوے کہ سب چیزوں کا قیام اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ ہے وہی حی قیوم ہے یہ توضیح تفکر ہے اور فاسد تفکر یوں ہوتا ہے کہ چیزوں کو دیکھ کر اُنسے وجود الٰہی عزشانہ پر استدلال کرے بعض نے فرمایا کہ تفکر صنع باریتعالے میں جو صفت حق عزوجل ہے اور مخلوق میں تفکر نہیں مراد ہے **قال المترجم** کیونکہ وجود الٰہی عزوجل ظاہر باہر ہے اور خود فرمایا کہ قل ہو اللہ احد اور فرمایا ولئن سالتہم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ ۔ پس جیسے یہ زعم کیا کہ یہ تفکر اس غرض سے کہ وجود صانع پر استدلال ہووے وہی آئی بلکہ مقصود دکشتہ ہے کہ صفات الوہیت کو پہچانیں جس سے شرک جلی و خفی سب دور ہوں **قال الشیخ** اور اگر یہ مقصود ہوتا کہ مخلوقات میں اثبات صانع کے واسطے تفکر کرو تو یوں حکم ہوتا ویتفکرون فی السموات والارض ۔ حالانکہ یہ حکم نہیں ہے بلکہ خلق یعنے صنعت میں تفکر کا حکم ہے ۔ قولہ تعالیٰ ربنا ما خلقت ہذا باطلا ۔ مقام ذکر سے چلکر مخلوق کی پیدائش میں تفکر کرنے کی راہ لی تاکہ راحت حاصل کریں اور نور ذکر سے سوختہ نہو جاویں پس صفات فعل سے راحت لی تاکہ مشاہدہ میں فنا نہو جاویں اور یہ مریدین میں خواہش بشریت ہوتی ہے اور جہانتک رخصت دی گئی ہے اسکو لیتے ہیں **قال المترجم** یعنی راہ مستقیم شرع میں ظاہر و باطن جہانتک آسانی دی گئی اسکو بھی لیتے ہیں چنانچہ ظاہر کی مثال جیسے شرع میں نفل پڑھنا کھڑے ہو کر اولی ہے اور بیٹھکر جائز ہے یا سفر میں روزہ چھوڑنا یا بر مذہب شیخ کے رخصت ہے پس اسکو اختیار کرنا اختیار رخصت ہے اور یہ اصح قول کے موافق جائز ہے ایسے ہی باطن کے احکام حالات میں تتبع رخصت کا احتراق ذکر سے فکر میں چلے آئے اور نیز جب انھوں نے نور فعل میں صفت فاعل کا دیدار دیکھا اور آئینۂ فعل میں صفت ازلی کی تجلی حاصل کی تو بولے ربنا ما خلقت ہذا باطلا یعنے یہ مخلوق سب اپنے خالق کی تجلی کے واسطے آئینہ ہے بھید یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مخلوق کو مشاہدۂ خالص اُٹھانے کی طاقت نہیں پس مخلوق کو ظاہر فرمایا تاکہ مخلوق کے وسیلہ سے اسکی طرف راہ پاویں اور یہ رحمت و شفقت ہے **قال المترجم** لالکائی رحمہ اللہ المحدث نے سنت میں روایت کی کہ حق عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام کے دیدار کے سوال پر فرمایا تھا کہ اے موسیٰؑ کوئی زندہ مجکو نہیں دیکھ سکتا مگر آنکہ مر جاوے گا اور جو تر چیز مجھے دیکھے قطعاً جلکر خشک ہو جائے گی الحدیث وہو فی بعض السنن ایضاً ۔ **فارس** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اظہار مخلوقات میں اسکی حکمت فعلی کا اظہار ہے ۔ اور خواص نے کہا کہ پہلے انکو پیدائش آسمان و زمین میں فکر کرنے کا حکم کیا پھر انکو اس سے قطع کر دیا کہ کہتے ہیں ربنا ما خلقت ہذا باطلا ۔ حاصل آنکہ پہلے تو انکو صنعت آسمان و زمین دیکھنے کی ہدایت کی پھر انکو آمادہ کیا کہ وہاں نہ رکیں اور فوراً اس سے حق عزوجل کی طرف رجوع کر جاویں پس فرمایا ربنا ما خلقت ہذا باطلا ۔ قولہ تعالیٰ سبحانک فقنا عذاب النار یعنی جب مقام ذکر خالص سے افعال آیات میں تفکر کرنے کی طرف آئے تو خالص ذکر سے جو کچھ جاتا رہا اسکی تلافی اس قول سے چاہی کہ سبحانک ۔ یعنی تو ہر مکر و خکر سے اور ہر خطرہ و اشارہ و عبارت سے پاک ہے اور تو اس سے برتر ہے کہ خلق کے ذریعہ سے کوئی تجکو پاوے تجکو کوئی عارف نہیں پا سکتا مگر تیرے ہی ساتھ یعنی تجھی سے تجھ تک رسائی ہے سبحانک پاک ہے تو ہر ایسے وصف سے جو ہم نے زبان حادث سے تیرا وصف بیان کیا ۔ انت کما اثنیت علی نفسک ۔ تو ویسا ہی جیسا تو نے اپنا خود وصف فرمایا ۔ چنانچہ تو نے فرمایا ۔ سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون یعنے پاک برتر ہے وہ ہر ایسے وصف سے جو مخلوق بیان کریں قولہ تعالیٰ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فآمنا ۔ اس آیت میں اللہ عزوجل نے خبر دی کہ یہ حال ان لوگوں کا ہے جو معاہدۂ ازلی پر قائم ہیں اور جسموں میں ارواح کے آجانے کے بعد پھر وہ قدم میں فنا ہیں کہ انھوں نے حقتعالیٰ کے خطاب خالص ازل میں سننے کے بعد واسطہ کے ساتھ حق کی منادی کی زبان سے حق عزوجل کا خطاب و ندا سن لیا ۔ اور حاصل معنے یہ کہ ہم نے تیری آیا تکو واسطہ و وسیلہ کی زبان سے سن لیا اور یاد کیا کہ تو نے فرمایا تھا الست بربکم اور ہم نے

عرض کیا تھا کہ بلی یعنی بیشک تو ہمارا پروردگار خالق مالک مختار قادر علیم صاحب ارادہ جامع صفات کمالیہ ہے پس ہمنے تیری منادی یعنی رسول علیہ السلام کی ظاہر و باطن پیروی کی اور ہم نے اسکی پوری تصدیق کی اور ایمان کے معنے یہ ہین کہ تصدیق کل بدیدار کل و رسبقت نظر اسرار بحجاب انوار اور قبول ظاہر بیقین باطن اور شروع کرنا بندگی کو بعد کشف ربوبیت کے اور معائنہ کرنا غیب کو غیب کیسا تھ قولہ تعالی ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار - یعنے تیری معرفت مین جو ہمسے قصور ہوا اسکو بخشدے کہ یہ بڑا گناہ ہے کیونکہ ہمنے خواہش کی کہ ہم جو حادث ہے بنیاد ہین قدم کی معرفت حاصل کرین بھلا قدم بھی حدوث سے کہین مقارن ہو سکتا ہے - قولہ کفر عنا سیاتنا الہی اپنے کرم سے ہمارے ہر ایسے خطرہ سے تجاوز فرما جو تیرے غیر کی طرف لگاؤ رکھتا ہے اور یہ اسوقت ہم مین آیا جبکہ ہم کو تیرے ایمان کی حلاوت حاصل ہو چکی تھی - اور قولہ توفنا مع الابرار یعنی وفات دے ہمکو ان بندون کے ساتھ جنپر تو نے اسطرح انعام فرمایا کہ انکے دلون مین اپنی محبت ڈالدی اور انکے دلون مین اپنے جمال کا شوق دیدیا اور انکو اپنی رضاے قدیم کا لباس پہنا دیا یہانتک کہ تیری ہر بلا و امتحان مین وہ رضامندی سے تیرے ساتھ قائم رہے اور **شیخ ابو عبدالرحمٰن** نے فرمایا کہ مین کا ظاہر تو خلق کے ساتھ اور باطن حق کے ساتھ ہے انھین کے ساتھ ہماری وفات ہو - اور بعض نے فرمایا کہ ابرار وہ لوگ ہین جو حد تفرید و توحید پر قائم ہین - اور سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابرار وہی ہین جو طریقہ سنت کو مضبوط پکڑے ہوے ہین **قال المترجم** یہ قول جید ہے کیونکہ اس طریق پر جو ولی ہے وہ افضل الاولیا ہوگا جیسا کہ اکابر نے تصریح کی ہے - فافہم قولہ تعالی ربنا واتنا ما وعدتنا علی رسلک - یعنی ہم کو اپنے مشاہدہ سے سرفراز فرما جو تو نے اپنے رسول کی زبان سے ہمکو وعدہ دیا ہے چنانچہ فرمایا للذین احسنوا الحسنی و زیادہ مترجم کہتا ہے کہ احادیث و آثار کثیرہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ زیادہ سے مراد دیدار الٰہی عز و جل ہے اور عنقریب سوال موسیٰ علیہ السلام مین مسئلہ دیدار باری تعالی کے بیان مین انشاء اللہ تعالی مفصل آتا ہے **قال الشیخ** اور تیرے رسولون کی زبان پر وعدہ یہ ہے کہ جسنے ان کی اتباع کی انکو تو اپنی محبت و کرامت عطا فرما دیگا چنانچہ فرمایا - قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ الآیۃ - پس ہمکو یہ کرامت عطا ہو قولہ تعالی ولا تخزنا یوم القیامۃ - یہ دعا کمال معرفت کی ہے اسمین قدیم تعالی شانہ کو حدوث سے الگ پاک منزہ کیا اور ظاہر کیا کہ پروردگار عز و جل ہمیشہ بندون سے مستغنی ہے حتی کہ اگر تمام انبیا و مرسلین جل جاوین تو اسکو کچھ پروا نہین ہے اور اسکے ملک جلال سے ایک ذرہ کم ہو **قال المترجم** حدیث قدسی صحیح مین ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ اگر تمام مخلوق سب کے سب ایک ایسے قلب پر ہو جاوین جو سب سے متقی ہے تو اسکی بادشاہت مین ذرہ برابر رونق نہ بڑھاوینگے اور اگر سب کے سب ایک ایسے قلب پر ہو جاوین جو سب سے فاجر ہے تو اسکی بادشاہت مین سے کچھ نہ گھٹا وینگے مترجم کہتا ہے کہ اسی حدیث پاکیزہ کی طرف شیخ نے یہان اشارہ کیا **قال الشیخ** ان لوگون نے وہ عنایت پہچان لی جو انکے واسطے ازل مین ہو چکی تھی پس متواتر انعام کے خواستگار ہوے کیونکہ حق عز و جل نے ایسے لوگون کے دلون کو تسلی دیدی ہے جو اسکے دیدار عظمت سے خائف ہو جاتے ہین باین قول کہ سبقت رحمتی غضبی - اور **شیخ ابو عبدالرحمٰن** رح نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ اے ہمارے پروردگار تو ہمکو ہمارے اعمال پر جزا نہ دے اور ہمپر اپنے فضل و رحمت کو اعادہ کردے کیونکہ تو اپنے وعدہ کو خلاف نہین فرماتا جو تو نے اس قول مین فرمایا ہے کہ سبقت رحمتی غضبی - یعنے میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے - شیخ نے کہا کہ قولہ انک لا تخلف المیعاد - کی تفسیر میرے نزدیک یہ ہے کہ انھون نے علت حدوث کو میدان کبریا سے ناپید کیا کیونکہ عہد کو توڑنا علت والون کا کام ہے یعنی جنکا وعدہ کسی سبب و غرض سے ہوتا ہے وہ اپنے فائدہ و غرض کے لحاظ سے کبھی خلاف وعدہ کرتے ہین اور اللہ عز و جل اس سے پاک برتر ہے اور حاصل یہ کہ تو پاک ہے اس سے کہ خلاف وعدہ فرماوے اور ہم اس سے مطمئن ہین کیونکہ جو اوصاف حوادث کے ہین وہ حضرت عزت جل جلالہ کی جناب

مین دخل نہین پاسکتے ہین - اور استادؒ نے اس آیت مین فرمایا کہ مراد یہ ہو کہ اے پروردگار پورا کردے وہ وعدہ جو اپنے رسولون کی زبان سے فرماتا ہو کہ ہم پوری نعمت دینگے اور برائیان دور کردینگے اور جو ہوا و ہوس کی پیروی واقع ہوئی ہوگی وہ رحمت سے بخشدینگے بالجملہ جب بندون نے یہ التجا کی تو اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا بقولہ تعالے

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ بَعْضُكُم

پھر قبول کی ان کی دعا انکے پروردگار نے کہ مین ضائع نہیں کرتا محنت کسی محنت کرنے والے کی تم مین سے مرد ہو یا عورت ہو تم آپس مین

مِّن بَعْضٍ ۖ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا

ایک ہو سو جنھون نے وطن چھوڑا اور نکالے گئے اپنے گھرون سے اور ستائے گئے میری راہ مین اور لڑے

وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۱

اور مارے گئے بین ضرور اُتار دونگا اُنسے برائیان انکی اور داخل کرونگا باغون مین جنکے نیچے بہتی ہین نہرین

ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝

ایسا بدلا اللہ کے یہان سے ہو اور اللہ کے یہان اچھا ثواب ہو

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ - دعائیہم - پھر قبول کی انکے لیے انکے پروردگار نے یعنی انکی دعا قبول فرمائی اسیواسطے فاء تعقیب ہو یعنی اس سے پہلی آیات مین جوان نیک بندون کی دعائین مذکور ہوئین اسکے پیچھے اللہ عزوجل نے خبر دی کہ انکے پروردگار نے انکی دعا قبول کی پس استجاب بمعنے اجاب ہو ولیکن بہ نسبت اجاب کے اخص و اولی ہو لہذا استجاب مین تمام مرادین حاصل ہونے کا فائدہ نکلا اور یہین اشارت ہو کہ بڑی رضامندی سے جواب فرمایا کہ - أَنِّي - ای بانی لَا أُضِيعُ - مین ضائع نہین کرتا ہون عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم تم مین سے کسی کام کرنے والے کا کام کہ ثواب ندون - یہ نکرہ سیاق نفی مین ہو لہذا عموم کے معنے لیے گئے او منکم عورتون کو بھی شامل ہو چنانچہ آگے اس کا بیان صریح ہو کہ - مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ - خواہ مرد ہو یا عورت ہو - بَعْضُكُم - کائن - مِّن بَعْضٍ ای الذکور من الاناث وبالعکس بعض تمھارے حاصل ہین بعض سے ای مرد پیدا ہوتے ہین عورتون سے اور عورتین ہوتی مردون سے اور یہ جملہ اپنے ماقبل کی تاکید ہو اور معنے یہ ہین کہ مرد و عورتین اعمال خیر پر ثواب پاتی ہین اور ضائع نہ کیے جانے مین یکسان ہین - اور شیخ ابن کثیرؒ نے قولہ بعضکم من بعض - مین کہا یعنی تم سب میرے ثواب مین برابر ہو - اور بعض نے کہا کہ دین و نصرت مین اور بعض نے کہا موالات مین چنانچہ کہا المؤمنین والمؤمنات بعضہم اولیاء بعض لیکن اول اظہر و اولی ہو پھر مفسرینؒ نے اسکا شان نزول بیان کیا نزلت لما قالت ام سلمۃ یا رسول اللہ لا اسمع اللہ تعالے ذکر النساء فی الہجرۃ بشئ یعنے نزول اس آیت کا اسوقت ہوا کہ جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نہین سُنتی ہون کہ اللہ تعالی نے عورتون کو ہجرت مین کچھ بھی ذکر کیا ہو - رواہ الترمذی والحاکم وصححہ وسعید بن منصور - معنے یہ کہ حضرت صلعم کی طرف اپنے وطن چھوڑکر مرد بھی آئے اور عورتین بھی سو مردون کے حق مین تو بڑا ثواب مذکور ہو لیکن عورتون کا ذکر صریح نہین ہو اور سعید بن منصور کی روایت مین ہو کہ انصار مدینہ رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ مہاجرہ عورتون مین سے پہلے ڈولی حضرت ام سلمہؓ کی آئی تھی - اور نیز حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہو کہ قولہ تعالے فاستجاب لہم ربہم الآیۃ - یہ آخر آیت ہو جو نازل ہوئی - رواہ ابن مردویہ مترجم کہتا ہو کہ تحقیق یہ ہو کہ معاملہ ہجرت مین یہ سب سے آخر آیت نازل ہوئی ہو ورنہ قرآن مجید مین سب سے آخر آیت تو قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ہو

اگر کہا جاوے کہ یہ آیت تو فار تعقیب سے جواب مومنین کی دعا کا ہی- کہا جائیگا کہ ہان ور بات یہ ہی کہ مومن جیسے مرد ویسی عورت تو یہ عام کا جواب ہی- اور دعا وسوال یہنے واحد ہین- فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا- من مکۃ الی المدینۃ یس جن لوگون نے ہجرت کی-لیعنی مکہ سے مدینہ کی طرف اور اولی یہ ہی کہ یون کہا جاوے کہ اپنے وطنون سے رسول اللہ صلعم کی طرف ہجرت کی اور مدارک مین کہا کہ اپنے وطنون سے جو دار الکفر تھا دین لیکر اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگے جہان اعمال دین کو بے روک ٹوک ادا کر سکین کیونکہ ہجرت تو آخر زمانہ اسلام مین بھی ہوگی جیسے ابتدائے اسلام مین تھی مترجم کہتا ہی کہ شاید ہجرت کو عام لیا ہی اور ظاہر یہ ہی کہ خطاب تو خاص ہی جیسے لفظ منکم دلالت کرتا ہی ولیکن یہ حق ہی کہ حکم عام ہی اور حدیث مین صحیح ہوا کہ الدین یارز الی الحجاز کما تارز الحیۃ الی حجرہا- لیعنی جیسے سانپ اپنی بانبی کی طرف پھر جاتا ہی ویسے ہی دین مالک حجاز لیعنی مکہ و مدینہ کی طرف رجوع کر جائیگا لیعنے آخر زمانہ مین- اگر کہا جاوے کہ حدیث مین صحیح ہوا کہ لاہجرۃ بعد الفتح ولکن جہاد و نیۃ واذا استنفرتم فانفروا- لیعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت نہین رہی ولیکن جہاد و نیت باقی ہی اور جب تم جہاد کے واسطے چلنے کو بلائے جاؤ تو قبول کرکے چلو- اس سے ثابت ہوا کہ ہجرت نہین رہی تو جواب یہ ہی کہ وہ خاص ہجرت جو قبل ظہور اسلام کے فرض تھی کہ ہر جگہ سے مدینہ کی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین جاوین اور اسپر عام ثواب کے ساتھ خاص ثواب کا وعدہ تھا وہ بعد فتح کے نہین رہی اور بھید یہ تھا کہ بعد فتح مکہ کے تمام بلاد دار الاسلام ہوگئے پھر لوگ بامید ثواب ہجرت کے مدینہ مین بھرے جاتے حالانکہ تمام ملکون مین دین پھیلانا عین مقصود ہی پس ظاہر فرما دیا کہ وہ حکم اب باقی نہین ہی فافہم واللہ اعلم پھر جاننا چاہیے کہ فالذین ہاجروا- مبتدا ہی اور زمخشری نے کہا کہ یہ تفصیل عمل العامل کی بر سبیل تعظیم ہی اور بیضاوی و مدارک نے اسکی تبعیت کی اور کرخی نے کہا کہ ظاہر یہ کہ یہ موصول کے بعد کے جملے سب صفات واقع ہین پس جو جزا و ثواب مذکور ہی وہ ایسے واسطے ہوگا جو ان اوصاف کا جامع ہو اور مدارک مین کہا کہ گویا یون کہا کہ جسنے یہ اعمال لائق فائق ادا کیے وہ مستحق اس ثواب کا ہی (ھ) یہ بھی احتمال ہی کہ جس نے انہین سے کوئی کام کیا وہ مستحق ہی واللہ اعلم- وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ- اور جو بندے اپنے گھرون سے نکالے گئے ف وہ آنحضرت صلعم و مہاجرین کبار صحابہ قریش ہین کہ اہل مکہ نے انکو نکال باہر کیا اور مال متاع اقارب گھر بار چھوٹا اور ایذا پائی اسیواسطے فرمایا- وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ- دینی اور میری راہ مین ایذا دیے گئے- لیعنے میرے دین کے بارہ مین ف لیعنے راہ خدا سے مراد دین الٰہی ہی اور البتہ اہل اسلام کو ابتدا مین سخت ایذا پہونچی اور ایک بلال تھے کہ حبش کا فر کے مملوک تھے وہ معاذ اللہ تعالیٰ مکہ کی جلتی گرمی مین جلتے پتھر پہ لٹاتا اور گرم تپی چھڑکتا و مارتا وغیر ذلک کہ محمد صلعم سے منکر ہو اور بلال سخت دردناک ہوتے چیختے چلاتے مگر یہی کہے جاتے کہ واللہ مین محمد صلعم سے کفر نہ کرونگا- اور صحیح مین ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ای ابوہریرہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا اگرچہ قتل کیا جاوے یا آگ مین جلایا جاوے- وَقَاتَلُوْا- الکفار اور لڑے کافرون سے- وَقُتِلُوْا- بالتخفیف والتشدید وفی قراءۃ بتقدیمہ- لیعنی جمہور کی قراءۃ مین قتلوا وقاتلوا ہی محی السنۃ نے لکھا بدو وجہ اول آنکہ قتلوا ولکم ثم قاتل الباقون لیعنے اول قتل کیے گئے پھر باقیون نے قتال کیا اور دوم آنکہ قتل کیے گیے درحالیکہ انھون نے قتال کیا تھا الحاصل جن بندون مین یہ اوصاف ہین کہ انھون نے ہجرت کی اور اپنے گھر بار سے نکالے گئے اور میری راہ مین ایذا دیے گئے اور نصرت الٰہی کے لیے قتال کیا و مارے گئے تو ان کا ثواب عظیم یہ ہی کہ لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ- استرہا بالمغفرۃ- ان کے گناہون کو مغفرت سے چھپالونگا- وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ- اور انکو جنات مین داخل کرونگا جن کے نیچے نہرین جاری ہین- ثَوَابًا- مصدر فی معنی لاکفرن موکد لہ یعنے ثواباً کی تقدیر یہ ہی کہ لاثیبنہم بذلک اثابۃ- پس یہ اپنے ماقبل کا موکد ہی کیونکہ لاکفرن اور لادخلن بمعنے لاثیبن ہی پس ثواب بجاے

اشارہ مصدر کے ہی ورنہ در اصل وہ ایسی چیز کا نام ہو جس سے ثواب دیا جاتا ہو مانند لفظ عطا کے کہ اس چیز کا نام ہو جو عطیہ دیجاتی ہو مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ فیہ التفات عن التکلم یعنی من عندنا۔ کی جگہ من عند اللہ۔ فرمایا یس تکلم سے غیبت کی طرف التفات فرمایا۔ اور فائدہ اس کا تفخیم شان ہے۔ یعنے یہ عطیہ عظمی ثواب از جانب اللہ تعالی مالک کمال ہو۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ۔ الجزا اور حاصل یہ کہ اللہ تعالے کے یہان جزائے جمیل ہو اس آیت مین مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کے لیے کمال منزلت و قرب عظمی ہو۔ ف شیخ نے عرائس البیان مین لکھا کہ قولہ تعالے فالذین ہاجروا واخرجوا من دیارہم۔ اس آیت کریمہ مین اشارہ ہو کہ ہاجروا یعنے جو چیز غیر خدائے تعالے ہے اس سے اللہ تعالی کی طرف ہجرت کی قال المترجم حدیث مین ہو المہاجر من ہجر السیئات۔ مہاجر وہ ہو جس نے برائیون و گناہون کو چھوڑ دیا رشاہ فی الصحاح والسنن پھر اللہ تعالی کے دشمنون کو آمادہ کیا کہ خاص بندون کو انکے دیار سے نکالین تاکہ یہ دنیاوی وبال کافرون کو ملین اور آخرت کے مومنین وارث ہو جاوین اور صدق الیقین مین فائدہ ہو تاکہ وہ طبعی محبت سے بھائیون و وطن کی طرف میل نہ کرین اور بعض نے کہا کہ اونھون نے شہر بدی کو چھوڑا اور بد کارون سے دوری اختیار کی۔ قولہ تعالے واوذوا فی سبیلی۔ اہل ایمان نے جب تک منکرون کی تلخ ایذا نہ چکھی تب تک انکو یہ مرتبہ حاصل ہو اس دشمنون کی ایذا سے اولیا کے سینے تنگی مین ڈالے تاکہ منکرین کی جہت سے انکے نفس مین جو غضب و غصہ آوے اسکو اللہ تعالے کے واسطے پی جاوین تاکہ اسکے بعد ابواب خطاب مفتوح ہون اور شیخ جنید نے فرمایا کہ ہمارے بھائیونکو اللہ تعالی ہماری طرف سے بہتر جزا دے کہ ہم کو اللہ تعالے کی طرف پھیرا اور یہ اللہ تعالے کا طریقہ تمام اہل سلوک و معارف کے واسطے جاری ہو اور اللہ تعالی فرماچکا ہو ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ پھر یہان شیطان اپنے یارون کو وہم دلاتا ہے کہ اگر نیک بندے مومنین مہاجرین وغیرہ اچھے ہوتے تو کیون تکلیف پاتے اور کیون ایذا اٹھاتے اور کیون مارے جاتے اور کیون گھربار سے نکالے جاتے حالانکہ احمق کو یہ معلوم نہین کہ آخرت کی خصوصیت و منزلت پر مومنون کو یقین کامل ہو تو دنیائے فانی و حقیر سے منھ موڑا اور آخرت کو لے لیا تو دنیائے ملعونہ کو کافرون کے لئے چھوڑ دیا اور یہ اللہ تعالی کے واسطے ہو پس اللہ تعالی نے آگاہ کیا بقولہ تعالی

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيلٌ قف ثُمَّ مَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ط

مت بہک تو اس پر کہ آجاتے ہین یہ کافر شہرون مین یہ فائدہ تھوڑا سا ہو۔ پھر انکا ٹھکانا دوزخ ہو

وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ لٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ

اور کیا برا ٹھکانا ہے لیکن جو وے ڈرتے رہے اپنے رب سے انکو باغ ہین کہ جنکے نیچے جاری ہین نہرین

خٰلِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ۝

رہ پڑے ہین اونمین مہمانی اللہ تعالے کے یہان سے اور جو اللہ تعالے کے یہان ہو وہ بہتر ہو نیک بندون کے لیے

ونزل لما قال المسلمون اعداء اللہ فیما نری من الخیر ونحن فی الجہد۔ بعضے مسلمانون نے کہا کہ دشمنان خدا یعنے کافر لوگ تو ہم دیکھتے ہین کہ ایسی بھلائی مین ہین یعنے ایسے عیش فراخی مین ہین اور ہم لوگ تنگی مین ہین تو یہ آیت نازل ہوئی۔ لَا يَغُرَّنَّكَ۔ تجھے دھوکا نہ دیوے۔ پس خطاب آنحضرت صلعم کو ہے اور مراد امت والے ہین جیسا کہ شان نزول سے معلوم ہوا۔ اور بعض نے کہا بلکہ آنحضرت صلعم کی تثبیت مقصود ہے یعنے آپ مضبوط رہین کچھ خطرہ نہ آوے کہ کافر کیون ایسے عیش مین ہین اور مترجم کہتا ہو کہ امام محی السنہ نے معالم مین قول اول ہے پر اقتصار کیا اور میرے نزدیک وہی صحیح ہو اور آنحضرت صلعم خود فرماتے تھے کہ دنیا و ما فیہا ملعون ہو سوائے ذکر الٰہی

و عالم و متعلم کے داسطے) اور فرماتے تھے کہ آخرت کے مقابلہ مین دنیا نہین مگر ایسی جیسے کوئی اپنی انگلی سمندر مین ڈالے سو دیکھلو کہ اس انگلی مین کتنا آتا ہے (رواہ مسلم) اور حضرت عمرؓ سے روایت ہے جسمین یہ مضمون ہے کہ مین آیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلعم ایک بستر بین خرما کی کھُرّی چٹائی پر خرما کی چھال بھرا ہوا چمڑے کا تکیہ سر مبارک کے نیچے رکھے لیٹے ہین پس مین نے دیکھا کہ آپکے بدن مبارک پر چٹائی کا نشان پڑ گیا ہے۔ یہ دیکھکر مین رونے لگا آپ نے فرمایا کہ کیون روتے ہو مین نے عرض کیا کہ روم کا بادشاہ نصرانی اور ایران کا بادشاہ مجوسی تو اس عیش مین ہون اور آپ اللہ عزوجل کے رسول ہو کر اس حال مین ہین پس آپ اُٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ اے ابن الخطاب کیا تم اس خیال مین پڑ گئے بھلا تم اس بات پر راضی نہین کہ اونکے واسطے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہے۔ (رواہ البخاری وغیرہ) پس صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماکر لوگون کو تنبیہ کی کہ لا یغرنک۔ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ تصرفہم۔ فِي الْبِلَادِ۔ بالتجارۃ والکسب۔ یعنی تجھے دھوکا دے کافرون کا تصرف ان ملکون مین ف یعنی شہرون مین تجارت کرنے اور کماتے پھرتے ہین۔ ایسا ہی سدیؒ سے تقلب کے معنی چلتے پھرتے مذکور ہین اور عکرمہؒ نے کہا کہ خوشی و نعمت کے ساتھ کافرون کے رات دن پلٹنا مراد ہے مگر لفظ بلاد کی نظر سے معنی اول ارجح ہین ہو۔ مَتَاعٌ قَلِيلٌ۔ یتمتعون بہ فی الدنیا یسیرا و یفنی۔ یہ متاع قلیل ہے جس سے دنیا مین حقیر نفع لینگے پھر فنا ہوگی۔ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ پھر اس تمتع بمتاع قلیل کے پیچھے ان کافرون کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور بُری مہاد ہے۔ اور مہاد بمعنے ما مہدوا لانفسہم۔ جو انھون نے اپنی جانون کے لیے کفر کر کے مہد کر رکھی ہے یا اللہ تعالیٰ نے انکے لیے مہیا کی ہے اور ابن عباسؓ نے مہاد کی منزل سے تفسیر فرمائی یعنے اترنے کی جگہ اور اول سورۂ بقرہ مین مہاد بمعنے فراش مذکور ہوا اور سب معانی متقارب ہین۔ پھر جبکہ کافرون کی دنیاوی دولت کا حال فرمایا کہ قلیل ناپائدار ہے تو اہل ایمان کی اُخروی نعمت جمیل پائدار کو بیان کیا بقولہ تعالیٰ۔ لَٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ۔ لیکن وہ بندے جنھون نے اپنے رب کا تقویٰ کیا۔ یعنی شرک سے بچے۔ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا۔ تو انکے لیے جنات ہین جن کے نیچے نہرین جاری ہین اسمین ہمیشہ رہین گے ف کبھی نہین نکلینگے اور نہ فنا ہون گے اگر کوئی کہے کہ جنت مین ابتداءً خلود کہان متحقق ہو سکتا ہے کیونکہ خلود خواہ بمعنے دوام ہو یا بمعنے مدت دراز ہو بدون اسقدر مدت گذرنے کے کیونکر متحقق ہوگا پس خالدین حال نہین ہو سکتا تو مفسرؒ نے جواب دیا بقولہ اے مقدرین الخلود فیہا یعنی درحالیکہ مقدر کیا گیا ہے انکے حق مین خلود اس جنت مین اگر کہا جاوے کہ خلود بمعنے مدت دراز ہے تو کبھی خارج ہونگے جواب یہ ہے کہ اگر خلود بمعنے مدت دراز مان لیا جاوے اور ہمیشگی کے معنی نہ لیا جاوے تو دیگر دلائل مانند قولہ تعالیٰ لا یبغون عنہا حولا۔ وغیرہ سے ثابت ہے کہ انکا خلود ہمیشہ کے لئے ہوگا کبھی خارج نہونگے فافہم۔ پھر اللہ عزوجل نے ان بندون کی تشریف کے لیے ارشاد فرمایا۔ نُزُلًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ۔ درحالیکہ یہ مہانی ہے اللہ تعالیٰ کے یہان سے مفسرؒ نے کہا نزل وہ چیز جو مہمان کے واسطے مہیا ہو۔ اور نصب اسکو بنابر نیکہ جنات سے حال واقع ہے جو نکرہ موصوفہ ہے اور عامل اسمین ظرف کے معنے ہین یعنے ثبت لہم جنات۔ پس جبکہ سلطان عزت کبیر المتعال لم یزل ولا یزال الحی القیوم کی طرف سے مہانی ہے تو اسکی خوبی و قدر و اندازہ کسی کے خیال مین نہین آسکتا اور جو کچھ چیزین اسکی بیان ہوئی ہین اسیقدر کہ جو بندون کی فہم مین کچھ آجاوین ورنہ اسکی سب نعمتین فہم بشر سے خارج ہین اسیواسطے یون فرمادیا۔ وَمَا عِندَ اللَّهِ۔ من الثواب اور اللہ تعالیٰ کے یہان جو ثواب ہے وہ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ۔ من متاع الدنیا بہتر ہے ابرار کے لیے یعنی متاع دنیا سے بہتر ہے ف متاع دنیا سے بہتر ہونے کی خصوصیت کی حالانکہ سوائے حضرت حق عزوجل کے سب سے بہتر ہے تو بنظر سباق کلام کے ہے پھر شیخ ابن کثیرؒ نے ابرار کی تفسیر مین نقل کیا کہ عمرو بن العاص نے مرفوعاً روایت کی کہ ابرار انکا نام اسوجہ سے ہوا کہ انھون نے اپنے باپ دادا بزرگون کی خدمتگزاری

مین اور بیٹے پوتے اولاد کی پاسداری مین نیکوئی کی جیسے تیرے والدین کا تجپر حق ہے ویسے ہی تیرے فرزندونکا تجپر حق ہے۔رواہ ابن مردویہ
وقد رواہ ابن ابی حاتم-عنہ موقوفامن قولہ قال ابن کثیر وہوالاشبہ واللہ اعلم۔اور حسنؒ نے فرمایا کہ ابرار وہ ہین جو چیونٹی کو بھی نہین ستاتے ہین۔رواہ ابن ابی
حاتم۔اور ابوالدرداءرضؓ نے فرمایا کہ کوئی مومن نہین مگر آنکہ موت اسکے لیے بہتر ہے اور کوئی کافر نہین مگر آنکہ اسکے لیے زندگی خراب ورموت اسکے لیے بدتر ہے
اور جو میرے قول کی تصدیق نہ کرے وہ پڑھے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔وما عنداللہ خیر للابرار۔اور فرمایا ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لہم خیر لانفسہم الآیۃ۔
رواہ ابن جریر وروی نحوہ ابن ابی حاتم وعبدالرزاق عن ابن مسعودؓ اگر کہا جاوے کہ حدیث مین صحیح ہے کہ مومن کے واسطے اسکی زندگی بہتر ہے پھر اس آیت مذکورہ کے
کیا معنے ہین تو جواب یہ کہ اس حدیث صحیح مین جو آیا اسکے معنے یہ ہین کہ اسکی زندگی اسکو نافع ہے جب تک زندہ رہیگا اسکے حق مین نفع ہوگا یعنے یا نیکی کماویگا یا توبہ کریگا۔
اور اثر مذکور سے یہ بات نکلی کہ موت اسکے واسطے انجام مین عمدہ ہے کیونکہ ان اعمال خیر کا وہان بہت بڑا اجر پاویگا لقولہ تعالےٰ وما عنداللہ خیر للابرار۔پس زندگی
اسکی کار خیر کے واسطے بہتر ہے اور موت ثواب خیر کے لیے بہتر ہے اور رہا کافر تو اسکی زندگی بدتر ہے کیونکہ جتنا زیادہ جیا اتنا ہی عذاب زیادہ سمیٹا اور موت
اس سے زیادہ بدتر کہ عذاب مین پڑیگا اور علیٰ ہذا ثابت ہوا کہ کفر کے عذاب مین بھی کمی زیادتی ہوگی لیکن نفس کفر کا جو عذاب ہے کہ دائمی آگ مین جلے
اسمین سب کفار برابر ہونگے اور البتہ صحیح ہوا کہ ابوطالب کے واسطے یہی ہوگا کہ آگ کی دو جوتیان پہنائی جاوینگی جس سے دماغ اُبلیگا اور شاید
یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خاص ابوطالب کے واسطے ہو لیکن دائمی ہونے مین کمی ثابت نہین ہوئی واللہ تعالےٰ اعلم۔ف
شیخ نے عرائس البیان مین لکھا کہ قولہ تعالےٰ لا یغرنک تقلب الذین کفروا الآیۃ۔واضح ہو کہ کفر کے تین معنے آتے ہین اول کفر بمقابلہ ایمان کے جسکی
سزا دائمی جہنم ہے دوم کفر جو اعتقاد اسلام کے ساتھ بدعت قبیح مانند خوارج وروافض وغیرہ کے ہو۔اور یہ جب تک دل کفر تک نہ پہونچے تو اسلام
سے خارج نہین کرتا اگرچہ اعتقاد کفری ہے۔سوم اعمال قبیح مانند زنا وغیرہ کے جو اعمال کفر یہ ہین یعنے یہ ایمان کے اعمال نہین ہین اور یہ درحقیقت
دو ہی قسمین ہوئین اول کفر حقیقی بمقابلہ ایمان کے اور دوم کفر جو اسلام کے اندر اعمال کفری سے ہو جس سے کفر کا حکم نہ دیا جاوے لیکن کیا جاوے کہ اس
شخص کا یہ فعل عمل کفر ہی ہے جب یہ معلوم ہوا تو جن لوگون نے کفران نعمت کیا وہ بھی اس قسم دوم کے کفار ہین کما فی قولہ تعالےٰ ان الانسان لظلوم کفار الآیۃ
چنانچہ اسی آیت کی تفسیر مین توضیح وتحقیق آویگی انشاءاللہ تعالےٰ شیخ رحؒ نے کہا کہ اسمین اشارہ ہے کہ اے مخاطب تجکو فریب نہ دین وہ لوگ جو
اللہ تعالےٰ سے اخلاص چھوڑ کر ریاکاری وشرک خفی مین دنیا ونفس کے بندے ہو گئے کہ شہرون کو منجھاتے یعنے شہرون شہرون پھرتے ہین
تاکہ فصاحت وبلاغت حاصل کرین اور آداب مین تکلف سیکھین اور زینت کرین اس غرض سے کہ لوگون کو اپنی طرف متوجہ کرین اور انکے
رئیس بن بیٹھین اور اولیاء اللہ تعالےٰ کے مقابلہ مین مکاری کرین کیونکہ انکے احوال تو چکنے چپڑے ہوتے ہین اس سے انکی مراد یہ ہوتی ہے کہ
اللہ تعالےٰ کے سچے بندون کی توقیر لوگون کے دلون سے اٹھادین اور اپنی بدعت پھیلادین اور اللہ عزوجل سچے بندون کا مرتبہ ہردم اپنے فضل سے
بڑھاتا اور انکا تقرب زیادہ کرتا ہے جس سے نفس پرست ہوا وہوس کے بندون کی خواری ہو۔اور نیز ان منکرون کی تندرستی وموٹا تازہ ہونا
اور دنیا مین عیش کے ساتھ ہونا اور لوگون کا انکی طرف جھکنا اور دنیا انکی طرف ٹوٹ پڑنا تجھے فریب نہ دے ان خبیثون نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ لڑائی باندھی
اسطرح کہ اولیاء اللہ تعالےٰ سے عداوت رکھتے ہین سو یہ چند دن جانگلے ہین اور مدتون خوار پڑے رہینگے اور حسرت سے اپنی انگلیان چباوینگے جب دیکھینگے
کہ اولیاء اللہ تعالےٰ کے چہرے آفتاب عنایت سے چمکنے لگینگے اور یہ زمین نور حضرت سے منور ہوگی اور نیکون کی جماعت ومجمع حشر
اور حضور کتاب واولی الالباب وانبیاء وصدیقین وشہداء وصالحین مین یہ لوگ فضیحت ہونگے شیخ لکھتے ہین کہ ہمارے زمانہ کے مکار صوفیون
اور سنے ہوئے شہوت پرست عالمون کے حق مین یہ سخت وعید ہے مترجم کہتا ہے کہ ان زمانہ مین تو حدیث شریف مین جو حالات بطور معجزات

غیب کے ہمکو تبلائے گئے تھے سب موجود ہین اور لوگون نے جاہلون کو اپنے زعم باطل مین بڑا عالم سمجھکر اپنا پیشوا بنالیا کیونکہ عوام جو بدعتین جاری
ہین یہ جاہل بھی وہی ہانکتے ہین کیونکہ اسرار شریعت و علم قرآن و حدیث سے جاہل ہین تو دوسرون کو گمراہ کرتے ہین مسلمانون مین مقلد و غیر مقلد اور
وہابی و بدعتی وغیرہ کے فساد پھیلاتے اور جماعت اسلام کو ذلیل کر کے خود خوار ہوتے پھرتے ہین اعاذنا اللہ تعالے ایانا و اہل الاسلام من شرہم و
وفقنا للایمان والوفاق وہو علی کل شیئ قدیر شیخ یوسف رحنے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ مجکو یہ بات قریب بندے کہ جاہل لوگ اس
دنیا مین کثرت سے بڑھے اور اس کی نعمتون پر گھمنڈ کرتے ہین آخر بوجہل ہو کر دوزخ کی طرف جانے کا زادر اہ لیجاتے ہین قولہ تعالے وما
عند اللہ خیر للابرار - یعنی اللہ عزوجل نے متقیون کا درجۂ جنت بلند ہونا بیان فرمایا لیکن جو کچھ انکے واسطے الطاف عظیم اپنے یہان
رکھے ہین وہ مبہم کر دیے بقولہ وما عند اللہ خیر للابرار یعنی اللہ تعالے کے یہان جو نعمت و قرب منزلت ہے وہ قیاس سے باہر اور بے مثل و بیمثال
ہے اور نیز تصریح کر دی کہ مراتب ولایت مین اعلی درجۂ متقین کا ہے - اور تقوی یہ ہے کہ باطن کو لوث طبیعت سے پاک کرے اور اخلاق کو مخالفت
او امر و نواہی کے میل کچیل سے صاف رکھے اور راہ سنت پر مستقیم ہو - اور ابرار وہ لوگ ہین جو معرفت مین مستقیم ہون اور یہ تقوی بھی اعلی مرتبہ
ہے اور یہان بیان فرمایا کہ متقین جنت مین ہین اور ابرار منزل خاص مین ہونگے اور نیز طالبان حق کو تنبیہ ہے کہ اے مریدین تم اس دنیا مین لتحاتی حسن
و طراوت سے تعجب مت کرو بلکہ مجاہدہ مین جو سختی کھینچو کے اسکا نتیجہ تم کو میرے دیدار و قرب و مشاہدہ سے عیش خوشگوار بے مثال حاصل ہوگا

وَاِنَّ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَمَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِمۡ خٰشِعِيۡنَ

اور کتاب والون مین سے بعضے وہ بھی ہین جو مانتے ہین اللہ کو اور جو تمھاری طرف اترا اور جو انکی طرف اترا ڈرتے ہوئے

لِلّٰهِ لَا يَشۡتَرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ

اللہ تعالے کے واسطے نہین خریدتے اللہ کی آیتون کے بدلے مول تھوڑا وہ لوگ ہین کہ انکی مزدوری انکے رب کے یہان ہے

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ۝

اللہ تعالے بیشک جلد حساب کرنے والا ہے

وَاِنَّ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَمَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ - کعبد اللہ بن سلام واصحابہ والنجاشی اہل کتاب یعنی (یہود و نصاری) مین
سے) بعضے ہین کہ اللہ تعالے پر ایمان لاتے ہین - مانند عبد اللہ بن سلام و اسکے ساتھیون کے اور مانند نجاشی بادشاہ ملک حبش کے
مترجم کہتا ہے کہ شیخ مفسر رح نے اختیار کیا کہ یہ آیت کریمہ تمام اہل کتاب کے حق مین ہے جو مسلمان ہوے اور ایسا ہی ابن ابی نجیح نے مجاہد رح سے روایت
کیا کہ مراد مسلمانان اہل کتاب ہین اور ہمین شک نہین کہ حکم آیۂ کریمہ کا سب مسلمانان اہل کتاب کے حق مین عام ہے اور اسی پر امام شیخ ابن کثیر رح
نے آیت کریمہ کی تفسیر مین اچھی تقریر کی بایںطور کہ اللہ عزوجل نے ایک گروہ اہل کتاب کی خبر دی کہ وہ اللہ تعالے پر جیسا چاہئے ایمان لاتے
ہین اور جانتے ہین کہ وہ خالق قادر مختار ہے جس کو چاہے نبوت دے اور علیم خبیر ہے جو شرع اسنے مقرر فرمائی یقین حکمت ہے اور محمد صلعم پر
اور جو انپر نازل ہوا ایمان لاتے ہین باوجود اس ایمان کے جو انکی کتابون جو اور انبیا پر اللہ تعالے نے نازل کی ہین ایمان رکھتے ہین اور دی اللہ
تعالے کے واسطے خاشع ہین یعنے اسی کے مطیع اور اسی کے سامنے گڑگڑاتے اپنے کو ذلیل بناتے اور تمام تعظیم اسکے واسطے جانتے ہین اور خریدتے
نہین آیات الہی کے بدلے تھوڑا مول یعنے محمد صلعم کی جو نعت و صفت و بعثت کا حال اور حضرت صلعم کی امت کا حال جو کچھ جانتے ہین وہ دنیا کی
لالچ سے نہین چھپاتے ہین اور اہل کتاب مین سے یہ لوگ برگزیدہ و بہتر ہین خواہ یہودی ہون یا نصرانی ہون اور اللہ تعالے نے سورۂ قصص

مین فرمایا - الذین اٰتینٰهم الکتاب من قبله هم به یؤمنون واذا یتلی علیهم قالوا اٰمنا به انه الحق من ربنا انا کنا من قبله مسلمین اولئک یؤتون اجرهم مرتین الاٰیه - اور فرمایا الذین اٰتینٰهم الکتاب یتلونه حق تلاوته اولئک یؤمنون به الاٰیه - اور فرمایا - ومن قوم موسٰی امة یهدون بالحق وبه یعدلون - یعنے موسٰی کی قوم سے بھی ایک گروہ ایسا ہی کہ حق کی راہ چلتے ہین اور اسی سے اپنے کو ٹھیک کرتے ہین اور دیگر آیات نقل کرکے کہا کہ یہود مین سے بہت تھوڑے لوگ ایسے مین جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مع چند علماے یہود کے جو ایمان لائے مگر انکی تعداد دس تک بھی نہین پہونچی اگرچہ عوام کو ملاکر بہت ہون اور رہے نصارے تو انمین ایسے بہت ہین جو ہدایت پر چلے اور حق کے مطیع ہوگئے - اور اللہ تعالے عزوجل نے فرمایا - ولتجدن اقربهم مودة للذین اٰمنوا الذین قالوا انا نصاری الاٰیه - یعنے مومنون کے ساتھ زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ملینگے جو اپنے آپکو نصاری کہتے ہین - اور صحیح مین ہی کہ جعفر بن ابیطالب رضی نے جب بادشاہ حبشہ کے سامنے سورۂ کھیعص پڑھی تو بادشاہ رونے لگا اور اسکے ساتھ جو بطریق و قس بیٹھے تھے سب یہان تک روئے کہ داڑھیان تر ہوگئین - اور صحیحین مین ثابت ہی کہ جب نجاشی بادشاہ حبشہ کی وفات کی خبر جبرئیل علیہ السلام نے دی تو حضرت صلعم نے اصحاب رضی سے فرمایا کہ حبش مین تمھارا بھائی مر گیا پھر سب کو لیکر میدان مین گئے اور صف باندھکر اسپر نماز پڑھی مترجم کہتا ہی کہ محی السنہ نے معالم مین حضرت ابن عباس و جابر و انس رضی اللہ عنہم و قتادہ کا قول بیان کیا کہ یہ آیت اسی بادشاہ نجاشی کے معاملہ مین اتری اور نام اسکا اصحمہ تھا جو عبری زبان مین عطیہ کے معنے رکھتا ہی اور اس روایت مین ذکر کیا کہ حضرت صلعم صحابہ رضی کو لیکر میدان بقیع کو گئے اور آپ کے واسطے زمین حبشہ تک پردہ اٹھ گیا پس آپ نے نجاشی رضی کا جنازہ دیکھا اور اسپر نماز پڑھی شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ حضرت انس بن مالک سے روایت ہی کہ جب نجاشی رضی نے وفات پائی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے واسطے استغفار یعنے اس کی مغفرت مانگو (یعنے بعد نماز پڑھنے کے جیسا کہ مذکور ہوا) تو بعض لوگون نے کہا کہ دیکھو ہم کو حکم دیتے ہین کہ ایک گبر کے لیے جو حبش مین مر گیا ہی استغفار کرین پس نازل ہوا قولہ وان من اهل الکتاب لمن یؤمن بالله وما انزل الیکم الاٰیه - رواہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ من طرق و عبد بن حمید اور حضرت جابر رضی سے روایت ہی کہ جب نجاشی بادشاہ حبشہ کا انتقال ہوا تو ہم سے حضرت صلعم نے فرمایا کہ تمھارا بھائی اصحمہ مر گیا پھر نکلکر نماز پڑھی جیسے جنازہ پر نماز پڑھا کرتے ہین اور چار تکبیرین کہین پھر منافقون نے کہا کہ دیکھو ایک گبر پر نماز پڑھتے ہین جو حبش مین مر گیا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا وان من اهل الکتاب الاٰیه - اور حضرت عائشہ رضی سے روایت ہی کہ ہم کو خبرین پہونچی تھین کہ برابر نجاشی رضی کی قبر پر نور دیکھا جاتا ہے رواہ ابوداؤد - اور صحیحین مین ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ ہین جنکو دوہرا ثواب ملیگا پھر انمین سے ایک قسم وہ اہل کتاب فرمائے جو پہلے نبی پر ایمان لائے پھر حضرت صلعم پر ایمان لائے - محی السنہ نے معالم مین ذکر کیا عطاء رح نے فرمایا کہ یہ آیت کریمہ اہل حبش کے چالیس اور روم کے آٹھ آدمیون کے حق مین اتری جو عیسائی تھے پھر اسلام مین اللہ عزوجل کے مطیع ہوے پس اللہ تعالی نے مدح فرمائی کہ اہل کتاب مین بعضے ایسے ہین کہ اللہ تعالے پر ایمان لائے ہین - یعنی پہلے تو شرک پر اپنے زعم کے بنائے ہوے خدا پر ایمان لائے تھے اور اللہ تعالی پر ایمان نہین لائے تھے اب اللہ تعالے پر ایمان لائے ہین - وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ - ای القرآن اور پس کلام پاک پر جو تم پر اتارا گیا یعنی قرآن پر - وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ - اور جو انکی جانب اتارا گیا تھا - یعنی توریت و انجیل پر خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ - درحالیکہ اللہ تعالی کے واسطے خشوع کرنے والے ہین ف حال بین ضمیر یؤمن مراعی فیه معنی من ای متواضعین - یعنی خاشعین کو نصب بنا بر حال ہونے کے ہی اور یہ یؤمن کی طرف راجع ہی حال ہی اور وہ لفظ مین اگرچہ مفرد ہی مگر معنی مین جمع و واحد سب کو یکسان ہی پس یؤمن کی ضمیر سے حال اس صورت سے ہی کہ من کے معنے یعنی جمعیت کی رعایت ہی اور خاشعین کے معنے متواضعین ہین یعنی اللہ تعالی کے سامنے گڑگڑاتے ہین لَا يَشْتَرُوْنَ

بآیٰتِ اللّٰہِ ۔ التی عندہم فی التوراۃ والانجیل من نعت النبی صلعم ثَمَنًا قَلِیلًا ۔ من الدنیا خرید لیتے نہین تھوڑا مول بمقابلہ آیات الٰہی
کے ف یعنی توریت وانجیل کی آیات مین جو اوصاف حضرت خاتم النبیین بیان ہوے ہین انکو دنیاوی حقیر مال کے لیے نہین چھپاتے ہین اور
ثمن قلیل سے مال دنیاوی مراد ہے سیحر اس مال دنیاوی کے عوض انکے نہین بیچنے کا طریقہ تلایا ۔ بان یکتموہا خوفا علی الریاسۃ کفعل غیرہم من الیہود
یعنی نہین بیچتے باین طور کہ ان آیتون کو چھپاوین بخوف اسکے کہ ہماری سرداری جاتی رہیگی جیسے انکے سواے دوسرے یہود نے اس خوف
سے چھپایا ۔ اُولٰٓئِکَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ ۔ ثواب اعمالہم ۔ ایسے نیک عہد بندون کے لیے ثواب ہے یعنی انکے کامون کا ثواب ہے عِنْدَ
رَبِّهِمْ ۔ یؤتونہ مرتین کما فی القصص ۔ انکے پروردگار پاس ثواب دو چند دیے جاوینگے جیسا کہ سورۂ قصص کی آیت مین ہے اولٰئک یؤتون
اجرہم مرتین الآیۃ ۔ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۔ یحاسب الخلق فی قدر نصف نہار من ایام الدنیا ۔ اللہ تعالیٰ سریع الحساب ہے چنانچہ
حساب لیگا تمام مخلوق کا اتنی دیر مین جو دنیا کا آدھا دن ہوتا ہے جیسا کہ حدیث مین آیا ہے اور بیان تحقیق طویل ہے جو آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ
اپنے موقع پر آویگی ۔ اور مجاہدؒ نے کہا کہ سریع الحساب ہے سریع الاحصار رواہ ابن ابی حاتم ۔ احصا شمار کرنا گن لینا وقد قال ولقد احصاہم
وعدہم عدا ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو خوب شمار مین رکھا ہے کہ اسکے علم سے ایک ذرہ برابر پوشیدہ نہین ہے پس وہ اپنی مخلوق کا حساب نہایت جلد
فرماویگا حتےٰ کہ مومن پر روز قیامت ایسا آسان ہوگا جیسے ایک وقت کی نماز کا زمانہ ہوتا ہے ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عزّ بی خالص مومنون کو
سب قسم کے مسلمانون سے باہمی اتفاق رکھنے کا اور ارتباط الفت کا اور نفسانیت چھوڑ کر تقوےٰ رکھنے کا حکم فرمایا بقولہ تعالےٰ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

ایمان　والو　ثابت رہو　اور مقابلہ مین　مضبوطی کرو اور ملے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم مراد کو پہونچو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا ۔ علی الطاعات والمصائب وعن المعاصی ۔ اے ایمان والو صبر رکھو ۔ یعنی صبر کرو عبادات
ادا کرنے پر اور مصیبتین اٹھانے پر اور گناہ کی چیزون سے باز رہنے پر ۔ وَصَابِرُوْا ۔ الکفار فلایکونوا اشد صبرا منکم ۔ یعنی غالب
رہو صبر کرنے اور جمے رہنے مین کافرون پر یہ نہو کہ کافر لوگ تم سے زیادہ صبر کرنے والے ہون لڑائی کی سختیون مین ۔ وَرَابِطُوْا ۔ اقیموا
علی الجہاد ۔ قائم رہو جہاد کرنے پر ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔ فی جمیع احوالکم ۔ ڈرو اللہ تعالیٰ سے اپنے سب حال مین چنانچہ معاذ بن جبل
کو جب یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ ڈرتا رہ اللہ تعالےٰ سے جہان کہین تو ہووے اور برائی کے پیچھے بھلائی کر جو اسکو مٹا دے اور لوگون
سے اچھے خلق کے ساتھ مل جل ۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ تاکہ تم فلاح پاؤ ۔ تفوزون بالجنۃ وتنجون من النار یعنی فلاح یہ ہے جنت پاجاو
اور نجات پاؤ دوزخ سے ف شیخ ابن کثیرؒ نے اس آیت کریمہ کے تحت مین بہت فوائد ذکر فرمائے لیکن مترجم انہین سا فید کو
اختصار بیان مین ذکر کریگا پس حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اصبروا یعنی پسندیدہ دین اسلام پر جمے رہو سختی و آسانی کسی حال مین
نہ چھوڑو یہانتک کہ مرو اور قولہ صابروا ۔ یعنی بمقابلہ دشمنان خدا کے ثابت قدم رہو ایسا ہی بہتیرے سلف نے کہا ہے اور رہا قولہ رابطوا
تو یہ جمے رہنا یہان عبادت مین ہے اور سہل بن حنیف وابن عباسؓ ومحمد بن کعب القرظی وغیرہم نے فرمایا کہ وہ نماز کے بعد نماز دیگر کے انتظار مین جمنا
اور بعض نے کہا کہ رابطوا سے مراد ہے یعنی سرحد اسلام پر گھوڑے باندھنا تاکہ کفار اس طرف سے داخل ہوسکین اور دوسرون نے اسکو تسلیم نہین کیا اور
حدیث مین آنحضرت صلعم نے سردی کے وقت وضو کرنا اور کثرت سے مسجد کی طرف قدم اٹھانا اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اسی کو فرمایا
کہ یہی رباط ہے ۔ اور ابوسلمہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز ابوہریرہؓ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے بھتیجے تو جانتا ہے کہ آیہ یاایہا الذین آمنوا

اصبروا وصابروا ورابطوا کس بارہ مین اتری - مین نے کہا کہ نہین - فرمایا کہ حضرت صلعم کے زمانہ مین ایسا جہاد تو نہ تھا کہ اسمین مرابطہ کرتے بلکہ یہ ایسی قوم کے حق مین نازل ہوئی جو سجدون کو آباد رکھتے ہین اور نماز کو اپنے وقت پر ادا کرتے ہین پھر بیٹھے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کرتے ہین تو انہین کے حق مین اتری کہ صبروا - یعنی پانچون نمازون پر - اور صابروا - یعنی اپنے نفسون کو خواہشون سے روکو - ورابطوا - یعنے اپنی مسجدون مین واتقوا اللہ - اپنے ہر حال مین جو تم پر طاری ہو - لعلکم تفلحون - اسکو ابن مردویہ نے روایت کیا و کذا رواہ الحاکم فی المستدرک بنحوہ وقد رواہ ابن جریر من طریق عبد اللہ بن المبارک من کلام ابی سلمہ بن عبد الرحمن - مترجم کہتا ہے کہ رباط کے یہ معنی کہ سرحد اسلام پر گھوڑے باندھنا بدین غرض کہ کفار حملہ آور نہون میرے نزدیک ایک طور کا رباط ہے اور رباط وہ بھی ہے کہ مجاہد جہاد کے واسطے گھوڑے پر سوار ہو کر جاوے اور وہان مقیم ہو کر انتظار کرے تاکہ جب مجاہدین اسقدر جمع ہو جاوین کہ دشمنون پر بڑھنے کے واسطے کافی ہون تو داخل ہو اور معنے یہ ہین کہ پورا سامان جہاد تیار کرو اور گھوڑے مہیا کرو چنانچہ دوسری آیت مین فرمایا واعدوا لھم ما استطعتم من رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم یعنی مہیا کرو کافرون کے واسطے جہانتک تمسے ہو سکے رباط الخیل یعنے گھوڑے کہ انسے دہشت ناک کرو خدا کے دشمنون اور اپنے دشمنون کو - اور ظاہر ہے کہ یہ حکم اس خطاب کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کو نازل ہوا پس جو معنے بیان رباط کے ہین وہی حکم رابطوا مین ہے اور صابروا - باہم ایک دوسرے کو صبر دلانا بھی اسمین شامل ہے مترجم کہتا ہے کہ کلام پاک مین علوم بے انتہا ہین از آنجملہ یہ بھی ہے کہ اگر غیر قومون سے لوگ ایمان لاوین جنکے دین کو تم پسند کرو تو انکے ساتھ نکاح بیاہ کرنے مین ہرگز نفس کی شرارت پر مت چلو بلکہ نفس کی ناگواری پر صبر کرو اور حدیث مین ہے کہ جب تمھارے پاس ایسا شخص آجاوے جسکے دین کو تم پسند کرتے ہو تو اسکے ساتھ نکاح کر دو اگر ایسا نکروگے تو زمین مین فتنہ و فساد عریض پیدا ہوگا (رواہ احمد والترمذی وغیرہ) اور جب سے لوگون نے فخر و تکبر اختیار کیا تب سے فتنہ و فساد عریض پیدا ہو گیا حتی کہ بہت سے کایستھ وغیرہ اسوجہ سے اسلام نہین لاتے کہ وہ تنہا برادری سے خارج ہو کر پریشان ہونگے اور مسلمان لوگ انکو نو مسلم و حقیر بناوینگے - معاذ اللہ وہ ہمارے حقیقی بھائی سے بہتر ہے جبکہ وہ متقی ہو لیکن جاہلون سے جو اسنے خوف کیا وہ ان جاہلون کے تکبر کے لیے بہت ہی خوفناک ہے کہ جسکے وبال سے روئین کانپتے ہین - اللہ تعالیٰ ہمکو توفیق دیکر آخرت کے لیے مقبول فرماوے اور نفس و شیطان کے بندہ ہو جانے سے نجات عطا کرے - حدیث مین ہے - کونوا عباد اللہ اخوانا - یعنی اللہ تعالیٰ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ اور حدیث مین مصرح ہے کہ آدم خاک سے تھے اور فخر بہ تقویٰ ہے اور اس بارہ مین احادیث بکثرت ہین جنمین فخر انساب و مال وجاہ کی مذمت ہے اور باہمی اتحاد و شرافت تقویٰ کی تاکید ہے - رہا یہ وہم کہ فقہ مین کفو معتبر ہے تو ائمہ علماء نے اتفاق کیا کہ شرع سے اسکا ثبوت نہین ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ نکاح باہمی الفت ہے اور جب کسی جانب سے فخر نسب کی جہالت ہو تو مناکحت کا فائدہ نہ رہا بلکہ فساد ہوگا تو حکم قضا مین فیصلہ کا قانون عرف و کفو پر ہے - کیا نہین دیکھتے ہو کہ غیر کفو مین بالاجماع نکاح صحیح ہے لیکن اولیاء کے اعتراض کی صورت مین قاضی منسخ کریگا فافہم - پھر واضح ہو کہ رباط مین جمیع اقسام کا ربط جو شرعی محمود ہے شامل ہونا چاہیے اور سب سے بہتر وہ لڑنا خاص ہے جو احادیث جہاد مین آیا ہے چنانچہ سہل بن سعد الساعدیؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ایکدن کا رباط تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے (رواہ البخاری) اور فضالہ بن عبیدؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص مر گیا اسکے عمل کا خاتمہ ہو جاتا ہے سوائے اس شخص کے جو ایسے حال مین مرا کہ راہ خدا مین مرابط تھا یعنے جہاد مین مرابط تھا تو اسکا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور قبر کے فتنہ سے بےخوف ہوتا ہے (رواہ احمد وابو داؤد والترمذی وقال حسن صحیح وابن حبان وقد رواہ احمد عن عقبہ بن عامرؓ وروی احمد وابن جریر نحوہ عن ابی ہریرہ) پھر مترجم کہتا ہے کہ یہ حکم شاید منجملہ ان احکام کے ہے جو قریب وقوع مین آنے والے ہین بشرطیکہ رباط بمعنے مصطلح حضرت صلعم کے وقت مین ہو حضرت ام الدرداء نے مرفوعاً روایت کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جسنے مسلمانون کے کسی ساحل پر تین روز مرابطہ کیا اسکے واسطے ایکسال کے رباط سے کافی ہے رواہ [illegible]

اور ظاہر جو مقصود رباط ہے وہ یہ ہے کہ نفس کو راہ جہاد میں روکنا اور انتظار غازیان و موسم وغیرہ کے مانند جو امور بالفعل لڑائی کرنے سے
مانع ہوتے ہیں انہیں صابر مرابط رہنا اور اسی پر دلالت کرتی ہے حدیث سلمان رضی اللہ عنہ کہ وہ گذرے وہاں کہ شرجیل بن السمط مع مجاہدین کے
رباط میں تھے اور انپر مرابطہ اب شاق ہو رہا تھا تو فرمایا کہ اے ابن السمط میں تجھے ایسی حدیث سناؤں جو میں نے حضرت صلعم سے سنی تھی۔ انہوں
نے کہا کہ ضرور سنائیے۔ کہا کہ میں نے حضرت صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ ایک رات و دن کا رباط جہاد میں ایک مہینہ کے روزے مع رات کی نماز
سے بہتر ہے تا آخر حدیث رواہ الترمذی ومسلم والنسائی۔ اور سہل بن حنظلیہؓ سے جنگ حنین کی حدیث طویل میں ہے کہ پھر حضرت نے فرمایا کہ آج
رات کون شخص ہماری نگاہبانی کریگا پس انس بن ابی مرثد نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نگاہبان رہونگا۔ آپ نے فرمایا کہ سوار ہو جا وہ سوار ہو کر آئے تو
فرمایا کہ اس پہاڑی کی چوٹی پر جا۔ اور آخر حدیث میں ہے کہ صبح کو اُس سے فرمایا کہ رات تو اترا تھا۔ عرض کیا کہ نہیں مگر آنکہ قضاء حاجت یا نماز کے لیے فرمایا
کہ تو نے واجب کر لی اب تجھپر کچھ نہیں کہ آیندہ کچھ عمل نہ کرے رواہ ابوداؤد والنسائی مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ صبر و ثبات و رابطہ کے حکم میں اولاً جہاد
کے لیے اور ثانیاً عام ہے اور زید بن اسلمؒ سے روایت ہے کہ ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے عمر بن الخطابؓ کو خط لکھا اور اسمین رومیوں کا لشکر کثیر جمع ہونا اور
خطرات خوفناک لکھے پس عمرؓ نے جواب لکھا۔ امابعد ہر گاہ بندۂ مومن پر کوئی سختی نازل ہوتی ہے تو اسکے بعد اللہ تعالیٰ اسکے لیے آسانی کر دیتا ہے اور
دو آسانیوں پر کبھی ایک سختی غالب نہ ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون رواہ
ابن جریر مترجم کہتا ہے کہ یہ جنگ یرموک کے واقعات ہیں جن کو امام ابو اسمٰعیل الازدی البصری رحمہ اللہ نے ثقات باسانید کے ساتھ
روایت کیا ہے۔ اور الشیخ ابن کثیر نے بیان ایک روایت لکھی جو جامع تفسیر و سیر و اخلاق و حدیث وغیرہ ہی میں بھی تبرکاً لاتا ہوں قال
روی الحافظ ابن عساکر فی ترجمۃ عبد اللہ بن المبارک من طریق محمد بن ابراہیم بن ابی سکینۃ۔ کہا کہ عبد اللہ بن المبارک نے طرسوس میں یہ ابیات
مجھے لکھائے اور میں نے انکو وداع کیا وہ جہاد کو جاتے تھے اور مجھے فضیل بن عیاض کے پاس بھیجا اور یہ سنہ ۱۷۰ میں واقع ہوا ابیات بروزن ردیف کے
اور ابیات یہ ہیں ؎ یا عابد الحرمین لو ابصرتنا ✦ لعلمت انک فی العبادۃ تلعب ✦ یعنی اے حرمین مکہ و مدینہ کے مشہور عابد۔ اگر تو ہمکو
دیکھے ✦ تو جانے کہ تو عبادت نہیں کھیل کرتا ہے ✦ من کان یخضب خدہ بدموعہ ✦ فنحورنا بدمائنا تتخضب ✦ جسکے گال اسکے آنسوؤں
سے رنگین ہوتے ہیں ✦ تو ہمارے گلے ہمارے خون سے سرخ ہوتے ہیں ✦ او کان یتعب خیلہ فی باطل ✦ فخیولنا یوم الصبیحۃ تتعب ✦
یا اسکی کوشش امر سخیف میں درماندہ ہوتی ہے ✦ تو صبیحہ قتال کو ہمارے گھوڑے درماندہ ہوتے ہیں ✦ ریح العبیر لکم ونحن عبیرنا ✦
رہج السنابک والغبار الاطیب ✦ اگر تمھارے واسطے خوشبوئے عبیر ہے ✦ تو ہمارے واسطے ٹاپوں سے غبار پاک ہی عبیر ہے ✦ ولقد اتانا
من مقال نبینا ✦ قول صحیح صادق لا یکذب ✦ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے قول صحیح صادق وارد ہوا جو کذب نہیں ہو سکتا کہ
لا یستوی غبار خیل اللہ فی ✦ انف امرء ودخان نار تلہب ✦ کسی بندۂ خدا کی ناک میں غبار جہاد اور آتش جہنم کا دھواں جمع نہ ہوگا۔
ہذا کتاب اللہ ینطق بیننا ✦ لیس الشہید بمیت لا یکذب ✦ کتاب اللہ میں تصریح ہے کہ شہید مردہ نہیں ہے۔ پھر میں نے مسجد الحرام میں
فضیلؒ کو پاکر حضرت عبد اللہ بن المبارک کا خط دیا۔ پڑھکر انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور کہا کہ ابو عبد الرحمن یعنی عبد اللہ نے سچ لکھا
اور مجھے نصیحت کی ہے۔ پھر مجھسے کہا کہ تو حدیث لکھتا ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ اچھا تو میرے پاس ابو عبد الرحمن کا خط لایا کی مزدوری میں
میرے پاس سے یہ بے بہا چیز یعنی حدیث لے پھر لکھائی کہ حدثنا منصور بن المعتمر عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ رضہ کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلعم سے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے وہ کام بتا دیجئے کہ میں اس سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کا ثواب پاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ بھلا تو استطاعت

نماز پڑھ سکتا ہی کہ کبھی فتور نہ پڑے اور اسطرح روزہ رکھ سکتا ہی کہ کبھی افطار نہ کرے اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اسکو برداشت کرنے سے عاجز ہون۔ فرمایا کہ قسم ہی اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہی کہ اگر تجھے یہ طاقت بھی ہوتی تو بھی تو اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کرنے والون کے ثواب کو نہ پہونچتا الحدیث ہکذا رواہ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ ف۲ عرائس مین کہا کہ اللہ عزوجل نے صبر کرنے کی تاکید کی یعنی درد دکھ کو صبر سے برداشت کیے رہو جب میری طرف سے بلاؤن مین تم پر صبر کرنا شاق ہو تو مصابرت کرو ربط باندھے رکھو اپنے دلون کو اور ڈرو اللہ سے ان اسرار کے ظاہر کرنے مین تاکہ اس سے محجوب ہو جاؤ۔ شاید تم فلاح پاؤ یا بطور کہ میرے جمال جلال کی نعمت لے اور درد فراق سے چھوٹو۔ جنیدؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کو ذکر کیا اور اسکی شان بزرگ بیان فرمائی اور صابرین کا اپنے یہان بڑا مرتبہ فرمایا چنانچہ فرمایا یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا۔ انکو صبر پر صبر کرنے کا حکم دیا پھر فرمایا ورابطوا اور یہ ارتباط سر باطنی ہی پوشیدگی طور پر اللہ عزوجل کے ساتھ اور بلاء کے ساتھ ثابت قدم رہنا کھلے کھلے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الصبر عند الصدمۃ الاولیٰ۔ مترجم کہتا ہی کہ حدیث ایک قصہ کے ساتھ ہی جو صحیحین وغیرہ مین مروی ہی اور معنے یہ کہ صبر تو وہی ہی جو صدمۂ اولیٰ کے وقت ہو۔ اور حارثؒ نے کہا کہ تیر بلا کا نشانہ ہونا صبر ہی اور بعض نے کہا کہ اصبروا یعنی میرے حکم کی تعمیل مین صبر کرو اور صابروا یعنی میرے دشمنون کے ساتھ لڑائی مین مصابرت کرو اور میری موافقت و رضامندی مین قلب کو مربوط رکھو۔ اور جعفرؒ نے فرمایا کہ گناہون سے صبر کرو اور عبادات بجالانے مین مصابرت کرو اور مشاہدہ مین ارواح کو مربوط رکھو اور ڈرو اللہ سے یعنی حق عزوجل کے ساتھ انبساط سے بچو (یعنی اتراؤ نہین) اور لعلکم تفلحون کے معنی یہ ہین کہ فلاح کے مقام مین اہل صدق کے درجہ پر تمہارے کھڑے ہونے کو بھی جگہ مل جاوے۔ اور بعض نے فرمایا کہ اپنے تن بدن سے بندگی بجالانے پر صبر کرو اور دل سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم مین مصابرت کرو اور اسرار سے راہ شوق و محبت مین مربوط رہو اور ابن عطاؒ نے فرمایا کہ صبر تو مطیعین کے واسطے ہی اور مصابرت محبین کے لیے اور مرابطہ عارفین کے لیے ہی اور شیخ استادؒ نے فرمایا کہ صبر تو اسمین جو عہد خاص کیا تھا یا دائمی امانت وطاعات وغیرہ اور مصابرت بمقابلہ دشمن ہی اور رباط ایک نوع صبر ہی ولیکن بروجہ مخصوص ہی اور کہا جاتا ہی کہ اول صبر تو تصبر ہوتا ہی یعنی تکلف سے صابر بنتا ہی پھر صبر حاصل ہوتا ہی پھر مصابرت ہی پھر اصطبار ہی اور یہ انتہاے درجہ صبر کا ہی۔ اور کہا جاتا ہی کہ اصبروا یعنی بندگی بجالانے پر اور مخالفت سے باز رہنے پر اور صابروا یعنی خواہش نفسانی و ہوا و ہوس چھوڑنے اور امیدین و علاقہ قطع کرنے پر۔ اور رابطوا یعنی ہر حال مین اللہ عزوجل کے ساتھ یا عموماً ہر ایک کی مصاحبت مین استقامت کے ساتھ مربوط رہو

سورۃ النساء مدنیۃ وھی مائۃ وخمس او ست او سبع وسبعون آیۃ

سورۂ نساء مدنیہ ہی اور وہ ایک سو پچھتر یا چھہتر یا ستتر آیتین ہین ف یہان دو باتین ہین اول آنکہ یہ سورت دوم آیتون کی تعداد پس امر اول مین نقاشؒ نے کہا کہ مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرتے وقت اتری اور علقمہؒ نے کہا کہ صدر اسکا مکی ہی مترجم کہتا ہی کہ حضرت ابن مسعود نے بھی فرمایا کہ جہان یا ایہا الناس ہی وہ اہل مکہ کو خطاب ہی اور جواب دیا گیا کہ خطاب ہونے سے وہان نزول ہونا کبھی لازم نہین۔ اور جمہور کے نزدیک یہ سورت مدنیہ ہی اور یہی صحیح ہی اور قرطبیؒ نے فرمایا سواے ایک آیت کے قولہ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اہلہا الآیۃ کہ یہ فتح مکہ کے روز عثمان بن طلحہ الحجبی کے حق مین اتری مترجم کہتا ہی جبکہ اصطلاح یہ لیجاوے کہ بعد ہجرت کے جو کچھ نازل ہوا وہ مدنی ہی خواہ کہین نازل ہوا ہو تو اس استثنار کی کوئی حاجت نہین بلکہ سب مدنی ہی اور دلیل اسپر یہ ہی کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ نہین نازل ہوئی سورۂ نساء مگر

اسوقت کہ مین رسول اللہ صلعم کے پاس تھی رواہ البخاری اور مراد یہ کہ آنحضرت صلعم کے پاس زفاف کو بھیجی گئی تھین ورعلمانے اتفاق کیا کہ زفاف حضرت عائشہ رض سے مدینہ مین ہوا ہی - ابن کثیر رح نے فرمایا کہ عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ سورۂ نسار مدینہ مین نازل ہوئی اورایسا ہی ابن مردویہ نے عبداللہ بن الزبیر و زید بن ثابت رض سے روایت کی اور ابن عباس سے ہی کہ سورۂ نسار مین آٹھ آیتین ہین جو اس امت کے واسطے تمام دنیا سے بہتر ہین اول یرید اللہ لیبین لکم ویہدیکم سنن الذین من قبلکم الآیہ دوم واللہ یرید ان یتوب علیکم الآیہ - سوم یرید اللہ ان یخفف عنکم - چہارم ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ الآیہ - پنجم ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ الآیہ - ششم ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الآیہ - ہفتم ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک الآیۃ - ہشتم ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ الآیہ - رواہ ابن جریر - وقد روی الحاکم من طریق عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود عن ابیہ فی الخمسۃ التالیۃ دون الثلثۃ الاولیات مثلہ سواء ثم قال صحیح الاسناد ان کان سمع عبدالرحمن عن ابیہ فقد اختلف فیہ - امر دوم مفسر رح نے جو اختلاف اسکی آیتون کے شمار مین لکھا وہی معروف ہی اور قول دوم ہمارے مصاحف مین مکتوب ہی اور باوجودیکہ آیات کا علم توقیفی ہی اسمین قیاس کو مجال نہین اسیواسطے الٓمٓ - و - حٰمٓ - و - طٰہٰ - یٰسٓ - کو آیت شمار کیا گیا اور طٰسٓ - کو نہین شمار کیا جیسا کہ زمخشری رح نے کہا ہی پھر اسمین اختلاف کا سبب یہ ہوا کہ آنحضرت صلعم ختم آیت پر آگاہ کرنے کو ٹھہرتے جب اسکا مقام معلوم ہوجاتا تو پھر وصل قرارت کی وجہ سے کہ وہان مطلق نہین ہوتا تھا ملا دیتے تو سننے والے کو شبہہ ہوجاتا کہ یہان فاصلہ نہین ہی - اور ایسا اختلاف کچھ مضر نہ تھا جسکے خیال سے زیادہ اہتمام کیا جاتا اسلیے کہ شمار آیات کے فوائد مانند آنکہ سورۂ کہف کی اول دس آیتین پڑھنے سے فتنۂ دجال سے مامون رہیگا یا نماز مین تین آیت سے کم نہون یا تبارک الذی تیس آیت ہی جسنے اپنے پڑھنے والے کی طرف سے یہانتک الحاح کیا کہ اسکو بخشوا لیا کما فی الصحیح تو یہ اختلاف اسمین کچھ مضر نہین - کما لا یخفی اور کلمات سورۂ شریف (۳۰۴۵) ہین اور حروف (۱۶۰۳۰) اور باقی کلام مقدمہ مین مذکور ہی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہی

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنۡہَا زَوۡجَہَا وَ
ای لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تمکو ایک جان سے اور اُسی سے بنایا اُسکا جوڑا اور
بَثَّ مِنۡہُمَا رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِہٖ وَ الۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ
بکھیرے ان دونون سے بہت مرد اور عورتین اور ڈرتے رہو اللہ سے جسکا واسطہ دیتے ہو آپسمین اور خبردار ہو ناتون سے البتہ اللہ تعالی
کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا ۝
مطلع ہی تمپر

یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ - ای اہل مکہ - یعنی خطاب بکلمہ یا ایہا الناس - مکہ والون کو ہی جو اسوقت مشرک تھے - اور سراج مین کہا کہ تمام اولاد آدم کو خواہ اہل عرب ہون یا عجم ہون - اسپر سوال ہوا کہ قولہ واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام - یہ عادت خاص عرب کی ہی - تو جواب دیا گیا کہ آخر آیت کے خصوص سے اول آیت مین عموم کو مضرت نہین - اسمین شک نہین کہ حکم آیت کا اب عام ہی - اور قیامت تک والون کو شامل ہی چاہے کسی ملک کے ہون - اگر کہا جاوے کہ ندا سے بالمشافہہ خطاب انھین کو ہی جو اسوقت موجود تھے جواب یا گیا کہ اسپر اجماع ہی کہ غیر موجودین پر بھی وہ احکام یکسان جاری ہین جو موجودین کو خطاب کیے گئے جبکہ شرع ہون اور خصوصیت کی دلیل نہو یا موجود کو غلبہ دیا گیا اور مراد غیر موجودین

بھی ہین- اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ- ای عقابہ بان تطیعوہ- یعنی رب سے ڈرو اسکے یہ معنے ہین کہ عقاب رب سے بچو بانیطور کہ اسکی اطاعت کرو شرک
و نافرمانی مت کرو پھر پروردگار کی عظمت وقدرت فرمائی جو اسکے معبود ہونے کی دلیل ہو- اور جو کچھ بیان ہو تو گویا ہی تکبری کو شایان ہو- الَّذِیۡ
خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ- آدم- جسنے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا آدم سے ف یعنی نفس واحدہ آدم علیہ السلام ہین جنکی
سب اولاد ہین- وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا حوّا بالمد من ضلع من اضلاعہ الیسری- جانو کہ منہا کی ضمیر نفس کی طرف جو لفظا مونث مستعمل ہو
اگرچہ مراد آدم علیہ السلام ہین اور زوج بمعنے جفت ای جوڑا اور معنے یہ کہ (اور پیدا کیا اُسی ایک نفس سے جوڑا اسکا) مفسر نے کہا کہ یعنی حوا
بمد ہمزہ اور منہا کے معنے یہ کہ من ضلعھا الیسری- یعنے آدمؑ کی بائین پسلیون مین سے کسی پسلی سے پیدا کیا- کعب و وہب و ابن اسحق نے ذکر کیا کہ جنت مین
بھیجے جانے سے پہلے اور ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ نے کہا بعد جنت مین جانے کے اور آدمؑ سوتے تھے- جاگے تو دیکھکر خوش ہوکر باہم مانوس ہوے-
ابن عباسؓ نے کہا کہ عورت کی پیدایش مرد سے ہو اسکی ہمت مرد ہی مین لگی رہتی ہو اور مرد کی پیدایش زمین سے اسکی ہمت زمین ہی مین لگی رہتی ہو سو اپنی
عورتون کو روکے رکھو- رواہ ابن ابی حاتم اور صحیح مین ہو کہ عورت کی پیدایش پسلی سے ہو جو ٹیڑھی ہو اگر اسکو سیدھے کرنے کی فکر کرے تو توڑیگا
اور اگر نفع لینا چاہے تو یون ہی ٹیڑھی رہنے دے اور نفع اٹھاوے- حاصل یہ کہ عورت سے حسن تدبیر سے کام لینا چاہیے وہ کج طبیعت ہوتی ہو اور
یہ اس جنس کی کیفیت ہو اسین سے بعض کا بعض مردون سے بہتر ہونا کچھ منافی نہین ہو الحاصل اسی رب کو معبود مانو جسکی یہ شان ہو کہ اول سنے ایک نفس آدم
پیدا کیا پھر اس سے اسکا جوڑا پیدا کیا- وَبَثَّ- متفرق و نشر- متفرق کیا اور چھٹکایا کما روی عن ابن عباس- پس فرق از تفریق و نشر از ثلاثی مجرد ہی
مِنۡهُمَا- مین آدم و حوا یعنی ضمیر تثنیہ راجع بجانب نفس واحدہ و اسکے زوج کے یعنی بجانب آدم و حوا کے ہو- رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّنِسَآءً- کثیرۃ-
یعنے نساء کثیرہ (المعنے) اور چھٹکائے ان دونون سے بہت مرد اور بہت سی عورتین یعنی تم سب کو اسی ایک نفس اصل سے اس کثرت کے ساتھ
بطریق مذکور پیدا کیا- اگر کہا جاوے کہ پہلے فرمایا خلقکم من نفس واحدۃ ایک نفس سے پیدا کیا اور بیان فرمایا- وبث منہما یعنے دونون سے
پیدا کیا- تو جواب یہ ہو کہ نفس واحدہ سے پیدا کرنیکا یہ بیان ہو یعنی باین طور تمکو نفس واحدہ سے پیدا کیا کہ اُس سے اسکا جوڑا نکالا پھر دونون کے اختلاط
عجیب سے تم سب کو نکالا- اگر کہا جاوے کہ حوا بھی نفس واحدہ سے پیدا ہونے والون مین ہین جواب یہ کہ حوا کی خلقت نطفہ سے نتھی اسیواسطے دختر وغیرہ
ہونے کے حقوق مین سے کوئی جاری نہین ہوسکتا بخلاف اورون کے کہ یہ دونون کے نطفہ سے پیدا ہین اور آدم و حوا کے ایک وقت کی اولاد کا نکاح دوسرے
وقت کی اولاد سے روا تھا پس وقت کا تبدل بمنزلہ تبدل رحم کے قرار دیا گیا پھر تا قیامت منسوخ ہوگیا- اور بعض نے جواب دیا کہ قولہ وخلق منہا- کا
عطف فعل مقدر پر ہو تقدیر یون ہو خلقکم من نفس واحدۃ انشاھا و خلق منہا زوجہا یعنے پیدا کیا تمکو ایسے نفس واحدہ سے کہ اسکو بنایا اور اس سے اسکا جوڑا بنایا
اور ان دونون سے بہت مرد و عورتون کو چھٹکایا مترجم کہتا ہو کہ تاَل واحد ہو فافہم بعض نے کہا کہ نساء کو کثیرہ کے وصف سے تصریح نکرنے مین
لطیف اشارہ ہو کہ مردون کی کثرت بمقتضائے حکمت ہو کیونکہ ایک کے واسطے بہت سی عورتین اسکی خواہش و عفت تک وقعین حتی کہ اب بھی چار تک
روا ہین اور ایک مرد کئی عورتون کے لئے انکے کام و حاجات کی اصلاح کرسکتا ہو مترجم کہتا ہو کہ پھر اس صورت مین تو عورتون کو کثیرہ کہنا چاہیے تھا اور
مردون مین کثرت کی ضرورت نتھی اور جواب یہ ہوسکتا ہو کہ مرد بھی قلیل نہین بلکہ کثیر ہین اور مرد ہی اصل اول ہین- الحاصل اللہ تعالی کیساتھ شرک کرنے سے
ڈرو جو حقیقی خالق و مالک ہو- وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ- فیما بینکم حیث یقول بعضکم لبعض اسالک باللہ و انشدک باللہ- اور ڈرو اللہ تعالی
سے جسکے نام کیساتھ تم باہم سوال کرتے ہو یعنی بعض تمھارا بعض سے کہتا ہو کہ اسالک باللہ مین تجھسے اللہ تعالی کے واسطے سوال کرتا ہون کہ تو
ایسا کردے اور انشدک باللہ- اسی معنے مین کہتے ہو اور انشد بفتح اول و سکون ثانی و ضم شین معجمہ و دال مہملہ بصیغہ مضارع متکلم بمعنے اسال ہو

اور مفسرؒ نے ذکر کیا کہ تساءلون در اصل تتساءلون تھا تاء فوقیہ کو سین مین ادغام کیا تسّاءلون بتشدید سین مہملہ ہوا اور یہ جمہور کی قراءت ہی اور عاصم وحمزہ وکسائی نے تخفیف سین پڑھا پس تاء مذکورہ کا حذف ہوا ہی اور بعض نسخہ تفسیر مین النشدکر اللہ بدون باء ہی اور یہ بھی صحیح ہی۔ وَ الْاَرْحَامَ - ان تقطعوہا - اور بچو ارحام سے ف ناتوان کو کاٹنے سے یعنی آپس کا ناتا جن حق حقوق کے ساتھ ہی اسکو ملائے رکھو ہکذا فسر بن عباس وعکرمہ ومجاہد وحسن وضحاک وربیع وغیرہم گویا اسمین اشارہ ہی کہ اہل مکہ سب سے پہلے کفر کرنے والے اور ایذا دینے والے نبی صلعم کے ہم تت ہو پھر اتقاء ارحام کے حکم مین تنبیہ ہی کہ اللہ تعالی کے نزدیک ناتے کا ایک رتبہ ہی۔ اور حدیث مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ رحم لٹکا ہوا ہی عرش الرحمن عزوجل سے کہتا ہی کہ جو مجھے ملائے رکھے اللہ تعالی اسکو ملادے اور جو مجھے کاٹے اللہ تعالی اسکو کاٹے رواہ البخاری ومسلم اور قرطبیؒ نے کہا کہ ملت کا اتفاق ہی کہ صلہ رحم یعنے ناتے کا ملانا واجب ہی اور کاٹنا حرام ہی پس احسان سے اور ملتے وار محتاج کو نفقہ دینے سے اور کبھی فقط خدمت سے اور کبھی فقط باتون سے ملانا چاہیے اور حدیث صحیح مین ہی کہ صل من قطعک - جو ناتے والا تجھے توڑے تو اس سے مل - اور یہ حسن خلق کا بیان ہی - پھر امام ابو حنیفہؒ نے ہبہ سے رجوع صحیح ہونا انھین ناتے والون کے ساتھ خاص کیا جو ذی رحم محرم ہین جیسے بھائی نے بہن کو ہبہ کیا تو رجوع نہین کرسکتا ہی اگرچہ ذوی الارحام عام ہی محرم وغیر محرم دونون کو شامل ہی - پھر حمزہؒ کی قراءۃ بالجر ہی چنانچہ مفسرؒ نے کہا وفی قراءۃ بالجر عطفا علی الضمیر فی بہ وکانوا یتناشدون بالرحم - یعنی حمزہؒ کی قراءت مین والارحام - بالجر ہی بنابرینکہ عطف ہی ضمیر بہ پر یعنے بہ و بالارحام اور اہل عرب کا دستور تھا کہ رحم کا واسطہ دیا کرتے تھے اور یہ تقریر اوسے ہی بعض مفسرین کے کلام سے کہ تفسیر مین کہا ہی یسال بعضکم باللہ وبالرحم کیونکہ اسطرح ملا کر زمانہ جاہلیت کی قسم تھی جو شرع مین مستنکر ہی پس اگر یون تفسیر کی جاوے تو تقریر کا وہم ہی یعنے ثابت رکھا اور زمخشریؒ نے اس قراءۃ کو ضعیف کہا وفذہ البیضاوی بنظر عطف بر ضمیر مجرور مگر امام قشیریؒ وغیرہ نے رد کر دیا کہ ضعیف کہنا اہل دین کے نزدیک مردود ہی کیونکہ ثبوت اس قراءۃ کا متواتر ہی اور کمالین مین ہی کہ شیخ ابو حیانؒ نے کہا کہ ضمیر مجرور پر عطف کرنا بدون اعادہ جار کے کوفیین ویونس واخفش وابو علی نے جائز رکھا اور بصریون نے جو انکار کیا تو ہم انکے مقلد نہین بلکہ دلیل کے تابع ہین اور نظم ونثر کلام عرب مین ایسا ثابت ہوا ہی حتی اسنے معالم مین کہا کہ یہ قلیل آیا ہی۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا - حافظا لاعمالکم فیجازیکم بہا ای لم یزل متصفا بذلک - رقیب یعنے نگہبان ہی اور معنے یہ ہین کہ اللہ تعالی تمھارے اعمال کا نگہبان ہی پس تم کو اسکے عوض جزا دیگا - چونکہ کان زمانہ ماضی کے واسطے تھا پس لازم آتا ہی کہ زمانہ ماضی مین نگہبان تھا اب نہین تو مفسرؒ نے جواب دیا کہ کان اگرچہ دراصل ماضی کے لیے ہی مگر دوام واستمرار کے معنے مین آتا ہی اور معنے یہ ہین کہ لم یزل متصفا بذلک برابر اس وصف سے متصف ہی اور ایسا ہی تمام صفات ذاتیہ کا حال ہی جو کان سے مقترن ہون کذا ذکرہ فی الاتقان ف عرائس البیان مین ہی کہ قولہ تعالی یا ایہا الناس - ای ناسی یعنے بھولنے والے اس عہد کے جو تمنے ازل مین قبول کیا تھا کہ ہم عبودیت بجا لاوینگے جبکہ میرے خطاب ومعرفت دینے سے مجکو پہچانو گے کیونکہ جب مین نے فرمایا کہ الست بربکم تب تمنے جواب دیا تھا کہ بلی یعنے ہان تو بیشک ہمارا پروردگار ہی - اور نیز اے ایسے بندے جو مخلوقات کی چیزین اپنی نظر سے خوبصورت دیکھکر انسے مانوس ہو گیا حالانکہ میرا مشاہدہ چاہتا ہی خبردار ہو کہ یہ بربادی ہی کیونکہ یہ تو حادث چیزین ہین اور میری طرف کوئی شخص بدون میرے نہین پہونچ سکتا ہی اور میرے دیدار مین مخلوق پر نظر رکھنا کہ ہی قال المترجم آمین صریح ہمارے زمانہ کے اہل تصوف کو ممانعت ہی جو خوبصورتون سے انس پیدا کرتے ہین اور اسکو لوازم تصوف سے جانتے ہین ومولوی روم نے کہا ع عاشق صنع خدا با فر بود ÷ عاشق مصنوع او کافر بود ÷ اور صنع خدا صفت فعلی ہی جسکی تفسیر قولہ ان فی خلق السموات

والارض الآیہ میں اویگذری ہے فتذکرآ اور نیز ای اپنے نفس کو بھولنے والے بندے تیرا نفس تو مخلوق ہے کہ مجھسے آگاہ نہیں بے خبر ہی پھر ڈر نا نہیں
کہ تونے میری معرفت کا دعوی کیا حالانکہ میری معرفت کسی حادث سے نہیں بلکہ قدیم سے ہے اور نیز یہ خطاب اولاد آدم کو ہی یعنی ای ایسے لوگو
جنھوں نے اپنے کو پانی ومٹی سے بنے ہوے کی طرف منسوب کر رکھا یعنی آدمؑ کی طرف اگر تم اپنے آپکو پہچانتے تو مخلوق کی طرف مشغول ہوتے
کیونکہ میں نے تم کو تمام مخلوقات میں سے اپنے مشاہدہ وخطاب کے لیے برگزیدہ کیا۔ تم نے میرا کلام نہیں سنا ولقد کرمنا بنی آدم۔ یہ خطاب
ان لوگوں کو عتاب ہے جو درگاہ سے دور پڑے ہیں۔ تو نہیں دیکھتا کہ جب کوئی بڑے مرتبہ والا اپنے خادم پر غصہ ہوتا ہی تو اسکا نام نہیں لیتا
ہے بلکہ کہتا ہے کہ او آدمی اور یہ نہیں کہتا کہ ای زید یا ای خالد اور اشارہ اسمین یہ ہے کہ اللہ تعالی نے امر معرفت اپنے بندوں کو پہچوایا کیونکہ
اسکے سوائے وہ غیر سے مشغول ہو رہے ہیں گویا ان کو اس خطاب کی زجر سے انکی غفلت سے متنبہ فرمایا یعنے ای عہد معرفت کے توڑنے والے تم مجھے
شرماتے نہیں ہو غیر سے مشغول ہو میرے غضب وعتاب سے ڈرو۔ اور بعض نے یا ایہا الناس کے اشارت میں کہا ای نادانی وفراموشی کی اولاد۔
اور ابن عطاؒ نے کہا یعنی ان لوگوں میں سے ہو جو آدمی ہیں اور آدمی وہ ہیں جنکو اسی سے الفت اور اسکے ماسوا سے وحشت ہے۔ اور
جعفرؒ نے فرمایا کہ ان آدمیوں میں سے ہو جاؤ جو واقعی آدمی ہیں۔ اور اس پاک پروردگار سے غافل مت ہو جسنے پہچوایا کہ تم وہ آدمی
ہو جس کی خلقت دست قدرت سے مخصوص طرز پر ہے کہ اسکی ہمت پست ہو بلکہ بلند درجہ پر چڑھے اور انتہا اسکی حق عزوجل ہو تم الی ربک
المنتہی۔ اور بلندی ہمت اس کی معرفتِ الہام سے ہے جو اسکے ساتھ مخصوص ہے آور بعض نے فرمایا کہ یا ایہا الناس خطاب عوام ہے اور
یا عبادی خطاب خاص ہے پھر خاص الخاص کا خطاب یا ایہا النبی اور یا ایہا الرسول ہے تو اتقوا ربکم۔ اللہ تعالی نے اپنی ذات سے انکو تحذیر دلائی۔
اسمیں اشارہ ہے کہ اسکی طرف جانے میں جبکا سر باطنی کچھ جھکا وہ اسکی عزت پاک سے محروم ہوا مانند قولہ ویحذرکم اللہ نفسہ آور بعض نے فرمایا کہ جملہ
مخالفات کو ترک کرے۔ اور بعض نے کہا اجتناب از ہر ماسوی حق عزوجل تقوی ہے واسطیؒ نے کہا تقوی چار وجہ پر ہے عوام کو تقوی شرک
خواص کو تقوی معاصی۔ اولیا رخاص کو تقوی توسل بافعال انبیا کو تقوی از او تعالی باو تعالی قولہ تعالی الذی خلقکم من نفس واحدۃ اللہ تعالی نے
رمز سے اس آیت میں اپنے حکم ومشیت وغیرہ افعال صفات قدیم کو ذکر فرمایا کیونکہ او تعالی نے جب پیدایش مخلوق کو چاہا تاکہ الوہیت کا اس کو
عارف کرے اور چاہا کہ محبت ازلیہ کے انوار قلوب وارواح میں رکھے تو ذات سے صفات پر اور صفات سے افعال پر تجلی کی اور ایک چیز یعنی امر
میں علم وحکمت وقدرت کو جمع کیا پس ارادہ متعلق بامر ہوا پھر امر میں بکاف ونون قدم سے عدم کیطرف نظر کی پس ایک جوہر بسیط ظاہر ہوا
جسمیں اجسام وارواح وجواہر واعراض سب مجموع تھے پھر اسپر ہیبت وعظمت وجود کی نظر فرمائی پس اس سے عرش سے تحت الثری تک جو چیزیں اسکے
خواتیم افعال میں جس صورت ونقش سے اسکے سابق علم میں تھیں موجود ہوئیں۔ اور یہ سب جس سے سب چیزیں موجود ہوئیں حضرت محمد صلوات اللہ
وسلامہ علیہ ہیں پھر ارواح واشباح وانوار واسرار کو قبضہ عزت میں جمع کیا اور طینت آدم کو چالیس روز میں صبح ازل ابد سے خمیر فرمایا یہانتک
کہ اسکو اپنے خلق وروح سے پیدا کیا چنانچہ فرمایا خلقت بیدی اور نفخت فیہ من روحی پس دست قدرت ازل وابد کے فیض سے اسمین قدس
قدیم بہمہ اسما وصفات وافعال ظاہر ہوا پس اسکو بصورت ملک آراستہ کیا پھر اس سے اولین وآخرین جو مجمل اسرار قدیم ہیں شاخوں کی طرح نکلنا شروع ہوے
اور یہی صورت عین الجمع ہے جس سے حق عزوجل نے اوصاف قدیم کو ظاہر فرمایا ہے تو نہیں دیکھتا کہ آنحضرت صلعم نے متشابہات میں کیونکر فرمایا کہ ان اللہ
خلق آدم علی صورتہ قولہ وخلق منہا زوجہا وبث منہما رجالا کثیرا ونساء پہلے تو قولہ خلقکم من نفس واحدۃ کے مقام عین الجمع سے خبر دی پھر اس
قول سے مقام تفرقہ کی خبر دی۔ اور جن چیزوں کی طرف میں نے اشارہ کیا ہمیں سے بعض کو استاذ الاساتذہ شیخ التمکین عمرو بن عثمان مکیؒ نے

بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کو پیدا کیا اور اسکو اطراف واکناف وابتدا وانتہا واول وآخر وسفل واعلیٰ سے بنظم واحد مہیا کردیا اور ایسا کیا کہ اسمین خلل وتفاوت کچھ نہین اسکو اپنی تدبیر سے محکم کردیا اور اپنی حد تقدیر پر مقدر کیا اگرچہ اسکے اجزا بلحاظ تفرقہ اجسام وہیأت وتخطیط وتصویر کے اور بلحاظ تفرقہ اماکن کے مختلف ہین اور جملہ مصالح سے راست کیا پس مرتبہ ایجاد وتقدیر وتفصیل بحسن تدبیر موجود ہوا اور خلقت آدمؑ سے قدرت کا اظہار کیا پھر اسکی اولاد کو پھیلایا جنمین قدرت ومشیت کی تدبیرین چھپی ہین استادؒ نے فرمایا فاتقوا الارحام ان تقطعوها یعنی پرہیز کرو ارحام سے اور قطع ارحام سے سو جسنے رحم قطع کیا وہ خود قطع ہوا اور جسنے ملایا وہ ملایا گیا شیخ نے لکھا اور جب بندہ ابتدا مین اللہ تعالیٰ کی یاد اور نگاہبانی پر نظر رکھتا ہے تو انتہا مین اللہ تعالیٰ اسکی حفاظت خود فرماتا ہے قال المترجم معنی یہ ہین کہ ابتدا حال مین بندہ بتکلف سے ہر بات مین اللہ تعالیٰ کی یاد رکھتا ہے پھر جب وہ خودی سے خلع اور فنا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو حفظ قدرت مین محفوظ فرماتا ہے کہ اس سے کوئی حرکت خلاف شرع وراہ مستقیم صادر نہین ہوتی ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم شیخ نے یہ دلیل پیش کی کہ دیکھو حضرت صلعم نے ابن عباس کو فرمایا یا غلام احفظ اللہ یحفظک - یعنے اے لڑکے تو اللہ تعالیٰ کو حفظ دیا درکھ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرماوے گا کما فی ؤ تیح البخاری) اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفظ کرنے کے معنی یہ ہین کہ اس کو گناہ وخطا سے محفوظ رکھے اور اسکے واسطے نعم الوکیل ہو جاوے یعنے اسکے نفس کے حوالہ نہ کرے اقول قد قال تعالیٰ ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ الآیۃ - ابن عطاؒ نے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ ان اللہ کان علیکم رقیبا - یعنے جو کچھ تو اپنے سر باطنی مین پوشیدہ کرے اور جو خطرات پوشیدہ رکھے سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے پس تو ہوشیاری سے نگاہ رکھ اس ذات پاک کو جو تجھپر رقیب ہے

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ

اور دیدو یتیمون کو انکے مال اور مت بدل لو گندے کو ستھرے سے اور مت کھاؤ انکے مالون کو

اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا

اپنے مالون کے ساتھ یہ بڑا وبال ہے اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کر وگے یتیم لڑکیون کے حق مین تو نکاح مین لاؤ

مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا

جو تم کو خوش آوین عورتون مین سے دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ برابری نہ رکھوگے

فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝ وَاٰتُوا النِّسَاۗءَ

تو ایک ہی یا جو تمھارے ہاتھ کے مال ہین ملتی بات ہے کہ جھک نہ پڑو اور دیدو عورتون کو

صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْۗـــًٔـا مَّرِيْۗـــــًٔـا ۝

انکے مہر خوشی سے پھر اگر وہ چھوڑین تم کو مہر مین سے کچھ دل خوشی سے تو اس کو کھاؤ رچا بچا

ونزل فی یتیم طلب من ولیہ مالہ فمنعہ - یہ کلام ایک یتیم کے حق مین اترا جسنے اپنے ولی سے اپنا مال مانگا تھا اسنے دینے سے انکار کیا چنانچہ محی السنۃ نے معالم مین ذکر کیا کہ ایک مرد غطفان کے پاس اسکے یتیم بھتیجے کا مال کثیر تھا اسنے بعد بلوغ کے طلب کیا اور چچا نے دینے سے انکار کیا پھر دونون نے نبی صلعم سے مرافعہ کیا تب یہ آیت اتری پس مرد مذکور نے اطاعت اللہ تعالیٰ ورسول صلعم قبول کی اور حوب کبیر یعنے گناہ کبیر سے پناہ مانگی اور سب مال اپنے بھتیجے کو دیدیا اسنے لے کر سب خیرات کردیا۔ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ثواب پورا ہوا اور گناہ رہا

پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس نوجوان کو ثواب ملا اور اسکے باپ پر گناہ باقی رہا۔ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى ۔ الصغار الاولی بلا البلوغ یعنی یتامی جمع یتیم کی یعنے صغیر بچہ جنکے باپ نہو۔ اور اوّل اسم موصول جمع مذکر بروزن علی اور لاب لہم اسکا صلہ ہے اور صحیح ہوا کہ بعد پندرہ برس کے یتیم نہیں پس اس سن تک بے باپ کے لڑکی لڑکا یتیم کہلاتا ہے۔ اَمْوَالَهُمْ ۔ اذا بلغوا ۔ اور دیدو یتیموں کو انکے مال جبکہ بالغ ہوں یہ خطاب یتیم کے ولی ووصی کو ہے اور دینے کے وقت وہ بالغ ہو چکا لیکن پہلے یتیم تھا تو اب اسپر یتیم کا اطلاق باعتبار سابق ہے یا بنا بر اصل لغت ہے کیونکہ دینے کے وقت وہ شرعاً یتیم نہیں ہے۔ اور مفسرؒ نے اذا بلغوا کی قید سے یتامی کو حقیقی معنے پر رکھا یعنی عام طور پر یہ حکم دیا گیا کہ جو یتیم ہے اسکو اسکا مال دیدینا جب وہ بالغ ہو لیکن حذف قید لازم آویگا لہذا مترجمؒ نے موافق دیگر مفسرین کے تقریر کی پھر شافعیہ وغیرہ کے نزدیک یہاں ایک قید دیگر معتبر ہے یعنی رشد ظاہر ہونا کما قال تعالیٰ فان اٰنستم منہم رشدا فادفعوا الیہم اموالہم الآیہ۔ کذا قیل ۔ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ ۔ الحرام ۔ خبیث سے مراد حرام ہے۔ بِالطَّيِّبِ ۔ الحلال ۔ ای لا تاخذوہ بدلہ کما تفعلون من اخذ الجید من مال الیتیم وجعل الردی من مالکم مکانہ۔ طیب سے مراد حلال ہے (اور معنے یہ کہ) مت لو حرام کو بدلے حلال کے ف جیسے تم کرتے ہو کہ مال یتیم میں سے کھرے درم یا موٹی بکری لے لیتے ہو اور کھوٹے درم یا دُبلی بکری اسکی جگہ دیتے ہو کما روی عن سعید بن المسیب والزہری والنخعی والضحاک والسدی اور مفسرؒ نے مثال سے اشارہ کیا کہ حلال کے بدلے حرام لینا مطلقاً منع ہے جیسا کہ سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ لوگوں کے مال سے حرام کو مت بدلو اپنے حلال مال سے۔ اور ابو صالحؒ نے کہا کہ رزق حرام پر جلدی مت کر یہانتک کہ تیرے پاس رزق حلال آوے جو تیرے واسطے مقدر ہے مترجمؒ کہتا ہے کہ نہیں سے کہا گیا کہ جو اعلان سے سود کھاتا ہے حالانکہ اسکے نزدیک میں حرام ہے یا مانند اسکے کمائی اسکی حرام ہے جیسے کسبیان وکاہن ورمال وغیرہ انکے مال سے معاوضہ کرنا مکروہ تحریمی ہے واللہ اعلم ۔ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ ۔ مضمومۃ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ بعض نے کہا کہ الی بمعنے مع ہے ای مع اموالکم اور معنے یہ کہ وہ انکے اموال کو ملا کر اپنے مالوں میں مت کھاؤ" اگر کہا جاوے کہ مال یتیم کھانے کی ممانعت اسطرح نکلی کہ اپنے مال سے ملا کر مت کھاؤ پس بدون ملائے اکیلے کھانا جائز رہا تو جواب یہ ہے کہ حنفیہ رحمہم اللہ پر وارد ہی نہیں ہوتا اس لیے کہ یہ مفہوم مخالف ہے جسکے وہ قائل نہیں ہیں اور حق یہ ہے کہ شافعیہ پر بھی وارد نہیں ہے اسوجہ سے کہ شرط مفہوم مخالف پائی نہیں جاتی کیونکہ یہاں وہ اشنع ہے تامل ۔ اِنَّهٗ ۔ ای کلہا ۔ اسطرح یتیم کے مال کھانا ۔ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۔ ذنبا عظیما ۔ گناہ کبیرہ ہے اسی سے کہا گیا کہ سمجھا گیا گناہ کبائر کے یتیم کا مال ناحق کھانا ۔ ولما نزلت تحرجوا من ولایۃ الیتامی ۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں کو یتیموں کے ولی بننے میں تنگی حرج لاحق ہوا تب وہ آیت اُتری جو سورۂ بقرہ میں گذری ہے ای قولہ وان تخالطوہم فاخوانکم الآیہ۔ مگر یہاں اللہ تعالیٰ نے اُنکے عذر حرج پر گرفت فرمائی کہ کثیر عورتوں سے نکاح کرکے تمیز کچھ حرج لاحق نہیں ہوتا ہے چنانچہ مفسرؒ نے ذکر کیا وکان فیہم من تحتہ العشر او الثمان من الازواج ولا یعدل بینہن فنزلت ۔ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا ۔ تعدلوا ۔ فِي الْيَتٰمٰى ۔ فتحرجتم من امرہم فخافوا ایضا الا تعدلوا بین النساء اذا نکحتموہن ۔ یعنی حال یہ تھا کہ یتیموں کے اولیا میں سے کوئی کوئی ایسا شخص بھی تھا جسکی تحت میں دس یا آٹھ جورؤیں تھیں اور انمیں عدل نہیں کرتا یعنی اونکے روز کی باری سب میں برابر نہیں رکھتا یا نان نفقہ وغیرہ سب چیزوں میں برابری نہیں رکھتا تھا تب نازل ہوا یہ حکم فان خفتم تا آخر (المعنے) اگر تم نے خوف کیا کہ عدل نہ کرسکو گے یتیموں کے بارہ میں (چنانچہ تم نے انکے بارہ میں عذر حرج ظاہر کیا) تو اسمیں بھی خوف کرو کہ عورتوں میں عدل نہ کرسکو گے (جب تم اُنکو نکاح میں لاؤ) ف اور مراد خوف سے اہل تحقیق کے نزدیک گمان غالب ہے۔ پس اگر کسی شخص کو غالب گمان ہو کہ عورتوں سے شرعی اعتدال کا برتاؤ نہ کرسکیگا تو اسکو چاہیے کہ نکاح نہ کرے اور علمائے نے کہا کہ اسمیں چند عورتوں کی شرط نہیں ہے

بلکہ ایک عورت سے بھی عدل نہ کر سکے تو نکاح کرنا مکروہ ہے بلکہ جواز بلکہ سنت اسی حد تک ہے کہ عدل کرنیکا اسکو یقین ہو لہذا فرمایا۔ فَانْكِحُوا
تزوجوا۔ مَا بمعنے من آور عرب کے لوگ ما و من کو ایک دوسرے کی جگہ لاتے ہیں وقال تعالی والسماء وما بناہا۔ اور فرمایا فمنہم من یمشی
علی بطنہ۔ یعنی جیسے سانپ وغیرہ پس اسپر من کا اطلاق کیا۔ طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۤءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ۔ ای
اثنین اثنین وثلاثا ثلاثا واربعا اربعا۔ ولا تزیدوا علی ذلک پس نکاح میں لاؤ عورتیں یعنے ایک سے زیادہ کی عورتیں اسقدر نکاح
میں لاؤ کہ وہ تمہارے واسطے خوشگوار ہوں دو دو اور تین تین اور چار چار اور ایک عورت کا نکاح تو شروع و معلوم تھا صرف زیادہ میں باری
کے ساتھ عدل کرنے میں حرج کا شبہہ تھا تو اسکا حکم بیان کر دیا پس اس مقدار سے زیادت کرو۔ قال المترجم جسطرح مفسر رح نے بیان
ذکر فرمایا ایسا بعض دیگر مفسرین نے بھی ذکر کیا اور حاصل کلام آنکہ اے یتیموں کے ولی و وصی تمکو حکم دیا جاتا ہے کہ جب یتیم بالغ ہو جاویں تو انکو انکا مال جیسا
تھا پورا دیدو اور جو تمنے تجارت وغیرہ سے اسکو بڑھایا یا جانوروں کے بچہ وغیرہ ہو کر بڑھا ہے سب دیدو اور یہ مت کرنا کہ انمیں سے کھرا عمدہ لیکر
بجائے اسکے خراب و کھوٹا اپنا مال ملا دو کہ یہ حرام کھانا ہوگا۔ (اُسوقت دو کہ انمیں صلاحیت اور نیک چلنی دیکھ لو) اور گواہ کر لو اور جبتک یتیم
ہیں تب تک انکے مال اپنے ساتھ ملا کر مت کھاؤ کیونکہ یہ کبیرہ گناہ ہے پھر اگر تم کو اس معاملہ میں احتیاط و عدل کرنا گران ہو اور حرج دیکھتے ہو اور
خوف ہے کہ انصاف نہو سکیگا تو آٹھ دس عورتیں رکھنے میں بھی انصاف نہونیکا خوف کرو پس چاہیے کہ ہر ایک مرد دو عورتیں یا اگر زیادہ چاہے
تو تین تین یا اگر اس سے بھی زیادہ چاہے تو چار نکاح میں لادے اور اس سے زیادہ مت بڑھاؤ۔ قال المترجم اور اکثر مفسرین نے قولہ وان
خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامی کو ان لڑکیوں یتیم کے بارہ میں کہا جنسے وہی شخص نکاح بھی چاہتا ہے جسکی پرورش میں ہیں مثلا زید کا چچا مر گیا
اور ایک لڑکی چھوڑی جو زید کی پرورش میں صرف اسطرح ہے کہ یہ اسکا ولی ہے یہ اُس سے نکاح چاہتا ہے پس کم مہر پر نکاح میں لاتے تھے
اور اسطرح اسکا مال بھی مل جاتا تو اللہ عزوجل نے اسکو عیب میں شمار فرما کر حکم دیا کہ وآتوا الیتامی اموالہم یعنی اے ولی و وصی لوگو تمپر فرض
ہے کہ یتیم جب بالغ ہوں تو انکا مال سب انکو دیدو اور جب تک یتیم ہیں انکے مال سے تجارت کر کے انکے لیے بڑھاؤ تاکہ خرچ میں جاتا نہ رہے اور
ہرگز اپنے مال میں ملا کر بھی انکا مال نہ کھاؤ یعنے یہ قصد مت کرو چنانچہ سورہ بقرہ کی آیت میں اپنے میل میں رکھنے کی اجازت مذکور ہو چکی ہے پس
مراد یہی کہ مال تنہا تو کیا ذکر ہے ملا کر کھانے کا قصد مت کرو کہ یہ کبیرہ گناہ ہے اور نہ انکے مال سے اچھا کھرا لیکر خراب برا داخل کر دو کہ یہ حرام
ہے اور یتیمہ سے نکاح کر لینے میں تو مضائقہ نہیں لیکن پورے انصاف سے اور اگر تم کو خوف ہو کہ یتیمہ سے نکاح کر لینے میں عدل نکر سکو گے
تو اسکے سوا اور بہت عورتیں ہیں انمیں سے تمکو چار تک مباح ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہ ارتباط جید ہے اور بخاری نے حضرت عائشہ رض سے
روایت کی کہ ایک مرد کی ولایت میں ایک یتیمہ عورت تھی پس اُس سے نکاح کیا اور اس عورت کا ایک باغ خرما نہایت عمدہ تھا اسکی طرف سے
یہی مرد اسکی پرداخت کرتا تھا اور خود اسکا نہ تھا پس اسکے حق میں نازل ہوا قولہ تعالی وان خفتم ان لا تقسطوا۔ اور عروہ بن الزبیر رض کہتے
ہیں کہ مجھے خیال آتا ہے کہ میری خالہ حضرت عائشہ رض نے یوں کہا تھا کہ یہ عورت اس مرد کے ہاں باغ و مال میں شریک تھی شیخ ابن کثیر رح نے
کہا کہ امام بخاری رح نے عروہ بن الزبیر رض سے روایت کی کہ میں نے عائشہ رض سے قولہ تعالی وان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامی الآیہ۔ کی تفسیر پوچھی تو
فرمایا کہ اے میری بہن کے لڑکے یہ ایسی یتیمہ عورت کے حق میں ہے جو اپنے ولی کی پرورش میں ہو اور اسکے ساتھ مال میں شریک ہو اور
اپنے مال و جمال کی وجہ سے اسکو خوش آتی ہو چاہتا ہو کہ اس سے نکاح کرے بدون اسکے کہ اسکو اسکا پورا مہر جو کوئی غیر مرد دیتا ہو دے،
دیوے پس اللہ عزوجل نے ولی مردوں کو منع فرمایا کہ ایسی یتیمہ عورتوں سے اسطرح نکاح کریں بلکہ اگر چاہیں تو اسکا پورا مہر اعلی دیکر نکاح کریں

پس حکم دیا گیا کہ اگر ایسا نہ کرسکیں توان عورتون کے سوا اور عورتین بہت ہین جو خوش آوین اُنسے نکاح کرلین پھر حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اس آیت کے بعد لوگون نے رسول اللہ صلعم سے استفتاء طلب کیا تب نازل ہوا قولہ تعالیٰ ویستفتونک فی النساء الآیہ ۔ اور عائشہؓ نے فرمایا کہ دوسری آیت مین اللہ عزوجل نے فرمایا ۔ وترغبون ان تنکحوھن الآیہ ۔ یعنی کوئی تم مین سے اپنی پرورش کی یتیمہ عورت سے بے رغبت ہوتا ہو جبکہ اُسکا مال وجمال کم ہو پس منع فرمایا کہ جب وہ مال وجمال والی ہو تب بھی اس سے نکاح نکرین مگر اس طور سے کہ اسکا کامل پورا مہر دین بجہت اسکے کہ جب کم مال وجمال والی ہوتی ہو تب تو اس سے بے رغبتی کرتے ہین مترجم کہتا ہو کہ خلط وخبط اقوال پریشان طویل چھوڑ کر مترجم نے اس تفسیر جید صحیح قوی پر اقتصار کیا ۔ اب یہان یہ بیان باقی رہا کہ اس آیت کریمہ مین چار ہی عورتون پر حصر کیونکر ثابت ہوا اور شیخ مفسرؒ نے کچھ بیان نہ فرمایا پس واضح ہو کہ مثنیٰ وثلٰث ورباع ۔ الفاظ معدولہ ہین اور کوفیون وابواسحٰق کے نزدیک نہین قیاس جاری ہوسکتا ہو اور اصح یہ ہو کہ ان مین قیاس کو دخل نہین بلکہ جہانتک سنے گئے ہین انہین پر مقصور ہو اور یہی بصریین کا قول ہو پھر مسموع گیارہ لفظ ہین ۔ احاد ۔ موحد ۔ ثناء ۔ مثنیٰ ۔ ثلاث ۔ مثلث ۔ رباع ۔ مربع ۔ مخمس ۔ عشار ۔ معشر ۔ اور سوائے انکے خماس وغیرہ کوئی مسموع نہین ہین اور جمہور نحویین کے نزدیک غیر منصرف آتے ہین ۔ پس مثنیٰ وثلٰث ورباع کے معنے دو دو ۔ اور تین تین اور چار چار ہین **قال البیضاویؒ** اس تکریر یعنی دو دو وغیرہ فرمانے مین ہر ایسے نکاح کرنے والے کو جو جمع کرنا چاہتا ہو یہ اجازت ہو کہ عدد مذکورہ مین سے جو چاہے لے خواہ سب ایک والے بالاتفاق دو ہی دو یا باختلاف کوئی دو اور کوئی تین اور کوئی چار نکاح مین لاوے جیسے کوئی کہے کہ اس توڑے کے درمونکو دو دو یا تین تین یا چار چار تقسیم کرلو پس تکریر مین تفریق وتوزیع کلی اور اگر تکریر نہوتی بلکہ مفرد اثنین وثلاث واربع ہوتے تو خلاف مقصود یہ معنے پیدا ہوتے کہ ان اعداد کو جمع کرلو جو نو ہوتے ہین ۔ اور اسیواسطے لفظ واو سے فرمایا تاکہ یہ اختیار رہے کہ کوئی دو نکاح مین لاوے اور کوئی تین اور کوئی چار تک اور اگر لفظ او ہوتا تو یہ بات ممتنع ہو جاتی اسواسطے کہ وہ تو دو امر مین سے ایک ہی کے واسطے ہوتا ہو پس تمام امت جنکو خطاب ہو سب کے سب یا تو اتفاق کرکے دو لیتے یا تین یا چار کیونکہ ان سب مین سے ایک ہی لے سکتے تھے **قال المترجم** یہان ایک مقدمہ دیگر ضروری ہو وہ یہ کہ اہل ایمان جو شرع پر مامور ومکلف ہین وہ تمام مخلوق مین سے جس چیز مین تصرف کرنے کے لیے حکم دیے گئے ہین شرع کی اجازت تک مختار ہین اگرچہ غیر مامور ہین انکو صلی اباحت حاصل ہو پس عورتون مین نکاح سے تصرف کی اجازت مین چار چار تک حکم ہوا پس زیادت روا نہوگی جیسے مال کا مالک کہے کہ تم لوگ اس توڑے کو دو دو یا تین تین یا چار چار کرکے ایکبار لے لو تو اسی حکم پر مقصور رہوگا کہ انہین سے انتہائے درجہ چار چار سب لین اور باقی چھوڑ دینگے یہ نہین ہوسکتا کہ دس دس کرکے تمام مال ختم کردین ۔ اور بعض اہل تفسیر نے اعتراض کیا کہ یہ حکم جب مسلم ہو کہ مال معین ہو مثلاً اس توڑے مین سے یا ان ہزار درم مین سے تو یہی حکم ہو اور اگر مطلقاً ہو مثلاً کہا کہ درمون کو باہم بانٹو یعنی جو کچھ کماؤ تو یہ معنی نہین ہوتے ہین اور آیت کریمہ اسی قبیل سے ہو از قبیل اول نہین ہو اور مترجم کہتا ہو کہ یہ دو وجہ سے خطا ہو اول آنکہ معترض نے تمام مال تقسیم کرلینا مبحث قرار دیا حالانکہ مین نے اوپر لکھا کہ یہ مقصد نہین ہو بلکہ غرض یہ کہ دو یا تین یا چار نہین سے کسی تعداد پر ایکبار لیلو اور باقی چھوڑ دو پس نہین اعتراض کو دخل نہین اور دوم آنکہ آیت مین عورتین مانند درمون کے ہین کہ ہر ایک متعین نہین علاوہ برین اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب معلوم معین ہین پھر مترجم کہتا ہو کہ بعضے اہل تفسیر نے دوسری آیت سے معارضہ کیا کہ قولہ تعالےٰ جاعل الملائکۃ رسلًا اولی اجنحۃ مثنیٰ وثلٰث ورباع مین بالاتفاق قائل ہو کہ فرشتون کے بازو فقط چار ہی نہین ہین مترجم کہتا ہو کہ یہ بھی میری تقریر پر وارد نہین ہوتا کیونکہ یہان فقط اخبار ہو اور انشا نہین یعنی آیت مین تو تصرف مباح کا بیان ہو کہ یہانتک تصرف روا ہو اور یہان خبر دی کہ فرشتے ایسے ایسے پیدا کیے پھر کہان لیدر کہان وہ

بالجملہ حاصل یہ ہے کہ خطاب جمیع امت کو ہے اور تمام عورتیں انکے لیے محل تصرف اسطرح قرار دی گئیں کہ جو عورتیں جس مرد پر مباح ہیں انمیں سے تصرف نکاح کے واسطے در صورتیکہ جمع کا ارادہ کرے اجازت ہے کہ دو دو جمع کرے یا تین تین یا چار چار۔ اور اس سے زیادہ کی اجازت ثابت نہیں ہوئی اور آخر میں جو فرمایا۔ فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ۔ تو یہ اس صورت میں کہ جمع کا ارادہ نہو پس ذکر پر تنویع و توزیع ایک صورت میں ہے اور واحدہ دوسری صورت میں ہے پس جو بعض نے زعم کیا کہ خطاب جمع بمنزلہ خطاب واحد ہے بدلیل آخر آیت تو یہ پہلی ہی جہالت پر مبنی ہے جسمیں نا دل متنبہ کیا اور ایسے شخص سے عجب نہیں جو اس امر کا قائل ہو کہ چار سے زیادہ نو تک سے نکاح کرنا مباح ثابت ہوتا ہے اور اگر خوف طوالت نہوتا جسکی یہان گنجائش نہیں ہے تو مین مفصل نقل کرکے آداب بحث سے جواب دیتا کیونکہ خرق اجماع بڑا مفسدہ ہے اللہ تعالی اپنی راہ مستقیم کی ہدایت پر رکھے اور سنت نبی صلعم پر قائم رکھے اور واضح رہے کہ چار سے زیادہ نکاح مین ایک وقت جمع کرنا حقیقتہً یا حکمًا جائز نہیں ہے اور اہل ایمان کسی مفسد کے شبہہ مین نہ پڑین جیسے بعض فرقہ شیعہ قائل ہین کیونکہ آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ چار سے زیادہ مباح نہین جیسا کہ بیان ہوا اور محی السنہ نے معالم مین کہا کہ یہ اجماع ہے کہ امت مین سے کسی فرد کو روا نہین کہ چار سے زیادہ ایک وقت مین نکاح سے جمع کرلے اور زیادہ کا جمع کرنا فقط نبی صلعم کے واسطے مخصوص تھا اس مین آپ کے ساتھ اُمت مین سے کسی فرد بشر کو مشارکت نہین ہے اور شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ چار ہی عورتون پر مقصور ہونا اس آیت سے ثابت ہے جیسا کہ ابن عباس و جمہور علما نے فرمایا ہے کیونکہ یہ مقام تو مقام امتنان و اباحت ہے اگر چار سے زیادہ جمع کرنا جائز ہوتا تو ضرور بیان فرما دیا جاتا اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ سنت رسول اللہ صلعم جو اللہ عزوجل کی طرف سے مبین ہے دلالت کرتی ہے کہ سوائے رسول اللہ صلعم کے اور کسی کو چار سے زیادہ جمع کرنا روا نہین ہے اور یہ جو امام شافعی رح نے فرمایا ایسا قول ہے کہ اسپر تمام علمائے سلف و خلف نے اجماع کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ کتاب اللہ تعالی اور اجماع امت سے تو ثابت ہوا کہ چار سے زیادہ جمع کرنا مباح نہین ہے اب احادیث سننا چاہیے۔ قیس بن الحارث رض کی تحت مین آٹھ عورتین تھین پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تو چار رکھ لے اور چار چھوڑ دے پس قیس رض نے جن عورتون سے اُنکی اولاد نہوئی تھی کہنا شروع کیا کہ اے فلانہ تو پیٹھ پھیر جا اور جس سے اولاد ہوئی تھی کہا کہ اے فلانہ تو ادھر آ۔ کذا ذکرہ فی المعالم۔ اور ابن ماجہ و نحاس نے قیس بن الحارث سے روایت کی کہ مین مسلمان ہوا اور میرے تحت مین آٹھ عورتین تھین۔ مین نے نبی صلعم کے پاس حاضر ہو کر آپ کو خبر دی آپ نے فرمایا کہ چار چھانٹ لے اور باقی سب کی راہ چھوڑ دے مین نے ایسا ہی کیا و رواہ ابوداؤد ایضًا شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ امام احمد رح نے مسند مین کہا کہ۔ حدثنا اسمٰعیل و محمد بن جعفر قالا حدثنا معمر عن الزہری۔ قال ابن جعفر فی حدیثہ انبانا ابن شہاب عن سالم عن ابیہ (یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کہ غیلان بن سلمۃ الثقفی مسلمان ہوا اور اُسکے تحت مین دس عورتین تھین پس نبی صلعم نے اُس سے کہا کہ اُنمین سے چار کو پسند کرلے پھر جب حضرت عمر رض کی خلافت کا زمانہ ہوا تو اُسنے اپنی ان چار عورتون کو بھی طلاق دیکر اپنا تمام مال اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کر دیا پس عمر رض کو یہ خبر ہوئی آپ نے فرمایا کہ میرا گمان ہے کہ شیطان جن باتون کو چوری سے کان لگا کر سن آتا ہے وہ تیرے مرنے کی خبر سن آیا اور تیرے دل مین ڈالدیا اور شاید تو زندہ نہ رہیگا مگر تھوڑے دنون اور قسم ہے اللہ تعالی کی کہ یا تو اپنی عورتون سے رجعت کر اور اپنا مال بھی سب واپس کر ورنہ مین تو ان عورتون کو تجھسے ضرور میراث دلاؤنگا اور ضرور حکم کرونگا کہ تیری قبر کو سنگسار کیا جاوے جیسے قبر ابو رغال کی سنگسار کی گئی۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اس روایت کے راوی سب ثقہ ہین اور بخاری و مسلم کی شرط پر ہے اور اس روایت کو تا قولہ چار کو پسند کرلے۔ امام شافعی و ترمذی و ابن ماجہ و دارقطنی و بیہقی و ابن ابی شیبہ وغیرہم نے روایت کیا ہے و قد رواہ عبدالرزاق عن معمر عن الزہری مرسلا و کذا مالک عن الزہری مرسلا اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ و قد روی

من طرق عن اسمعیل بن علیه وغندر و یزید بن زریع وسعید بن ابی عروبه وسفیان الثوری وعیسی بن یونس وعبدالرحمن بن مخلد والفضل بن موسی وغیرہم
من الحفاظ الثقات وقد توبع معمر والزہری ایضا فی روایۃ البیہقی من طریق النسائی لسیار بن مخشر عن ایوب عن نافع وسالم عن ابن عمر ہکذا رواہ
النسائی وقال ابوعلی بن السکن تفرد بہ سیار بن مخشر وہو ثقۃ وکذا وثقہ ابن معین - مترجم کہتا ہے کہ تلخیص کلام الحافظ ابن کثیرؒ یہ ہے فرمایا کہ یہ
دلیل ہے کہ اگر چار سے زائد جائز ہوتیں تو رسول اللہ صلعم اس کے واسطے سب دس کو روا رکھتے حالانکہ سب کے سب اس کے ساتھ مسلمان ہو گئی تھیں
جیسا کہ بیہقی ونسائی کی روایت میں تصریح ہے - اور نوفل بن معاویہ الدیلی سے روایت ہے کہ میں مسلمان ہوا اور میرے تحت میں پانچ عورتیں تھیں پس
رسول اللہ صلعم نے مجھسے فرمایا کہ چار رکھ لے اور ایک چھوڑ دے رواہ الشافعی پھر یہ چار کا جواز جمع بھی اسوقت ہے کہ عدل انصاف رکھنے پر
گمان غالب ہو - فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا - فیہن بالنفقۃ والقسم - یعنی پھر اگر خوف کرو تم یہ کہ عدل نکر سکو گے ف ان عورتوں میں نفقہ
دینے میں اور باری رکھنے میں - فَوَاحِدَةً - انکحوا - تو ایک ہی کو نکاح میں لاؤ ف اشارہ کیا کہ واحدۃ کو نصب بنا بر نکحوا کا
مفعول ہے - أَوْ - اقتصروا علی - مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ - من الاماء - یا اقتصار کرو اسپر جسکے مالک ہوئے تمھارے داہنے ہاتھ ف
یعنے باندیوں پر جنکے تم مالک ہو - اگرچہ وہ کئی ہوں - اذ لیس لہن من الحقوق ما للزوجات - اسواسطے کہ مملوکہ باندیوں کے حقوق ویسے نہیں
جیسے نکاح کی ہوئی عورتوں کے ہیں اگر کہا جاوے کہ مفسرؒ نے انکحوا واحدۃً کیوں نہیں کہا تو جواب یہ ہے کہ واحدۃ انکحوا سے اشارہ کیا کہ ما ملکت کا
عطف واحدۃ پر نہیں تاکہ انکحوا ما ملکت ہو حالانکہ مملوکہ سے نکاح نہیں ہو سکتا وہ بدون نکاح روا ہے اور نیز انکحوا سے یہ حکم نہیں ہے کہ خوف کی
صورت میں ایک عورت سے نکاح ضرور کرو تاکہ واجب ہو بلکہ بیان جواز ہے خوف کرنے والے کے لیے کہ وہ ایک سے زیادہ نکاح میں نہیں لا سکتا
ہے - اور قسم بالفتح باری مقرر کرنا اور اسمیں دلالت ہے کہ اپنی مملوکہ باندیوں میں قسم واجب نہیں لیکن مستحب ہے - ذَٰلِكَ - ای نکاح الاربعۃ فقط
او الواحدۃ او التسری - یعنی ذلک سے اشارہ اس مضمون مذکور کی طرف ہے یعنی فقط چار سے نکاح کرنا یا ایک ہی پر اقتصار کرنا یا باندیوں کو تحت
تصرف میں لانا - أَدْنَىٰ - اقرب الی - نزدیک ہے طرف اس بات کے کہ - أَلَّا تَعُولُوا - تجوروا - تم جور نہ کرو - شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ زید
بن اسلمؒ وسفیان بن عیینہؒ وشافعیؒ نے الا تعولوا کی تفسیر میں کہا کہ ان لا تکثر عیالکم - یہ کہ تمھارے عیال بہت ہو جاویں اور یہ ماخوذ ہے قولہ تعالی
وان خفتم عیلۃ - سے اور عرب کہتے ہیں عال الرجل یعیل عیلۃ - جب کہ فقیر ہو جاوے اور ابن العربی وثعلبی وغیرہ نے کہا کہ کثرت عیال کے معنی میں اعال
ہے نہ عال یعنے از باب افعال نہ از باب ثلاثی مجرد - ابوحاتم لغوی نے کہا کہ شافعیؒ زبان عرب خوب جانتے تھے شاید عیال کے معنی انکو معلوم ہوے
ہونگے ولیکن شیخ ابن کثیرؒ نے اسپر اعتراض کیا کہ کثرت عیال کے معنی تسلیم بھی کیا جاوے تو نہیں بنتے ہیں اسواسطے کہ جیسے آزادہ عورتوں کی
کثرت سے اس امر کا خوف ہے ویسے ہی باندیوں کی کثرت سے بھی یہ خوف موجود ہے پس صحیح اسمیں جمہور کا قول ہے کہ ان لا تعولوا بمعنے ان لا
تجوروا ہے کما یقال عال فی الحکم اذا قسط وجار - اور یہی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اور ابن ابی حاتمؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ ومجاہدؒ وعکرمہؒ وحسن
وابومالک وابورزین ونخعی وشعبی وضحاک وعطاء وقتادہ وسدی ومقاتل سے ان لا تعولوا کے معنے ان لا تمیلوا مروی ہیں اور یہ معنے
حضرت عائشہؓ سے بھی مروی ہیں پس مراد وہ جور ہے یعنے میل نکرو طرف جور وظلم کے - اور ابن العربیؒ نے کہا کہ عال - ماضی کا صیغہ سات
معنے میں آتا ہے - مال - زاد - جار - افتقر - اثقل - قام بمعونۃ العیال یعنی عیال کی برداخت کی - غلب - غالب ہوا کما یقال عیل
صبری یعنی میرا صبر مغلوب ہو گیا - پس اکثر مفسرین کے نزدیک بمعنے جور ہے - وَآتُوا - اعطوا - یعنی دیدو - النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ
نِحْلَةً - جمع صدقۃ مہورہن - عورتوں کو صدقات ان کی خوشدلی سے - یہ جمع صدقہ کی ہے یعنی مہر انکے - وضع ہو کر صلہ کا بین

فرق یہ ہے کہ کابین سردست دینا ہوتا ہے اور وہ آخر زندگی تک ادا کر سکتا ہے۔ اور نحلہ مصدر بمعنی عطیہ بطیب النفس یعنی نحلہ بخوشی خاطر دینا اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ نحلہ مہر ہے اور عن عائشۃ ہی الفریضۃ ونحوہ عن قتادۃ ومقاتل وابن جریج ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ابن زیدؒ نے کہا کہ نحلہ کلام عرب میں واجب ہے اور مراد یہ کہ عورت سے نکاح نکرے مگر بعوض کسی چیز واجب کے اور سوائے نبی صلعم کے کوئی کسی عورت سے بلا مہر نکاح نہیں کر سکتا اور حاصل یہ کہ مرد پر واجب ہے کہ جورو کو اسکا مہر ضرور دے، اور خوشی خاطر سے دے جیسے نحلہ دیتے ہیں اور مترجم کہتا ہے کہ ائمہ حنفیہ رح کے نزدیک نکاح اگرچہ بلفظ ہبہ جائز ہے مگر مہر مثل واجب ہوگا اور تفصیل اسکی ترجمہ فتاوائے عالمگیری سے تلاش کرو اور قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ علماء کا اجماع ہے کہ شوہر پر جورو کا مہر واجب ہوتا ہے خواہ مہر مسمی یا مہر مثل اور نیز کہا کہ علما کا اجماع ہے کہ مہر کے زیادہ ہونے کی کوئی حد نہیں اور کم کی جانب اختلاف ہے قال المترجم چنانچہ شافعی سے روایت ہے کہ بیع میں جو مول ہو سکتا ہے وہ نکاح میں مہر ہو سکتا ہے اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک دس درم سے کم نہیں ہو سکتا۔ اور واضح ہو کہ جو لوگ حیثیت سے زائد مہر مقرر کرتے ہیں کہ اسکو ادا نہیں کر سکتے تو عاقبت میں انپر وبال ہوگا اگر دنیا میں عفو نہواس اس سے احتراز واجب ہے اور مہر میں سے جبراً لینا حرام و قبیح ہے۔ فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا ۔ تمیز محول عن الفاعل ای ان طابت انفسهن لکم عن شیء من الصداق فوہبنہ لکم یعنی نفسا جو تمیز واقع ہونے سے منصوب ہے فاعل سے تحویل کیا گیا یعنی در اصل طبن کا فاعل تھا ای اگر خوش ہوں نفس ان عورتوں کے تمہارے واسطے کچھ چیز دینے پر اس مہر میں سے جو تم نے انکو خوشی سے ادا کیا ہے پس یہ چیز مہر میں سے تم کو ہبہ کر دیں۔ فَكُلُوهُ هَنِيئًا ۔ طیبا۔ تو کھاؤ تم اس چیز کو کھانا پاکیزہ۔ مَّرِيئًا ۔ محمود العاقبۃ لاضرر فیہ علیکم فی الآخرۃ۔ جس کا انجام کار اچھا ہے آخرت میں تمپر اسکا کچھ ضرر نہیں ہے اگر کہا جاوے کہ مال ہبہ تو کھانا جائز معلوم ہے پھر کیا حکمت ہے کہ بیان فرمایا تو مفسرین نے جواب دیا نزل ردا علی من کرہ ذلک یعنی جس بندے نے اسکو اپنے وہم سے مکروہ سمجھا تھا اسکے رد کرنے کو نازل ہوا۔ اس سے ظاہر ہوا کلوہ کا امر واسطے وجوب کے نہیں بلکہ جواز کے واسطے ہے کیونکہ راوی اسکا جو مکروہ جانتا تھا بعض نے فرمایا کہ آتوا کا حکم عورت کے اولیاء کو ہے چنانچہ ابو صالح سے روایت ہے کہ حال یہ تھا کہ جب کوئی اپنی دختر کو بیاہ دیتا تو اسکا مہر خود لے لیتا اسکو نہیں لینے دیتا پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا و آتوا النساء صدقاتہن نحلۃ پس اس سے منع کر دیا رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ

اور مت دیدو بے عقلوں کو اپنے مال جو بنائے اللہ تعالے نے تمہارے واسطے گذران اور انکو اسمین کھلاؤ اور پہناؤ

وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝ وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُم

اور کہو انسے بات معقول اور سدھارتے رہو یتیموں کو جب تک پہونچیں نکاح کی عمر کو پھر اگر دیکھو ان میں

مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ۖ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَن

ہوشیاری تو حوالہ کرو انکے مال اور کھا نہ جاؤ انکو اڑا کر اور گھبرا کر کہ یہ

يَكْبَرُوا ۚ وَمَن كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۖ وَمَن كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ

بڑے نہ ہو جاویں اور جو کوئی غنی ہو تو چاہیے کہ بچتا رہے اور جو کوئی محتاج ہو تو کھاوے موافق دستور کے

فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ۝

پھر جب انکو حوالے کرو انکے مال تو شاہد کر لو ان لوگوں پر اور اللہ بس ہے حساب سمجھنے والا

وَلَا تُؤْتُوا - ایها الاولیاء - یعنی یہ خطاب اولیا کو ہی خواہ مجنون و بیوقوف وغیرہ مردون کے ولی ہون یا عورتون کے یا بچون کے جو بالغ نہین خواہ یتیم ہون یا نہون - السُّفَهَاءَ - المبذرین من الرجال والنساء والصبیان - یعنی ایسے بیوقوفون کو جو بے ڈھنگ مال برباد کرتے ہین مرد ہون یا عورتین یا نابالغ لڑکے لڑکیان - اور نہ دینے کے معنے یہ کہ انکو قابو مت دو اور سفہاء کی تفسیر مین سلف کے اقوال یہ ہین کہ ضحاک عن ابن عباس وہ تیرے بیٹے اور جورو ہین بے ڈھنگ ہین اور یہی قول حضرت ابن مسعود و حکم بن عتیبہ و حسن و ضحاک کا ہی - عن سعید بن جبیر وہ یتیم لڑکے لڑکیان اور مترجم کہتا ہی کہ اس قول پر مراد یہ کہ یتیمون کے مال انکے ہاتھ مت دو کہ برباد کرین پس اموالکم کے یہ معنے کہ انکے مال جو تمہارے پاس ہین نہ آنکہ اپنے ذاتی مال مت دو - عن مجاہد و عکرمہ و قتادہ - وہ عورتین ہین - اور ابو امامہ رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ عورتین سب سفیہ ہین سوا اسکے جو اپنی قیم یعنے کام درست کرنے والے کی اطاعت کرے رواہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ اور ابو ہریرہ رض سے ہی کہ وہ باندی غلام ہین رواہ ابن ابی حاتم - بالجملہ شاید مفسر رح نے اشارہ کیا کہ سفہاء کا لفظ ان سب کو شامل ہی لیکن کلام مابعد اسکو مساعد نہین - اَمْوَالَكُمُ - ای اموالهم التی فی ایدیکم - یعنی اموالکم مین اضافت ملک نہین بلکہ قبضہ ہی اہوا انکے مال جو تمہارے قبضہ مین امانت ہین - الحاصل ای اولیا تمہارے پاس جن یتیمون لڑکون یا لڑکیون وغیرہ کے اموال ہین تم ان اموال کو انہین سے احمقون کو مت دیدو کیونکہ ان اموال کو اللہ تعالی نے تمہارے سامان آخرت کا قوام کردیا ہی چنانچہ ان اموال کی صفت بیان کی اور احتیاط کے سبب کا اشارہ کیا کہ - الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا - مصدر قام ای تقوم بمعاشکم و صلاح اولادکم فیضیعوها فی غیر وجهها - یعنی اکثر کی قراءت مین قیاما بالف مصدر قام یقوم قیاما ہی یعنی جس سے تمہاری زندگی اور تمہاری اولاد کی درستی کا قیام ہی اور حاصل یہ کہ مت دو بیوقوفون کو ایسا مال کہ وہ اسکو بے راہ ضائع کرڈالین - وفی قراءۃ قیما جمع قیمۃ ما یقوم بہ الامتعۃ یعنی نافع و ابن عامر کی قراءت مین قیما بدون الف کے جمع قیمت ہی یعنے وہ چیز جس سے متاع کا اندازہ لگایا جاتا ہی - و متعہ جمع متاع ہی جس سے انسان زندگی مین نفع اٹھاتا ہی پھر وہ فنا ہوتی ہی اور معنے یہ کہ بیوقوفون کو اپنے وہ مال مت دو جنکو اللہ تعالی نے تمہاری زندگانی کے متعہ کے واسطے قیمت کردیا ہی - وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا - اطعموهم منها - اور کھانا دو انکو ان اموال مین سے - اشارہ کیا کہ فی بمعنے من ہی اور زمخشری نے اپنے معنی پر رکھا ہی ان اموال کو انکے رزق دینے کی جگہ بناؤ باینطور کہ تجارت کرکے اسکے نفع سے کھلاؤ اور معالم مین فرمایا کہ فیہا مین اشارہ ہی کہ انکو رزق کا محل تصرف بناؤ یہ مت سمجھو کہ رزق اس سے ہی بلکہ مقدر ہی اور یہ ان لوگون کے حق مین جنکا نان نفقہ اسپر واجب ہی الا آنکہ مراد فقط یتیم مکفول ہون - وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا - عدوهم عدة جميلة باعطائهم اموالهم اذا رشدوا اور انکو کپڑا دو اور انسے قول معروف کہو - قول معروف کہنے سے یہ مراد ہی کہ انکو بھلا وعدہ دو باینطور کہ یہ سب مال تمہارے ہین جب تم راہ پر آؤ ہم تم کو دیدینگے - اور علی بن ابی طلحہ رح نے ابن عباس رض سے تمام آیت کے معنی یہ روایت کیے کہ تو یہ مت کر کہ جو مال اللہ تعالے نے دیا اور تیری معیشت کیا ہی اسکو اپنی جورو یا دختر کو دیدے پھر تو انکا دست نگر ہو جاوے بلکہ اپنے پاس رکھ اور اسکو درست کر اور تو ہی انکے کھانے کپڑے کی خبرگیری کر - وَابْتَلُوا - اختبروا - امتحان کرو - الْيَتَامَى - قبل البلوغ فی دینهم و تصرفهم فی اموالهم - یتیمون کو انکے بالغ ہونے سے پہلے انکے دین کے معاملہ مین اور انکے اپنے مالون مین تصرف کرنے کے معاملہ مین - باینطور کہ اگر پیشہ ور کا بچہ ہی تو اپنے پیشہ مین ڈھنگ سے چلتا ہی یا نہین اور اگر زمیندار ہی تو اسمین انتظام اچھا کرتا ہی اور تاجر ہی تو تجارت مین کماتا ہی اور خطیب شافعی نے کہا کہ یہ امتحان قبل بلوغ کے ہی اور جس معاملہ کو وہ قرار دے وہ پورا نہوگا - یہ صرف امتحان ہی اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اس کو ایسی چیز دیدے جسمین وہ تصرف کرے

یہانتک کہ کھلے کہ اسکا نتیجہ کیا نکلا اور مدارک مین کہا کہ اسمین دلیل ہے کہ طفل عاقل کو تجارت کی اجازت دینا روا ہے اور اگر بدون اجازت
تجارت کے اسنے تصرف کیا تو اسکے ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۔ حتیٰ کہ جب یہ لوگ نکاح کو پہونچ جاوین ای
صاروا اہلاله بالاحتلام او السن و ہو استکمال خمس عشرۃ سنۃ عند الشافعی ۔ یعنی بلوغ نکاح سے حقیقی وصول نکاح نہین بلکہ مراد یہ کہ نکاح
کے لائق ہو جاوین خواہ باین طور کہ طفل یتیم کو احتلام ہو اور دختر یتیمہ کو حیض آوے یا سن بلوغ کو پہونچ جاوین اور وہ امام شافعیؒ کے نزدیک
پورے پندرہ برس ہین ۔ قال فی الکمالین اور یہی قول اوزاعی و ابن وہب و ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ کا ہے اور یہی ایک روایت امام ابو حنیفہؒ سے ہے
یہی صحیح ثابت از حدیث ابن عمرؓ و صحیحین اور اسی پر فتویٰ ہے اور دوسری روایت مین اٹھارہ برس ہین اور یہی قول سفیان ثوریؒ کا ہے اور امام مالک
و احمد و اسحاق و لیث بن سعد کے نزدیک زیر ناف کے کڑے بال جمنے پر ہے اور شافعیؒ نے کہا کہ ایسی باتون سے کافر کے حق مین بلوغ کا حکم
ہوگا مسلمان کے حق مین نہوگا قال المترجم وجہ یہ کہ مسلمان تو علاج سے ایسا کر لیتے ہین تاکہ بیت المال سے انکا حق مقرر ہو جاوے
اور کافر اس خوف سے نہین جمنے دیتے کہ انپر جزیہ مقرر ہوگا ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ سب کے حق مین بلوغ ہے کیونکہ یہ امر جبلی ہے اور
معالجہ کا احتمال بعید ہے اور امام احمد نے عطیہ قرظی سے روایت کی کہ جس روز بنو قریظہ بحکم سعد بن معاذ اپنے قلعہ سے ہتھیار ڈالکر نکلا اور سعدؓ نے جنکو
حکم بنایا تھا یہ حکم لگایا کہ انمین سے لڑنے والے یعنی بالغ قتل کیے جاوین اور نابالغ قید کیے جاوین یعنے لونڈی غلام بنائے جاوین تو حضرت صلعم
نے حکم کیا کہ دیکھو کس کے بال جمے ہین پس جسکے بال جمے تھے وہ قتل ہوا اور جس کے نہین جمے تھے وہ چھوڑا گیا اور مین ان مین تھا جو چھوڑا گیا
و قد رواہ اصحاب السنن بنحوہ و قال الترمذی حدیث حسن صحیح ۔ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ ۔ ابصرتم ۔ تم دیکھو اور یہ قلبی دیکھنا ہے نہ آنکھ سے مِّنْهُمْ
رُشْدًا ۔ صلاحاً فی دینہم و مالہم ۔ یعنی رشد سے مراد صلاحیت ہے دین مین اور مال کے تصرف کرنے مین یعنی دین مین صالح ہو جو راہ
صواب پر مال خرچ کرتا ہے اور مال کی حفاظت رکھتا ہے بخلاف فاسق کے اور یہی تفسیر حضرت ابن عباسؓ و حسنؒ و سعید بن جبیرؒ و دیگر ائمہ فقہا سے
مروی ہے یعنے پھر اگر انکی طرف سے رشد دیکھو تو ۔ فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۔ انکو انکا مال دیدو ۔ یعنی حد بلوغ سے بدون
تاخیر کے دیدو اور اسکا مفہوم یہ ہے کہ اگر انسے رشد نہ دیکھا جاوے تو انکا مال نہ دیا جائیگا اور یہی قول امام شافعیؒ و ابو یوسفؒ و محمدؒ کا ہے اور امام ابو حنیفہؒ
کے نزدیک بنا بر اینکہ اٹھارہ برس کا سن بلوغ ہوتا ہے سات برس انتظار یعنے پچیس برس کے سن تک انتظار کیا جائیگا اور سات برس کی مدت
تغیر احوال کے واسطے معتبر ہے کہ طفل کو تمیز ہوتی اور اسپر نماز کا حکم کیا جاتا ہے پس اسقدر انتظار کر کے اسکا مال اسکو دیدیا جائیگا اگرچہ اس سے
رشد نہ دیکھا جاوے اور مفہوم سے استدلال کرنا ہمارے نزدیک ناتمام ہے اور اگر تسلیم بھی کیا جاوے تو آیت مین لفظ رشد نکرہ ہے پس ادنیٰ رشد
جیسے بولا جاتا ہے مراد ہوگا اور اس سن پر یہ اسقدر پایا جاتا ہے کیونکہ اسکی فرع اب اصل ہو جائیگی پس وہ اصل ہونے مین درجہ نہایت پہونچگیا ۔ اگر کہا جاوے
کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آزاد بالغ پر حجر نہین جائز ہے یعنی قاضی اسکو اپنی ملک مین تصرف کرنے سے منع نہین کر سکتا بایں طور کہ اسکا تصرف
نافذ نہو پھر انتظار کے کیا معنے ہین تو جواب یہ ہے کہ یہ انتظار بغرض حصول رشد ہے نہ آنکہ حجر ہے پھر جاننا چاہیے کہ صاحبین یعنی امام ابو یوسف
و امام محمد و دیگر ائمہ مجتہدین جمہور نے آزاد بالغ پر بھی جبکہ سفیہ وغیرہ ہووے حجر جائز رکھا ہے اور اسی آیت سے سفیہ کے محجور ہونے پر استدلال
کیا اور مروی ہے کہ جعفر بن ابی طالب نے ساٹھ ہزار درم کو ایک ریتلی زمین خریدی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ مین عثمانؓ کے پاس جاتا ہون
تجھے محجور کرانے کو پس زبیر بن العوامؓ نے کہا کہ ہان مین اسکا شریک ہوتا ہون تو عثمانؓ نے کہا کہ بھلا مین ایسے شخص کو کیونکر محجور کرون جس کے
شریک زبیر بن العوام ہین پس یہ دلالت کرتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین محجور کرانا آزاد بالغ کا جاری تھا اور کلام اسمین طویل ہے ۔

تَاْكُلُوْهَآ - ایہا الاولیاء - یہ خطاب یتیم کے اولیاء کو ہے - اِسْرَافًا - بغیر حق - مراد اسراف سے بغیر حق ہے ای لاتاکلوہا مسرفین و مبادرین
وَّ بِدَارًا - ای مبادرین الی انفاقہا مخافۃ - اَنْ يَّكْبَرُوْا - رشداً فیلزمکم تسلیمہا الیہم - یعنی ای اولیاء تم مت کھاؤ اسکو اسرافاً و
بداراً ای درحالیکہ اسراف اور مبادرت و جلدی کرنے والے ہو اس مال کے خرچ کرنے میں اس خوف سے کہ یہ یتیم بالغ ہوں و رشد کے ساتھ
پس تمپر بلا تاخیر کے لازم آوے کہ انکو انکے اموال سپرد کردو - یعنے اس خوف سے مبادرت نہ کرو کہ یہ رشد سے بالغ ہوے تو سب دینا
پڑے گا - پس لاؤ بالفعل ہی کھا جاوین لہذا اسراف و بدار سے کھانا تو مطلقاً حرام کیا خواہ ولی اسکا تونگر ہو یا فقیر ہو اور بدون اسکے
تفصیل فرمائی کہ - وَمَنْ كَانَ - من الاولیاء - غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ - ای لیعف عن مال الیتیم و یمتنع من اکلہ - یعنی اولیاء میں
سے جو تونگر ہو اس کو چاہیے کہ استعفاف کرے - ای عفت اختیار کرے مال یتیم سے اور اسکو کھانے سے باز رہے - اور عفت بمعنے
باز رہنا اس چیز سے جو حلال نہیں پس استعفاف تو عفت سے بھی زیادہ کمال مبالغہ ہے - وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ - منہ
بِالْمَعْرُوْفِ - بقدر اجرۃ عملہ - اور جو فقیر ہو تو مال یتیم سے بقدر معروف کھاوے یعنی بقدر مزدوری - یعنی بالمعروف کی تفسیر
ہے کہ اپنے کام کی اجرت کے قدر کھاوے - اور ایسا ہی بخاری نے عائشہ رضؓ سے روایت کیا - پس مال یتیم میں اگر تجارت کرے یا اسکی زمین میں زراعت
کرے یا مانند اسکے تو دستور کے موافق جو کچھ ایسے کام کی کم سے کم مزدوری دیجاتی ہے اسقدر کھاوے اور ضامن نہ ہوگا اور نہ وہ اسیر
قرضہ رہے گا اور یہی قول حضرت عائشہ رضؓ و ایک جماعت اہل علم مانند عطاء بن ابی رباح و عکرمہ و ابراہیم نخعی و حسن بصری وغیرہم کا ہے اور
بعضین میں سے جو کہتے ہیں کہ عوض نہ دینا پڑیگا بعض نے کہا کہ سخت ضرورت کے وقت بدون اجرت کام وغیرہ کے بقدر حاجت پوری کھالیوے
اور بعض نے کہا کہ اجرت مثل اور قدر حاجت میں سے جو کم مقدار ہے وہ کھاوے بالجملہ اصحاب شافعی کے نزدیک یہی صحیح ہے کہ مال یتیم سے
جو بطور معروف کھایا اسکی ضمان لازم نہیں ہے اور یہی جمہور فقہا کا قول ہے - اور ایک قوم نے فرمایا کہ فلیاکل بالمعروف سے مراد قرض ہے
کو حاجت کے وقت کھالیوے اور جب میسر آوے تو اسکی مثل دیدے اور یہ قول عمر بن الخطاب و ابن عباس و عبیدہ سلمانی و ابن جبیر و شعبی
و مجاہد و ابو العالیہ و اوزاعی وغیرہم سے مروی ہے چنانچہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر رضؓ نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے
اپنے آپ کو اللہ تعالے کے مال میں یعنے خزانہ بیت المال میں بمنزلہ اس شخص کے قرار دیا ہے جو یتیم کا والی ہوتا ہے کہ اگر مجھے بہت ضرورت
پیش آئی تو میں اسمیں سے بقدر ضرورت لیتا ہوں پھر جب اللہ تعالے نے میرے ہاتھ آسانی دی تو جس قدر لیا اسقدر اسمیں واپس رکھدیا
ہوں اور اگر حاجت نہیں ہوتی تو اس سے تعفف کرتا ہوں رواہ سعید بن منصور قال ابن کثیر باسناد صحیح و نحوہ ابن ابی الدنیا عن حارثہ
بن مضرب عنہ - مترجم کہتا ہے کہ یہ کمال پرہیزگاری و احتیاط ہے اور آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ دستور کے موافق بقدر اجرت کا رکھا لینا
بدون ضمان کے روا ہے وقد روی الامام احمد من حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مرفوعاً کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھا کہ میرے پاس کچھ مال نہیں اور میری ولایت میں ایک یتیم ہے تو آپ نے فرمایا کہ تو اپنے یتیم کے مال میں سے کھا درحالیکہ تو اسراف کرنے والا نہو
اور فضول برباد کرنے والا نہو اور نہ مال جمع کرنے والا ہو اور نہ اسکا مال دیکر اپنا مال بچانے والا ہو - اور ابن ابی حاتم کی روایت میں فرمایا
کہ بطور معروف خرچ کرنے درحالیکہ تو اسراف کرنیوالا نہو - ورواہ ابو داؤد والنسائی و ابن ماجہ اور ایسا ہی مضمون ابن حبان و ابن مردویہ نے
جابر سے مرفوعاً روایت کیا ہے - فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ - ای الیتامی - پھر جب تم نے دیدیے انکو یعنے یتیموں کو یعنی اَمْوَالَهُمْ
فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ - انہم تسلموہا و برئتم لئلا یقع اختلاف فترجعوا الی البینۃ و ہذا امر ارشاد - انکے مال تو انپر گواہ کرلو - یعنے گواہ

کرلو اپیر اسکے کہ انھون نے وصول پایا تمھارے سپرد کرنے سے اور تم بری ہوے تاکہ اختلاف نہ پڑے اور در صورت اختلاف پڑنے کے تم گواہون کی طرف رجوع کرو اور یہ حکم امر کا وجوب کے لیے نہین بلکہ امر ارشاد ہے یعنی دنیاوی کام مین ڈھنگ بتلا دیا کہ شرعی مواخذہ ظاہر ہے تمھارے حق مین بچاؤ اسطرح ہے اور بیضاوی وغیرہ مین ہے کہ اس کلام مین دلیل ہے کہ جو متولی یتیم ہے اگر دعوی کرے کہ مین نے یتیم کو اسکا مال دیدیا اور یتیم وصول پانے سے انکار کرتا ہے تو اسکے قول کی بدون گواہون کے تصدیق نہوگی اور یہی امام شافعی و مالک کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ نے اسکے خلاف فرمایا ہے کیونکہ یتیم کے متولی کو اللہ تعالے نے امین قرار دیا ہے تو وہ ضمین نہین ہے ۔ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ ۔ الباء زائدۃ ۔ یعنی باللہ کی با زائد ہے عکبری نے کہا کہ اسکا فائدہ یہ ہے کہ امر کے معنی پر دلالت کرے کیونکہ تقدیر کلام یہ ہے اکتف باللہ ای اکتفا کر ساتھ اللہ تعالی کے حَسِيبًا حافظا لاعمال خلقہ محاسبھم ۔ کہ وہ حافظ ہے اپنے مخلوق کے کامون کا اور ہے انکا حساب کرنیوالا ہے قیامت وغیرہ مین اور اس کلام مین وعید شدید ہے پس اولیاء یتیم تو ڈرین کہ انکا مال اسراف وغیرہ سے نہ کھاوین اور طمع پر دیدہ نہ ہوں و درستی کو پیش نظر رکھین اور یتیمون کو تہدید ہے کہ وصول پاکر انکار نکرین اور شکر گزار رہین ف غرائس البیان مین ہے قولہ تعالی فان آنستم منھم رشدا ۔ رشد سے یہان واللہ اعلم یہ اشارہ ہے کہ معرفت الٰہی اور اسکی محبت اور سنت رسول اللہ صلعم کے موافق اللہ تعالی کی راہ پر ثابت رہے اور بعض نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقت کا برتاؤ ہے اور بعض نے کہا کہ سنت طریقہ پر عبادت پر قائم رہے اور ابن عطا رح نے کہا کہ رشید وہ ہے جو الہام و وسوسہ مین فرق کرنے

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ

مردون کے لیے حصہ ہے اسمین سے جو چھوڑ مرین ماں باپ اور ناتے والے اور عورتون کے لیے بھی حصہ ہے اسمین سے جو چھوڑ مرین

الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا

ماں باپ اور ناتے والے اس تھوڑے مین سے یا بہت مین سے حصہ مقرر کیا ہو

ونزل رد الما کان علیہ الجاہلیۃ من عدم توریث النساء والصغار ۔ نازل ہوا یہ کلام اس رسم کے رد کرنے کو جسپر اہل جاہلیت قائم تھے کہ میراث نہین دیتے عورتون کو اور نہ صغیر بچون کو مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ سعید بن جبیر و قتادہ رح نے کہا کہ مشرکون کا قاعدہ تھا کہ میراث کا تمام مال بالغ مردون کا کر دیتے اور عورتون کو و اطفال کو اگرچہ لڑکے ہون کچھ نہین دلاتے پس یہ آیت نازل ہوئی اور ابن مردویہ نے جابر رض سے روایت کی کہ ام الحرائی رسول اللہ صلعم کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میری دو بیٹیان ہین انکا باپ مرگیا اور انکے کھانے کو کچھ نہین ہے پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی و سیاتی انشاء اللہ تعالے ۔ اور معالم مین ذکر فرمایا کہ اوس بن ثابت انصاری نے وفات پائی اور تین بیٹیان چھوڑین اسکی جورو نے آکر رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ اوس بن ثابت نے انتقال کیا اور اچھا مال چھوڑا تو سوید و عرفجہ اسکے چچازاد بھائیون نے لیا اب ان بیٹیون کے پاس کچھ کھانے کو نہین ہے اور حضرت صلعم سے سوید و عرفجہ نے کہا کہ یا رسول اللہ بچی و عورت نہ سوار ہوتے اور دشمن کو دفع کرنے اور مشقت برداشت کرنے کے لائق نہین ہے پس آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اسکی بیٹیون کا حق مقرر فرمایا ہے تم اسکے مال کو ہاتھ نہ لگانا یہانتک کہ اسکی مقدار نازل ہو پھر اللہ تعالی نے نازل فرمایا ۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیہ و عنقریب آئیندہ مواریث مین شان نزول بطریق جید بیان ہوگا انشاء اللہ تعالی یہین سے بیضاوی رح نے کہا کہ خطاب پہلے اترا پھر اسکے بعد بیان نازل ہوا تو بیان کی تاخیر جائز ہونا ثابت ہوا قال المترجم اسقدر تو ائمہ حنفیہ بھی قائل ہین اور شاید اسمین تو کسیکو توجیہ کلام ہو ہان خلاف اسمین البتہ ہے کہ ضرورت کے وقت سے بیان مین تاخیر ہونا جائز ہے یا نہین فافہم ۔ لِلرِّجَالِ ۔ الاولاد و الاقارب ۔ یعنی مردون سے عام مراد ہین خواہ اولاد ہون یا ناتے دار ہون اگرچہ استحقاق مین ایک دوسرے

کے بعد اپنی اپنی شرط سے ہین جو آگے بیان ہوگی - نَصِيبٌ - حظ - مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ - المتوفون - فرزندون کے لیے یعنی اولاد اور اقارب کے لیے حصہ ہی اس مال سے جو والدین و اقارب نے چھوڑا یعنے بعد وفات کے اور یہ ترک کے لفظ سے جو انکے محاورہ مین ایسے مقام پر موت کے بعد چھوڑنے پر بولا جاتا ہی مفہوم ہوا اور چونکہ اقربین کے ترکہ سے رجال کا حصہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ رجال شامل ہی اولاد و اقارب دونون کو کیونکہ اقربین کا وارث بھی میت کا اقرب ہوگا کیونکہ یہ رشتہ دونون طرف سے ہی - وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ - نساء سے مراد مونث اولاد و ناتے دار ہین خواہ بچہ ہون حتی کہ میت کی وفات کے وقت حمل ہون تو بھی وہ اس میراث کے مستحق ہونگے جیسے الرجال سے مراد مذکر ہین خواہ طفل ہون یا مراہق قریب بلوغ یا پورے مرد ہون حتی کہ حمل نرینہ کو بھی شامل ہی اور یون نہ فرمایا کہ وللنساء کذلک اسمین فتوی دینے کی تعلیم ہی کہ صاف بسط سے ہو اور حدیث صحیح مین ہی کہ حضرت کلمہ جامعہ کو مفصل اور تین بار فرماتے تھے مِمَّا قَلَّ مِنْهُ - ای المال - أَوْ كَثُرَ - یہ بدل ہی قولہ مما ترک سے باعادہ حرف جار اور منہ کی ضمیر مبدل منہ کی طرف راجع ہی اور چونکہ مبدل منہ سے مراد مال متروکہ ہی لہذا مفسر رح نے ضمیر کو مال کی طرف راجع کیا اور حاصل کلام یہ کہ میت کی اولاد یا ناتے دار خواہ مذکر ہون یا مونث ہون بشرطیکہ میت کی وفات کے وقت انکا وجود قطعی ہوا گرچہ نطفہ سے ہی انکو میت کے مال متروکہ مین سے خواہ مال قلیل ہو یا کثیر ہو حصہ ہی پھر اس حصہ کو فرمایا - جعلہ اللہ - نَصِيبًا مَفْرُوضًا - یعنی کر دیا اسکو اللہ تعالی نے حصہ فرض کیا ہوا پس مفسر رح نے نصیبا کو جعلہ اللہ مقدر کا دوسرا مفعول قرار دیا اور معالم مین فرمایا کہ نصب اسکو بقطع ہی یعنے مفعول مطلق فعل محذوف کا ہی اور مفسر رح نے مفروض کی تفسیر کی - ای مقطوعا بتسلیمہ الیہم - یعنے ان وارثون کو اسکا سپرد کرنا مقطوع کیا گیا پس فرض بمعنے قطع لیا - اور مترجم کہتا ہی کہ لغت مین فرض بمعنے قطع و تقدیر ہی جیسے قولہ فریضۃ من اللہ - مین ہم نے کہا ہی و سیاتی انشاء اللہ تعالی اور یہان بمعنی قطع ہی اور ہمارے نزدیک فرض و واجب مین شرعا فرق ہی پس فرض وہ ہی جو بدلیل قطعی ثابت ہوا اور واجب مین گونہ ظن و گمان ہوتا ہی لیکن یہ امر بعد رسول اللہ صلعم کے پیدا ہوا ورنہ اسوقت دونون متحد تھے - اور یہ فقط اعتقادی فرق ہی ورنہ عمل کرنا تو دونون پر حتمی ہی اور شافعیہ نے یہ فرق نہین کیا اور صحیح یہ ہی کہ یہ فرق معقول ہی اور شارح منہاج بیضاوی نے بھی اسکا اقرار کیا ہی پھر چونکہ آیت کریمہ مین یہ حصہ اللہ تعالے کی طرف سے مفروض ہی تو ثابت ہوا کہ وارثون کے ساقط کرنے سے ساقط نہوگا اور اگر وارث خود اعراض کرے اور قبول نہ کرے تو مانند وصیت کے جو ساقط ہو جاتی ہے یہ ساقط نہوگا اور اگر ایک وارث نے بدون تقسیم و وصول کے اپنا حصہ اور وارثون کو ہبہ کر دیا تو چاہیے کہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک صحیح نہو اسلیے کہ اسمین غیر مقسوم کا ہبہ ہے اور ہبہ مشاع انکے نزدیک باطل ہی فافہم

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا

(اور جب حاضر ہون تقسیم کے وقت ناتے والے اور یتیم اور محتاج تو ان کو کچھ رزق دو اور کہو)

لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۝ وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا

(ان کو بات معقول اور چاہیے کہ ڈرین وہ لوگ کہ اگر چھوڑین اپنے پیچھے اولاد ضعیف خوف کرین)

عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى

(انپر پس چاہیے کہ ڈرین اللہ سے اور کہین بات سیدھی البتہ جو لوگ کھاتے ہین یتیمون کے مالون کو)

ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۝

(ظلم سے یہی ہی کہ کھاتے ہین اپنے پیٹون مین آگ اور جلدی ہی پہونچین گے آگ مین)

سلہ ای کما سے مقدار نفیس نے فرمایا ... زیست کی وفات سے کچھ ... کی جو دو ... تو اسکو بھی میراث ملے گی کیونکہ وفات کے وقت اسکا وجود قطعی ہی کیونکہ اقل مدت حمل کی چھ مہینے ہی تمام کلام ترجمہ عالمگیری سے نقل کیا گیا ۱۲

وَاِذَا حَضَرَ الۡقِسۡمَةَ ۔ للمیراث۔ ایسا ہی ابن عباسؓ وغیرہم سے روایت ہے یعنی قسمت و بٹوارہ سے مراد میراث کی تقسیم ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ لفظ ترکہ کہا جاوے جو سابق میں ضمناً مذکور اور یہاں الف لام سے معہود ہے اور ظاہر احضور سے مراد خود بخود حاضر ہونا موافق عادت کے ہے۔ اُولُوا الۡقُرۡبٰی ۔ ذوو القرابۃ ممن لا یرث۔ یعنی صاحبان قرابت سے مراد وہ قرابتی ہیں جو میت کی میراث نہ پاوینگے خواہ اس وجہ سے کہ ایسے عصبہ ہیں جو دوسرے کے ہوتے ہوئے محروم ہیں یا ذوی الارحام ہیں کذا قیل بالجملہ اوپر کی آیت سے دلالت پائی گئی کہ میراث پانے والے اہل قرابت کے سوائے یہاں مراد ہیں اور یہی اکثر مفسرین نے کہا ہے۔ وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنُ فَارۡزُقُوۡهُمۡ مِّنۡهُ شیئا قبل القسمۃ (المعنی) اور جب بٹوارہ میراث میں ایسے صاحبان قرابت حاضر ہوں جو وارث نہونگے اور اطفال یتیم اور مساکین حاضر ہوں تو میراث میں سے بٹوارہ سے پہلے کچھ دیدو یعنی اوس مال متروکہ میں سے اس کے بانٹ لینے سے پہلے انکو کچھ دیدو اور یہ خطاب بالغ وارثان میت کو بابت کے وصی کو ہے اور حاصل یہ کہ جب وارث بالغ ہوں اور ترکہ تقسیم ہونے کے وقت یہ لوگ جو مذکور ہوے ہیں حاضر ہوں تو بانٹ لینے سے پہلے ترکہ میں سے انکو بھی کچھ دیدو کیونکہ بعد بانٹ لینے کے ہر ایک اپنے حصہ میں سے دے سکتا ہے پس ترکہ سے انکو کچھ نہیں ملیگا۔ وَقُوۡلُوۡا ۔ ایہا الاولیاء لَهُمۡ ۔ اذا کان الورثۃ صغارا۔ قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا ۔ اور کہو اے اولیاء میت یا وصی میت ان حاضرین مذکورہ سے جبکہ میت کے وارث نابالغ ہوں یا انمیں سے کوئی نابالغ ہو قول معروف۔ یعنی قول جمیل یا یں طور کہ ان حاضرین سے عذر کرو کہ ہم کچھ دینے کے مالک نہیں ہیں ہمکو اختیار نہیں ہے کیونکہ وارث تو نابالغ ہیں چونکہ یہ امر پایا نہیں جاتا ہے تو مفسرین نے اسمیں اختلافی اقوال یوں بیان کیے کہ۔ قیل ہو امنسوخ وقیل لا ولکن تہاون الناس فی ترکہ وعلیہ فہو مندوب وعن ابن عباس واجب بعض نے کہا کہ یہ حکم منسوخ ہے اور بعض نے کہا کہ منسوخ نہیں ولیکن بات یہ ہوئی کہ لوگوں نے تہاون کرکے اسکو چھوڑ دیا اور اس قول پر صیغہ امر جو آیت میں مذکور ہے استحباب کے لیے ہوگا یعنی مستحب ہے کہ انکو بھی کچھ دیدو پس لوگوں نے استحباب چھوڑ دیا اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایسا کرنا واجب ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ وجہ اختلاف یہاں اسطرح ہے کہ فارزقوہم۔ کا امر وجوب کا ہے یا استحباب کا ہے اور یہ حکم بالغ وارثوں کو ہے یا اولیاء میت کو ہے خواہ وارث بالغ ہوں یا نابالغ پھر منسوخ ہے یا نہیں بلکہ محکم ہے اور روایات واقوال مفسرین سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کی طرف جانے والے گئے ہیں چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ عوفی نے ابن عباسؓ سے قولہ واذا حضر القسمۃ اولوا القربی الآیۃ۔ میں روایت کیا کہ یہ فرائض کے نازل ہونے سے پہلے تھا پھر اللہ تعالیٰ نے فرائض کو نازل کیا پس ہر حقدار کو اسکا حق مفروض کر دیا پس صدقہ اسمیں رہا جو میت بیان کر جاوے۔ رواہ ابن مردویہ وقد رواہ ابن ابی حاتم من طریق عطاء عن ابن عباس نحوہ اور قول نسخ کو ابن مردویہ نے من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس اور من طریق عکرمہ عن ابن عباس بھی روایت کیا اور یہی قول قتادہؒ نے سعید ابن المسیب سے روایت کیا کما رواہ ابن ابی حاتم ورواہ مالک عن الزہری عن سعید رحمہ اللہ اور یہی قول عکرمہ وابو الشعثاء وقاسم بن محمد وابو صالح وابو مالک وزید بن اسلم وضحاک وعطاء خراسانی وربیعہ بن ابی عبدالرحمن ومقاتل بن حیان سے مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور یہی مذہب جمہور فقہاء و چاروں مشہور اماموں ابو حنیفہ و مالک و شافعی واحمد اور انکے اصحاب کا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ بعض نے اعتراض کیا کہ اہل قرابت سے غیر وارثین مراد ہیں اور حق انکا بوجہ میراث نہیں تا کہ کہا جاوے کہ آیت مواریث سے منسوخ ہے لیکن اگر کہا جاوے کہ اولوا القربیٰ جو یہاں مذکور ہیں وہ وارثین ہیں تو نسخ کی وجہ البتہ ہو سکتی ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ نادانی ہے اور جواب یہ ہے کہ قائلین نسخ کہتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں واجب تھا کہ ترکہ میں سے ایک حصہ اہل قرابت غیر وارثین ویتامیٰ ومساکین کو دیا جاوے اور اسوقت تک تمام ترکہ کی مفصل تقسیم وارد نہیں ہوئی تھی پھر جب مفصل تقسیم وارد ہوئی تو ہر ایک حقدار کا حال معلوم ہو گیا اور راہ وراثت میراث کے مدو ...

وصیت رہا کہ تہائی مال یا اس سے کم مین میت کسی کے واسطے وصیت کر جاوے اور ہمارا مذہب یہ ہی کہ کسی وارث کے حق مین وصیت نہین ہی لقولہ علیہ السلام لا وصیۃ لوارث نہین وصیت کسی وارث کے لیے اور یہ حدیث صحیح حجت ہی کما صرح بہ ابن کثیر وغیرہ پھر جاننا چاہیے کہ حضرت ابن عباس رضؓ سے بیان روایات مختلف وارد ہوئی ہین چنانچہ منسوخ ہونے کی روایات اوپر گذرین اور بعض روایات مین ہی کہ آیت محکم ہی اور بعض روایات مین ہی کہ مراد اس سے وصیت ہی چنانچہ بیان تفسیر سے معلوم ہوگا شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ بعض نے فرمایا کہ مراد یہ ہی کہ جب تقسیم ترکہ کے وقت صاحبان قرابت جو وارث نہین ہونگے اور یتیم اور مسکین حاضر ہون تو انکو ترکہ سے ایک حصہ نکال دیا جاوے اور یہ ابتداء اسلام مین واجب تھا اور بعض نے فرمایا کہ یہ مستحب ہی پھر آیا مین اختلافی دو قول ہین کہ آیا یہ منسوخ ہی یا نہین تو عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہ آیت محکمہ ہی منسوخ نہین ہی وکذا رواہ سعید بن جبیر عن ابن عباس رواہ البخاری اور مقسمؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت قائمہ ہی اسپر عمل کیا جاوے رواہ ابن جریر اور مجاہدؒ نے کہا کہ اہل میراث پر یہ واجب ہی کہ جہانتک نکلے دل کی خوشی ہی دیوین اور ایسا ہی حضرت ابن مسعود و ابو موسیٰ و عبدالرحمنؓ بن ابی بکر و ابو العالیہؒ و شعبیؒ و حسنؒ سے مروی ہی اور ابن سیرین و سعید بن جبیر و مکحول و ابراہیم نخعی و عطار بن ابی رباح و زہری و یحییٰ بن یعمر نے کہا کہ یہ واجب ہی پھر ابن کثیرؒ نے عبدالرزاق کی روایت سے ایراد کیا کہ عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق کے بیٹے عبداللہ نے اپنے باپ کی میراث تقسیم کی اور حضرت عائشہؓ زندہ تھین پس انھون نے احاطہ مین کوئی مسکین و قرابت دار نہین چھوڑا مگر اُنکو اسکو اپنے باپ کی میراث سے کچھ دیا اور یہی آیت پڑھی واذا حضر القسمۃ اولوا القربیٰ الآیۃ قاسمؒ نے کہا کہ پھر مین نے ابن عباس سے ذکر کیا تو فرمایا کہ انھون نے ٹھیک نہین کیا یہ تو وصیت کے حق مین ہی یعنی میت جب ان لوگون کے حق مین وصیت کر جاوے رواہ ابن ابی حاتم اور شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ امر مذکور استحباب کے لیے ہی اور یہی صحیح معتمد ہی اور بحسب دلیل وہ ارجح ہی جو مجاہدؒ سے مروی ہی کیونکہ امر کے معنے اپنی اصل پر رہتے ہین کما لا یخفی اور امام محی السنۃؒ نے معالم مین بعض کا قول نقل کیا کہ تمام اقوال مین سے اولیٰ یہ ہی کہ امر مذکور استحباب کا ہی وجوب کا نہین ہی اور آیہ کریمہ منسوخ نہین ہی اور بنابرین آیت کریمہ کے معنے یہ ہین کہ تقسیم ترکہ کے وقت جب ایسے لوگ حاضر ہون جو میت کے ناتے دار ہین مگر وارث نہ ہونگے تو انکو کچھ دو تاکہ انکی دل شکنی نہ ہو اور یتیم آوین یا مساکین آوین تو انکو دو کہ سبب برکت ہی اور شکر نعمت ہی و تحقیق ای لیخف علی الیتامیٰ۔ یعنے اور چاہیے کہ خوف کرین یتیمون پر۔ **اَلَّذِیۡنَ لَوۡ تَرَکُوۡا**۔ ای قاربوان یترکوا۔ وہ لوگ کہ نزدیک پہونچے اسکے کہ چھوڑین **مِنۡ خَلۡفِهِمۡ**۔ من بعد موتہم۔ اپنی موت کے بعد **ذُرِّیَّةً ضِعٰفًا**۔ اولاد صغیر **خَافُوۡا عَلَیۡهِمۡ**۔ الضیاع۔ خوف کرین انپر یعنے ضائع ہونے کا **فَلۡیَتَّقُوا اللّٰهَ**۔ فی امر الیتامیٰ ولیاتوا الیہم ما یحبون ان یفعل بذریتہم من بعد موتہم۔ پس چاہیے کہ ڈرین اللہ تعالیٰ سے یتیمون کے معاملہ مین اور چاہیے کہ بجالاوین یتیمون کے ساتھ وہ بات جسکو چاہتے ہین کہ انکی موت کے بعد انکی ذریت کے ساتھ برتی جاوے۔ **وَلۡیَقُوۡلُوۡا**۔ للمیت۔ اور چاہیے کہ کہین میت سے یعنی اسکی موت سے کچھ پہلے جبکہ اسپر موت کے آثار ظاہر ہون اور وہ وصیت وغیرہ کرنے لگے۔ **قَوۡلًا سَدِیۡدًا**۔ صوابا بان یامرہ ان یتصدق بدون ثلثہ ویدع الباقی لورثتہ ولا یدعہم عالۃ۔ قول صواب باینطور کہ میت کو سمجھاوین کہ اسکے ترکہ مین سے تہائی مال جسکے صدقہ کرنیکا اسکو اختیار ہی اس تہائی سے کم کو صدقہ کرے اور باقی کو اپنے وارثون کے لیے چھوڑ جاوے اور یہ نکرے کہ وارثون کو محتاج چھوڑے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے لوگون کو ارشاد کیا خصوص ایسے لوگون کو جو اولاد چھوڑ کر مرنے کے قریب پہونچے ہین کہ تمھارے مرنے کے بعد تم اپنی ذریات سے جو برتاو چاہتے ہو وہی تم بھی اپنی حیات مین یتیمون کے حال پر کیا کرو۔ بعض مفسرؒ نے یہ خطاب عام قرار دیا کہ یتیم کے متولی اور غیر متولی سب کو ہی اور لو ترکوا۔ بجاے قاربوا

ان یترکوا کے اس فائدہ کے واسطے ہی کہ مرنا امر یقینی ہی پس مفروض مقدر بمنزلہ واقع کے سمجھنا چاہیے اور خافوا کا مفعول محذوف ہی ای ضیاع
یعنے برباد و ضائع و تباہ ہونا اور یدون ثلثہ یعنے کم اپنی تہائی سے اور تہائی کو میت کی طرف مضاف کیا اسلیے کہ بعد موت کے سوائے تہائی کے
باقی کل مال بفرض الٰہی وارثان میت کا ہو جاتا ہی میت کا حق اس سے منقطع ہو جاتا ہی حتی کہ اگر تہائی سے زیادہ کی وصیت کر کے مرے تو
تہائی کی مقدار مین نافذ ہوگی زیادہ مین باطل ہی الا آنکہ وارث لوگ اپنی طرف سے اجازت دیدین اور یہ اجماعی مسئلہ ہی پھر چونکہ حضرت صلعم نے سعد
بن ابی وقاص کو فرمایا ہی کہ تہائی پوری بھی بہت ہی اور یہ بھی فرمایا کہ تو اپنی اولاد کو تونگر چھوڑے تو بہتر ہی اس سے کہ تو محتاج چھوڑ جاوے کہ لوگون کے
سامنے ہاتھ پھیلاتے پھرین جیسا کہ صحیحین وغیرہ کی حدیث مین ہی لہذا علما نے کہا ہی کہ تہائی سے کمی ہونا وصیت مین مستحب ہی اسی بنا پر مفسرؒ نے
تفسیر کی ہی اور تہائی سے کم وصیت بھی جب ہی کہ مال بہت کثیر ہو ورنہ میت کو بالکل وصیت نہ کرنے کی فہمایش قول سدید ہوگی چنانچہ ابن
عطیہؒ نے فرمایا کہ آدمی اگر وارثون کو بالغ و تونگر خود کمائی والا چھوڑے تو اسکو وصیت پر آمادگی دلانا قول سدید ہی کیونکہ اُس کے حق مین
یہ بہتر ہی اور اگر نابالغ یا محتاج ہون تو تہائی سے کم کی وصیت کیسی بالکل وصیت نہ کرنے پر آمادہ کرنا قول صواب ہی کیونکہ ذریات محتاج کو
پہونچنے مین مساکین سے زیادہ ثواب ہی۔ پھر واضح ہو کہ اس خطاب مین بھی مفسرین کا اختلاف ہی چنانچہ **بیضاوی** وغیرہ نے ذکر کیا کہ
قولہ ولیخش الذین لو ترکوا من خلفهم ذریة ضعافا خافوا علیهم یہ حکم ہی ان لوگون کو جنکو میت نے اپنی اولاد یتیم پر وصی مقرر کیا اور غور و پرداخت
کی وصیت کر گیا ہی یعنے ان لوگون کو چاہیے کہ یتیمون کے معاملہ مین اللہ تعالی سے ڈرتے رہین اور انکے ساتھ ایسے برتاؤ کرین جیسے اپنے
مرنے کے بعد اپنی اولاد سے دوسرون کا برتاؤ چاہتے ہین۔ یا یہ حکم ان لوگون کو ہی جو مریض کی وصیت کرنے کے وقت حاضر ہون یا ئین یعنے
ڈرین اللہ تعالی سے یا خوف کرین اولاد مریض پر اور انپر اپنی اولاد کے موافق شفقت کرین پس مریض کو ایسی وصیت نہ کرنے دین جو وارثون
کے حق مین مضرت پہونچاوے کہ وہ بیچارے چھوٹے چھوٹے بچے مارے مارے پھرین اور علی بن ابی طلحہؒ نے ابن عباسؓ سے یہی معنے روایت کیے اور ایسا
ہی مجاہدؒ و بہتیرے سلف نے فرمایا ہی **ذکرہ ابن کثیر** اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا ہی اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب وارثون کو ہی یعنے ضعفاء اقارب و یتیم و
مساکین جو وقت تقسیم ترکہ کے حاضر ہون انپر شفقت کرین یہ تصور کر کے کہ اگر انکی اولاد انکے پیچھے اس طرح چھوٹتی تو انکا محروم ہونا پسند کرتے اور
مترجم کہتا ہی کہ گویا یہ ربط ماخوذ ہی اصل قصہ اوس بن ثابت اور محرومیت انکی اولاد و ضبط مال بدست عرفجہ و سوید در و دعوی ام کحہؓ و اولاد سے
فلیتامل و بعض نے کہا کہ خود مریضون کو خطاب ہی کہ وارثون پر نظر رکھین اور وصیت کرنے مین اسراف نہ کرین۔ **بیضاویؒ** نے فرمایا کہ لفظ لو ترکوا الخ
صلہ قرار دیا الذین کا یعنے آنکہ ولیخش الذین حالهم وصفتهم انهم لو شارفوا ان یخلفوا ذریة ضعافا خافوا علیهم الضیاع - اور اسی پیرایہ کو مرتب کرنے
مین اس سے مقصود کا اور اسمین علت کا اشارہ ہی اور ترحم پر آمادگی دلانا اور جو اس سے مخالفت کرے اسکو اسکی اولاد کے حال سے تہدید ہی یعنی
اسکی اولاد کے ساتھ بھی یہی ہوگا جو خود دوسرے کی اولاد سے کرتا ہی قال تعالے فلیتقوا اللہ ولیقولوا قولا سدیدا پہلے تو انکو خشیہ کا حکم دیا پھر
تقوی کا حکم کیا جو نہایت خشیہ ہی نہ غایت مبدء و منتہی اسواسطے کہ اول بدون ثانی کے نافع نہین ہی پھر قول سدید مین بھی موافق اقوال مذکورہ
بالا کے مختلف تفاسیر ہین یعنے وصی لوگ یتیمون سے ایسی باتین شفقت و حسن ادب کی کہین جیسے اپنی اولاد کے حق مین پسند کرتے ہین۔
یا مریض سے سامعین ایسی باتین کہین جس سے وہ وصیت مین اسراف نکرے اور وارثون کو برباد نہ کرے اور بعض نے کہا کہ قول سدید یہ کہ
میت کو کلمہ شہادت و توبہ یاد دلاوین اور بعض نے کہا کہ جو مساکین و یتیم و محتاج اقارب سے ہین کچھ دیکر زیادہ کے واسطے اچھی باتون سے عذر کرین
اور اگر بوجہ صغیر وارث ہونے کے نہین دیا تو اچھا وعدہ بھی کرین کہ ہم تو مختار نہین معذور ہین اور یہ صغیر وارث عنقریب بڑے ہو جاوینگے

تو آپ صاحبون کا حق پہچانینگے - یا وصیت کے بارہ مین ایسا قول کہین جو تہائی سے متجاوز ہونے کو اور وارثون کے ضائع کرنے کو ہو وہی
نہو - شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اگر وارثان میت تو نگر ہون انکو پروانہ ہو تو میت کے واسطے مستحب ہو کہ وصیت مین اپنی پوری تہائی کردیوے
اور اگر فقیر ہون تو مستحب ہو کہ تہائی سے کمی کرے اور بعض نے فرمایا کہ آیت سے مراد یہ ہو کہ چاہیے کہ ڈرین اللہ تعالی سے یتیمون کے مال سے
معاملت مین اور اسکو اسراف و بدار کے طور پر نہ کھا جاوین حکاہ ابن جریر من طریق العوفی عن ابن عباس اور یہ قول بھی خوب ہو اسکی تائید اسکے
مابعد سے حاصل ہوتی ہو جس مین اموال یتیمان کھانے پر تہدید ہو چنانچہ فرمایا - إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ
ظُلْمًا - بغیر حق - جو لوگ کہ یتیمون کے مال ظلم سے یعنے ناحق کھا جاتے ہین - إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا
وہ تو اپنے پیٹون مین یہی آگ کھاتے ہین یعنے بھرتے ہین - سراج مین کہا کہ فی بطونہم بمعنے ملأ بطونہم یعنی بھر پیٹ بنا بر محاورہ عرب
کے ہو چنانچہ بولتے ہین - اکل فلان فی بطنہ او فی بعض بطنہ یعنے پورا پیٹ کھایا یا تھوڑا پیٹ کھایا - معنے یہ کہ بات یہی ہو کہ وہ لوگ
کھاتے ہین بھر پیٹ آگ - کیونکہ جو کھاتے ہین انجام کار مین وہ آگ ہوگا - اور یہ دو معنے کو محتمل ہو ایک یہ کہ اسوقت جو وہ ماکول معلوم
ہوتا ہو در حقیقت آگ ہو کہ مآل کار مین اس کا ظہور ہوگا اور یہ قول بنا بر اسکے کہ جو امور نماز و روزہ وغیرہ کے مانند اعراض معلوم ہوتے ہین انکے
واسطے حقائق ہین چنانچہ نماز کا قیامت مین آنا اور روزہ کا جھگڑنا اور سورہائے قرآنی کا بصورت پارۂ ابر و نور ہونا جو کثرت سے مذکور ہو
اس گروہ کا موید ہو اور یہی مفسرؒ نے بدور سافرہ اپنی کتاب مین تحقیق کہا ہو اور یہ بھی احتمال ہو کہ یہ مراد ہو کہ یہان کھانے پر انجام کار عذاب
ہوگا آگ دوزخ سے پس یہ فعل آتش دوزخ پہونچنے کا سبب ہوا پس مجازاً سبب کی تعبیر مسبب سے کردی - اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ
صحیحین مین حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بچے رہو سات چیزون سے جو ہلاک و تباہ کرنے والی ہین عرض کیا گیا
کہ یا رسول اللہ وہ کون کون چیزین ہین فرمایا یک اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرنا دوم سحر کرنا سوم قتل کرنا اس نفس کو جس کو اللہ تعالے نے
حرام کیا ہو الا بایں طور کہ حق کے ساتھ قتل کیا جاوے چہارم بیاج کھانا پنجم مال یتیم کھانا ششم کفار سے لڑائی و جہاد کے وقت بھاگنا
ہفتم شوہر دار عورتون مومنہ کو جو بیچاری غافل ہین زناکاری کی تہمت لگانا - اور سدیؒ نے فرمایا کہ مال یتیم کھانے والا قیامت کے روز اس
حال سے اُٹھایا جائیگا کہ آگ کی لپٹ اسکے منہ سے نکلتی ہوگی اور اسکے کانون و ناک و آنکھون سے نکلتی ہوگی جو اس کو دیکھے گا پہچان جائیگا
کہ یہ مال یتیم کھانے والا ہو - اور ابو برزۃ الاسلمیؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ایک قوم اپنی قبرون سے نکلے گی
اس حال سے کہ آگ انکے منھون سے شتابی دھکتی ہوگی - عرض کیا گیا کہ یہ کون لوگ ہونگے یا رسول اللہ فرمایا کہ تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالی نے فرمایا
ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما الآیۃ رواہ ابن مردویہ و ابن ابی حاتم و ابن حبان فی صحیحہ وقد اخرجہ الطبرانی و ابو یعلی و ابن ابی شیبہ
اور یہان اور آثار و احادیث مال یتیم کھانے والے کی مذمت مین بہت ہین اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ مین ابن عباسؓ سے
روایت مذکور ہو چکی ہو کہ جب قولہ ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما الآیہ - اتری تو جسکے پاس جو کوئی یتیم تھا اسنے اسکا کھانا اپنے
کھانے سے الگ کیا اور اسکا پینا اپنے پینے سے الگ کیا پھر یتیم کے کھانے پینے سے جو کچھ بچ رہتا وہ رکھ چھوڑتا یہا نتک کہ یتیم ہی اس کو کھاتا
یا وہ بگڑ جاتا پس یہ برتاو انپر بہت گران گذرا پس انھون نے رسول اللہ صلعم سے ذکر کیا تب اللہ تعالی نے وہ آیت نازل فرمائی جو سورۂ بقرہ
مین ہو ویسئلونک عن الیتامی قل اصلاح لہم خیر الآیۃ - پھر ان لوگون نے انکا کھانا پینا اپنے ساتھ ملایا - وَسَيَصْلَوْنَ
بالبناء للفاعل وللمفعول یدخلون - یعنے ابن عامر و شعبہ نے بضم یا ہی پڑھا بر بنا ء مفعول بمعنے یدخلون مجہول یعنی داخل کیے جاوینگے

اور باقیون نے بفتح یار بر بنار فاعل پڑھا اری یدخلون معروف یعنے داخل ہونگے ۔ سَعِیْرًا ۔ نارًا شدیدۃ یحترقون فیہا ۔ (المعنی) اور ایسے مال یتیم کھانے والے عنقریب داخل ہونگے ایسی سخت آگ مین جسمین جلتے رہینگے محی السنہ نے معالم مین کہا کہ سیصلون بفتح یار از صلی النار یصلی صلیا۔ قال تعالی سیصلی نارًا ذات لہب ۔ اور فرمایا الامن ہو صال الجحیم ۔ اور پھر زید بن اسلم رح نے کہا کہ یہ کلام بمذمت مشرکون کی ہے جو یتیمون کو میراث نہین دیتے تھے اور انکے مال کھا لیتے تھے مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ ظلم سے اموال یتامی کھانے کے معنی وہ ہین جو مشرک و کفار کرتے تھے کہ جو شخص مرگیا اگر اسکی اولاد یتیم صغیر رہی تو انکو کچھ میراث نہین دیتے تھے پس الکا حق مار کر خود کھاتے تھے پس اللہ تعالی عزوجل نے ان گمراہون کی حالت مع بدانجام بیان فرمایا کہ اہل اسلام ایسا نہ کرین اور حدیث مین ہے کہ سعید وہ ہے جو غیر سے نصیحت پکڑے مترجم کہتا ہے کہ آگے اللہ عزوجل نے میراث والون مین سے ہر ایک کے حصص بیان فرمائے اور تقسیم ترکہ کا حال بھی اس سے ثابت ہوا اور چونکہ حدیث صحیح مین ترکہ و تقسیم کے علم کو آدھا علم فرمایا ہے لہذا مترجم چاہتا ہے کہ آسان طور پر بیان کردے

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ۚ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ

اللہ تعالے وصیت کرتا ہے تم کو تمھاری اولاد مین نرینہ اولاد کو دو مونث اولاد کے برابر حصہ پھر اگر نری مونث ہون

اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ

دو سے اوپر تو انکو دو تہائی ترکہ کے اور اگر ایک مونث ہے تو اس کے لیے آدھا ترکہ ہے اور میت کے والدین مین

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ

ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ اس تمام کا جو چھوڑا بشرطیکہ میت کا کوئی اولاد لڑکا لڑکی ہو اور اگر میت کی کوئی اولاد نہو

وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ

اور ماں باپ ہی اسکے وارث ہوے تو اس کی ماں کو تہائی اور اگر میت کے کئی بھائی ہون تو اسکی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے بعد اس

وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ

وصیت کے جو کسی کو دلوا مرا ہے یا بعد قرضہ دینے کے

يُوصِيكُمُ ۔ یامرکم ۔ حکم دیتا ہے تم کو ۔ اللَّهُ فِي ۔ شان ۔ أَوْلَادِكُمْ ۔ اللہ تعالے تمھاری اولاد کے حق مین یعنے جو آگے ذکر فرمایا ہے کہ ۔ لِلذَّكَرِ ۔ منہم ۔ مذکر کے لیے ان اولاد مین سے مِثْلُ حَظِّ ۔ نصیب ۔ الْأُنْثَيَيْنِ ۔ اذا اجتمعتا معہ فلہ نصف المال ولہما النصف فان کان معہ واحدۃ فلہا الثلث ولہ الثلثان وان انفرد حاز المال برابر حصہ دو مونث کے ہے مفسر رح نے کہا چنانچہ اگر جمع ہون دو مونث ایک مذکر کے ساتھ مین تو مذکر کو نصف اور دونون مونث کو نصف مال ملیگا اگر ایک مذکر اور ایک مونث ہو تو مونث کو تہائی اور مذکر کو دو تہائی ملیگا اور اگر مذکر تنہا ہو تو سب مال سمیٹ لیگا ۔ فَإِنْ كُنَّ ۔ ای اولاد ۔ یعنی کن کا اسم اولاد مع ولد ہے اور کن بصیغہ مونث برعایت خبر کے ہے یا اولاد بتاویل مولودات اسم ہے نِسَاءً فقط ۔ پھر اگر اولاد عورتین ہون فقط اور کوئی مرد مذکر نہو ۔ فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۔ دو سے اوپر تو انکے لیے دو تہائی اس مال کا جو چھوڑا ہے میت نے الحاصل اگر اولاد مین سے فقط عورتین ہی ہون اگر دو سے اوپر ہون تو انکے لیے دو تہائی ہے قال المترجم جزما ظاہر مفہوم یہ تھا کہ دو تہائی کا حصہ دو سے زائد کے لیے ہے پس دو کے واسطے نہ ہوگا جیسا کہ ابن عباس رض سے مروی ہے حالانکہ دو عورتون کے واسطے بھی دو تہائی ہونے کا مذہب ہے تو مفسر رح نے بیان کیا کہ وکذا الاثنتان لانہ للاختین بقولہ فلہما الثلثان مما ترک فہما اولے اور یہی

حصہ دوتہائی کا دو دختروں کے واسطے بھی ہے کیونکہ دوتہائی تو دو بہنوں کی میراث ہے بدلیل قولہ تعالےٰ فلھما الثلثان مما ترک۔ تو دو دختر کا استحقاق بدرجہ اولی ہوگا کیونکہ بہ نسبت بہن کے دختر نسبی قرابت میں میت کی طرف بہت متصل ہے۔ یہ قیاس ہے اور دوسرا یہ کہ ولان البنت تستحق الثلث مع الذکر فمع الانثی اولی۔ اور اس دلیل سے کہ دختر تو مذکر یعنی پسر کے ساتھ میں تہائی کی مستحق ہوتی ہے تو دوسری مونث کے ساتھ میں بدرجہ اولے تہائی کی مستحق ہوگی پس ہر ایک دختر کو دوسری دختر کے ساتھ میں تہائی کا استحقاق ہوا تو دونوں کے لیے دوتہائی ترکہ ہوا۔ اب رہا جواب اسکا کہ آیت میں فوق کا لفظ کس حکمت سے مذکور ہے تو مفسرؒ نے کہا۔ وفوق قیل صلۃ۔ یعنے فوق کی لفظ کی نسبت بعض نے جواب دیا کہ یہ صلہ ہے یعنی زائد ہے بول چال کے محاورہ میں یوں بولا جاتا ہے اور اوپر کے معنے بالاترھتی کے معنے مراد نہیں ہیں وقیل لدفع توہم زیادۃ النصیب بزیادۃ العدد لما فہم استحقاق الثنتین الثلثین من جعل الثلث للواحدۃ مع الذکر۔ اور بعض نے کہا کہ فوق کا لفظ اسواسطے ہے کہ یہ وہم دور ہو کہ حصوں کی زیادتی تعداد کی زیادتی پر ہوتی جاویگی یعنی ایک کو ایک تہائی پھر دو کو دوتہائی اور تین کو تین تہائی یعنے کل مال ملجائیگا حالانکہ ایسا نہیں بلکہ وہ ہوں بازائد انکو دوتہائی ہی ملیگا اور وہم کا منشا یہ تھا کہ دو کا استحقاق دوتہائی مال کا جبھی سے سمجھ لیا گیا تھا کہ مذکر کے ساتھ ایک کو ایک تہائی ملا تھا۔ وَاِنْ كَانَتْ۔ المولودۃ۔ وَاحِدَةً۔ وفے قراءۃ بالرفع وکان تامہ یعنے کانت کا اسم مولود دختر ہے پس واحدہ کو نصب بنا بر خبر ہونے کے ہے اور کانت افعال ناقصہ میں سے ہے اور نافع کی قراءۃ میں واحدۃ کو رفع ہے تو بمعنے حصلت واحدۃ ہے پس کان تامہ ہوگا۔ اور حاصل معنے یہ کہ اگر دختر اکیلی ہو پسر یا کوئی دوسری دختر اسکے ساتھ نہو تو فَلَهَا النِّصْفُ۔ اس کے واسطے نصف ترکہ ہے پس حاصل یہ کہ اولاد میں مذکر کو مونث سے دوچند جبکہ دختر ہو ورنہ پسر کو کل مل جائیگا جبکہ کوئی فرضی حقدار نہو اور اگر پسر نہو بلکہ اکیلی دختر ہو تو اس کو نصف ملے اور اگر دو دختر ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تو دوتہائی ملے۔ اب سوا ے اولاد کے دیگر قرابتوں کو بیان کیا چنانچہ والدین کی نسبت فرمایا۔ وَلِاَبَوَيْهِ۔ ای المیت۔ یعنی ضمیر راجع بجانب میت ہے یعنی اور میت کے والدین کے لیے یعنی دونوں کے مجموعہ کے لیے نہیں بلکہ۔ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا۔ دونوں میں سے ہر ایک کے لیے السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ۔ چھٹا حصہ اس مال کا جو میت نے چھوڑا۔ مگر یہ چھٹا حصہ اس شرط سے کہ۔ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ۔ ذکر او انثی اگر میت کا کوئی فرزند موجود ہو خواہ پسر ہو یا دختر ہو۔ ونکتۃ البدل افادۃ انہما لا یشترکان فیہ مفسرؒ نے کہا کہ لابویہ سے لکل واحد منہما۔ کو بدل کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ والدین دونوں ملکر چھٹے حصہ میں مشترک نہیں ہیں۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہ بہت ضعیف نکتہ بیان ہوا کیونکہ سدس کی جگہ سدسان کہنے سے بھی بدون بدل کے فائدہ حاصل تھا میرے نزدیک یوں کہنا اولی ہے کہ بدون بدل مذکور کے اگر سدس ہوتا تو معلوم ہوتا کہ دونوں اس حصہ میں شریک ہونگے اور اگر سدسان ہوتا تو معلوم ہوتا کہ دو چھٹے حصہ میں شریک ہیں لیکن مرد وعورت کی شرکت میں زیادہ احتمال تھا کہ باپ کو ماں سے دوچند ہوگا جیسے پسر کو دختر سے بحکم للذکر مثل حظ الانثیین یا بھائی کو بہنوں سے اسی حساب سے ملتا ہے پس صرف بدل سے یہ وہم دور کیا فافہم پھر مفسرؒ نے افادہ فرمایا کہ والحق بالولد ولد الابن وبالاب الجد۔ اور لاحق کیا گیا فرزند کے ساتھ پسر کا فرزند خواہ لڑکی یا لڑکا یعنے اگر پسر ہو تو اسکا فرزند بمنزلہ میت کے فرزند کے ہوگا لیکن دختر کا فرزند ایسا نہوگا کیونکہ وہ میت کے داماد کا نطفہ ہوگا اور نیز لاحق کیا گیا باپ کے ساتھ دادا یعنے باپ نہ ہو بلکہ دادا اسکا ہو تو بمنزلہ باپ کے ہے۔ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ۔ فقط۔ او مع زوج۔ پھر اگر میت کا کوئی فرزند نہو اور وارث ہوئے اسکے دونوں ماں وباپ خواہ فقط یا مع زوج کے یعنی جفت کے پس اگر مرد مرا تو جفت اسکی زوجہ ہے یا عورت مری تو جفت اسکا شوہر ہے پس والدین کے ساتھ میں میت کا جفت ہو

فَلِاُمِّهِ - بضم الهمزة- یعنی ام بضم ہمزہ اکثرون کی قرات ہی- اور حمزہ وکسائی نے اِمِہ بکسر ہمزہ پڑھا- الثُّلُثُ- تو اسکی ماں کے واسطے ایک تہائی ہی- ای ثلث المال او ما یبقی بعد الزوج والباقی للاب - اور تہائی سے یا تو یہ مراد ہی کہ کل مال کی تہائی ہی سوا اگر باپ فقط ہو تو بالاتفاق ماں کو کل مال کی تہائی ملیگی اور زوج کے ساتھ ہو تو بھی ابن عباسؓ کے نزدیک یہی حکم ہی اور جمہور کے نزدیک زوج کا حصہ نکالنے کے بعد باقی مال کی تہائی ماں کو اور دو تہائی باپ کو ملیگا پس حاصل یہ نکلا کہ والدین بہرحال وارث ہین پس اگر میت کے اولاد بھی ہو تو والدین ہین سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا پھر اگر باقی حصہ دارون کو دیکر کچھ بچا تو وہ فقط باپ کو ملجاویگا- اور اگر اولاد میت نہو تو دو حال سے خالی نہین کہ یا تو فقط والدین ہین یا میت کا جفت بھی موجود ہی پس ایسی صورت مین حکم یہ ہی کہ میت کے ماں کے واسطے تہائی ہی لیکن جبکہ میت کا شوہر یا میت کی زوجہ ہو تو ابن عباس کے نزدیک ماں کو کل کی تہائی ملے گی اور جمہور کے نزدیک جفت کا حصہ دیکر باقی مال کی تہائی ملیگا اور اگر یہ نہین بلکہ میت کا بھائی بہنین ہون- تو فرمایا- فَاِنْ کَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ- ای اثنان فصاعدا ذکورا واناثا- فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ پھر اگر میت کے اخوۃ یعنے بھائی بہن ہون- یعنے دو ہون یا زیادہ ہون تو ماں کے لئے چھٹا حصہ ہی اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دو پر حکم نہین کیونکہ اخوۃ جمع ہی کم سے کم تین عدد ہونگے اور جمہور نے کہا کہ دو کا بھی یہی حکم ہی خواہ مذکر ہون یعنی بھائی ہون یا مونث ہون یعنے بہنین ہون ہرحال ان کے لیے چھٹا حصہ کا حکم ہوگا اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نہین یہ جبھی ہی کہ بھائی ہون والباقی للاب ولاشئ للاخوۃ- یعنی اسکی ماں کو چھٹا حصہ دیکر باقی سب مال باپ کا ہوگا اور اخوہ کو کچھ نہین ملیگا اور یہی جمہور کا قول ہی اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ انکو بھی چھٹا ملے کیونکہ ان لوگون کی ذات سے انکی ماں بیچاری کو تہائی سے چھٹا ہو گیا پس ایک چھٹے کا اسکو نقصان ہوا وہی ان لوگون کو ملے گا، اور باقی دو تہائی باپ کو ملیگا پھر یہ سب میراث مذکور بعد ادائے وصیت و قرضہ کے ہی چنانچہ مفسرؒ نے ربط دیا کہ وارث من ذکر باذکر- مِنْۢ بَعْدِ- تنفیذ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ - بالبناء للفاعل والمفعول- بِهَاۤ- اور وارث ہونا ان اشخاص مذکورہ کا حصص مذکورہ کو بعد نافذ کیے جانے وصیت کے جس کے ساتھ میت نے وصیت کی یا میت کی گئی ہی پس یوصی اکثرون کی قراءۃ مین بصیغہ معروف بر بناء فاعل ہی اور ابن کثیر وابن عامر و ابو بکر و عاصم نے بضم اول و فتح صاد بر بناء مفعول یعنے بصیغہ مجہول پڑھا اور حفص نے بیان مانند جمہور کے اور آئندہ مانند ان بعض مذکور کے پڑھا ہی حاصل آنکہ میراث مذکور بعد دو امر کے ہی ایک بعد تنفیذ وصیت جو میت کر گیا ہی اور دوم۔ اَوْ- بعد قضاء دَيْنٍ- علیہ- یا ادا کرنے قرضہ کے جو میت پر آتا ہو- پھر اگر کچھ قرضہ بھی ہو اور وصیت بھی ہو تو مذہب یہ ہی کہ اول قرضہ ادا کیا جاوے پھر باقی کی تہائی سے وصیت نافذ کیجاوے پھر بچا ہوا میراث ہی- اگر کہا جاوے کہ وصیت تو قرضہ پر مقدم مذکور ہی تم کیونکر کہتے ہو کہ پہلے قرضہ ادا کیا جاوے تو مفسرؒ نے جواب دیا کہ وتقدیم الوصیۃ علی الدین وان کانت موخرۃ عنہ فی الوفاء للاہتمام بہا اور مقدم کرنا وصیت کا قرضہ پر جیسا آیت کریمہ مین اگرچہ وہ نافذ کیے جانے مین پیچھے ہی تو فقط اسوجہ سے کہ لوگ اسکا اہتمام رکھین ضائع نہ کرین اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علمائے سلف و خلف نے اجماع کیا ہی کہ قرضہ ادا کرنا وصیت جاری کرنے سے مقدم ہی اور یہ انکے نزدیک امعان نظر سے آیت کریمہ کے فحوی سے ثابت ہی واضح ہو کہ آیت میراث یہی ہی اور آنحضرت صلعم نے اسکو نصف العلم فرمایا ابن عیینہؒ نے کہا کہ اسکو نصف اسلیے کہا کہ یہین سب مبتلا ہوتے ہین- ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا سیکھو فرائض اور سکھلاؤ لوگون کو کہ مین ایک مرد ہون کہ اللہ تعالی مجکو وفات دینے والا ہی اور عنقریب علم لوگون سے لیا جائیگا اور فتنہ پھیلین گے حتی کہ دو آدمی فرائض مین جھگڑینگے اور کوئی ایسا نہ پاوینگے جو انمین فیصلہ کردے رواہ الحاکم والبیہقی اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ سیکھو فرائض اور وہ لوگون کو سکھلاؤ کیونکہ وہ نصف علم ہی اور یہی سب سے پہلے میری امت سے نکال لیا جائیگا رواہ الحاکم والبیہقی وابن ماجہ

ودارقطنی اور ایک جماعت صحابہ وتابعین سے اسکی ترغیب مین آثار وارد ہین مجھے زیادہ تطویل کی گنجایش نہین یہی کافی ہے کہ اس علم کا فضل وکمال
وزیادت اجر وثواب کلام الٰہی واسکے برگزیدہ رسول رسول پاک کے صحابہ وتابعین ومجتہدین سے ثابت ہے لہذا مترجم نے چاہا کہ ان آیات
کی تفسیر مین اسطرح بیان کردے کہ اہل ایمان وصلحا رہت اس سے واقف ہوکر فرائض کے جاننے والون مین داخل ہوکر ثواب جمیل کے سزاوار ہوجاوین
اگرچہ تمام تفصیل سے یہان معذوری ہے تاہم قدر کافی انشاء اللہ تعالیٰ حاصل ہوجائیگی اول اس آیت کریمہ کا سبب نزول جابرؓ سے روایت ہے کہ
آنحضرت صلعم وابوبکرؓ نے پیدل آکر بنی سلمہ مین میری عیادت کی اس حال مین کہ مین بیہوشی سے کچھ نہین سمجھتا تھا پس پانی منگاکر وضو فرماکر مجھپر
چھڑکا کہ مین ہوش مین آیا پس مین نے عرض کیا کہ مجھے آپ کیا حکم دیتے ہین اپنے مال مین کیا کرون پس نازل ہوا قولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیات
رواہ البخاری ومسلم والنسائی والجماعۃ کلہم شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت جابرؓ کے حق مین اس سورہ کی آخری آیت درباب
کلالہ اتری ہے جیسا کہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور اظہر سبب نزول اس آیت کا وہ ہے جو بطفیل جابرؓ سے روایت ہے کہ سعد بن الربیعؓ کی جورو آئی رسول اللہ
صلعم کی حضور مین اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ لڑکیاں دونون دختران سعد بن الربیع ہین جو احد مین آپکے ہمراہ شہید ہوا اور ان دونون کے
چچا نے تمام مال لے لیا انکے لیے کچھ نہین چھوڑا اور انسے کوئی نکاح نکریگا جبتک انکے پاس مال ہو پس آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل اسمین حکم فرماویگا
پس نازل ہوا قولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیہ پس رسول اللہ صلعم نے دختران مذکورہ کے چچا کو کہلا بھیجا کہ دختران سعدؓ کو دو تہائی دے اور ان دونون
کی مان کو آٹھوان حصہ دیدے اور باقی تیرا ہے رواہ احمد وابوداؤد وابن ابی شیبۃ وابن ماجہ وابویعلی وابن ابی حاتم وابن حبان فی صحیحہ والحاکم والبیہقی و
الترمذی وقال لا یعرف الا من حدیث عبداللہ بن محمد بن عقیل اور وہ ثقہ ضابط ہین اب آیات کریمہ کو انکی تفسیر وفوائد سے کان لگاکر سننا چاہیے
قال اللہ تعالیٰ یوصیکم اللہ۔ اللہ تعالیٰ تمکو وصیت کرتا ہے فی اولادکم۔ تمھاری اولاد کے بارہ مین اور مراد وصیت کرنے سے حکم کرنا ہے اسکو وصیت
سے تعبیر فرمایا جسمین بعض اہل استنباط نے نکتہ نکالا ہے کہ بندون کے مان وباپ کو خود انکی اپنی اولاد کے حق مین وصیت کی توقع ہے کہ وہ تعالیٰ اپنے
بندون پر اس سے زیادہ مہربان ہے جسقدر مان باپ اپنی اولاد پر ہوتے ہین اور حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون پر اس سے کہین
زیادہ مہربان ہے جتنا بچے پر اسکی مان مہربان ہوتی ہے اور حدیث مین قصہ ہے وقد ذکرناہ فی بعض المواضع۔ اور یہان سے تفصیل بیان اس اجمال کا
ہے جو قولہ تعالیٰ للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون الآیہ۔ مین گذرا اور یہین سے نکلا کہ بیان مین تاخیر ہونا روا ہے کما مر منا کہ روہا نکے
خطاب سے تو زمانۂ جاہلیت کی ناانصافی کی تقسیم کو دور فرمایا اور یہان عدل کی تقسیم کو بیان فرمایا پھر جانو کہ اولاد جمع ولد کی یعنے فرزند خواہ لڑکا
ہو یا لڑکی ہو خواہ مسلمان ہو یا کافر ہو خواہ آزاد ہو یا غلام ہو خواہ قاتل ہو یا سعید ہو۔ خواہ ایک ہی ولایت مین ہو جہان مورث نے انتقال کیا یا دوسری
ولایت مین ہو اور واضح ہو کہ مملوک اگر مر جاوے تو اسکا کچھ مال ہی نہین وہ تو خود اپنے مولی کا مملوک ہے پھر آزادیت کا مال میراث ہے اور اسکی
کی صورت کہ اسکا بیٹا غلام ہو یہ ہے کہ زید نے عمرو کی لونڈی سے جو جہاد مین پکڑی آئی تھی یا اسکی مان یا نانی اصل اسکی اسطرح کی تھی اور اپنے
مالک کے سوا کسی دوسرے کے نطفہ سے ہے اس سے زید نے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا یا لڑکی تو یہ لڑکا و لڑکی بھی اپنی مان کے تابع قرار دیجاتی
ہے پس عمرو کی ملک ہے اور اگر عمرو کی لونڈی سے خود عمرو سے بچہ پیدا ہو تو وہ باپ کے مانند آزاد ہوگا اور یہ صورت کہ باپ مملوک اور بیٹا آزاد ہو وہ
ظاہر ہے مثلاً بیٹا آزاد کیا گیا اور باپ رہ گیا۔ پھر جانو کہ اگر زید مرا تو اسکی اولاد مین سے جو لڑکا یا لڑکی کسی دوسرے کی ملک ہو وہ میراث نہ پاویگی
اور نیز جو اولاد اسکے دین کے خلاف ہے مثلاً زید مسلمان اور اولاد مین بعض کافر ہوے تو کافر کو میراث نہ ملے گی اور اسکے برعکس بھی کہ زید کافر
اور اسکا بیٹا مسلمان ہے تو زید کا وارث نہوگا۔ اور نیز اگر زید بعہد دارالاسلام مین ہے اور اسکی اولاد مثلاً لڑکا دارالحرب مین ہے تو کوئی دوسرے کا

وارث ہوگا اور یہی طرح اگر اسنے عمداً قتل کیا ہو تو بھی بالاجماع وارث ہوگا پس رقیت و اختلاف دین و اختلاف دار و قتل عمد یہ چار باتین علی العموم
میراث سے مانع ہین پس اگر اولاد مین بھی کوئی پائی جاویگی تو اسکو میراث نہ ملیگی - اور ترکہ وہ ہے جو میت نے چھوڑا اور میراث اسمین سے وہ ہے جو وارثون
کو ملے اور وہ میت کی تجہیز و تکفین و ادائے قرضہ و وصیت کے بعد جو کچھ بچے وہ میراث ہے اور قرضہ ایسی بڑی بلا ہے کہ اگر میت کی حیثیت ایک روپیہ
گز کے کفن کی تھی تو درصورت قرضہ کثیر ہونے کے کہ ترکہ کفایت نہ کرتا ہو اسکو دو مین آنہ گز کا کفن ملیگا - اور واضح ہو کہ میت کا حق مال متروکہ سے
منقطع ہوجاتا ہے سوائے ایک تہائی کے کہ اس سے متعلق رہتا ہے - اور واضح ہو کہ آیات میراث مین چند باتین پہلے جاننا ضرور ہین - اول آنکہ کمتر
جمع دو ہے دوم وارث چار طرح کے ایک وہ کہ جنکا حصہ فقط فرض و مقرر ہے جیسے جورو مرد ہین اور ایسیون کو ذوی الفروض کہتے ہین دوم جنکا
حصہ مقدر نہین بلکہ وہ ذوی الفروض کا حصہ مقرر دینے کے بعد باقی سب لے لیتے ہین جیسے بیٹا اور ایسیون کو عصبہ کہتے ہین سوم وہ جنکا
حصہ بھی مقرر ہے اور باوجود اسکے وہ عصبہ بھی ہوجاتے ہین جیسے باپ کہ درصورت ایک دختر ہونے کے وہ اپنا مقدر حصہ لیگا اور دختر کے مقدر
حصہ دینے کے بعد باقی کو عصبہ ہو کر لے لیگا - چہارم وہ کہ کسی صورت مین ذوی الفروض مین سے اور کسی صورت عصبہ مین سے ہوتے ہین جیسے
میت کا باپ و دختر ہو تو دختر کو نصف مقدر ملیگا اور اگر بیٹا و بیٹی ہو تو بیٹا دو حصے اور بیٹی ایک حصہ لیگی - اب مین اللہ تعالے کی توفیق و طاقت سے
استعانت پاکر تفسیر شروع کرتا ہون قال تعالے - یوصیکم اللہ فی اولادکم - اللہ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے حق مین اور مراد اولاد
سے وہ تمام بیٹے و بیٹیان ہین جنمین رقیت و اختلاف دین و اختلاف دار و قتل عمد کا کوئی مانع نہو کیونکہ اگر اولاد رقیق ہو یا دین اسلام سے خارج
ہو یا کافرون کے ملک مین رہتی ہو یا اسنے باپ یا مان کو یعنے مورث کو عمداً قتل کیا ہو تو وہ محروم ہے - پھر اولاد جمع کا لفظ ہے تو وہ ہر ایسی اولاد
کے بارہ مین حکم دیتا ہے - اگرچہ دو ہی ہون کیونکہ میراث مین کمتر جمع دو ہی ہے اور اولاد مین وہ حمل بھی داخل ہے جسکے علوق کا وقت وفات میت کے
ہونا یقینی معلوم ہو یا بن طور کہ میت کی جورو وقت وفات سے چھ مہینے کے اندر جنے اور اولاد کا لفظ میت کے پسر کی اولاد کو بھی شامل ہے
یعنے اگر میت کی صلبی اولاد نہو تو پسر کی اولاد بھی اسی طرح مستحق ہوگی اور اسمین آئمہ حنفیہ و شافعیہ و جمہور متفق ہین اختلاف اسمین ہے کہ یہ شامل ہونا آیا
ہے یا حقیقۃً ہے تو حنفیہ کہتے ہین کہ حقیقۃً شامل ہے اور شافعیہ مجازاً شمول کہتے ہین بہرحال شمول مین اتفاق ہے اور اولاد مین خنثی بھی شامل
ہے یعنے وہ بچہ جس کے نر و مادہ دونون کی علامت موجود ہو اور قرطبی نے کہا کہ علمانے اجماع کیا ہے کہ خنثی اگر مرد کی علامت سے پیشاب
کرے تو اس کو مذکر کا حصہ اور اگر مونث کی علامت سے پیشاب کرے تو مونث کا حصہ دیا جاوے گا - اور اگر دونون سے پیشاب کرتا ہے تو جس سے
پہلے نکلے اور اگر دونون علامتون سے یکسان نکلتا ہو تو یہی خنثی مشکل ہے اس کے حصہ مین اختلاف ہے اور اس آیت سے میراث کا وہ قاعدہ
جو زمانہ شرک سے لوگون مین جاری تھا کہ حلیف ہونے اور مہاجرت اور معاقدت وغیرہ اسباب سے باہم وارث ہوتے تھے منسوخ ہوگیا
پھر اللہ تعالے نے اس کی تفصیل فرمائی - للذکر مثل حظ الانثیین - نرینہ اولاد کو اس حساب سے کہ ایک کو دو مونث کے
برابر یعنی لڑکا لڑکی سے دوچند پاوے گا اور چونکہ یہ اجمال اول کی تفصیل ہے لہذا اسمین ایک ضمیر چاہیے جو اجمال کی طرف راجع ہو یعنے
للذکر منہم - مگر چونکہ معلوم تھا ضمیر حذف ہوئی اگر کہا جاوے کہ اولاد سے شروع کیا جواب - ہان دو وجہ سے ایک تو میت کے زیادہ قریب کے وارث
ہین دوم اکثر بعد میت کے یہی ہوتے ہین پس فرمایا کہ پسر کو دختر سے دوچند دیا جاوے - اور اسپر اجماع ہے کہ اولاد کے ساتھ جو ذوی الفروض ہون
انکو انکا حصہ مقدر نکالکر باقی کو اولاد مین اسطرح تقسیم کیا جاوے پس لڑکا عصبہ ہے اور عصبہ وہ ہے جسکا کوئی حصہ مقرر نہین ہے بلکہ جن لوگون کا
حصہ مقدر ہے وہ دیکر باقی سب کا مالک ہے اور جنکا حصہ مقدر ہے انکو ذوی الفروض کہتے ہین جیسے اگر ذوی الفروض مین سے کوئی نہو تو بیٹا کل میراث کا

مالک ہو۔ رہی لڑکی تو وہ ایک صورت مین عصبہ ہی اور ایک صورت مین ذوی الفروض سے ہی چنانچہ جب لڑکا ہو تو لڑکی بھی اسکے ساتھ
عصبہ ہی اور اگر ساتھ نہو تو ذوی الفروض مین سے ہوگی کہ اسکا حصہ مقرر ہی اور عصبہ وہ ہی کہ اگر تنہا ہو تو سب مال سمیٹ لے واضح ہو کہ میت
کے ترکہ سے اولًا تجہیز و تکفین کیجاوے پھر قرضہ ادا کیا جاوے اگر ہو پھر وصیت صرف تہائی مال میت سے ادا کیجاوے اگر ہو پھر جو باقی رہے وہ
میراث ہی جسمین سے ذوی الفروض کو انکا مقرری حصہ دیدیا جاوے اگر ہون پھر باقی کو اولاد مین اسطرح تقسیم کیا جاوے۔ اولاد تین حال سے
خالی نہین یا تو مذکر و مونث دونون ہونگے تو یہ حکم آیت مین مذکور ہی یا فقط مذکر تو سب مال بعد اہل فرائض کے لے لیگا یا فقط مونث تو اللہ تعالے
نے آگے فرمایا۔ بقولہ سبحانہ تعالی۔ فان کن نساء فوق اثنتین فلهن ثلثا ما ترک پہلے فرمایا تھا کہ دو لڑکیاں اور ایک لڑکا ہو تو نصف
دونون لڑکیون کو اور نصف ایک پسر کو ملیگا اب فرمایا کہ اگر لڑکیاں دو سے زائد ہون خواہ تین ہون یا چار یا زیادہ تو انکو بھی دو تہائی
ملیگا۔ اس تقریر سے دو لڑکیون کا نصف حصہ گویا بیان ہوگیا اور ایک لڑکی کا بیان باقی رہا اور یہی ابن عباسؓ کا قول ہی لیکن جمہور صحابہ
نے کہا کہ دو لڑکیون کا بھی دو تہائی ہی اور اسی کو چارون اماموں نے اپنا مذہب قرار دیا ہی سو بعضے لوگون نے خیال کیا کہ یہ قرآن مجید کے اسی نظم
سے اسطرح ثابت ہی کہ لفظ فوق زائدہ ہی اور تقدیر یہ کہ فان کن نساء اثنتین۔ جیسے قولہ فاضربوا فوق الاعناق مین فوق زائد ہی کیونکہ
یہ غرض نہین کہ کافرون کی گردن کے اوپر سے مارو بلکہ گردن مارو۔ اور نحاسؒ و ابن عطیہؒ نے ہکو رد کر دیا کہ یہ خطا ہی کیونکہ ظروف
تمام اہل کلام عرب مین بے معنے زائد نہین ہو سکتے اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ دونون آیتون مین فوق کا زائدہ ہونا غیر مسلم ہی اور ممتنع
ہی کہ قرآن مجید مین بیفائدہ کوئی لفظ بھرتی کا ہووے اور اگر یہی ہوتا یعنے بمنزلہ فان کن نساء اثنتین۔ تو آگے فلهما ثلثا ما ترک
ہوتا حالانکہ فلهن ثلثا ما ترک ہی مترجم کہتا ہی کہ فوق کو زائد کہنے والے نے اپنے اوپر مشقت اٹھائی اور دوہری مصیبت بڑھائی کیونکہ اگر
تین دختر ہون تو انکا حکم مذکور نہین اور چار ہون تو معلوم نہین علے ہذا القیاس اور یہ ایسی دقت ہی کہ اسپر کوئی اشارت دلالت بھی ظاہر
نہین بخلاف ان لوگون کے جو زائدہ نہین کہتے ہین بلکہ کہتے ہین کہ اس سے دو سے زیادہ چاہے جسقدر ہووین سب کا حکم معلوم ہوگیا رہا
فقط دو کا حکم تو یہ دلالت قرآن سے معلوم ہی کیونکہ جب مذکر کے ساتھ ایک دختر کو تہائی ملا تو منفرد دو دختر کو یعنے ہر ایک کو مونث کے ساتھ
بدرجہ اولی تہائی ملیگا پس دونون کی دو تہائی ہوئی اور نحاسؒ نے اسمین کلام کیا کہ اختلاف تو دو دختر مین جب ہی کہ پسر سے تنہا ہون
اور نیز معارضہ کیا کہ ایک پسر و دو دختر ہون تو دونون کے لیے نصف ہی پس معلوم ہوا کہ انکا فرض مقرر بھی یہی ہی اور یہ ماخوذ ہی مذہب
ابن عباسؓ سے جیسا کہ ہم نے اوپر ارشارہ کیا۔ و نیز جمہور نے قیاس پیش کیا کہ دو بہنون منفردہ کے لیے دو تہائی فریضہ منصوص ہی تو دو
دختر منفردہ کے لیے بدرجۂ اولے ہوگا اور مترجم کہتا ہی کہ پوشیدہ نہین کہ اولویت کا حکم بنظر قرابت رحم ہی لیکن موارثت کی تقدیر مین قرابت
رحم کی علت ہونا یا بھی فقط علت ہونا محل مناقشہ ہی پھر قیاس کہان ہو سکتا ہی خصوص جبکہ فرمایا۔ آباؤکم و ابناؤکم لا تدرون ایهم
اقرب لکم نفعًا۔ فریضة من الله۔ ان الله کان علیما حکیما۔ اور ایسے ہی شیخ ابن کثیرؒ نے جو استدلال ذکر کیا کہ اللہ تعالی نے ایک دختر کے لیے
نصف حصہ منصوص فرمایا اگر دو کے لیے بھی ہوتا تو منصوص ہوتا پس اکیلی منفردہ کی تخصیص بنصف نے دلالت کی کہ دو دختر کا حکم سہ دختر
ہین مترجم کہتا ہی کہ اسمین وہی مناقشہ ہی جو مین نے بیان مذہب حضرت ابن عباسؓ مین اشارہ کیا یعنے دو کا حکم نصف کا تفصیل بعد اجمال
سے سمجھا گیا یعنے للذکر مثل حظ الانثیین کیونکہ یہ کلام اس قوت مین ہی کہ اگر اولاد مین ایک پسر ہو اور دو دختر ہون تو دو دختر کا فقط نصف
حصہ ہی اور نصف مذکر کا ہی پس جبکہ تنہا ایک دختر کا بیان رہا تھا الگ منصوص فرمایا لیکن یہ ضرور وارد ہی کہ للذکر مثل حظ الانثیین سے ایک پسر

وایک دختر کا حصہ بھی ایک تہائی سمجھا گیا پس تخصیص علٰحدہ بوجہ حکم انفراد کے ہے مگر آنکہ کہا جاوے کہ انفراد کے ساتھ جبکہ اجتماع وانفراد میں فرق بھی ہو
پس دو کا حکم انفراد چونکہ بلافرق کے وہی تھا جو اجتماع مذکر کے ساتھ مذکور ہوا لہذا الگ نہیں بیان کیا مترجم کہتا ہے کہ حق یہ ہے کہ اجتماع و
انفراد دختروں کے حق میں درصل مختلف ہے کیونکہ اجتماع میں دختر بھی عصبہ ہیں اور انفراد میں ذوی الفروض میں سے ہیں فافہم پس سب سے اصح
دلیل جمہور کے واسطے وہ حدیث جابرؓ ہے جو ہم نے سبب نزول کے بیان میں اوپر ذکر کی جسمیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن الربیع کی
دونوں دختر کے واسطے دو تہائی کا حکم فرمایا اور یہ حدیث خود حجت ہے اور مؤید اس دلالت کی جو قرآن مجید سے مذکور ہوئی فافہم واللہ اعلم اب
آگے اکیلی ایک دختر کا حکم فرمایا - بقولہ تعالیٰ عزوجل - وان کانت واحدۃ فلہا النصف - یعنی اولاد میں اگر اکیلی ایک لڑکی ہو تو اسکے واسطے
نصف ہی اُسکا ہوگا - قولہ فلامہ الثلث - یعنی جب فقط والدین وارث ہوں تو ماں کو تمام مال کی تہائی ملیگی اور مدارک میں فرمایا کہ اگر والدین
کے ساتھ شوہر و جورو میں سے کوئی ہو تو ماں کے واسطے تہائی تمام مال کا حکم نہیں رہیگا بلکہ زوج کا حصہ نکالکر باقی مال کی تہائی کا حکم ہوگا اسواسطے
کہ باپ بہ نسبت ماں کے میراث میں اقوی ہے کیونکہ درصورت تنہائی کے باپ کا حصہ ماں سے دوچند ہے پھر اگر درصورت زوج ہونے کے یعنے جورو یا
مرد ہونے کے بھی اسکا حصہ تہائی کل مال سے مقرر ہو تو لازم آویگا کہ باپ کا حصہ ماں سے کم ہوجاوے چنانچہ مثلاً ایک عورت مری اور اسنے
ماں و باپ و خاوند چھوڑے تو خاوند کو بسبب اولاد نہونے کے نصف ترکہ ملا اور ماں کو بر تقدیر مذکور تہائی دیا گیا تو باپ کے لیے چھٹا حصہ
رہ گیا بایں طور کہ کل مال کے چھ حصہ کرکے تین سہام شوہر کو اور دو سہام ماں کو اور رہا ایک سہم وہ باپ کو ملا پس للذکر مثل حظ الانثیین
کا حکم بدل کر للانثی مثل حظ الذکرین - ہو جائیگا حالانکہ یہ خلاف منصوص ہے پس لازم آیا کہ ماں کو بعد حصہ شوہر کے باقی کی تہائی دیا جاوے تو
یہ بات لازم نہ آوے چنانچہ اس مسئلہ میں منجملہ چھ سہام کے شوہر کو تین سہام دیکر باقی تین میں سے ماں کو تہائی کا ایک سہم دیا جاوےگا اور
دو سہام باپ کے ہیں تو مرد کو عورت سے دوچند ملا - وہو الحق - قولہ سبحانہ تعالیٰ - فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس یعنے اگر میت کے
بھائی بہن ہوں (نہ اولاد) تو میت کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے - اسمیں ماں کے محجوب کرنے میں بھائی ہوں یا بہن ہوں خواہ میت کے
اعیانی ہوں یا علاتی یا اخیافی یعنے کسی قسم کے ہوں سب برابر ہیں لیکن جب دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تب ماں کو تہائی سے محجوب کرکے
چھٹے حصہ پر لاتے ہیں اور اگر ایک بھائی یا بہن ہو تو وہ ماں کو محجوب نہیں کرسکتا - پس اخوہ جس سے مراد دو یا زیادہ ہے کیونکہ میراث میں
کمتر جمع دو ہے - اور اخوہ تین طرح کے ہوتے ہیں اعیانی یعنے ایک ماں و باپ سے سگے - علاتی یعنے باپ ایک ہو اور ماں دو ہوں - اور اخیافی
یعنے ماں ایک ہو اور باپ دو ہوں پس میت کا باپ زندہ ہوتے ہوئے انمیں سے کوئی وارث نہوگا کیونکہ باپ عصبہ ہے ایسے ہی میت کی دختر ہو تو بھی
باپ باقی کا عصبہ ہے اور اگر پسر ہو تو باپ کو فقط فرض یعنے چھٹا حصہ ملیگا اور اگر میت کے پسر و باپ یا دادا میں سے کوئی نہو تو عینی بھائی اخوہ
وارث ہونگے ورنہ علاتی - پھر اخیافی ہر ایک بھائی و بہن کو چھٹا حصہ ہے اور اگر ایک سے زائد ہوں تو تہائی میں سب مساوی شریک ہونگے اور
انکا مذکر و مونث یکساں ہے - الحاصل **میت کا پسر** ہمیشہ عصبہ ہے اور صلبی پسر کے ہوتے ہوئے پوتا محجوب ہے اور اگر کوئی پسر نہو تو پوتا بھی مانند
پسر کے عصبہ ہے لیکن جب میت کی دختر و پوتا ہو تو دختر کو نصف دیکر باقی پوتا پاویگا - **میت کی دختر** - اگر پسر کے ساتھ ہو تو عصبہ ہے کہ
بعد ذوی الفروض کے حق دینے کے باقی ان بھائی بہنوں میں اسطرح تقسیم ہوگا کہ پسر کو دختر سے دوچند ملیگا اگر دختر کے ساتھ پسر نہو تو وہ ذوی
الفروض میں سے ہے کہ اگر ایک ہو تو نصف پاویگی اور دو ہوں یا زیادہ ہوں تو سب کو دو تہائی ملے گا - **میت کا باپ** اگر میت کا پسر
موجود ہو تو چھٹا حصہ فرضیہ فقط اور اگر دختر ہی ہو تو چھٹا حصہ فرضیہ پھر بعد فرضیہ دختر کے باقی مال کا عصبہ ہوگا - **میت کا دادا**

جب باپ نہ ہو تو دادا بمنزلہ باپ کے ہے **میت کی ماں** اگر میت کا پسر یا دختر موجود ہو تو چھٹا حصہ ہے اور اگر کوئی فرزند نہو تو ماں کو کل مال کی تہائی اور اگر عورت میت کا زوج ہو یا مرد میت کی زوجہ ہو تو اسکا فریضہ دینے کے بعد باقی مال کی تہائی ملیگی اور اگر دو سے زیادہ بھائی بہن کسی قسم کے ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہوگا۔ یہاں تک حصص تو آیت کریمہ میں اب تک مذکور ہوئے ہیں باقی آگے آتے ہیں

اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَکُمْ نَفْعًا ؕ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ

تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے تم نہیں جانتے ہو کہ انہیں کون تمھارے نفع کے لیے سب سے نزدیک ہے حصہ باندھا اللہ کیطرف سے

اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ○

اللہ تعالے خوب دانا وحکمت والا ہے

عوفی کی روایت ابن عباس میں ہے کہ آیت فرائض میں بعض لوگوں کو اکراہ ہوا کہ عورت کو چوتھائی یا آٹھواں دیا جاوے اور دختر کو نصف اور پسر صغیر عصبہ ہو حالانکہ انمیں سے کوئی بھی نہ دشمن دفع کرے نہ غنیمت لاوے اور زمانہ جاہلیت میں میراث سب سے بڑے مرد کو پھر اس سے چھوٹے کو اس ترتیب سے دیتے تھے رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر۔ اور عطاء نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ پہلے یہ تھا کہ مال میراث تو اولاد کا تھا اور والدین کے لئے نصیحت تھی پس اللہ تعالے نے انمیں سے جو چاہا منسوخ فرمایا پس مذکر کو برابر دو مونث کے حصہ دیا اور والدین میں سے ہر ایک سے یہ چھٹا حصہ و تہائی مقرر کیا اور زوجہ کے لیے آٹھواں یا چوتھائی رکھا اور شوہر کے لیے چوتھائی یا نصف رکھا رواہ البخاری اور حاصل یہ کہ اللہ تعالی نے امر جاہلیت کو دور کیا کہ کل میراث مذکر کو دیتے اور نیز ابتدائے اسلام میں جو حال پر تھے کہ کل مال اولاد کا اور انمیں سے وصیت فقط والدین کو بھی منسوخ کیا کیونکہ انسان کو کبھی نفع دنیوی یا اخروی یا دونوں اسکے باپ سے اسقدر پہونچتا ہے کہ اولاد سے نہیں پہونچتا اور کبھی برعکس ہوتا ہے اور اسکا دانا اللہ تعالی ہے بندہ نہیں اسواسطے یہاں فرمایا **اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ**۔ مبتدا۔ اور خبر اسکی **لَا تَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَکُمْ نَفْعًا**۔ فی الدنیا والآخرة فظان ان ابیه انفع له فیعطیه المیراث فیکون الابن انفع وبالعکس وانما العالم بذلک الله تعالے۔ تمھارے آبا و ابنا تم نہیں جانتے ہو کہ کون نہیں سے اقرب ہے تمھارے واسطے از راہ نفع کے یعنی دنیا میں اور آخرت میں کون تم کو نافع ہوگا پس گمان کرنے والا اٹکل لگا دیگا کہ میرا بیٹا میرے حق میں زیادہ نافع ہے تو اسکو میراث دیگا حالانکہ اسکا باپ اسکے لیے زیادہ نافع نکلے یا اسکے برعکس ہوا اور بات یہ ہے کہ اس امر کو اللہ تعالی ہی خوب جانتا ہے۔ ففرض لکم المیراث۔ **فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ** ۔ پس فرض کردی تمھارے لیے میراث فرض کرنا بطور خاص اللہ تعالی کی طرف سے۔ حاصل آنکہ تمھاری رائے و اجتہاد پر نہیں چھوڑا کیونکہ تم اس کی مقدار جاننے سے عاجز ہو اور یہ جملہ معترضہ ہے اسکے لیے کوئی محل اعراب نہیں ہے کذا فی المدارک۔ اور ایہم مبتدا مرفوع اور اقرب لکم خبر اور نفعاً تمیز ہے یعنی۔ اقرب از روے نفع کے اور یہ جملہ اسمیہ محل نصب میں لاتدرون کا مفعول ہے۔ پھر فریضۃً کو نصب بنا بر آنکہ مفعول مطلق ہے اسیواسطے مفسر رح نے کہا ففرض لکم المیراث فریضۃً من اللہ۔ اور کمالین میں کہا کہ مراد یہ ہے کہ یہ۔ یوصیکم کا مصدر موکد بغیر لفظ ہے از قبیل قولک له علی الف درہم اعترافا اور حاصل آنکہ مقادیر مختلفہ مفروضہ و مساوات وارثوں میں اصل میراث میں فریضہ ہے اللہ تعالے کی طرف سے اور اسی کی طرف سے حکم کیا گیا و مقدر کیا گیا ہے کیونکہ وہی دانا ہے ہر چیز کو اپنے محل پر رکھتا ہے اسی واسطے فرمایا۔ **اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیْمًا** بخلقه۔ اللہ تعالی علیم ہے۔ یعنے اپنی مخلوق کو ہر طرح جانتا ہے۔ **حَکِیْمًا**۔ فیما دبّره لهم ای لم یزل متصفا بذلک حکیم ہے ان تدبیروں میں جو اپنی مخلوق کے

واسطے مقرر فرمائی اور چونکہ کان صیغۂ ماضی تھا تو مفسرؒ نے کہا یعنے برابر ہمیشہ اس صفت علم وحکمت سے متصف ہی اور حاصل جواب یہ
کہ کان آن یہان استمرار ودوام کے معنے مین ہی اور یہ عرب کی زبان مین شائع ہی ف جاننا چاہیے کہ آیۂ یوصیکم اللہ فی اولادکم۔ بیان تمام
ہوئی ہی اور بنظر تسہیل مین نے باپ وماں کے حصص اپنے مذہب کے موافق اوپر ذکر کردیے تاکہ عام نفع اٹھادین اور توضیح یہ ہی کہ ماں و باپ
کی چند حالتین ہین اوّل آنکہ میت کی اولاد کے ساتھ جمع ہون تو ہر ایک کے واسطے چھٹا حصہ ہوگا پس اگر میت کی ایک ہی دختر ہو تو اسکو
نصف اور ہر ایک والدین کو چھٹا چھٹا دیکر باقی چھٹے حصہ کو بھی میت کا باپ بطور عصبہ لے لیگا پس ایسی حالت مین باپ کو فرض وعصوبت
دونون ہونگے۔ دوم آنکہ والدین تنہا ہون تو ماں کو تہائی دیکر باقی کو باپ محض تعصیب مین لیگا پس باپ اس حالت مین محض عصبہ ہوا اور اگر انکے ساتھ
زوج ہو یا زوجہ ہو تو اس صورت مین بسبب اولاد نہونے کے شوہر کو نصف یا زوجہ کو چہارم مل جاویگا پھر علما مین اختلاف ہی کہ ماں کو کیا ملیگا
اسمین تین قول ہین ایک قول یہ کہ ہر دو مسئلہ مین ماں کو باقی کا تہائی ملیگا گویا والدین کی نسبت یہی باقی مال ہی کل میراث ہی اور اللہ عزوجل
زوج ہو یا زوجہ ۱۲
نے ماں کے واسطے باپ کے حصہ کا نصف رکھا ہی پس وہ باقی کا تہائی لیوے اور دو تہائی باپ لیوے۔ اور یہی قول حضرت عمر وعثمان کا اور ہر دو
روایت مین اصح روایت کے موافق حضرت علی کا قول ہی اور یہی قول حضرت ابن مسعود وزید بن ثابت کا ہی اور اسیکو فقہاء مدینہ اور چارون اماموں
اور جمہور علمانے اختیار کیا ہی۔ اور دوسرا قول یہ کہ زوج وزوجہ ہو یا نہو ہر حال ماں کو کل مال کی تہائی ملیگی کیونکہ فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ
الثلث عام ہی اور یہ قول ابن عباس ومعاذ بن جبل وشریح وداؤد ظاہری وغیرہ کا ہی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہی کیونکہ ظاہر عموم آیت تو
جمیع ترکہ سے ہی اور یہان بعد حصہ زوج یا زوجہ کے باقی کو جمیع قرار دیا گیا پس باقی کا تہائی ملیگی۔ اور تیسرا قول یہ ہی کہ ماں کو فقط زوجہ کے مسئلہ مین
کل مال کی تہائی ملیگی چنانچہ بارہ مین سے چہارم یعنے تین تو زوجہ لیگی اور سوم یعنے چار ماں کو ملین گے اور باقی پانچ باپ کو دین گے اور اگر شوہر ہو تو
ماں کو باقی تہائی ملیگی تاکہ ماں کو باپ سے زیادہ نہ ملے اور یہ قول ابن سیرین سے نقل کیا جاتا ہی اور اس کا ضعف ظاہر ہی پس صحیح وہی قول اول
ہی حال سوم آنکہ والدین کے ساتھ اخوہ ہون خواہ سگے ہون یا باپ کی طرف یا ماں کی طرف سے سوتیلے ہون سو یہ لوگ باپ کے ہوتے ہوئے
وارث نہین ہو سکتے لیکن ماں کو تہائی حصہ سے محجوب کرکے چھٹے حصہ پر کردیتے ہین پس اگر سواے اخوہ کے اور کوئی نہو تو ماں کے چھٹے
حصہ کے بعد باقی باپ کو تعصیب مین ملیگا۔ پس معلوم ہوا کہ باپ کو محض تعصیب دو جگہ ہوتی ہی ایک یہان اور ایک فقط ماں کے ہوتے ہوئے
فاحفظہ۔ پھر دو اخوہ کا حکم بھی جمہور کے نزدیک یہی ہی جو تین یا زیادہ اخوہ کا ہی اور ابن عباسؓ سے اسمین خلاف بسند ضعیف نقل کیا جاتا ہی
اور صحیح سند سے من طریق خارجہ بن زید عن ابیہ روایت ہی کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اخوان بھی اخوہ کہلاتے ہین اور ایک بھائی ہو تو وہ ماں
یعنے دو ۱۲ یعنے جمع کے لفظ سے ۱۲
کو کچھ محجوب نہین کرتا اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اہل علم کی دانست مین اخوہ کا محجوب کرنا ماں کو اسی جہت سے ہی کہ باپ ان کے شادی بیاہ
کردینے کا متولی ہوگا اور انکا نفقہ باپ پر ہی نہ ماں پر اور یہ اچھا کلام ہی لیکن ابن عباسؓ سے بسند صحیح مروی ہی کہ اخوہ نے چھٹے حصہ سے ماں کو
محجوب کیا تو یہ حصہ انکو مل جاویگا اور یہ قول شاذ ہی اور شیخ ابن جریر نے کہا کہ تمام امت سے مخالف ہی۔ اب باقی رہا بیان اسکا کہ دادا بھی بمنزلہ
باپ کے ہی اس امر مین کہ اسکے ہوتے ہوئے اخوہ ساقط ہون یا نہین ہی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مذہب یہ ہی کہ وہ بمنزلہ باپ کے ہی اور انکے
ایام خلافت مین صحابہ رضی اللہ عنہم سب متفق تھے پھر انکی وفات کے بعد اختلاف ہوا پس حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے قول پر ابن عباس
وعبد اللہ بن الزبیر وعائشہ ومعاذ بن جبل وابی بن کعب وابو الدرداء وابوہریرہ وعطا وطاؤس وحسن وقتادہ وابوحنیفہ وابوثور واسحٰق کا قول
ہی اور حضرت علی بن ابیطالب وزید بن ثابت وابن مسعودؓ کا مذہب یہ کہ دادا کو میت کے بھائیون بہنون کے ساتھ وارث کیا جاوے بحیثیت

سگے ہوں یا باپ کی طرف سے ہوں اور انکے ساتھ بین جدکی ہتائی سے کمی ہوئی اور ذوی الفروض کے ساتھ چھٹے حصہ سے جدکا حصہ کم نہ ہوگا بقول زید و مالک و اوزاعی و ابو یوسف و محمد و شافعیؒ - اور بھائیوں کی اولاد دادا کے ہوتے ہوئے جمہور کے قول پر ساقط ہو جاتی ہی اور رہی جدہ یعنے دادا یعنے ماں کی ماں تو علما کا اتفاق ہی کہ اگر میت کی ماں نہ ہو تو وہ چھٹا حصہ پاویگی اور اجماع ہی کہ ماں کے ہوتے ہوئے ساقط ہی اور اجماع ہی کہ باپ کے ہوتے ہوئے ساقط نہیں ہی اور اگر میت کی سگی نانی کا بیٹا موجود ہو تو زید بن ثابت و عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے مروی ہی کہ جدہ وارث ہوگی یہی قول مالک و ثوری و ابو ثور و اوزاعی و ابو حنیفہ وغیرہم کا ہی - اور حضرت عمر و ابن مسعود و ابو موسی سے روایت ہی کہ وارث ہوگی اور یہ عثمان و علیؓ سے بھی مروی ہی اور یہی شریح و جابر بن زید و احمد و اسحاق وغیرہ کا قول ہی **فائدہ ثانیۃ** عرائس البیان میں ہی کہ قولہ تعالی آباؤکم و ابناؤکم لا تدرون ایہم اقرب لکم نفعا - اشارہ یہ کہ بزرگوں کی خدمت کرو اور اولاد پر رحم کرو کیونکہ بسا اوقات انہیں سے کسی فریق سے کوئی ایسا ولی ہوگا جو تمھارے لیے درگاہ الٰہی عزوجل میں سفارش کی اجازت پاویگا اور یہاں مبہم رکھنے میں حکمت یہ ہی کہ سب پر رحمت و شفقت رکھیں تو توقع اس ولی صادق کے - اور حضرت ابن عباسؓ نے اقرب لکم نفعا کی تفسیر میں فرمایا ای آباؤ ابناء میں تم سب سے زیادہ فرمانبردار اللہ عزوجل کا اور تم سب سے بلند درجہ اللہ تعالی کے نزدیک قیامت کے روز - اسواسطے کہ اللہ تعالی قیامت کے روز مومنوں میں سے بعض کو بعض کا شفیع فرماویگا پس اگر پسر اپنے والدین سے بلند درجہ ہوگا تو والدین کو اپنے درجہ پر لاویگا تاکہ اسکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور اگر والد بدرجہ اعلی ہوگا تو اسکے ذریعہ سے فرزند کا درجہ بلند ہوگا تاکہ اسکی آنکھیں خنک ہوں

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ

اور تم کو آدھا مال جو چھوڑ مریں تمھاری عورتیں اگر نہ ہو ان کی کوئی اولاد اگر ان کی اولاد ہی تو تم کو

الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۗ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ

چوتھائی جو چھوڑا بعد وصیت کے جو کر جاویں یا قرضے کے اور عورتوں کو چوتھائی مال جو تم چھوڑو

يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ

اگر تمھارے کوئی فرزند نہ ہو اور اگر تمھارے فرزند ہو تو تمھاری جوروں کو آٹھواں اس میں سے جو تم نے چھوڑا بعد اس وصیت کے جو دلوا دو تم

بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۗ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ

یا قرضہ کے اور کسی ایسے مرد کی میراث ہی جو باپ بیٹا نہیں رکھتا یا عورت ہی اور اس شخص کا کوئی بھائی یا بہن ہی تو دونوں سے

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ

ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہی اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو سب کے سب شریک ہوں گے تہائی میں بعد

وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝

وصیت کے جو کی گئی ہی یا قرضہ کے جب اوروں کا نقصان نہ کیا ہو یہ وصیت اللہ کی طرف سے اور اللہ خوب جاننے والا حلم والا ہی

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ - جمع زوج بمعنے جورو و نیز بمعنے شوہر و یہاں مراد اول ہی والمعنے اور تمھارے لیے نصف اس مال کا جو تمھاری زوجات نے چھوڑا - اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ - منکم او من غیرکم - بشرطیکہ زوجات کا فرزند کوئی ہو - نہ لڑکا اور نہ لڑکی اور نہ تمھارے نطفہ سے اور نہ پہلے خاوند سے - فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ

يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ - پھر اگر زوجات کا کوئی فرزند ہو تو تمھارے واسطے انکے ترکہ مین سے چہارم حصہ ہی بعد ادائے وصیت کے جو وہ
وصیت کر کے مرین یا بعد ادائے قرضہ کے ف یا اگر قرضہ بھی ہو اور وصیت بھی ہو تو دونون دیکر باقی میراث ہی - واضح ہو کہ میت کی تجہیز و تکفین کے
بعد کہ قرضہ بالاجماع ہر حال مین مقدم ہی اور وصیت کو آیت مین اسواسطے مقدم کیا تاکہ وصیت کا لحاظ زیادہ رکھا جاوے پھر بعد قرضہ کے میت کی
تہائی سے وصیت نافذ کیجاوے پھر وارثون کے حق متعلق ہین اور آخر مین انشاء اللہ تعالی مختصر بیان ہر ایک وارث کا لکھدیا جائیگا تخریج و طریقہ تقسیم ترکہ
انشاء اللہ تعالی - اور یہان آیت مین بیان یہ کہ اگر زوجہ مرے درحالیکہ اسکا کوئی فرزند لڑکا یا لڑکی نہین موجود ہی تو شوہر کو نصف ملیگا اور اگر
موجود ہو تو شوہر کو چہارم ملیگا رہا یہ کہ فرزند تو حقیقت مین وہ ہی جو عورت کے پیٹ سے ہو جیسے مرد کے پیٹھ کا نطفہ اسکا حقیقی فرزند ہی مفسر رح نے کہا
کہ دالحق بالولد فی ذلک ولد الابن بالاجماع - یعنے میراث مین پسر کا فرزند بھی فرزند کے ساتھ لاحق کیا گیا اور یہ اجماع ہی یعنے سب علماء مین اتفاق ہی
کہ اگر صلبی فرزند نہ ہو بلکہ پسر کا فرزند موجود ہو تو وہ بمنزلہ صلبی فرزند کے ہی ابن کثیر رح نے فرمایا کہ میت کے شوہر کے لیے دو حال ہین ایک یہ کہ
فرزند نہ ہونے کی صورت مین نصف اور دوم فرزند ہونے کی صورت مین چہارم - یہ امر بالاجماع ہی اسمین کچھ خلاف نہین ہی اور ایسے ہی حکم زوجات
چنانچہ فرمایا - وَلَهُنَّ - ای للزوجات تعددن اولا - الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ - زوجات کے لیے خواہ ایک ہو یا کئی ہون تمھارے ترکہ سے
چہارم ہی - یعنے شوہر کے مرنے پر اسکی زوجہ کو ایک ہو یا چار تک ہون فقط چہارم مال ملیگا پس اکیلی ہی تو کل چہارم لے اور کئی ہین تو اس چہارم مین
برابر شریک ہون نہ یہ چہارم حصہ اسوقت ہی کہ - إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ - اگر تمھارے کوئی فرزند نہو - یعنی نہ بیٹا بیٹی اور نہ پوتا پوتی وعلی
ہذا القیاس - منهن او من غيرهن - نہ اس جورو سے ہو اور نہ کسی دوسری جورو سے ہو یعنے کسی جورو سے تمھارا کوئی فرزند بیٹا یا بیٹی موجود
نہو تب زوجات کو چہارم - فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ - منهن او من غيرهن - اور اگر تمھارا کوئی فرزند ہو - خواہ موجودہ جورو سے
ہو یا اسکے سوائے کسی دوسری جورو سے ہو خواہ منکوحہ ہو یا نکاح فاسد ہو یا اپنی لونڈی سے ہو یا پسر کی لونڈی سے بلاشبہ وغیرہ ہو غرضکہ
جو کبھی شرعی حلت سے تمھارے تحت مین تھی پھر وہ مرگئی یا طلاق دی گئی یا مانند اسکے جدا ہوگئی بخلاف اس کے اگر زنا سے کوئی اولاد ہو تو
وہ بمنزلہ نہونے کے ہی - فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ - تو جورو ایک ہو یا زیادہ ہون سب کو ایک آٹھوان حصہ ملے گا مگر یہ سب اس کل
مال سے ملے گا جو بعد قرضہ و تجہیز تکفین کے و وصیت کے باقی رہا - مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ - بعد دینے وصیت کے
جو تم دلوا مرے یا بعد قرضہ ادا کرنے کے (اگر قرضہ وصیت ہو) رہا یہ کہ اگر صلبی فرزند نہو مگر پسر صلبی کی اولاد ہو تو مفسر رح نے کہا کہ وولد الابن کالولد
فی ذلک اجماعا - اور پسر کی اولاد اس میراث مین مثل فرزند صلبی کے ہی بالاجماع - اور دختر صلبیہ کی اولاد ایسی نہین ہی کما تقدم - وَإِنْ
كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ - صفته والخبر - كَلَالَةً - یعنے رجل اسم کان اور یورث صفت ہی اور خبر اس کی کلالۃ ہی یعنے وان کان رجل
مورث منه کلالة - اور اگر کوئی ایسا مرد ہو کہ اس کی میراث بطور کلالہ لی گئی - یا کہا جاوے کہ یورث خبر کان ہی اور کلالۃ حال ہی ضمیر یورث سے
کما فی المدارک بہرحال کلالہ کے معنے مفسر رح نے بیان کیے ای لا والد له ولا ولد - اسکا باپ نہ ہو اور فرزند بھی نہ ہو - أَوِ امْرَأَةٌ - تورث کلالۃ
یا کوئی عورت ہو کہ اس سے میراث بطور کلالہ لی گئی - وَلَهُ - ای للمورث الکلالة - اور یہ مورث کلالہ کے خواہ مرد ہو یا عورت ہو - أَخٌ
أَوْ أُخْتٌ - ای من ام وقرأ به ابن مسعود وغیرہ - بھائی یا بہن ہو یعنی مان کی جانب سے بھائی بہن ہو تو اسکی میراث مطلع ہی جو آگے
مذکور ہی) حضرت ابن مسعود رض وغیرہ کی قراءۃ مین وله اخ او اخت من ام - واقع ہوا ہی - حاصل آنکہ کسی مرد یا عورت کے کوئی فرزند یا باپ
نہ ہو اور اس کی وراثت بطور کلالہ ہو یعنے اس کے بھائی یا بہن مان کی جانب سے وارث ہون - فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ

ما ترک - تو ہر ایک وارث بھائی یا بہن مذکور کے لیے چھٹا حصہ (ترکہ سے) ہے۔ **قال ابن کثیر** کلالہ مشتق از اکلیل ہے یعنی وہ چیز جو سر کو اس کے
کناروں سے محیط ہو اور مراد یہاں وہ حواشی ہیں جو اصول و فروع کے سوائے آدمی کے وارث ہوں چنانچہ شعبی نے حضرت ابوبکر الصدیقؓ سے روایت
کی کہ حضرت صدیقؓ سے کلالہ دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میں اسمیں اپنی رائے سے کہتا ہوں اگر ٹھیک ہو تو اللہ تعالی کی طرف سے توفیق ہے اور اگر خطا
ہو تو میری جانب و شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ و رسول اس سے بری ہیں پھر کہا کہ کلالہ وہ ہے جسکا فرزند نہ ہو اور باپ نہ ہو پھر جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو کہا کہ مجھے
شرم آتی ہے کہ ابوبکرؓ کی رائے سے خلاف کروں روا ابن جریر وغیرہ اور ایسا ہی حضرت عمرؓ و علیؓ و ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ کلالہ وہ ہے جسکا فرزند و باپ نہ ہو اور یہی
قول ابن عباسؓ و زید بن ثابتؓ وغیرہم سے صحیح ہوا اور یہی قول شعبی و نخعی و قتادہ و حسن و جابر بن زید و حکم کا ہے اور یہی قول اہل مدینہ و اہل کوفہ و اہل بصرہ و فقہاء
سبعہ و ائمہ اربعہ و جمہور سلف و خلف کا بھی قول ہے اور اس اجماع کو بہت لوگوں نے نقل کیا ہے اور اسمیں ایک حدیث مرفوع بھی آئی ہے اور قولہ تعالی ولہ اخ
او اخت ای من ام - یعنے ماں کیجانب سے بھائی یا بہن ہو اور یہی قراءۃ بعض سلف کی ہے جنمیں سعد بن ابی وقاص بھی ہیں۔ الحاصل اگر کسی میت کے وارث
سوائے اسکے فرزند و باپ کے ایسے لوگ ہوں جنکا تعلق از جانب ولادت مادر ہے اور وہ مادری بھائی بہن ہیں جو ماں کے کسی شوہر سے سوائے پدر میت
کے ہوں پس ہر ایک مادری بھائی یا بہن ہو تو ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا اور اسمیں مذکر و مونث میں کمی بیشی نہ ہوگی۔ **فَإِنْ كَانُوْا** - ای الاخوۃ
والاخوات من الام - پھر اگر یہ بھائی و بہنیں جو ماں کی جانب سے ہیں۔ **أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ** - ای من واحد - اس سے زیادہ ہوں یعنی ایک سے زیادہ
ہوں - **فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ** - تو وے ایک تہائی میں شریک ہوں گی - یستوی فیہ ذکورہم واناثہم - اس تہائی میں انکے مذکر و مونث
برابر کے حصہ دار ہونگے یعنے بھائی کو بہن سے کچھ زیادہ نہیں ملیگا۔ **قال ابن کثیر** مادری بھائی بہن دیگر وارثوں سے کئی باتوں میں مخالف ہیں
اول یہ کہ یہ لوگ اس شخص کے ساتھ میں بھی وارث ہوتے ہیں جس کی وجہ سے قرابت ہے یعنی ماں کے ہوتے ہوئے بھی وارث ہوتے ہیں دوم انکا
مذکر و مونث برابر کا حصہ دار ہے سوم یہ کہ وارث نہیں ہوتے ہیں مگر جبہی کہ میت کلالہ ہو پس اگر میت کا باپ موجود ہوگا یا بیٹا یا بیٹی یا پسری
اولاد تو وارث نہوں گے۔ چہارم آنکہ میراث کبھی ایک تہائی سے زائد نہیں ہوتی اگرچہ کسی قدر کثرت سے ہوں اور زہری سے روایت ہے کہ حضرت
عمرؓ نے فیصلہ کیا کہ مادری بھائیوں بہنوں کی میراث آپس میں اس طرح ہے کہ جس قدر مذکر کو اسی قدر مونث کو - زہریؒ نے کہا کہ مجھے یہ معلوم
نہیں کہ حضرت عمرؓ نے اس کا حکم رسول اللہ صلعم سے معلوم کیا یا اسی آیت سے لیا ہے روا ابن ابی حاتم اور ایک مسئلہ مشترکہ میں علماء نے اختلاف کیا
ہے جس کا نام مسئلہ حماریہ ہے وہ یوں ہے کہ میت کے ورثہ میں زوج شوہر ہے اور ماں یا نانی سگی۔ اور دو اولاد مادری اور میت کی حقیقی عینی بھائی بہن
ایک یا زیادہ ہیں تو جمہور کے قول پر نصف شوہر کو اور ماں یا نانی کو چھٹا حصہ اور مادری اولاد کی تہائی میں عینیانی شریک ہوں گے
اور یہ مسئلہ زمانہ حضرت عمرؓ میں واقع ہوا تو انھوں نے شوہر کو نصف اور ماں کو چھٹا حصہ اور اولاد مادری کو تہائی دیا پس میت کے سگے
بھائی بہنوں نے جو ماں باپ دونوں کی طرف سے تھے کہنے لگے کہ اے امیر المومنین مانا ہم نے کہ ہمارا باپ حمار یعنی گدھا تھا پھر کیا ہم مادری اولاد
کے ساتھ ان کی طرف سے بھی شریک نہیں ہیں کہ ہم سب کی ماں ایک ہے پس عمرؓ نے ان سب کو شریک کر دیا اسیطرح عثمانؓ سے بھی شریک کر دینا صحیح ہوا
ہے اور دو روایتوں میں سے ایک روایت یہی ابن مسعود و زید بن ثابت و ابن عباس سے ہے اور یہی قول سعید بن المسیب و شریح و مسروق و طاؤس
و محمد بن سیرین و ابراہیم نخعی و عمر بن عبد العزیز و ثوری و شریک کا ہے اور یہی مذہب امام مالک و شافعی و اسحق بن راہویہ کا ہے - اور حضرت علی
بن ابی طالب انہیں باہم شریک نہیں کرتے بلکہ تہائی مذکورہ فقط اولاد مادری کو دیتے اور ایسی حالت میں عینی یا مادری و پدری اولاد کو کچھ
نہیں دیتے کیونکہ وہ لوگ عصبہ ہیں اس سے وہ اعتراض دفع ہو گیا جو عینی سگے بھائیوں نے وارد کیا تھا کہ باپ کچھ نہیں سہی مگر ہماری ماں تو ایک ہے

اور حاصل جواب یہ ہو کہ باپ تمھارا سب کوئی ہو اور تم بہ نسبت اولاد مادری کے افضل ہو کیونکہ تم عصبہ ہو اور عصبہ وہ ہو جو اصحاب فرائض کی مقدار دیکر باقی سب مال لے لے لیکن بیان اسوجہ سے نہ ملاکہ کچھ بجا نہین اور یہ وجہ نہین کہ وہ وارث نہین ہین فافہم۔ وکیع بن الجراح نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اسمین کوئی مختلف روایت نہین ہو اور یہی قول ابی بن کعبؓ وابو موسیٰ اشعریؓ کا ہو اور یہی مشہور قول ابن عباسؓ کا ہو اور یہی مذہب شعبی ابن ابی لیلیٰ وابو حنیفہ وابو یوسف ومحمد بن الحسن اور حسن بن زیاد وزفر بن ہذیل احمد بن حنبل ویحییٰ بن آدم ونعیم بن حماد وابو ثور وداؤد ظاہری وغیرہ کا ہو۔ مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصِىۡ بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ غَيۡرَ مُضَآرٍّ۔ یہ سب جو مذکور ہوا بعد ادا ے وصیت کے جو میت کر گیا یا قرضہ کے ہو درحالیکہ وہ وارثون پر ضرر ڈالنے والا نہین ہو بایطور کہ تہائی سے زیادہ کی وصیت کی ہو آیت کریمہ مین وصیت صرف ایسی ہو کہ غیر مضار ہو یعنے ضرر پہونچانے والی نہو باقی مطلق ہو ولیکن حدیث صحیح سے ثابت ہو کہ تہائی سے زیادہ وصیت روا نہین ہو اور ائمہ علمائے نے اسپر اتفاق کیا ہو اور قرطبیؒ نے کہا کہ وارث کے واسطے وصیت بالاجماع نہین جائز ہو اور بعض نے ذکر کیا کہ ایسی وصیت بھی باطل ہوگی جس سے محض ضرر رسانی مقصود ہو اسمین سے تہائی یا کم کچھ بھی نافذ نہوگی۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ وصیت مین ضرر پہونچانا کبیرہ گناہ ہو رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر۔ اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ آدمی ستر برس نیکیون کے کام کرتا ہو پھر وصیت کرنے مین جور وظلم کرجاتا ہو پس خاتمہ بدکام پر ہو کر دوزخ مین داخل ہوتا ہو اور آدمی ستر برس بدون کے کام کرتا ہو پھر وصیت کرنے مین عدل وانصاف کرتا ہو پس خاتمہ نیک کام پر ہو کر جنت مین داخل ہوتا ہو پھر ابو ہریرہؓ نے کہا کہ پڑھو تمھارا سا جی چاہے تلک حدود اللہ تا قولہ عذاب مہین۔ رواہ ابن ماجہ والبیہقی واحمد وعبد بن حمید وابو داؤد والترمذی وقال حدیث حسن۔ اور حضرت انسؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا جس نے اپنے وارث کی میراث قطع کی قیامت مین اللہ تعالیٰ اسکو جنت سے قطع کریگا رواہ ابن ماجہ

قال ابن کثیر اماموں مین اختلاف ہو کہ وارث کے حق مین قرضہ کا اقرار کرنا صحیح ہو یا نہین اسمین دو قول مین ایک یہ کہ نہین صحیح ہو بسبب تہمت کے اور حدیث صحیح مین ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ عز وجل نے ہر حقدار کو اسکا حق دیدیا اب کسی وارث کے لیے وصیت نہین ہو اور یہی مذہب امام مالکؒ واحمد وابو حنیفہ کا اور قول قدیم شافعی کا ہو اور شافعی کے قول جدید مین صحیح ہو اور یہی مذہب طاؤس وعطا وحسن وعمر بن عبد العزیز کا ہو اور اسی کو امام بخاریؒ نے صحیح مین اختیار کیا بدین حجت کہ رافع بن خدیجؓ نے وصیت کی کہ فزاریہ کے گھر مین جو کچھ ہو وہ کھولا نجاوے

قال المترجم یہ احتجاج بچند وجوہ محل نظر ہو اول آنکہ لاتکشف الفزاریۃ عما اغلق علیہ بابہا۔ یعنی فزاریہ زوجہ جسطرح اسکا دروازہ بند کیا گیا ہو کھولا نجاوے" یہ کچھ اقرار نہین اور اگر وصیت کہتے ہو تو وارث کے لیے وصیت نہ ہونا حدیث صحیح سے ثابت ہو دوم قول مذکور اس مراد مین نص نہین کما لایخفی سوم آنکہ شاید ان لوگون کی طرف سے اسکے حق مین ضرر پہونچانے کا خوف محسوس کیا ہو واللہ تعالیٰ اعلم غرضکہ الفاظ مذکور اس بات مین صریح نہین ہین فافہم۔ وَصِيَّةً۔ یعید موکد فیہ صیکم۔ یعنے وصیۃ منصوب بنابر آنکہ مفعول مطلق فعل محذوف کا اور موکد مضمون یوصیکم ہو۔ مِّنَ اللّٰهِ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَلِيۡمٌ۔ یہ وصیت ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ علیم حلیم ہو یعنے جو کچھ اپنے مخلوق کے واسطے تدبیر فرمائی اسکا دانا ہو اور حلیم بایں معنے کہ مجرم سے عقوبت کو تاخیر دیتا ہو اور واضح رہے کہ جن لوگون کو میراث دلائی انہین دلیل سنت سے یہ خصوصیت ہو کہ انہین کوئی بات وارث ہونے سے مانع نہو اور مفسرین کے نزدیک مانع یہ ہین کہ مورث قتل کیا ہو یا اختلاف دین ہو یا رقیت ہو اور مترجم نے اوپر بیان کر دیا کہ اختلاف الدار بھی ہمارے نزدیک مانع میراث ہو یعنے وارث ومورث مین سے ایک ساکن دار الاسلام ہو اور دوسرے کا ساکن دار الحرب ہو۔ واضح ہو کہ جسکو اسکے مولیٰ نے آزاد کیا اگر وہ لاوارث قرابتی مرا تو آزاد کنندہ اسکی میراث کا مستحق ہو جسکو

ذوی الارحام ہیں اور میراث ذوی الارحام کا بیان قولہ تعالیٰ ﴿واولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض﴾ الآیہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور جب کوئی شخص
کسی کے ہاتھ پر اسلام لایا اور اسی سے موالات کرلی پھر لاوارث مرا تو یہی مولیٰ اسکا وارث ہے اور اگر کسی قسم کا وارث نہو تو اسکا مال داخل بیت المال
عام ہوگا لیکن ایک جماعت علمائے نے اس زمانہ میں فتوی دیا کہ بیت المال کو بادشاہوں نے حق طور پر قائم نہیں رکھا لہذا جو کچھ اہل فرائض
سے بچ جاوے وہ بھی انھیں پر پھیر دیا جاوے اور لاوارث کا مال اسی کے نام پر خیرات ہو - اور یہ تفصیل مطولات فقہ میں مع تحقیق مذکور ہے
بیان مختصر بیان تخریج و تقسیم مناسب ہے - جاننا چاہیے کہ فرائض میں حصص تہائی و دو تہائی و چھٹا یا نصف چہارم و آٹھواں ہے اور قواعد موافق کتب فرائض
کے طول چاہتے ہیں مختصر بیان یہ ہے کہ قسم اول یعنی تہائی و دو تہائی و چھٹا سب کا نکالنا چھ سے ممکن ہے اور قسم دوم کا نکالنا آٹھ سے ممکن ہے پس اگر ورثہ قسم
اول سے جمع ہوں تو انکے حصص کے لحاظ سے جسکا حصہ سب سے کم ہو وہی عدد مسئلہ رکھکر حصص نکالو مثلاً کسی وارث کا تہائی اور دوسرے کا دو
تہائی ہے تو (۳) سے مسئلہ فرض کر کے - ۱ و ۲ حصص دیدو اور اگر تہائی و چھٹا مثلاً جمع ہو یعنی ایک وارث کا تہائی حصہ ہے اور دوسرے کے واسطے
چھٹا حصہ ہے تو (۶) سے مسئلہ رکھو تو تہائی کے دو اور چھٹے حصہ کا ایک سہم دیدو - اسی طرح اگر قسم دوم کے ورثہ جمع ہوئے یعنی مثلاً نصف و چہارم ہے تو
(۴) سے مسئلہ رکھو اور اگر نصف و چہارم و آٹھواں مثلاً جمع ہو سکے تو (۸) سے مسئلہ رکھو اور اگر قسم اول اور قسم دوم کے جمع ہوں مثلاً نصف و تہائی
و آٹھواں و تہائی کا مخرج - ۳ - اور آٹھویں کا (۸) ہے تو انہیں نسبت دیکھو جو اس مثال میں تباین ہے پس - ۳ - کو - ۸ میں ضرب دو (۲۴) سے نکالو
اور اگر نصف و چھٹا جمع ہو تو (۶) کافی ہیں - اسی طرح تہائی و چوتھائی میں (۱۲) سے مسئلہ ہوگا - اسی طرح اعداد ورثہ میں اور انکے حصص میں بھی
نسبت دیکھکر برابر تقسیم کے لیے مسئلہ ٹھیک کرلو - ان مثالوں میں غور کرو (مثال - ۱) زید مرا - ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اور کوئی نہیں ہے تو
دختر کی تعداد ایک ہے اسکو پسر کی تعداد ایک کے دو چند یعنی دو میں جمع کرو تین ہوئے پس جواب یہ کہ زید کے تمام مال کے تین حصے کرکے دو حصے پسر
کو ایک حصہ دختر کو دیدو (مثال - ۲) اگر مثال مذکور میں دو پسر تین دختر ہوں تو دختروں کی تعداد - ۳ - کو پسر کی تعداد - ۲ - کے دو چند یعنی
میں جمع کرو - ۷ - ہوئے یہی جواب ہے تمام مال کے سات حصے کرکے ایک ایک حصہ ہر دختر کو اور دو دو ہر پسر کو دیدو - (مثال - ۳ -) زید مرا
باپ - ماں - ایک پسر - ایک دختر - چھوڑی تو اولاد کی صورت میں ماں باپ کو چھٹا چھٹا حصہ ہے اور باقی عصبہ ہیں پس ۶ سے کسر ہوگی
ایک حصہ باپ اور ایک حصہ ماں - اور باقی عصبہ میں چار سہام ہیں حالانکہ ۳ سہام ہوتے تو دو پسر کو اور ایک دختر کو دیا جاتا پس ۳ - کو -
۶ - میں ضرب دو تو (۱۸) سے مسئلہ ٹھیک ہوا کہ - ۳ - باپ کو اور - ۳ - سہام ماں کو اور باقی - ۱۲ - میں سے - ۸ - پسر کو اور - ۴ - دختر کو مل گئے -
(مثال - ۴ -) زید مرا - باپ - ماں - دو پسر - تین دختر چھوڑے - پس ماں باپ کے لحاظ سے چھٹا حصہ چاہیے تو اصل مسئلہ (۶) لیکن ایک ماں
و ایک باپ کو دیکر باقی - ۴ - سہام ہیں حالانکہ دختر سے پسر کو دو چند کے حساب سے (۷) سہام چاہیے تو - ۶ - کو - ۷ - میں ضرب سے ۴۲ ہوئے
پس ماں و باپ کے ششم حصہ کے حساب سے - ۷ - سہام باپ کے - ۷ - سہام ماں کے - ۸ - ہر پسر کو - اور - ۴ - ہر دختر کو ملیں گے - (مثال - ۵ -)
زید مرا - باپ و ماں چھوڑے تو ظاہر ہے کہ ماں کو تہائی ہے باقی باپ کا پس - ۳ - حصہ کرکے ایک ماں کو - ۲ - باپ کو ملیگا (مثال - ۶ -) زید مرا
اور باپ - ماں - جورو چھوڑی - تو جورو کا چہارم پس چار حصے کرکے ایک جورو کا اور باقی تین سہام میں سے تہائی کا ایک سہم ماں کا اور باقی دو حصے
باپ کے ہیں (مثال - ۷ -) باپ - ماں - دو بھائی یا بہن جو ماں کے پیٹ سے پہلے کسی خاوند سے ہیں تو ماں کو چھٹا حصہ اور باقی پانچ
حصہ باپ کو ملے اور یہ بھائی محروم ہیں کیونکہ باپ کے ہوتے ہوئے ساقط ہوتے ہیں لیکن انھوں نے اپنی ماں کو تہائی سے محجوب کرکے چھٹے
حصہ پر نقص کر دیا اور اگر یہ اولاد نہ ہوتی تو ماں کو تہائی ملتا فافہم - (مثال - ۸ -) باپ - بیٹا - دو بیٹی - تین جورو ایک ورثہ چھوڑے -

باپ کا چھٹا حصہ اور زوجہ کا آٹھواں حصہ ہے اور باقی عصبہ ہیں پھر جب چھٹا و آٹھواں جمع ہوئے تو اصل مسئلہ ۲۴ - سے ہوگا لیکن چھٹا
وآٹھواں نکال کر باقی کی تقسیم ٹھیک نہیں کیونکہ دونوں بیٹے اور تینوں بیٹیوں کے حصص ملکر کم سے کم سات ہونگے مگر ۱۷ - اور ۲۴ -
میں تباین ہے پس ضرب دو تو ۱۶۸ - ہوئے پس باپ کا چھٹا حصہ - ۲۸ - اور جورو کا آٹھواں - ۲۱ - اور تین دختر کا - ۵۱ - جس میں سے ہر ایک
کے سترہ ۱۷ - اور دو پسر کا - ۶۸ - جس میں سے ہر ایک کے چونتیس ۳۴ ہوئے پس مجموعہ ۱۶۸ ہے پس کل مال کے اسیقدر حصے کیے جاویں (مثال ۹ -)
اگر مثال مذکور میں بجائے ایک زوجہ کے تین جورو ہوں تو زوجہ کے حصہ میں جو - ۲۱ - سہام آئے وہ تین زوجات پر پورے تقسیم ہو جاتے ہیں پس
ہر جورو کو - ۷ - حصے ملینگے اور حساب مذکور میں کچھ تغیر نہوگا اور اگر چار زوجات ہوں تو بوجہ تباین کے ۲۱ - سہام کی تقسیم چار پر ٹھیک نہوگی پس مجموعہ
۱۶۸ - کو چار میں ضرب دینا پڑیگا تاکہ ہر جورو کا حصہ بھی سالم نکل آوے - اور واضح ہو کہ حصص میں کبھی عول ہوتا ہے یعنے وارثوں کے سہام ملکر
کل سے زائد ہو جاتے ہیں مثلاً اصل مسئلہ بارہ ۱۲ اور مجموعہ حصص ملکر - ۱۳ - ہو جاتا ہے مثلاً ہندہ مری اور باپ - ماں - شوہر - ایک دختر وارث چھوڑے تو
۱۲ - میں سے باپ کو ایک - ماں کو ایک - شوہر کو - ۳ - اور دختر کو - ۶ - ملنا چاہیے کیونکہ والدین سے ہر ایک کو چھٹا حصہ - شوہر کو چہارم - دختر
کو نصف ملنا چاہیے حالانکہ یہ سب ملکر ۱۳ - ہو جاتے ہیں تو کل مال کے ۱۳ - حصے کر کے اسیطرح تقسیم ہونا چاہیے یہی عول ہے - اور واضح ہو کہ عول کے
برعکس کبھی رد کرنا ہوتا ہے مثلاً میت نے زوجہ و دختر چھوڑی تو زوجہ کو آٹھواں اور دختر کو نصف دینا چاہیے تو (۸) سے مسئلہ ہو کر ایک حصہ زوجہ کو اور ۴
سہام دختر کو دیے اور ۳ - سہام باقی بچ رہے تو وہ بھی اسی حساب سے انھیں وارثوں کو واپس رد کیے جاویں پس چاہیے کہ کل مال کے پانچ سہام کر کے ایک
حصہ زوجہ کو دیدو اور چار حصہ دختر کو دیدو تو کل مال انھیں میں فرض و رد سے تقسیم ہو گیا اور ہر ایک کے حق میں زیادتی ہو گئی کیونکہ پہلے مثلاً ایک روپیہ
میں سے دو آنہ زوجہ کو اور آٹھ آنہ دختر کو ملے تھے اور اب زوجہ کو پانچواں یعنے تین آنہ دو پائی ملے جبکہ آنہ کی بارہ پائی مانو اور دختر کو باقی ملا اور
اسکا نام اصطلاح میں رد ہے - پھر یہ طریقہ جو مذکور ہوا صرف ایک میت کے ورثہ میں تقسیم ہے اور اگر اول میت کا ترکہ تقسیم نہوا پھر ان وارثوں میں سے کوئی
مرا پھر اسکے ورثہ میں سے کوئی مرا غرضکہ چند اموات کے بعد جو لوگ موجود رہے انھوں نے تقسیم چاہی تو اسکو مترجم نے عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ میں بتفصیل لکھدیا
ہے وہاں سے تلاش کرو - یہاں مختصر قاعدہ لکھا جائیگا لیکن پہلے یاد رکھو کہ اگر تین زوجہ کیں مثلاً - ۴۲ - سہام ہوں تو ہر ایک کو ۱۴ - سہام ملے اور اگر
انھیں کے ۲۱ - سہام کرو تو بھی ہر زوجہ کو ۷ پورے ملے لیکن اس سے کم نہیں ہو سکتے ہیں تو فرائض میں یہ ضروری لحاظ ہے کہ اعداد میں کیسی نسبت رکھو اور
نسبت چار ہیں اول تماثل جیسے ۴ و ۴ - اور ۵ و ۵ وغیرہ دوم تباین جیسے ۳ و ۵ - ۷ و ۱۱ - ۳ وہ جنہیں بڑا چھوٹے پر تقسیم ہو سکے سوم تداخل جنہیں
تقسیم ہو سکے جیسے ۳ و ۱۲ - ۴ و ۱۲ - ۵ و ۱۵ - ۳ و ۱۵ وغیرہ چہارم توافق وہ عدد جو تیسرے عدد پر پوری تقسیم ہو جاویں جیسے ۶ و ۸ - ہیں کہ ۲ - پر پورے
تقسیم ہو جاتے ہیں پس تماثل میں ایک عدد لیلو - تباین میں دونوں کو ضرب دے لو - تداخل میں فقط بڑا عدد کافی ہے توافق میں ایک کے وفق
کو دوسرے میں ضرب دو جیسے ۶ و ۸ ہیں یہ دو سے توافق ہے تو ۶ کو دو پر تقسیم کر کے ۳ - حاصل کو ۸ میں ضرب دیکر ۲۴ - لے لو وعلی ہذا القیاس تو ایسا کرنے
سے حساب میں اختصار ہوگا اور اگر ۶ - کو ۸ میں ضرب دو تو اس سے دو چند یعنے ۴۸ - ہو جاوینگے حالانکہ جب وارثوں کے حصص ۲۴ سے نکل آتے ہیں تو بیفائدہ
۴۸ - حصہ کرنے سے تکلیف اٹھانا جائز نہیں ہے پس جسطرح وارثوں کے حصص مفروضہ یاد رکھے اسی طرح حساب کا قاعدہ بھی مشق کرے آپ
جاننا چاہیے کہ فرائض میں جو شخص ان تمام حصص کو یاد کرے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں اور اس حساب کو یاد کرے وہ اہل میت کی میراث اوسکے
وارثوں میں تقسیم کرے گا انشاء اللہ تعالی لیکن جب دوسری پشت یا تیسری پشت پر مناسخہ ہوتا ہے تو اس حساب فرائض میں مشکل ہے اسکو بھی بیان کرتا ہوں
انشاء اللہ تعالی سمجھ لینے پر وہ بھی آسان ہو جاویگا - جاننا چاہیے کہ پہلے جو میت مرے اس وقت کے موجودہ وارثوں میں تقسیم کر دو پھر جو

دوسرا مرے اُسکے موجودہ وارثون مین تقسیم کرو تو جو کچھ ہر ایک کا حصہ نکلے اسکو دیکھو کہ اوپر اس میت کے حصہ مین پہلے میت کے مال سے کتنے حصے ملے تھے کیونکہ وہی حصے اس حساب سے اسکے وارثون مین تقسیم ہونگے پھر اگر اُن مین تداخل ہو تو کچھ ضرورت نہین ورنہ توافق کی صورت مین موافق مذکورہ بالا کے تیسرے پر ایک کو تقسیم کرکے حاصل سے دوسری ضرب کرو اور وہ اول میت کے مسئلہ مین بھی قائم کرو تاکہ سب حصے برابر نکلین پھر وارثون کے حصے جمع کردو مثلاً زید مرا اور بیٹا مسمی بکر - اور بیٹی مساۃ ہندہ اور جورو مساۃ سلمی چھوڑی پھر بکر مرا اور دختر مساۃ کبریٰ اور جورو مساۃ صغریٰ اور بہن مساۃ ہندہ مذکورہ بالا اور مان مساۃ سلمی مذکورہ بالا چھوڑی - اب وارثون نے تمام مال کو تقسیم کرنا چاہا تو اسطرح کرنا چاہیے کہ اول زید کی میراث تقسیم کرو تو جورو کو آٹھوان اور باقی بیٹا بیٹی مین للذکر مثل حظ الانثیین ہوگا لہذا - ۲۴ - سے مسئلہ ہوا تو بکر بیٹا - ۱۴ - اور ہندہ بیٹی کو - ۷ - اور سلمی جورو کو - ۳ - حصے ملے - پھر بکر مرا ہے جسکے پاس اول ترکہ سے - ۱۴ - سہام ہین تو اسکی مان کو چھٹا حصہ اور جورو کو آٹھوان حصہ اور بیٹی کو نصف ہے اور بہن عصبہ ہے - لہذا یہ مسئلہ بھی - ۲۴ - سے ہوا یعنے بکر کے مال کے ۲۴ - حصے کیے جاوین جسمین سے کبریٰ دختر کے - ۱۲ - صغریٰ جورو کے - ۳ - اور ہندہ بہن کے - ۵ - اور سلمی مان کے ۴ - ہوئے لیکن اوپر معلوم ہوا کہ بکر کے پاس چودہ ۱۴ سہام ہین اور ۱۴ - و ۲۴ - مین توافق ہے کیونکہ - ۲ - پر دونون تقسیم ہوتے ہین لہذا - ۷ - کو - ۲۴ - مین ضرب دیا - ۱۶۸ - ہوئے پس اسی عدد ۷ - سے اوپر کے کل سہام کو مع عدد مسئلہ کے ضرب دو تو بکر - ۹۸ - ہندہ - ۴۹ - سلمی - ۲۱ - ہوگئے - اور اسی طرح بکر کے وارثون کے کبریٰ دختر - ۸۴ - صغریٰ جورو - ۲۱ - اور ہندہ بہن - ۳۵ - اور سلمی مان - ۲۸ - ہوگئے پس جو لوگ اب زندہ موجود ہین اُنمین سے فقط ہندہ کو اپنے باپ و بھائی دونون کی میراث ملی اور اسیطرح سلمی کو اپنے شوہر و پسر دونون کی میراث ملی ہے اور باقی کو ایک ہی میراث ملی پس کبریٰ کے - ۸۴ - اور صغریٰ کے ۲۱ اور ہندہ کے ہر دو میراث کے جمع کرو تو - ۸۴ - اور سلمی کے ہر دو میراث کے - ۴۹ - ہوئے واللہ تعالی اعلم بالصواب

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

یہ حدین باندھی اللہ کی ہین اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور اوسکے رسول کے وہ داخل کرے اپنے باغون مین جنکے نیچے بہتی ندیان

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ

رہ پڑے اونمین اور وہی ہے بڑی مراد ملنی اور جو کوئی بے حکمی کرے اللہ کی اور اوسکے رسول کی اور بڑھ جاوے اسکی حدون سے

يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ع

داخل کرے اوسکو آگ مین رہ پڑا - اُسمین اور اوسکو ذلت کی مار ہے

ع ۲ ۱۳

تِلْكَ - الاحکام المذکورۃ من امر الیتامی وما بعدہ - یعنی تلک کا اشارہ احکام مذکورہ کی طرف ہے یتیمون کے بارہ مین اور اسکے مابعد مین فرائض و مواریث ذکر فرمائے ہین یہ حُدُوْدُ اللّٰهِ - شرائعہ التی حدہا لعبادہ لیعملوا بہا ولا یتعدوہا - حدود الٰہی ہین ف یعنی شرائع ہین جنکو اللہ تعالی نے بندون کے لیے حد کردیا ہے تاکہ اسپر عمل کرین اور اُنسے تجاوز نہ کرین - وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ - فیما حکم اور جسنے اللہ تعالی کی فرمانبرداری کی ف یعنے اطاعت کی ایسے امر مین جو حکم کردیا ہے تو - يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا - اللہ تعالی اس کو ایسے باغات مین داخل فرماویگا جنکے نیچے نہرین جاری ہین - درحالیکہ اُنمین مقدر ہوگا خلود و ہمیشہ رہنا اُنکے واسطے - وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ - اور یہ فوز عظیم ہے ف یعنی پوری فلاح و پوری مراد ہے - یدخلہ بیای تحتیہ اکثر کی قراءت ہے اور ندخلہ بنون متکلم نافع کی قراءت ہے یعنے ہم اسکو داخل کرینگے ایسے باغات بیمثال مین اس شان سے کہ جیسے اہل ہین ان مین ہمیشہ ہین کبھی موت نہی

نہ فنا ہے - وَمَن يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا - اور جسنے نافرمانی کی اللہ
اسکے رسول کی اور حدود الٰہی سے تجاوز کیا تو اللہ تعالیٰ اسکو آگ مین داخل فرماویگا درحالیکہ اسکے لیے آگ مین رہنا ہمیشہ کے لیے مقدر ہوگا ف
ضحاکؒ نے کہا کہ یہان عصیان سے مراد شرک ہے یعنی کفر و انکار کیا اور ابن عباسؓ نے فرمایا یعنے اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی نہوا اور جو اسنے حد مقرر فرمائی
ہے اس سے تجاوز کیا اور کلبیؒ نے کہا کہ میراث کی جو تقسیم اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے اس سے انکار کیا تو کفر کیا اسیواسطے فرمایا کہ ہمیشہ دوزخ مین
پڑا رہے گا - قولہ یدخلہ یہان بھی بیا تحتیہ یا بنون ہے یعنے ہم اسکو آگ مین داخل کرینگے - وَلَهُ - فیہا - اور اس کافر کے لیے (دوزخ مین) عَذَابٌ
مُّهِينٌ - ذو اہانۃ - ایسا عذاب ہے جو اہانت دینے والا ہے یعنے ایسا عذاب ہے جسمین اہانت ہے پس مہین صیغہ نسبت ہے - واضح ہو کہ لفظ من
مفرد ہے اور معنے اسکے جمع کے بھی ہین اسی وجہ سے برعایت معنے کے خالدین - جمع فرمایا اور یدخلہ مین ضمیر مفرد لفظی ہے ف عرائس البیان مین
فرمایا کہ قولہ تلک حدود اللّٰہ الآیہ - اللہ عزوجل نے امر النفس و مواریث مین تمام مخلوق کے دخل کو صاف بٹ دیا کہ اسکی مقدار و کیفیت علم قدیم
الٰہی مین معلوم و مقدر و محدود ہے تاکہ اس کی درگاہ عظمت و کبریائی مین عاجزی و تواضع کے ساتھ بندگی کی گردن جھکاذین اور اللہ عزوجل
نے اسکے علم کو اپنی ہی پاک ذات تک رکھا تاکہ اسکے مخلوق مین سے کوئی بھی اسکی حد سے تجاوز نہ کرے اور اشارہ ہے کہ ہر اہل معرفت کے واسطے بھی
ایک حد مقرر ہے جہانتک اسکا کشف و عرفان پہونچتا ہے پھر اسکی صمدیت واحدیت مطالعہ سے باز رکھتی ہے - او حدود اللہ ایک برزخ ہے
حدوث و قدم کے درمیان کہ دونون مین کوئی خلط نہین ہوسکتا کیونکہ ہر طرح حدوث سے منزہ و پاک ہے شیخ محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ حدود
اللہ اسکے اوامر و نواہی ہین سو جس نے انسے تجاوز کیا وہ راہ راست سے بھٹک گیا بعض نے کہا کہ تلک حدود اللہ اشارہ ہے کہ اہل ارادت
کو انکی لیاقت کے لائق احوال پر واقف کیا جاوے اور تعدی و تجاوز اسمین یہ ہے کہ ایسا اظہار کیا جاوے جس سے وہ ہلاک ہو جاوین مترجم کہتا ہے
جیسے اول سے مسئلہ وحدت وجود یا وحدت شہود وغیرہ بیان کرے کیونکہ مبتدی کو خلط و خبط ہوگا بلکہ ابتدا مین اسکو طریق سنت پر استقامت و علم
تعلیم کرے پھر علم و عمل کی استقامت سے استعداد حاصل ہونے پر بقدر استعداد کے ترقی دے - ابو عثمانؒ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی حد پر
رہا اس سے تجاوز نکیا وہ کبھی برباد نہوگا - اور بعضے اہل بغداد نے کہا کہ بندہ کا انقلاب جملہ اوقات مین حدود تک ہوتا ہے پس پہانتک حرمت سے
بچے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "تلک حدود اللہ فلا تقربوہا" اسواسطے کہ جو چراگاہ سلطانی کے کنارہ کنارہ چرتا ہے وہ کبھی نہ کبھی اسمین جا پڑتا ہے
قال المترجم حدیث صحیح مین ہے من حام حول الحمی یوشک ان یقع فیہ - جو کوئی چراگاہ سلطانی کے گرد گھومے وہ اسمین جا پڑنے کے قریب ہے
فافہم پھر اللہ عزوجل نے حد دو زنا وغیرہ کا حکم ابتدائے اسلام مین اسطرح نازل فرمایا

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ

اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری عورتون مین اون پر چار مرد پھر اگر

شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا

وے گواہی دیوین تو اونکو بند رکھو گھرون مین جب تک کہ اٹھا لیوے انکو موت یا کردے اللہ اونکی کچھ راہ

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ - الزنا - مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ای من
رجال المسلمین - جو عورتین کہ تمہاری عورتون مین سے فاحشہ یعنی زنا کاری کرین تو اپنے انہون مین سے چار گواہ کر لو ف منکم سے مرد ہے
و مسلمان ہونے کی خصوصیت مراد ہے یعنی چار گواہ مرد مسلمان ہون جنکو تلاش کر لو بشرطیکہ عادل ہون اسواسطے کہ حدود مین عورتون کی گواہی نہین

اور کافر کی گواہی مسلمان پر روا نہین۔ فَاِنْ شَهِدُوْا پس اگر گواہی دین یعنی چارون مردون مسلمان نے ان عورتون پر فاحشہ زنا کی گواہی دی ف تو بالفعل کوئی سزاے ضرب نہین بلکہ۔ فَاَمْسِكُوْهُنَّ۔ احبسوہن۔ فِي الْبُيُوْتِ۔ قید رکھو ان عورتون کو گھرون مین ف وامنعوہن من مخالطۃ الناس۔ اور منع کرو انکو یعنے باز رکھو لوگون کے ساتھ خلط ملط ہونے سے اور برابر اسی طرح انکو محبوس رکھو۔ حَتّٰى يَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ۔ یہانتک کہ ملائکۃ الموت انکو وفات دین (انکے وقت مقدر پر) اَوْ۔ الیٰ ان يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا یا یہانتک کہ اللہ تعالی ان عورتون کے لیے کوئی راہ مقرر کردے ف یعنے قید رکھو اور روکو یہانتک کہ مرین یا یہانتک کہ اللہ تعالی انکے واسطے راہ مقرر کردے پس یہ بطور شک کے نہین ہے بلکہ ابتدا مین ایک حکم دیا اور دوسرا حکم علم الٰہی مین موجود تھا کہ بعد ایک زمانہ کے نازل ہوگا پس حکم اول کے وقت فرمایا کہ انکو روکو یہانتک کہ دوسرا حکم آنے تک مرچکین تو انکا معاملہ یہیقدر پر ختم ہوا یا زندہ رہین تو وہ حکم انپر جاری ہوگا اور گواہون مین عادل ہونا شرط ہے کیونکہ فاسق کی خبر کو پرکھنے کا حکم ہے بقولہ تعالی اذا جاءکم فاسق بنبا الآیۃ۔ اور مترجم کے نزدیک یہان ایک نکتہ ہے جس سے عادل کا ذکر نہین فرمایا۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اربعۃ منکم۔ فرمایا یعنے تم مین سے چار ہون حالانکہ تم تو رسول اللہ صلعم کے صحابہ عادل ہو پس عادل کہنے کی ضرورت نہ ہی اور نہ کسی شیطانی شخص کو شبہہ کا موقع رہا کہ شاید صحابہؓ مین بعض عادل و بعض غیر عادل ہین پھر چونکہ یہ حکم فقط صحابہؓ تک رہا بلکہ سورۃ النور نازل ہوکر منسوخ ہوگیا تو وہان منافقین کو خارج کیا اور فاسق قرار دیا اور عورتون کے لیے راہ نکال دی حتی کہ کسی فاسق اشیر بہتان باندھنے کی بھی گنجایش نہ پاویگا مفسر رح نے لکھا کہ قولہ سبیلا۔ ای طریقا الی الخروج منہا یعنی اس قید سے نکلنے کی راہ کردے امرؤا بذلک فی اول الاسلام ثم جعل اللہ لہن سبیلا بجلد البکر مائۃ وتغریبہا عاما ورجم المحصنۃ۔ ابتداء اسلام مین مومنون کو یہ حکم دیا گیا تھا پھر اللہ تعالی نے عورتون کی راہ نکال دی کہ کنواری عورت اگر زنا کرے تو سو کوڑے ماری جاوے اور ایک سال کے واسطے شہر بدر کیجاوے اور بیاہی ہو تو پتھرون سے سنگسار کرکے ہلاک کردی جاوے **اقول** یہ شافعیؒ کا قول ہے اور ابو حنیفہ رح کے نزدیک فقط سو کوڑے ہین اور اگر محصنہ ہو تو بالاجماع اسکو سنگسار کیا جاوے یہانتک کہ مرجاوے۔ وفی الحدیث لما بین الحد قال صلی اللہ علیہ وسلم خذوا عنی خذوا عنی قد جعل اللہ لہن سبیلا رواہ مسلم۔ اور حدیث مین ہے کہ جب یہ حد بیان فرمائی گئی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے لوگو یہ لو مجھسے یہ حکم لیلو کہ اللہ تعالی نے ان عورتون کی راہ نکالدی رواہ مسلم ف ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابتداء اسلام مین یہ حکم تھا کہ جب کسی عورت کا زنا کرنا عادل گواہون سے ثابت ہوا تو ایک گھر مین محبوس رکھی جاتی اور نکلنے نہین پاتی تھی یہانتک کہ مرجاتی۔ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حکم ایسا ہی تھا یہانتک کہ اللہ تعالی نے سورۂ نور کو نازل فرمایا پس اس حکم کو درے یا رجم سے منسوخ کیا اور ایسا ہی عکرمہ و ابن جبیر و حسن و عطاء و ابو صالح و قتادہ و زید بن اسلم و ضحاک سے مروی ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے اور یہ امر متفق علیہ ہے **قال المترجم** سورۂ نور مین ہے قولہ تعالی الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ الآیۃ۔ اور قول ابن عباسؓ کہ اسکو درے یا رجم سے منسوخ کیا ہے یعنی کنواری کے واسطے درے اور بیاہی کے لیے رجم کا حکم دیا ہے۔ اور جمہور اسی طرف گئے ہین کہ یہ آیت اور مابعد کی آیت منسوخ ہے اور بعض نے کہا کہ منسوخ نہین ہے اور حدیث عبادہؓ ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ لو مجھسے لو مجھسے اللہ تعالی نے ان عورتون کی راہ نکالدی کنوارا اگر کنواری سے زنا کرے تو درے اور ایک سال کے لیے شہر بدر ہے اور ثیب اگر ثیبہ کے ساتھ زنا کرے تو سو درے اور سنگساری ہے (رواہ الترمذی وقال حسن صحیح وقد رواہ مسلم وغیرہ) یہ حدیث مبارک اس آیت کا بیان واقع ہوئی ہے اور امام احمدؒ بمقتضاے حدیث موصوف کہتے ہین کہ زانی ثیب کو سو درے بھی مارے جاوین اور سنگسار بھی کیا جاوے اور جمہور کے نزدیک اسکو فقط سنگسار کیا جاوے درے نہین ہین اور حجت انکی یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ماعزؓ و غامدیہ کو اور یہودی مرد و عورت زناکارون کو فقط رجم کیا اور درے نہین مارے پس معلوم ہوا کہ رجم کرنا

اسلئے

واجب نہین ہی بلکہ وہ منسوخ ہی اور امام شافعیؒ پر وارد ہوتا ہی کہ انھون نے کنوارے کے حق مین ایک سال کا شہر بدر کرنا اسی حدیث سے
تجویز کیا حالانکہ شبہ کے لیے قتل رجم کے درے مارنا نہین تجویز کیا بلکہ حدیث کو منسوخ قرار دیا اور اصح یہین قول امام ابوحنیفہ کا ہی یہ حدیث
صحیح ہی اور نسخ کی کوئی دلیل نہین ہی ولیکن حدیث کے معنے یہ ہین کہ ایکسال کا شہر بدر کرنا یا قبل رجم کے کوڑے مارنا یہ بطور سیاست وتعزیر کے ہی
جو امام المسلمین کی رائے پر ہی ورنہ آیت کریمہ مین جو سورۂ نور مین ہی فقط کوڑے و فقط رجم ہی لیکن اسین بھی ایک اعتراض یہ وارد ہوتا ہی کہ امام
کو سیاست کرنا اسقدر نہین جائز ہی جو کسی حد الٰہی تک پہونچ جاوے پھر سو کوڑے تو مقدار حد ہی اور جواب یہ ہو سکتا ہی کہ منع یہ ہی کہ اس بارہ
مین جو حد مقرر ہی تو شبہہ پر حد تک نہ پہونچے اور سنگساری مین حد کی مقدار یہ کہ پتھرون سے قتل کیا جاوے تو کوڑے کی سزا بطور سیاست ہو سکتی ہی

وفیہ نظر ایضاً فافہم واللہ اعلم - وشرائط حد سورۂ نور مین آوینگے انشاء اللہ تعالیٰ

وَالَّذٰنِ يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

جو کرنے والے کرین تم مین سے یہ فاحشہ کام تو انکو ایذا دو پھر اگر توبہ کرلین اور سنورین تو انسے اعراض کرو اللہ تعالیٰ

تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ

بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہی توبہ جو اللہ تعالیٰ کو قبول ہی انھین کی جو کرتے ہین برا نادانی سے پھر توبہ کرتے ہین جلدی سے

فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

تو ایسون کو اللہ تعالیٰ معاف فرماتا ہی اور اللہ تعالیٰ سب جانتا حکمت والا ہی

وَالَّذٰنِ - بتخفیف النون وتشدیدہا - یعنے اکثرون کی قراءۃ تخفیف نون ہی اپنی اصل پر اور قیاس صیغہ کا اللذیان تھا سیبویہ
نے کہا کہ اسماء متمکنہ و مبہمہ مین فرق کے لیے یاء تجنبہ حذف ہوئی - اور ابن کثیرؒ کی قراءۃ مین تشدید نون ہی پس گویا نون بعوض یاء محذوفہ
ہی یَاْتِیٰنِہَا - ای الفاحشۃ الزنا واللواطۃ - یعنے ضمیر مونث راجع بجانب فاحشہ مذکورہ بالا ہی اور مراد اس سے زنا اور لواطت ہی مِنْکُمْ
ای من الرجال - مردون مین سے (المفسر) اور جو دو مرد کہ تم مین سے اس فعل فاحشہ (زنا و لواطت) کے مرتکب ہون ف تو انکی سزا یہ ہی
کہ فَاٰذُوْہُمَا - دونون کو ایذا پہونچاؤ - فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْہُمَا - پھر اگر دونون توبہ کرین اور اپنے آپکو
صلاحیت پر لاوین تو انسے درگذر کرو - ف واضح ہو کہ عورتون کی زنا کرنے کا حکم ابتداء اسلام کا اوپر کی آیت مین مذکور ہوا اور مردون
کا بیان نہین ہوا تھا سو اس آیت مین فرمایا - پھر مفسرؒ نے مردون کے حق مین فاحشہ کام کی عام تفسیر کی جو عورت سے زنا کرنے کو یا عام
کسی مرد سے لواطت یعنے اغلام کرنے کو بھی شامل ہی اور خطیب نے کہا کہ امام شافعی کے نزدیک لواطت کا بھی مانند زنا کے ہی لیکن جبسے
لواطت کی گئی اسپر انکے نزدیک رجم نہین ہی اگرچہ بیاہا محصن ہو بلکہ سو کوڑے مار کر ایکسال کے لیے شہر بدر کیا جاوے قال المفسر یہ منسوخ ہی آیۂ سورۂ
نور کے حکم حد سے اور اسیطرح اگر اس سے لواطت مراد ہو تو بھی آیت النور سے منسوخ ہی یعنی لوطی کو بھی حد زنا کی سزا دیجاوے سیاہ امام شافعی
کے نزدیک یہ ہی لیکن جسکے ساتھ لواطت کی گئی اگرچہ وہ بیاہا ہو امام شافعیؒ کے نزدیک اسپر حکم سورۃ النور کے موافق رجم نہین ہی بلکہ ہر صورت مین اسپر
درے مین - کمالین مین کہا کہ آیت مین فاحشہ سے زنا مراد ہونا جمہور کا قول ہی اور لواطت مراد ہونا مجاہدؒ سے نقل کیا گیا ہی اور امام مالکؒ و احمدؒ کے
نزدیک لواطت مین فاعل و مفعول یعنے اوپر والا و نیچے والا دونون پر ہر حال مین رجم ہی خواہ محصنین ہون یا نہون - اور حسن بصریؒ سے روایت
ہی کہ یہ آیت پہلی آیت سے پہلے اتری پس واللذان مرد و عورت زنا کرنے والی مراد ہین تو پہلے حکم ہوا کہ دونون کو ایذا دو پھر حکم ہوا کہ عورتون کو قید

رکھو- لیکن پوشیدہ نہ رہے کہ اول آیت مین فاحشہ مصرح ہی اور اسمین فاحشہ کی طرف ضمیر ہی فتامل- اور ابو مسلم اصفہانی نے موافق روایت مجاہد کے اختیار کیا کہ لواطت ہی مراد ہی اور بعض نے کہا کہ قرائن وامور اسکے مؤید مین- واضح رہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک لوطی کی حد وہ نہین جو سورہ نور مین زنا کی مذکور ہی اور ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو تم دیکھو کہ قوم لوط کا عمل کرتا ہی تو فاعل و مفعول بہ دونون کو قتل کرو (رواہ اصحاب السنن) پس بنا بریکہ اللذان یاتیانہا سے مراد لواطت ہو سزاے زنا مردون کے حق مین کچھ مذکور نہو گی جیسے اوپر کی آیت مین عورتون کی سزاے زنا مذکور ہی- اسیواسطے شیخ مفسرؒ وغیرہ نے اسمین زنا و لواطت دونون کو شامل کیا تاکہ مردون کی سزاے زنا بھی معلوم ہو جاوے اور ایک خاص حکم لواطت جو مردون ہی مین ہوتا ہی وہ بھی معلوم ہو جاوے- اور بنا بر قول جمہور کے مراد زنا ہی اور اللذان سے زانی مرد و زانیہ عورت مراد ہی لیکن مذکر کو غلبہ دیکر اللذان بصیغہ تثنیہ مذکر فرمایا اور آیت اولی خاصۃً عورتون کے حق مین قید کی سزا کا بیان ہی چنانچہ قتادہؒ نے فرمایا کہ عورت ہی فقط مقید رکھی جاتی تھی اور ایذا دیے جانے مین مرد و عورت دونون مشترک تھے یعنے عورت کو بعد ایذا کے مقید بھی کرو اور بعض نے کہا کہ دوسری آیت خاصۃً مردون کے حق مین ہی اور تثنیہ باعتبار ہر دو قسم کنوارے مرد و بیاہے مرد کے ہی اسکو قرطبیؒ نے مستحسن کہا اور نحاسؒ نے اختیار کیا یعنی مردون مین سے خواہ کنوارا ہو یا بیاہا ہوا اگر زنا کرے تو دونون قسم کو سزا دیکر چھوڑ دو تاکہ ضرورت جہاد وغیرہ مین شریک ہو- اور سدیؒ وغیرہ نے کہا کہ اول آیت محصنہ عورتون کے حق مین ہی اور انکے ساتھ محصن مرد بھی داخل ہین اور دوسری آیت مرد و عورت کنوارے کے حق مین ہی اور اسی کو ابن جریرؒ نے ترجیح دی اور نحاسؒ نے کہا کہ اگر ایسا ہو تو اول آیت مین واللاتی بصیغہ مونث ہی پھر باوجود شمول مردون کے تغلیب مؤنث کی مذکر پر لازم ہوگی اور یہ بعید ہی اور مفسرؒ نے کہا کہ اللذان یاتیانہا مین لواطت مراد ہونا اظہر ہی بدلیل تغلیبہ ضمیر مذکر کے اور جسنے زنا مراد لیا اسنے کہا کہ تثنیہ سے زانی مع زانیہ مراد ہی اور یہ قول اسطرح رد ہوتا ہی کہ اللذان کا بیان (منکم) سے موجود ہی اور یہ ضمیر مردون کے واسطے مخصوص ہی اور علاوہ اسکے اللذان دونون سزاے اذیت مین اور توبہ و اعراض مین مشترک ہین اور یہ مخصوص مردون کے لیے ہی کیونکہ عورتون کے حق مین پہلے بیان ہوا کہ محبوس رکھے جانے کی سزا ہی **قال المترجم** یعنی عورتون سے اعراض کا حکم نہین ہی اور یہان اعرضوا عنہما فرمایا یعنی ان دونون سے اعراض کرو پس عورت کیونکر مراد ہو سکتی پس مفسرؒ کے نزدیک ارجح یہ کہ مراد لواطت ہی اور شافعیہ طور پر حاصل یہ نکلا کہ ابتدا مین لواطت کا یہ حکم تھا جو یہان مذکور ہی پھر حد زنا نازل ہونے سے یہ بھی منسوخ ہوا اور لواطت کی بھی وہی حد ٹھہری جو زنا کے واسطے ہی کیونکہ یہان جو حکم وہان اسی کا حکم نازل ہوا ہی تو عورتون کی زنا اور مردون کی لواطت دونون کا وہان بیان آیا مگر شافعیؒ کے نزدیک لواطت مین مفعول پہ خواہ محصن ہو یا غیر محصن ہو کسی حال مین رجم نہین ہی بلکہ درّے اور ایک سال کی نفی ہی **قال المترجم** روایت اصحاب سنن جو اوپر مذکور ہوئی کہ فاعل و مفعول بہ کو قتل کرو امام شافعی پر حجت ہی اور اسی کے موافق بعض خلفاے راشدین نے عمل فرمایا فافہم- قولہ فاذوہما- ای بالسب والضرب بالنعال یعنے ایذا دینے سے مراد یہ ہی کہ انکے ساتھ بدزبانی کرو اور جوتیون سے مارو- اور بعض نے کہا کہ عار دلاؤ اور یہی صحیح ہی چنانچہ ابن عباس وسعید بن جبیر وغیرہ نے فرمایا کہ بدگوئی وعار دلانے وجوتیون مارنے سے ایذا دو اور حکم یہی تھا یہانتک کہ اللہ تعالی نے اسکو درّے مارنے وسنگسار کرنے سے منسوخ کیا **اقول** یعنے حدود مقرر کر دیے تو یہ حکم منسوخ ہوا اور یہ مراد نہین ہی کہ اسکی حد بھی وہی زنا کی حد مقرر ہوئی فتامل اور قولہ فاعرضوا- یعنی اعراض کرو مراد یہ کہ ان دونون کو ایذا دینے سے اعراض کرو- **اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا** - اللہ تعالے تواب ہی **ف** یعنے تواب کی صفت اس شخص کے حق مین ظاہر فرماتا ہی جو توبہ کرے یعنے نادم ہو کر عزم کرے کہ پھر کبھی ایسا نہ کریگا **رَحِيمًا** اس توبہ کرنے والے کے اوپر مہربان ہی **ف** پھر اللہ عزوجل نے بیان فرمایا کہ توبہ کن لوگون کی توبہ ہی- **اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ** -

توبہ قبول کرنا تو اللہ تعالے پر فقط انہین بندون کے واسطے ہے جو جہالت مین بدکاری کرین پھر جلد بیدار ہو کر نادم ہون۔ اگر کہو کہ توبہ
تو ہر شخص کر لیتا ہے مفسرؒ نے جواب دیا یعنے التوبۃ التی کتب علی نفسہ قبولہا بفضلہ۔ یعنے وہ توبہ کہ لکھ لیا اللہ تعالی نے اپنے اوپر قبول کرنا اسکا
محض اپنے فضل سے کہو کہ علیٰ حرف ایجاب ہے پس (علی اللہ) کے معنے یہ ہوے کہ واجب ہے اللہ تعالی پر حالانکہ اللہ تعالے پر کوئی چیز
واجب نہین یعنے آنکہ اس کا کرنا حتمی ضرور ہو یہ اہل سنت کا اجماعی اعتقاد و مذہب ہے یعنے سب ہی اسکے قائل ہین ہان معتزلہ البتہ اللہ تعالی
پر وجوب اعدل و اصلح وغیرہ واجب بکتے ہین سو یہان شبہہ پڑتا تھا کہ علیٰ حرف ایجاب ہے پس قبول توبہ اللہ تعالی پر واجب ہے تو مفسرؒ نے معنے
بیان کر دیے جسکا حاصل یہ کہ قبول توبہ کو اللہ تعالی نے اپنے فضل و احسان سے مانند واجب کے کر لیا ہے بمقتضاے وعدہ قبول کرنے کیونکہ اللہ تعالے
نے قبول توبہ کا وعدہ فرمایا اور وعدہ اسکا خلاف نہین ہوتا تو ضرور پورا ہوگا پس اسکو وجوب سے تعبیر فرمایا (البیضاوی فی السراج) اور یہ کلام
متین ہے کیونکہ بلا خلاف لفظ قبول محذوف اور خبر بھی محذوف ہے پس انما التوبۃ علی اللہ ای انما قبول التوبۃ مرتب علی فضل اللہ۔ یعنی قبول توبہ کا ظہور
تو اللہ تعالی کے فضل پر ہے۔ (ابو حیانؒ) اور اہل معانی جنھون نے نظم قرآن مین معانی بیان کیے ہین مانند زجاج و اخفش و سیبویہ وغیرہ کے
وہ کہتے ہین کہ معنے یہ ہین کہ واجب کیا اللہ تعالے نے اپنے اوپر بدون کسی کے واجب کرنے کے کیونکہ اللہ تعالی مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے پھر جاننا
چاہیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا و توبوا الی اللہ جمیعا ایہا المؤمنون۔ یعنی اے مومنو سب کے سب اللہ تعالے کی طرف توبہ و رجوع لاؤ۔ پس تمام امت
متفق ہے کہ مومنون پر توبہ کرنا فرض ہے پس اللہ تعالی کے فضل سے کن لوگون کی توبہ مقبول ہے تو فرمایا۔ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ۔ المعصیۃ
یعنے ان لوگون کی توبہ قبول ہے جو کرتے ہین برائی یعنے گناہ کو۔ بِجَهَالَةٍ۔ حال ای جاہلین اذ عصوا ربہم۔ درحالیکہ جاہل ہین جبکہ ربہ
عزوجل کی نافرمانی کی۔ پس بجہالۃ۔ حال واقع ہے یعملون کی ضمیر سے۔ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ۔ زمن قَرِيبٍ قبل ان یغرغروا۔ پھر توبہ کرتے
ہین زمانہ قریب مین یعنے قبل اسکے کہ انکو موت کا غرغرہ لگے۔ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ یقبل توبتہم۔ پس ایسے لوگون کی
توبہ اللہ تعالی قبول فرماتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اس سے معلوم ہوا کہ توبہ انکی مقبول ہے جو جہالت و نادانی سے گناہ کرین بغیر جانے بوجھے
تو مفسرؒ نے جواب کا اشارہ کیا کہ جاہل ہین جبکہ انھون نے نافرمانی کی یعنے گناہ صادر ہونا عین نادانی ہے شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ
حضرت مجاہدؒ وغیرہ نے فرمایا کہ جسنے اللہ تعالی کی نافرمانی کی خواہ عمداً یا خطا سے تو وہ جاہل ہے جبتک اس گناہ سے باز نہ آوے۔ اور قتادہؒ
نے ابو العالیہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے تھے کہ اصحاب رسول اللہ صلعم فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کو جو گناہ ہو پس وہ جہالت ہے اور ابن جریرؒ اور عبد الرزاق
نے قتادہؒ سے روایت کی کہ اصحاب رسول اللہ صلعم اس بات پر مجتمع ہوے کہ جس فعل مین اللہ تعالے کی نافرمانی ہوئی وہ جہالت ہے خواہ
عمداً نافرمانی کی یا چوک گیا۔ اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالے کی نافرمانی کا کام کرے وہ اس کام کے وقت مین جاہل ہے اور عطاء ابن
رباح سے اسکے مانند روایت کیا گیا اور ابن عباس سے ابو صالح نے روایت کی کہ بندہ کی جہالت ہی سے بدکاری ہے۔ بالجملہ اگر زید بیوقوف نے
جس راہ سے خود آتا جاتا ہے عمداً کانٹے ڈال دیے تو یہ اسکی جہالت بڑھی ہوئی کہلاویگی اور اگر چوک گیا اور گر گئے تو چھوٹی جہالت ہے فافہم پھر
اگر کہا جاوے کہ آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قریب زمانہ مین توبہ کرے تو اُسی کی توبہ قبول ہے حالانکہ بہتون آدمی گناہ کرتا ہے اور ہوش نہین ہوتا پھر
مدت بعد توبہ کی طرف رجوع ہوتا ہے تو جواب کی طرف مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ بندے کے حق مین موت کا غرغرہ لگنے سے پہلے سب وقت زمانہ قریب ہی ہے گو وہ
اپنی روح قبض کرنے کے لیے ملک الموت کو دیکھ لیا ہو اگر غرغرے سے پہلے توبہ کر لی تو قبول ہے دیکھو اللہ تعالی نے قیامت کو قریب فرمایا۔ شیخ
ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ ملک الموت نظر آنے تک قریب ہے اور ضحاک نے کہا کہ موت سے ادھر

قریب ہی اور قتادہ و سدی نے کہا کہ جب تک صحت میں ہی۔ اور حسن بصری نے فرمایا جب تک گھرانہ لگے اور عکرمہ نے فرمایا کہ دنیا سبکی
سب قریب ہی مترجم کہتا ہی کہ آدمی کو آخرت کے دوام و ہمیشگی و کبھی ختم نہ ہونے پر نظر نہیں وہ سو پچاس بلکہ ہزار دو ہزار بلکہ لاکھ کرور اور
دار ناپائدار دنیا کو بعید دیکھتا ہی حالانکہ اس بے انتہا کے سامنے یہ بہت قریب ہی شیخ ابن کثیرؒ نے یہان احادیث کو ذکر فرمایا خلاصہ یہ کہ ابن عمرؓ نے
نبی صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول فرماتا ہی جبتک دم تک اسکو موت کا گھرانہ لگے۔ رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وحسنہ
الترمذی اور ابن مردویہ کی روایت عبداللہ بن عمرؓ میں موت سے ایک ساعت پہلے باخلاص توبہ کا قبول ہونا مذکور ہی وکذا فی روایۃ ابی داؤد الطیالسیؒ
اور مانند روایت احمد کے ابن مردویہ نے ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی وقد رواہ ابن جریر عن الحسن البصریؒ وعن بشیر بن کعب مرسلا وعن عبادۃؓ
بن الصامت مرفوعاً۔ اور حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس نے عرض کیا کہ اے پروردگار تیری عزت پاک کی
قسم ہی کہ برابر میں بنی آدم کو اغوا کرونگا جبتک انکی روحین انکے بدنون مین ہونگی پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہی
کہ برابر مین انکو بخشتا رہونگا جبتک وہ مجھسے استغفار کرینگے۔ رواہ احمد۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ان احادیث مین دلالت ہی کہ جب ایسے بندے
نے توبہ کی کہ اسکی زندگی کی امید ہی تو اسکی توبہ قبول ہی اور جب زندگی سے یاس ہوگئی اور ملک الموت کو دیکھ لیا اور روح حلق مین آگئی و سانس
گھرنے لگا تو پھر توبہ مقبول نہین اسیواسطے اللہ عزوجل نے فرمایا ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الآن۔
یعنی نہین توبہ ان لوگون کے لیے جو گناہ کیے جاتے ہین یہانتک کہ جب انہین سے کسی کی موت حاضر ہوئی تو کہنے لگا کہ مین اسدم توبہ کرتا ہون۔ یہ
ویسا ہی جیسا حق عزوجل نے حکم فرمایا کہ مغرب سے آفتاب نکلنے پر پھر کسی اہل زمین کی توبہ قبول نہوگی۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا بخلقہ۔ دانا ہی اپنے
مخلوق کا۔ حَكِيْمًا۔ فی صنعہ یعنی حکیم ہی اپنی صنعت مین اپنے مخلوق کے ساتھ اور بعض محققین نے کہا کہ جب گھرگھرا لگا تو ایمان کی توبہ قبول
نہین ہی اور گناہ کی توبہ قبول ہی اور تفصیل شرح فقہ الاکبر ملا علی قاریؒ و مقدمہ عین الہدایہ مترجم باب العقائد مین ہی۔ ف۔ عرائس البیان
مین ہی کہ قولہ تعالیٰ انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجہالۃ۔ اس آیت کریمہ کے ظاہر معنے پر انما التوبۃ علی اللہ مین علی بمعنے من ہی ای انما
التوبۃ من اللہ للذین یعملون السوء بجہالۃ۔ یعنی توبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھین لوگون کے لیے ہی جو معصیت کرتے ہین حالت جہالت مین۔ اور
اہل تصوف کے نزدیک یہین اشارہ یہ ہی کہ جو شخص گناہ مین پڑا وہ اندھیرے اور حیرانی مین پڑگیا اسکو ہدایت کی راہ نہین نظر آتی ہی اور کسی بشر
کی قدرت مین یہ بات خود نہین ہی کہ راہ حق پاوے کیونکہ ہادی و راہ دینے والا ہی پاک پروردگار ہی اور ہدایت اسکے اوصاف قدیم سے متعلق ہی اور یہ
محال ہی کہ کوئی حادث بھی اوصاف قدیم پر ہو جاوے پس اب سمجھو کہ علی اللہ۔ اسکی نعت و وصف ذات کے لیے کہ وہی ہادی ہی کیونکہ وہی ہادی
اپنے متحیر بندے کی طرف رجوع فرماوے جسکا قدم اسکی طبعی خواہش مین پھسل گیا ہی کہ وہ تو خود اپنے آپکو قہر الٰہی سے خلاص نہین کرسکتا اسکا چھٹکارا
اسی فیاض کریم کی شرط کرم پر ہی جسنے اپنے گنہگار بندون کی بخشش کرنے سے اپنا وصف فرمایا ہی اور یہ گناہگار وہ بندے ہین جو بدون اختیار کے بشریت
کی خواہشون کا قصد کر گذرے چنانچہ اوتعالیٰ نے اپنی پاک ذات کا وصف فرمایا۔ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ۔ یعنی اوتعالیٰ نے جو تمھارا پروردگار ہی اپنے
اوپر رحمت کرنا لکھ لیا ہی پس حرف علی اپنے ظاہر پر رہا بدلیل قولہ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ۔ اسکی طرف سے بندے کی طرف رجوع اسکی رحمت واسعہ کی شرط
سے ہی جسکے حق ہی سبقت رحمتی غضبی۔ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لیگئی ہی۔ اور یہ توبہ قبول کرنا بروجہ مذکور حضرت حق عزوجل کی سنت
سابقہ ہی کہ ہمارے باپ آدم علیہ السلام پر گیہون کھانے کے بعد جاری ہوئی چنانچہ فرمایا۔ فتاب علیہ انہ ہو التواب الرحیم۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا۔ ثم
اجتباہ ربہ فتاب علیہ وہدی۔ یعنی پھر برگزیدہ کیا آدم کو اسکے پروردگار نے پس رجوع فرمایا اسپر اور راہ دیدی۔ اور خصوصیت توبہ رجوع کی ان لوگون کے واسطے

جو برُا کام جہالت مین کر گذرین - یہ اخبار اور آگاہی ہی اپنی عطوفت و لطف کی ایسی قوم کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کے امتحان کے وقت ابتداے
مُریدی و طلب کی حالت مین اپنے حظ نفس مین تھوڑا گرفتار ہو گئے تا کہ انکے دلون مین ندامت و حیا و خوف و جلال واقع ہو جس سے وہ اپنی
گردنین بلند نکرین بعد از آنکہ نعوت کبریائی سے متصف ہو گئے اور حقائق انبساط اور مقام اتحاد تک پہونچ گئے ہین کیونکہ گردن اٹھانے مین دید ازل کا
مشاہدہ ابد سے گرجاوینگے حالانکہ حدوث سے فنا ہو گئے اور خُلق قدم سے آراستہ ہوئے ہین پھر بُرائی کی نسبت جوان بندون کی طرف فرمائی
اور جہل کی طرف انکو منسوب کیا تو یہ معنے کہ عمدہ طاعات کرتے ہین اس امید پر کہ عوض پاوین اور یہ جہالت ہی کہ مکر قدم سے بیخوف ہین اور عزت باری
عزوجل کو کم پہچانتے گویا نہین پہچانتے ہین اور اس سے آگاہ نہین کہ اسکی درگاہ جلال منزہ و پاک ہی تمام طاعت والون کی بندگی اور تمام گناہگارون کے
گناہ سے حالانکہ یہ جہالت سے سمجھتے ہین کہ یہ طاعات بھی کچھ چیز ہین اور یہی چیزین سبب تقرب سمجھتے ہین حالانکہ درگاہ قدیم مین حادث کی علت
کارآمد نہین ہی پھر جب جمال مشاہدہ حضرت باری تعالیٰ کے دیکھنے والے ہو گئے تو اسکے جلال عظمت مین جو انکے گمان اپنی طاعتون کے ساتھ
تھے اس سے شرمائے اور یہی فرمایا - ثم یتوبون من قریب فاولٰئک یتوب اللہ علیہم وکان اللہ علیما - یعنی آگاہ تھا انکے شوق کا اپنی طرف اپنے
علم قدیم سے - حکیما - انکی تربیت کرنے مین اپنی معرفت کے عطا مین - اور بعض نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ جو لوگ طاعت سے ایسے پاک
پروردگار کی جناب مین تقرب ڈھونڈھتے ہین اپنی جہالت سے جہان نہین تقرب ڈھونڈھا جاتا ہی مگر اسی پاک بے نیاز کے فضل سے - اور
شیخ محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ضمان کر لی ایسے بندے کے توبہ کی جس سے گناہ بدون قصد صادر ہو نہ اسکے واسطے جو گناہ کرنے کو دل
مین پوشیدہ رغبت سے رکھتا ہی اور اسکے صادر ہونے پانے پر تاسف کرتا ہی چنانچہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما التوبۃ علی اللہ الآیۃ -

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
اور نہین توبہ ان لوگون کی جو کیے جاتے ہین برائیان یہان تک کہ جب آگئی ان مین کسی کی موت
قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا
تو بولا کہ مین نے توبہ کی اس دم اور نہ ان لوگون کی جو مرتے ہین درحالیکہ کافر ہین یہی لوگ ہین کہ تیار کر رکھا ہمنے انکے لیے دکھ دینے والا عذاب

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ - الذنوب - جمع ذنب بفتح اول و سکون ثانی بمعنے گناہ - حَتّٰٓى
اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ - اور ایسے لوگون کے لیے توبہ نہین جو گناہ کیے جاتے ہین یہانتک کہ جب انمین سے کسی پاس
موت حاضر ہوئی ف واخذ فی النزع - اور نزع روح کی حالت شروع ہوئی اور اسنے آخرت کا مشاہدہ کر لیا - قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ
الْـٰٔنَ - کہنے لگا کہ اب مین نے توبہ کی ف فلا ینفعہ ذلک ولا یقبل منہ - پس اسکو یہ توبہ کرنا نافع نہوگا اور نہ قبول ہوگا - اور کلام
مفسر رح مشعر ہی کہ یہ بیباک مسلمانون کا بھی حال ہی جیسا کہ ثوری رح سے مروی ہی اور اسی طرف کلام بیضاوی و سراج وغیرہ مشعر ہی اور کمالین مین
کہا کہ قبول نہونے کی وجہ یہ ہی کہ یہ ملک الموت و عذاب مشاہدہ ہونے کا وقت ہی پس یہ اضطراری حالت ہی اختیاری نہین ہی اور سراج مین کہا کہ یہ وہ وقت
ہوتا ہی کہ کسی کافر سے ایمان اور کسی گنہگار سے توبہ اسوقت قبول نہین ہوتی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راوا باسنا یعنی نہین کہ
نفع کرے انکو ایمان لانا انکا جب ہم دیکھ لیا انھون نے ہماری باس کو یعنے عذاب و اسکے آثار کو - اور کہا کہ اسیواسطے فرعون کا ایمان قبول نہوا کہ جب
ڈوبنے مین پڑا تو ایمان لایا اور یہی ایمان الباس ہی جو مقبول نہین - اور کمالین مین لکھا کہ مشہور یہ ہی کہ یاس کے وقت توبہ گناہ مقبول ہی اگرچہ ایمان
مقبول نہین ہی چنانچہ خلاصہ وغیرہ مین مذکور ہی لیکن جامع مضمرات مین اسکے خلاف مذکور ہی اور یہی صحیح ہی جو جامع مضمرات مین ہی اور یہی

احادیث صحیحہ مین وارد ہی انتہی اور آیتین خلاف نہین کہ مغرب سے آفتاب نکلنے کے بعد کسی کی توبہ قبول نہوگی اور شیخ ابو العالیہ سے مروی ہی کہ یہ آیت منافقون کے لیے اور یہی قول سعید بن جبیرؒ کا ہی اور ابن عباس سے مروی ہوا کہ مشرک مراد مین لیکن آیندہ آیت تو خود مشرکون کے لیے منصوص ہی بقولہ تعالیٰ - وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ - اذا تابوا فی الآخرۃ عند معاینۃ العذاب لاتقبل منہم - یعنی اور نہین توبہ ان لوگون کے لیے جو مرتے ہین در حالیکہ وہ کافر ہین ف یعنی جبکہ آخرت مین عذاب دیکھکر توبہ کرینگے تو انسے قبول نہوگی - کیونکہ ہم لوگ جتنے بندے ہین سب مامور ہین کہ غیب پر ایمان لاوین اور جب معاینہ کرلیا تو ایمان کہان رہا وہ تو مشاہدہ ہوگیا سراج مین ہی کہ اللہ سبحانہ نے اُن لوگون کو جو بیباکی سے اپنی توبہ کرنے مین اسراف کرتے ہین موت کا وقت آجانے تک اور ان لوگون کو جو کافر مرتے ہین اس بات مین برابر کردیا کہ دونون کی توبہ نہین ہی اسواسطے کہ موت کا حاضر آنا آخرت کا پہلا حال ہی تو جیسے کفر پہ اصرار کرنے والون کی توبہ یقین پر جاتی رہی ایسے ہی جنسے موت آجانے تک توبہ نکرنے مین بیباکی کی کیونکہ ہر ایک نے دونون مین وقت اختیار ہی سے تجاوز کیا اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباسؓ و ابو العالیہ و ربیع بن انس نے قولہ ولا الذین یموتون وہم کفار مین کہا کہ یہ اہل شرک کے حق مین نازل ہوا ہی - اور حضرت ابو ذرؓ نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول کرتا اور اپنے بندے کو بخشتا ہی جبتک حجاب واقع نہو تو عرض کیا گیا کہ حجاب واقع ہونا کیا ہی فرمایا کہ بدن سے جان نکلے ایسے حال مین کہ مشرک ہو رواہ احمد - أُولٰٓئِكَ أَعْتَدْنَا - اعددنا مہیا کیا ہم نے لَهُمْ عَذَابًا أَلِيْمًا - مولما - ایسے ہی لوگ ہین کہ ہم نے مہیا کیا ہی انکے لیے عذاب مولم یعنی سخت دکھ دینے والا - سراج مین ہی کہ بعض نے کہا کہ اعتدنا در اصل اعددنا تھا کہ دال اول کو تا سے بدلا - اور عذاب الیم سے مراد دوزخ ہی پس معلوم ہوا کہ بے توبہ مرنے والا دوزخی ہی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا

اے ایمان والو حلال نہین تمکو میراث مین لے لو عورتون کو زبردستی کرکے اور نہ انکو بند کرو کہ لے لو انسے کچھ

بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ

اپنا دیا ہوا مگر آنکہ وہ کرین بے حیائی کھلی ہوئی اور گذران کرو عورتون سے دستور معقول سے

فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝

پھر اگر تم کو نہ بھاوین تو شاید تم کو ایک چیز نہ بھاوے اور اللہ اسمین بہت خوبی کردیگا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا - اے ایمان والو تم کو حلال نہین کہ تم عورتون کے وارث ہو زبردستی ف یعنے عورتون کی ذات کے وارث بننے سے ممانعت ہی کرہا بالفتح والضم لغتان ہی مکرہین علیٰ ذلک یعنے کرہ بالفتح اکثرون کی قراءت ہی اور بالضم حمزہ و کسائی کی قراءت ہی اور معنے اسکے زبردستی کے ہین یعنی زبردستی کرنے والے عورتون پر وراثت مین ہو اسطرح کہ انکی ذات کے وارث بن جاؤ - اور یہ معنے سبب نزول سے کھلینگے چنانچہ مفسرؒ نے کہا کہ کانوا فی الجاہلیۃ یرثون نساء اقربائہم فان شاءوا تزوجوہا بلا صداق او زوجوہا واخذوا صداقہا او عضلوہا حتی تفتدی بما ورثتہ او تموت فیرثوہا فنہوا عن ذلک زمانہ جاہلیت مین اسلام لانے سے پہلے جبکہ خدا تعالیٰ کی راہ و شریعت سے جاہل تھے تب ان لوگون کا یہ دستور تھا کہ اپنے اقربا یعنی ناتے دارون کی عورتون کے وارث ہوجاتے یعنے میراث مین لے لیتے پھر چاہتے تو اس سے بدون مہر کے خود نکاح کرلیتے تھے یا دوسرے سے اسکا نکاح کرکے اسکا مہر خود لے لیتے یا اس کو روک کر بند کر رکھتے یہانتک کہ تنگ ہوکر جو اس نے میراث پائی تھی وہ فدیہ دیکر اپنی جان چھڑاتی یا مر جاتی تو اسکے

ہو جاتے پس اللہ عزوجل نے انکو اس سے منع کر دیا مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ کے سبب نزول سے چند اطوار شرکین سے ممانعت ہے چنانچہ تلخیص کے
ساتھ جو شیخ محدث ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا ہے لاتا ہون - ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ان لوگون کا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی مرد مرتا تو مرد کے اولیا یعنے
وارث لوگ اس میت کی جورو کے حقدار ہو جاتے انہین سے کوئی اگر چاہتا تو اس سے نکاح کر لیتا اور اگر چاہتے تو دوسرے سے اسکا نکاح کر دیتے
پس میت کے اولیا اس عورت کے حقدار ہوتے اور عورت کے اولیا اس کے حقدار نہ رہتے پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ البخاری وابن مردویہ و
ابوداؤد والنسائی وابن ابی حاتم - اور دوسری روایت مین ابن عباس سے ہے کہ مرد اپنے قرابت والے میت کی جورو کا وارث ہوتا اور اسکو نکاح کرنے سے
روک رکھتا یہانتک کہ مرجاتی یا جو مہر اسنے لیا ہے واپس کر دیتی - رواہ ابوداؤد - اور تفسیر عن ابن عباس مین ہے کہ قرابت والون مین سے جو میت کی جورو پر
کپڑا ڈالدیتا وہی اسکا احق ہو جاتا - اور علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس مین ہے کہ میت کی جاریہ پر اسکا دیور کپڑا ڈالدیتا پھر خوبصورت ہوتی تو خود
نکاح کرتا ورنہ روک رکھتا جب مرتی تو اسکی میراث لیتا - اور عوفی عن ابن عباس مین ہے کہ اہل مدینہ کے جاہلون یعنے اسلام سے پہلے شرکون کا یہ
دستور تھا - اور زید بن اسلم نے بھی یہ طریقہ اہل یثرب یعنی اہل مدینہ کا بیان کیا اور کہا کہ اہل تہامہ یعنے مکہ و نواح والون کا طریقہ تھا کہ مرد اپنی جورو
سے بری گذران رکھتا یہانتک کہ اسکو طلاق دیتا اور یہ شرط کرتا کہ اسی سے نکاح کرے جس کو مرد چاہے یہانتک کہ کچھ مہر واپس کرکے وہ جان
چھوڑاتی پس اللہ تعالےٰ نے مومنون کو اس سے منع فرمایا - رواہ ابن ابی حاتم اور ابو امامہ سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ جب ابو قیس
بن الاسلت نے انتقال کیا تو اسکے پسر نے چاہا کہ باپ کی جورو سے نکاح کرے اور جاہلیت مین انکا یہ طریقہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا رواہ
ابن جریر وابن مردویہ - اور عطاءؒ نے کہا کہ جاہلیت مین جب کوئی مرتا اور جورو چھوڑتا تو اسکے وارث اس عورت کو اپنے کسی بچہ کے دودھ
پلانے کے واسطے بند رکھتے پس یہ آیت نازل ہوئی - رواہ ابن جریر - عکرمہ نے کہا کہ کبیشہ بنت معن بن عاصم بن الاوس کے حق مین اتری
کہ ابو قیس اسکا شوہر مرا اور اسکے پسر نے جو اس عورت کے پیٹ سے نہ تھا اس عورت کیطرف میل کیا اسنے حضرت صلعم سے کہا تو یہ آیت اتری
رواہ ابن جریر - اور سدی نے ابو مالک سے روایت کی کہ میت کے ولی نے اگر اسکی جورو پر آکر کپڑا ڈالدیا تو اسکو دودھ پلانے وغیرہ کے لیے محبوس رکھ
سکتا اور اگر کپڑا نہین ڈالنے پایا اور عورت بھاگکر اپنے لوگون مین ہو گئی اور ہاتھ سے نکل گئی تو پھر عورت نے نجات پائی خود مختار ہے - اور مجاہدؒ
نے کہا کہ مرد کے پاس یتیمہ لڑکی پرورش مین ہوتی وہ اسکو روک رکھتا بدین امید کہ مرجاوے تو میراث لون یا میرا لڑکا بڑا ہو تو اسکو بیاہ دون اخرجہ
ابن ابی حاتم - پھر ابن ابی حاتم نے کہا کہ شعبی و عطاء ابن ابی رباح و ابو مجلز و ضحاک و زہری و عطاء خراسانی و مقاتل سے اسنے اسکے روی کیا
شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ مین کہتا ہون کہ آیت کریمہ تمام اسکو شامل ہے جو اہل جاہلیت کرتے تھے جسکا بیان اقوال آثار مین مذکور ہوا اور جو
فعل اسی نوع کا ہو سب کو شامل ہے واللہ علم مترجم کہتا ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا سے خطاب بطور رسالہ کے اسوقت کے موجود لوگون کو تھا اور
بعد اسکے قیامت تک کے لوگون کو شامل ہے - بالجملہ ایسے افعال سے ممانعت ہے اور یہ حرام ہے اور باپ کی جورو سے نکاح حرام ہونا آگے
آویگا - وَلَا - ان - تَعْضُلُوْهُنَّ - اے مومنو از واجکم عن نکاح غیرکم باساکہن ملازجتہ لکم فہین ضرارا - اور نہین حلال ہے تمکو یہ کہ
تنگ کر رکھو عورتون کو ف یعنے منع کرو اپنی جورون کو اس سے کہ تمہارے سوائے دوسرے سے نکاح کرین اس طرح کہ انکو روک رکھو
نہ طلاق دو حالانکہ تم کو ان کی طرف کچھ رغبت نہین ہے فقط اس غرض سے روکتے ہو کہ ان کو ضرر پہونچاؤ - لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ
اٰتَيْتُمُوْهُنَّ - من المہر - تاکہ لے جاؤ کچھ اسمین سے جو تمنے انکو دیا ہے ف یعنی مہر مین سے کیونکہ آخر تنگ ہو کر وہ عورتین یہی کیا کرتی
تھین - مترجم کہتا ہے کہ عضل کے معنے حبس و تنگ کرنا کما ذکرہ الزمخشری اور موافق آثار اور حبار شیخ ابن کثیرؒ کے ممانعت مردون

اپنی جورووں کے عضل سے اور یتیمہ کو نکاح سے اور میت کی جورو باندی کو دوسرے سے نکاح کرنے سے یہ سب عضل ہی جس سے ممانعت ہی اور بنابرین لتعضل ما اتیتموہن۔ جورووں کے مہر سے یا میت کی جورو نے جو مہر و ترکہ پایا اس سے یا یتیمہ نے جو میراث پائی اس سے لیلو۔ مفسر رح نے اسکو ازواج یعنی شوہرون کے حق مین خطاب قرار دیا۔ حالانکہ مفسر رح نے اول خطاب کو وارثون کے حق مین ہونا اختیار کیا تھا ہی سبب سے اعتراض کیا گیا کہ ایک کلام مین خطاب نداء دو شخصون کو بدون تکرار نداء کے روا نہین ہی چنانچہ قم واقعد زید و عمرو دونون کو ایک نداء مین الگ الگ فعل کو نہین کہہ سکتے بلکہ یون کہین گے قم یا زید واقعد یا عمرو اور جواب دیا گیا کہ اہل اسلام بحکم واحد ہین۔ اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب بھی وارثون کو ہی ای تم لوگ ان عورتون کو نکاح کرنے سے منع مت کرو اور سراج مین کہا کہ صحیح وہ ہی کہ معالم مین فرمایا کہ یہ خطاب شوہرون کو ہی شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ لاتعضلوہن۔ یعنی مقہور مت کرو انکو تاکہ جو دیا ہی اسمین سے کچھ لے مرد اور مراد اس سے وہ مرد ہی کہ اسکی جورو ہو حالانکہ مرد اس سے کراہت رکھتا ہو اور عورت کا اسپر مہر ہو پس مرد اسکو ضرر پہونچاوے بدین غرض کہ عورت اس سے فدیہ کرالے اور یہی قول قتادہ و ضحاک وغیرہم کا ہی اور اسکو ابن جریر رح نے اختیار کیا اور ابن المبارک و عبد الرزاق نے ابن البیلمانی رح سے روایت کی کہ یہ دونون آیتین ایک امر جاہلیت کے بارہ مین ہی اور دوسرے دربارہ اسلام ہی ابن المبارک رح نے فرمایا کہ مراد یہ کہ قولہ لایحل لکم ان ترثوا النساء کرہا دربارۂ جاہلیت ہی اور قولہ لاتعضلوہن دربارہ اسلام ہی۔ تحقیق یہ ہی کہ معنے آیت کریمہ کے یہ ہین کہ ای اہل ایمان تم کو حلال نہین کہ اکراہ سے عورتون کی ذات کے وارث ہو جیسے اہل جاہلیت کیا کرتے تھے اور نیز ای اہل اسلام تمکو حلال نہین اپنی جورووں کو روکو باوجودیکہ تم کو انسے رغبت نہین ہی اور ممکن ہی کہ کہا جاوے کہ دوم بھی اہل جاہلیت کے فعل سے ممانعت ہی یعنی ای اہل اسلام تمکو حلال نہین کہ اپنی جورووں کو عضل کرو جیسے اہل تہامہ ایسا کرتے تھے کما رواہ ابن ابی حاتم عن زید بن اسلم اور شک نہین کہ یہ عضل سے متعلق ہی استثناء مابعد یعنی قولہ۔ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ۔ بفتح الیاء و کسرہا ای مبینت او ہی بینۃ۔ یعنی ابن کثیر و شعبہ نے بفتح یاء تحتیہ پڑھا بمعنے مبین کی گئی اور باقیون نے بکسر یاء تحتیہ پڑھا بمعنے آنکہ وہ خود بینہ ہی ای کھلی ہوئی ہی پس یہ بین سے ہی جو بمعنے بیّن لازمی ہی اور شاید مفعول محذوف ہو یعنی مبینۃ حال صاحبہا۔ ای ایسی حرکت فاحشہ جو اپنے کرنے والیکا حال کھولنے والی ہی اور مراد اس سے یہ ہی جو مفسر رح نے ذکر کی ای زنا او نشوزا فلکم ان تضاروہن حتی یفتدین منکم و تختلعن۔ یعنے کہ جبکہ زنا یا سرکشی تو اب البتہ تمکو روا ہی کہ انکو ضرر پہونچاؤ تاکہ مال دیکر تم سے اپنی جان چھڑاوین اور خلع کرا دین۔ پھر کہا گیا کہ استثناء متصل ہی اور یہی بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا یعنی استثناء از زمانہ عام یا از علت عامہ ہی یعنے اعم العام ظرف سے یا مفعول لہ سے گویا یون کہا گیا کہ ولاتعضلوہن فی جمیع الاوقات الا وقت اتیانہن بفاحشۃ مبینۃ یعنی جمیع اوقات مین انکو بند نہ کرو الا ایک وقت مین جب کہ وہ فاحشہ مبینہ کرین یا لاتعضلوہن لعلۃ الا لان یاتین بفاحشۃ یعنی کسی علت سے انکو حبس نہ کرو الا اس علت سے کہ فاحشہ مبینہ کرین اور عکبری رح نے تبیان مین اختیار کیا کہ استثناء منقطع ہی پھر جاننا چاہیے کہ مفسر کی یہ مراد نہین کہ زنا یا النشوز کوئی بات کرین تو عضل کا اختیار ہی بلکہ اشارہ ہی اختلاف تفسیر کی طرف چنانچہ ابن مسعود و ابن عباس و سعید و مجاہد و عکرمہ و عطاء خراسانی و ضحاک و ابو قلابہ و ابو صالح و سدی و زید بن اسلم و ابن ابی ہلال نے کہا کہ مراد فاحشہ مبینہ سے زنا ہی۔ اور ایک روایت مین ابن عباس و عکرمہ و ضحاک سے آیا کہ وہ نشوز و عصیان ہی کما ذکرہ ابن کثیر۔ اور شاید مفسر رح نے مانند ابن جریر کے یہ اختیار کیا ہو کہ فاحشہ مبینہ یہان زنا و نشوز و عصیان و بدزبانی وغیرہ افعال ناشائستہ سب کو شامل ہی۔ شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ یہ قول جید ہی واللہ اعلم اور یہ مانند اسکے ہی جو سورۂ بقرہ مین فرمایا ولایحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموہن شیئا الا ان یخافا ان لایقیما حدود اللہ الآیۃ۔ اور ابن عباس رض نے فرمایا کہ مرد اپنی

قرابت دار کی عورت کا وارث بن جاتا پس اسکو عضل کرتا یہانتک کہ وہ مرجاتی یا مہر جو اسنے لیا تھا واپس کردیتی پس اللہ عزوجل نے اس سے منع فرمایا۔ رواہ ابوداؤد۔ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ مقتضی ہے کہ تمام سیاق امر جاہلیت کے بیان میں ہے ولیکن مومنون کو اسلام میں ایسا کرنے سے ممانعت ہے۔ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ - اور عورتون سے معروف برتاؤ کرو ای بالاجمال فی القول والنفقة والمبیت یعنے عورتون سے میٹھی معقول بات کہنا اور نفقہ دینا اور انکے ساتھ رات بسر کرنا بروجہ جمیل کرو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا یعنے اپنے اقوال وافعال میں انکے ساتھ بقدر امکان خوبی رکھو یہانتک کہ ہیأت کو بھی جواز شرعی کے موافق بقدر امکان خوبصورت رکھو جیسے تم انسے یہ بات چاہتے ہو وقد قال تعالی ولہن مثل الذی علیہن بالمعروف الآیہ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ ابن عباسؓ سے صریح مروی ہوا ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ کی اس آیت کی تفسیر میں مذکور ہوا اور نبی صلعم نے فرمایا کہ بہتر تم میں سے وہ ہیں جو اپنی گھر والیون کے لیے بہتر ہون اور میں تم سب کی نسبت اپنی گھروالیون کے حق میں بہتر ہون۔ رواہ فی الصحیح۔ اور اسی سے استدلال کیا گیا کہ مرد کو ایسا ہی کرنا چاہیے بقولہ تعالی لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ اور حضرت صلعم کے اخلاق اپنی پاک بیویون کے ساتھ کہانی وغیرہ کہنے و دیگر موانسات میں پاکیزہ تھے جو شمائل وغیرہ میں مروی ہیں اور صحیحین وغیرہ میں حدیث خرافہ معروف اسی قبیل سے ہے اور اس سے احکام تعلق میں جو باب القسم ترجمۂ عالمگیریہ سے تلاش کرو۔ پھر واضح ہو کہ طلاق وفراق اللہ تعالی کے نزدیک مبغوض ہے چنانچہ آگے اشارہ فرمایا ہے۔ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ - فاصبروا۔ یعنے پھر اگر تم ان عورتون کو مکروہ جانو کہ تمھارے نفس قبول نہ کرین ف تو بھی صبر سے رہو۔ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا - پس قریب ہے کہ تم ایک چیز کو مکروہ رکھو اور اللہ تعالی اسمین خیر کثیر دیدے ف ولعلہ یجعل فیہن ذلک بان یرزقکم منہن ولدا صالحا۔ پس شاید اللہ تعالی انھین میں یہ خیر کثیر دیدے مانند اسکے کہ تمکو انسے فرزند صالح عطا کرے پس مفسر کے بیان سے معلوم ہوا کہ فعسی الخ علت ہے جزا کی محذوف یعنی فاصبروا کی پس جزا حذف کر کے اسکی علت کو بجائے اسکے قائم کیا اور یہ حسن بیان و کمال بلاغت ہے کہ بر تقدیر کراہت کے پہلے سے انکو صبر کرنیکا حکم منصوص نہ فرمایا کیونکہ وہ متنفر تھے پس پہلے اسکی علت سنادی تاکہ سمجھ لین اور بھلائی کا بیان دیکھکر صبر پر آمادہ ہو جاوین اور نصیحت سودمند ہو فافہم ف عرائس البیان میں ہے کہ قولہ تعالی وعاشروہن بالمعروف۔ یعنے تم لوگ عورتون کی موانست میں بطور معروف رہو مگر نفس کے لگاؤ سے نہین بلکہ مقام انس و روح محبت و فرحت عشق کے ساتھ جبکہ تم حال لابت میں مخصوص تمکین و استقامت ہو جاؤ۔ قال المترجم یعنی مرد مبتدی و متلون کو موانست عورتون کی مفید نہین ہے اور جب مقام تمکین و استقامت میں ثابت قدم ہو جاوے اور تعلقات نفس سے چھوٹ جاوے تو وہ مفید ہے قال الشیخ کیونکہ موانست زنان لائق نہین مگر اسکو جو جناب باریتعالی شانہ سے مانوس ہو جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم و جملہ اولیا و ابدال۔ چنانچہ نبی صلعم نے اس امر کو کہ آپکو جناب باری تعالے میں کمال انس ہے اور مشاہدۂ جمال سے کامل فرحت ہے اس اشارہ سے فرمایا کہ محبوب کی گئین تمھاری دنیا میں سے مجھے تین چیزین خوشبو و عورتین اور میری آنکھون کی ٹھنڈک نماز میں ہے اور یہی حال حضرت یوسف علیہ السلام کا تھا کہ زلیخا سے قصد فرمایا تھا چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ ولقد ہمت بہ وہم بہا۔ اور شیخ ذو النونؒ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالے سے انس حاصل کیا وہ ہر شئی ملیح و چہرۂ صبیح سے اور ہر آواز پاکیزہ و ہر خوشبوے پاکیزہ سے مانوس ہو جاتا ہے قال المترجم بعض اہل اللہ تعالے نے لکھا ہے کہ قطب الاقطاب کی شناخت یہ ہے کہ اسکی رغبت عورتون سے بروجہ حلال جواز شرعی زیادہ ہو اور نبی صلعم کے پاس تو پاکیزہ پاک عورتین تھین اور حدیث میں مروی ہے کہ آپنے ایک عورت کو دیکھا تو فوراً حضرت زینب رضی اللہ عنہا ام المومنین کے مکان میں اندر تشریف لیگئے اور جب باہر آئے تو آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپکتا تھا پھر ایسا مضمون فرمایا کہ عورت کے سامنے اور پیچھے شیطان آراستہ کرتا چلتا ہے سو جب تم میں سے

کوئی اچانک نظر سے اپنے دل مین وسوسہ پاوے تو اپنی حلال جورو سے اپنی حاجت پوری کرے تو شیطانی دخل سے محفوظ رہیگا ۔ اور حدیث مین ہی کہ حضرت صلعم کو چالیس طاقت ور آدمیون کی قوت عطا ہوئی تھی مترجم نے ان احادیث کو اہل ایمان کے سوچنے و فکر کرنے کے واسطے ذکر کیا ہی ۔ پھر جو شیخ رح نے ذکر کیا وہ ظاہری طور پر یون نہ سمجھنا چاہیے کہ ہر وجہ صبیح و شئی ملیح سے اسکی صورت پر انس ہوتا ہی بلکہ صنعت و قدرت پر جو تعلق بروح ہی مانوس ہوتا ہی اور تمام کلام مین نے اول پارہ بقرہ مین ذکر کیا ہی ولیکن ہوشیار رہنا چاہیے کہ بہت سے جاہل صوفی بیدار و ہوشیار نہین رہتے انکو قوت حیوانی و شہوانی کے غلبہ کی انس مین اور روحانی انس مین فرق نہین معلوم ہوتا آخر کار تباہ ہو جاتے ہین یہ نہین دیکھتے ہو کہ حضرت صلعم کی پاک بیویان باعتبار ظاہر کے بہت خوبصورت وغیرہ کچھ نہ تھین ہان باطن مین پاک تھین جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب خاص حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے واسطے مقدر فرمایا اور انکو یہ کرامت دنیا و آخرت مین ملی فتفکر ۔ قال الشیخ اور نیز عاشروھن بایں غرض کہ تم کو اللہ تعالیٰ اُنسے کوئی فرزند صالح عطا کرے ۔ اور نیز عاشروھن ۔ ای مباشر ہو اُنسے جبکہ وہ رغبت ہون اس بات مین جو تمھاری اُنسے مراد ہی کیونکہ معروف نہین واقع ہوتا مگر جبکہ دونون جانب سے ایک ہی صفت پر مساوات ہو اور نیز عاشروھن بالمعروف ای پہچنوا و انکو اللہ تعالیٰ کی صفات و نام پاک اور انکو رغبت دلاؤ کہ اللہ تعالیٰ کو پہچانکر اسکی بندگی مین ثابت قدم ہون اور انکو اللہ تعالیٰ کے جمال و جلال کا شوق دلاؤ ۔ اور بعض اکابر نے فرمایا یعنے انکو سنتین اور فرض جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہین سب سکھلاؤ ۔ اور حضرت عبداللہ بن المبارک نے فرمایا کہ اچھی گذران عورتون سے یا اورون سے وہ ہی کہ انجام کار مین تجھے دنیا یا آخرت مین اس سے ندامت حاصل نہو ۔ اور ابو حفص رح نے فرمایا کہ معاشرت بمعروف یون ہی کہ تو اپنے عیال کے ساتھ خوش خلق رہے اس تمام چیز مین جو تجھے انکی طرف سے ناگوار گذرے اور اس عورت سے جو تجھے بدشکل و بری معلوم ہو ۔ یعنی دین مین اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہو اور تیرے نفس پر اس کا پھوہڑ ہونا یا خوبصورت نہونا گران ہو تو اپنے نفس کے تابع مت ہو اور اس سے خوش خلقی کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہیے ۔ قولہ تعالیٰ فعسیٰ ان تکرہوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا ۔ ہر حکم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہی وہ اسی بنا پر ہی کہ نفس سے مخالفت رکھو اور یہ بنظر امتحان ہی اور نفس کا یہ حال ہی کہ وہ بندگی کرنے سے بھاگتا ہی مگر جب حکم الٰہی کی پابندی کی گئی اور اپنے اوپر مشقت و ریاضت اُٹھائی گئی تو قلب پر پہلے پہل تو مشاہدہ کے انوار طلوع ہوتے ہین قال تعالیٰ ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی ۔ اور اندھیرے مین مشقت و ریاضتین اٹھانے سے عارفون کے دلون پر مشاہدات کے سورج و مکاشفات کے چاند طلوع ہوتے ہین ۔ یہان خیر کی تفسیر مین بعض نے کہا کہ فرزند صالح مراد ہی اور بعض نے فرمایا کہ انجام کار بندون سے پوشیدہ کیا گیا تاکہ ہر مرغوب چیز سے انسان الفت نہ پیدا کرے اور ہر مکروہ چیز سے نفرت نہ کرنے لگے کیونکہ انجام نہین جانتا ۔

وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا
اور اگر چاہو تم بدل لینا ایک عورت کی جگہ دوسری عورت اور دے چکے ہو ایک کو ڈھیر مال تو
تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ○ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ
مت واپس لو اس مین سے کچھ کیا لینا چاہتے ہو ناحق اور صریح گناہ سے اور کیونکر اسکو لے لوگے
وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنكُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ○
اور پہونچ چکے ایک دوسرے تک اور عورتین لے چکین تم سے عہد گاڑھا

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ - اور اگر تم نے قصد کیا - **اِسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ** - بدلنے ایک زوج کا بجاے ایک زوج کے ای اخذہا بدلہا بان طلقتموہا - یعنے لینے ایک عورت کا بدلے ایک عورت کے باینطور کہ موجودہ کو طلاق دیدے - پس مراد زوج سے یہان جورو ہی اور زبان عرب مین یہ لفظ جو بمعنے جوڑا ہی جورو و مرد دونون پر بولا جاتا ہی اور حاصل یہ کہ اگر تم نے یہ چاہا کہ ایک جورو طلاق دیکر الگ کرو اور بجاے اسکے کسی اور عورت سے نکاح کرو تو جو کچھ اس کو دیا ہی اس مین سے کچھ مت لو - اور عورت کو جو دیا ہی اس مین سے کچھ واپس کر لینا بدون خلع کے بقصد ضررسانی مطلقاً حرام ہی خواہ بجاے اس کے دوسری کا نکاح مقصود ہو یا نہو ولیکن یہان بیان واقع کے طور پر ہی چنانچہ معالم وغیرہ مین فرمایا کہ بات یہ تھی کہ جب مرد کو کوئی عورت بھلی معلوم ہوتی اور چاہتا کہ اس سے نکاح کرے تو اپنے تحت والی جورو کو بہتان لگا دیتا تا کہ وہ مجبور ہو کر جو مہر لیا تھا واپس کر کے اس سے اپنی جان چھوڑا دے تو اس سے منع فرمایا - کہ اگر تم ایک جورو کی جگہ چاہو کہ دوسری جورو کرین - وَ قد - **اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ** - ای الزوجات - اور حال یہ کہ دیا تم نے زوجات مین سے کسیکو - پس واو حالیہ اور جملہ بتقدیر قد حال ہی اور ہن ضمیر جمع باعتبار اسکے کہ زوج سے جنس مراد ہی - اور دید ینے سے مراد یہ کہ اپنے اوپر اسکے یے لازم کر لیا اور ضامن ہو گئے ہو جیسے قولہ اذا سلمتم ما اتیتم مین ہی پس یہ وارد نہین ہوتا کہ لیبے کی حرمت تو ثابت ہی اگرچہ اس کو مہر مسمی ندیا ہو بلکہ ہنوز اپنے ذمہ ہو - اور حاصل یہ کہ جو عورت کے واسطے واجب و لازم ہوا ہی اس مین سے کچھ مت لو - **قِنْطَارًا** - مالاً کثیراً صداقاً - یعنے قنطار سے مراد مال کثیر ہی جو صداق دیا ہی اور کہا گیا کہ صداق جو مہر قبل خلوت کے ادا کیا جاوے اور مہر عام ہی - **فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا** - تو مت لو اس مال کثیر مین سے کچھ بھی الحاصل جسکو جدا کرنے کی نیت ہی اور اسکو تمنے ڈھیر مال دیا ہی تو تم اس سے کچھ مال واپس مت لو کیونکہ عورت کا کوئی قصور نہین بلکہ تمنے خود چاہا کہ بجاے اسکے دوسری عورت سے نکاح کرو پس یہ وارد نہین ہوتا کہ خلع کے بدلے لے لینا اگرچہ مہر سے زیادہ ہو جائز ہی اور بیانسے ظاہر ہوا کہ آیت کو منسوخ کہنا بقولہ تعالے ولا تاخذوا مما اتیتموہن شیئاً الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ - وہم ہی بلکہ دونون آیتین محکم ہین حضرت ابن عباس نے تفسیر مین کہا یعنے اگر تجھے اپنی جورو مکروہ معلوم ہوئی اور دوسری کوئی عورت خوش آئی پس تو نے اپنی جورو کو طلاق دی اور دوسری کو نکاح مین لیا تو مطلقہ کو اسکا مہر جو کچھ واجبی ہو دیدے اگرچہ وہ قنطار ہو مترجم کہتا ہی کہ قنطار کے معنے سورۂ آل عمران مین فی تفسیر قولہ زین للناس حب الشہوات من النساء الآیہ - گذر چکے ہین **شیخ ابن کثیر** وغیرہ نے کہا کہ اس آیت مین دلیل ہی کہ مال کثیر عورت کے مہر مین دینا و مقرر کرنا روا ہی کیونکہ قنطار مال کثیر کو کہتے ہین اور ابن المنذر کی روایت ممانعت حضرت عمرؓ مین مذکور ہی کہ عبد اللہ بن مسعودؓ کی قراءۃ مین قنطاراً من ذہب - تھا یعنے سونے کا ڈھیر - اور حضرت عمرؓ نے جو عورتون کے مہر مین زیادتی کرنے سے ممانعت فرمائی تو اس سے رجوع کیا ہی چنانچہ سعید بن منصور و ابو یعلی نے مسروقؒ کے طریق سے روایت کی کہ عمر بن الخطابؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے لوگو تم کیون عورتون کے مہر مین زیادتی کرتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلعم و آپ کے اصحاب چارسو درم تک مہر رکھتے تھے یا اس سے کم پھر اگر اللہ تعالی کے نزدیک زیادتی کرنا کچھ تقوی یا کرامت ہوتا تو تم لوگ انسے سبقت نہ کرتے پس آیندہ مجھے نہ معلوم ہو کہ کسی نے اپنی جورو کے مہر مین چارسو درم پر بڑھایا ہی پھر اتر آئے پس قریش کی عورتون مین سے ایک عورت سامنے آئی اور کہا کہ اے امیر المومنین تمنے لوگون کو منع کر دیا کہ چارسو درم سے عورتون کا مہر نہ بڑھاوین آپ نے فرمایا کہ ہان وہ بولی کہ کیا آپ نے وہ نہین سنا جو اللہ تعالے نے قرآن مجید مین فرمایا کہ و آتیتم احدہن قنطاراً - پس عمرؓ نے یہ سنکر کہا کہ اے اللہ تعالی مین مغفرت چاہتا ہون - سبھی آدمی عمرؓ سے زیادہ فقیہ ہین پھر لوٹ کر منبر پر چڑھے اور کہا کہ اے لوگو مین نے تم کو منع کیا تھا کہ عورتون کے مہر مین چارسو درم سے زیادہ نکرو پس مین کہتا ہون

کہ اسکو اختیار ہی کہ اپنے مال سے جسقدر چاہے دے اور ابو یعلی نے کہا کہ مجھے یاد پڑتا ہی کہ شیخ راوی نے یون کہا تھا کہ عمرؓ نے کہا سو جس کا جی چاہے وہ ایسا کرے شیخ ابن کثیر مفسرؒ نے کہا کہ اس کی اسناد جید قوی ہی وقد روی نحو ہذا من طرق عن عمرؓ رواہ زبیر بکار وابن المنذر والامام احمد واصحاب السنن وقال الترمذی حدیث حسن صحیح۔ الحاصل جو کہ عورت کو دیا اس سے واپس مت لو۔ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا۔ ظلما۔ کیا تم اس مال کو بطور بہتان لے لوگے ف یعنے ظلم کے طور بیضاوی مین ہی کہ بہتان وہ جھوٹ ہی کہ جسپر باندھا جاوے اسکو مبہوت کردے اور کبھی ایسے فعل کو بہتان کہتے ہین جو باطل ہو اسیواسطے یہان ظلم سے تفسیر کی گئی یعنی کیا لے لوگے بطور ظلم کے۔ وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا۔ بینا۔ اور بطور کھلے گناہ کے مبین از ابان بمعنے بان ہی کیونکہ بین بمعنے تبین لازمی ہی فافہم اور اصل مین بہتانا واثما۔ کو نصب بنا بر آنکہ حال واقع ہی ای اتاخذونہ باہتین واثمین۔ یعنی کیا لے لوگے اسکو درحالیکہ تم بہتان باندھنے والے اور گناہ سمیٹنے والے ہوگے۔ اور استفہام بطور ملامت ہی اور اسپر مزید تاکید فرمائی بقولہ تعالے۔ وَكَیْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ ای بای وجہ۔ اور کیونکر یعنے کس وجہ پر تم اسکو لے لوگے۔ اور استفہام انکاری ہی حاصل آنکہ تم کسی وجہ پر یہ مال نہین لے سکتے ہو حال یہ ہی۔ وَقَدْ اَفْضٰى۔ وصل۔ بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ۔ بالجماع المقرر للمہر۔ کہ پہونچ گیا یعنے مل گیا بعض تمھارا بعض سے ف بایں طور کہ جماع کیا جو مہر کو ثابت کرنے والا ہی۔ ہروی و کلبی وغیرہ نے کہا کہ افضاء یہ کہ جورو و مرد ایک چادر مین ہوجاوے خواہ جماع کیا یا نہ کیا اور فراءؒ نے کہا کہ افضاء یہ کہ جورو و مرد خلوت مین ہوجاوین اگرچہ جماع نہ کیا ہو اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک مہر مقرر و متاکد ہونے کے واسطے ایسی خلوت صحیحہ بھی قائم مقام جماع ہی اور خلوت صحیحہ یہ کہ جورو و مرد اس طرح خلوت مین ہون کہ انکو جماع کرنے کا قابو حاصل ہو بسطرح کہ کوئی عذر شرعی نہ ہو مثل روزہ وغیرہ کے اور کوئی عذر حسی بھی نہ ہو مثل مرض وغیرہ کے اور نہ وہان بے پردگی و شرم طبعی ہو اور ابن عباس و مجاہد و سدی وغیرہم نے فرمایا کہ افضاء کنایہ از جماع ہی اور اسی پر مفسرؒ نے تفسیر کی ہی اور بقول حنفیہ یون کہنا چاہیے کہ تم کیونکر یہ مال لے سکتے ہو حالانکہ تم سے باہم خلوت صحیحہ ہو چکی تمھاری عورتون نے اپنے آپکو بے حجاب تمھارے سپرد کردیا وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّیْثَاقًا۔ عہدا۔ غَلِیْظًا۔ شدیدا۔ اور ان عورتون نے تم سے عہد شدید لے لیا ہی ف وہو ما امر اللہ بہ من امساکہن بمعروف او تسریحہن باحسان۔ اور یہ عہد شدید وہ ہی جو اللہ تعالے نے حکم دیا کہ بطور معروف انکو رکھو یا احسان کے ساتھ انکو رہا کرو اور ان کے اپنون کے یہان رخصت کرو یہی تفسیر ابن عباس و عکرمہ و مجاہد و ابو العالیہ و حسن و قتادہ و ضحاک و سدی و یحیی بن ابی کثیر سے مروی ہی اگر کہا جاوے کہ یہ عہد تو اللہ تعالی نے لیا ہی ان عورتون نے کہان لیا ہی تو مدارک مین جواب دیا کہ اللہ تعالی نے چونکہ یہ عہد انھین عورتون کے واسطے لیا ہی پس گویا انھین عورتون کی طرف سے عہد ہی اور ابن عباس و مجاہد و سعید بن جبیر سے مروی ہی کہ میثاق غلیظ سے مراد عقد ہی اور ربیع بن انسؒ سے ہی کہ وہ قول حضرت صلعم ہی کہ استوصوا بالنساء خیرا فانکم اخذتموہن بامانۃ اللہ واستحللتم فروجہن بکلمۃ اللہ۔ (صحیح مسلم) یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع مین فرمایا کہ تم لوگ مجھسے اپنی عورتون کے بارہ مین بھلائی کرنے کی وصیت قبول کر لو یعنے مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ اپنی عورتون سے بھلائی کے ساتھ رہو تم اسکو قبول کرو کیونکہ تمنے انکو اللہ تعالی کی امانت پر لیا اور اللہ تعالی کے کلمہ پر تمنے انکی فروج کو حلال کر لیا ہی۔ ھ۔ اور کلمۃ اللہ خطبہ نکاح ہی اور کہا کہ شب معراج مین منجملہ ان کرامات کے جو حضرت صلعم کو عطا ہوئین ایک یہ ہی کہ آنحضرت صلعم کو خطاب ہوا کہ مین نے تیری امت کو اسطرح کردیا کہ ان کا کوئی خطبہ جائز نہوگا یہانتک کہ گواہی دین کہ تو میرا بندہ و میرا رسول ہی (رواہ ابن ابی حاتم)

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ
اور مت نکاح مین لاؤ جن عورتون کو نکاح مین لائے تمھارے باپ جو آگے ہو چکا یہ بیحیائی ہی اور
مَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ؑ
کام غضب کا اور بری راہ ہی

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا - بمعنی من - نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ - اور مت نکاح مین لاؤ ایسی عورت کو عورتون سے جس سے تمھارے آبا نے نکاح کیا ہو ف اگر کہا جاوے کہ ما تو غیر ذوی العقول کے لیے ہی تو جواب یہ ہی کہ نہین بلکہ ذوی العقول کو بھی شامل ہی جیسا کہ محقق تفتازانی نے ذکر کیا ہی اور معنی یہ ہین کہ - لا تنکحوا التی نکح آباء کم - اور آباء - عام ہی خواہ نسبی باپ ہو یا رضاعی باپ ہو اور ایسے ہی باپ کا باپ سگا دادا و پردادا و چاہے جتنا اونچا ہو سب شامل ہین - غرضکہ باپ دادا کی زوجہ سے مت نکاح کیجیو - اِلَّا - لٰکن - مَا قَدْ سَلَفَ - بن فعلکم فانہ معفو عنہ - لیکن جو گذرا تمھارے فعل سے ف کہ وہ عفو کیا گیا ہی - یہ استثناء منقطع ہی بمعنے لکن - اور اس سے مراد یہ کہ جو گذرا احکام پر مواخذہ نہوگا اور یہ مراد نہین کہ وہ شرع مین متقرر رہا اور بیضاوی مین ہی کہ نہی کے معنے لازم سے استثناء ہی گویا یون کہا گیا کہ تستحقون العقاب بنکاح ما نکح آباء کم الا ما قد سلف یعنے تم اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنے پر عذاب کے مستحق ہوگے الا وہ کہ جو پہلے گذرا کہ اسپر مستحق عذاب نہ ہوگے ملا عصام نے کہا کیونکہ اسلام اس معصیت کو میٹ دیتا ہی جو اس سے پہلے تھی شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ منکوحۂ پدر فقط اس کے نکاح سے اولاد پر حرام ہو جاتی ہی خواہ اس سے دخول کیا ہو یا نکیا ہو اور یہ اجماع ہی کسی کے خلاف نہین ہی اور من طریق عدی بن ثابت عن رجل من الانصار روایت ہی کہ جب ابو قیس بن الاسلت انصاری نے جو مرد صالح تھے انتقال فرمایا تو انکے بیٹے قیس نے انکی جورو سے یعنی سوتیلی مان سے خطبہ کیا اور نکاح کا پیغام دیا وہ بولی کہ مین تجکو فرزند شمار کرتی تھی اور تو بھی مرد صالح ہی لیکن مین رسول اللہ صلعم کے پاس جا کر عرض کرتی ہون پس اسنے آنحضرت صلعم سے یہ بیان کر کے عرض کیا کہ ایسی آپ کیا حکم دیتے ہین آپ نے فرمایا کہ تو واپس جا یہانتک کہ اللہ تعالی حکم کرے پس نازل ہوا قولہ ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم الآیہ - رواہ ابن ابی حاتم - اور عکرمہ سے مروی ہی کہ قیس بن الاسلت اور اسود بن خلف اور صفوان بن امیہ کے مقدمہ مین ہی کہ انھون نے اپنے اپنے باپ کی جورو سے نکاح چاہا تھا اور سہیلیؒ نے زعم کیا کہ زنان پدر سے نکاح کر لینا زمانۂ جاہلیت مین معمول تھا اسیواسطے فرمایا کہ الا ما قد سلف جیسے دو بہنون کے جمع کرنے مین فرمایا - وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف - اور کہا گیا کہ کنانہ بن خزیمہ نے جو قریش کے جد اعلیٰ ہین سے ہی ایسا کیا تھا کہ اپنے باپ کی جورو سے نکاح کیا اور اس سے نضر بن کنانہ پیدا ہوا حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین ہمیشہ نکاح سے پیدا ہوا ہون سفاح سے نہین ہوا اور کہا کہ اس سے دلیل نکلی کہ یہ امر انکے واسطے روا تھا یعنے اسکو نکاح شمار کرتے تھے - اور من طریق عکرمہ عن ابن عباس رضہ روایت ہی کہ جاہلیت والے بھی وہی سب حرام رکھتے تھے جو اللہ تعالی نے حرام فرمایا سوائے دو باتون کے کہ باپ کی جورو سے نکاح کرنا اور دو بہنون کا جمع کرنا روا رکھتے تھے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا - ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم آہ - رواہ ابن جریر اور ایسا ہی عطا و قتادہ نے کہا ہی شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ سہیلیؒ نے جو قصہ کنانہ نقل کیا ایسی کوئی صحیح روایت نہین ہی - الحاصل معنے یہ ہین کہ جو کچھ زمانۂ جاہلیت مین ہو چکا وہ عفو ہی اور آئندہ تم کسی ایسی عورت سے نکاح مت کیجیو جس سے تمھارے باپ دادا نے نکاح کیا ہو - اِنَّهٗ - ای نکاحہن - یعنی ضمیر راجع بجانب نکاح ان عورتون کے جنکو باپ نے اپنے نکاح مین لیا ہو جو مذکورۂ بالا سے مفہوم ہی - كَانَ فَاحِشَةً - قبیح یہان فاحشہ سے مراد فعل قبیح ہی - وَمَقْتًا - سببا للمقت من اللہ و ہو اشد البغض - مقت سے مراد سبب مقت ہی یعنی اللہ تعالے کی طرف سے

مقت کا باعث ہو اور مقت یعنے اشد بغض ہو (المعنے) ایسا نکاح کرنا بہت قبیح اور اللہ تعالی کی طرف سے سخت بغض کا سبب ہو۔ اور
بیضاوی مین ہو کہ منکوحات پدر سے نکاح کرنا اللہ تعالے کے نزدیک سخت قبیح ہو کہ سب دون مین سے کسی امت کو اسکی اجازت نہین دی اور
مبغوض ہو اہل مروت کے نزدیک اسیواسطے کسی مرد کا اگر کوئی لڑکا ایسی جورو سے ہوتا ہو جو اسکے باپ کے تحت مین تھی تو اس لڑکے کو مقتی کہتے ہین
اور قاموس مین ہو کہ نکاح المقت یہ ہو کہ آدمی اپنے باپ کی جورو سے نکاح کرے بعد وفات پدر کے پس یہ نکاح قبیح و مقت ہو **وَسَاۗءَ** ۔ یعنی
سَبِيْلًا ۔ طریقا ذلک ۔ اور بدراہ ہو۔ بعض نے فرمایا کہ قبیح ہونے کے تین مرتبہ ہین اور اللہ تعالی نے اس نکاح کو ان مراتب مین
سے ہر مرتبہ سے مذمت کی چنانچہ فاحشہ اسکے قبیح عقلی کا بیان ہو اور قولہ مقتا ۔ بیان قبیح شرعی ہو اور قولہ ساء سبیلا مرتبہ قبح عادی ہو
پس جسمین یہ سب مراتب قبح کے مجتمع ہین وہ فعل انتہا درجہ کا قبیح ہو اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ مین اپنے ماموں (ابوبردہ بن نیار)
سے ملا اور انکے ساتھ لڑائی کا نشان تھا مین نے کہا کہ آپ کہان جاتے ہین انھون نے کہا کہ مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہو ایک
خبیث آدمی کی طرف جسنے اپنے باپ کے بعد اسکی جورو سے نکاح کیا سو مجھے حضرت صلعم نے حکم دیا ہو کہ اسکی گردن ماردون اور اسکا مال ضبط
کرلون رواہ عبدالرزاق وابن ابی شیبہ واحمد والحاکم والبیہقی ۔ اور دوسری روایت امام احمد مین براء بن عازب سے ہو کہ میرے چچا حارث بن
عمیر میری طرف ہوکر گذرے اور انکے ساتھ نشان تھا جو حضرت صلعم نے انکے واسطے تیار فرمایا تھا مین نے کہا کہ اے چچا تم کہان جاتے ہو فرمایا کہ مجھے
حضرت صلعم نے ایک مرد کی طرف بھیجا ہو جسنے اپنے باپ کی جورو کے ساتھ نکاح کیا سو مجھے حکم فرمایا ہو کہ اسکی گردن ماردون **شیخ ابن کثیر**
نے کہا کہ جو شخص اپنے باپ کی جورو سے نکاح کرے وہ مرتد ہو گیا پس قتل کیا جاوے اور اسکا مال سب داخل بیت المال کیا جاوے اور نیز فرمایا
کہ علماء نے اجماع کیا ہو کہ باپ نے جس عورت سے بطریق نکاح یا مالک ہو کر یا شبہہ سے وطی کی ہو وہ اسکے پسر پر حرام ہو جاتی ہو۔ اور اگر باپ نے
ایک عورت سے جماع نہین کیا مگر سواے وطی کے دیگر مباشرت کی مثلا مساس و بوسہ وغیرہ یا اس کی ایسی چیز دیکھی کہ بر تقدیر اجنبیہ ہونے کے اسکا
دیکھنا روا نہین تو آیا اس صورت مین بھی وہ بیٹے پر حرام ہو یا نہین تو اسمین علما کا اختلاف ہو اور امام احمدؒ سے روایت ہو کہ وہ اس سے بھی حرام ہو جاتی
مترجم کہتا ہو یہی ائمہ حنفیہ کا قول ہو کہ جن چیزون سے حرمت مصاہرہ ثابت ہوتی ہو انکے پائے جانے سے حرام ہو جاتی اور ان چیزونکو ترجمہ عالمگیریہ
جلد دوم سے تلاش کرو اور ہمارے نزدیک اگر باپ نے کسی عورت سے زنا کیا تو بھی وہ پسر پر حرام ہو جائیگی بخلاف قول شافعیؒ کے بنا برین کہ زنا سے
حرمت مصاہرہ ہمارے نزدیک ثابت ہوتی ہو اور انکے نزدیک نہین پھر اللہ تعالی نے تمام ان عورتونکو بتلا دیا جن سے دائمی یا عارضی نکاح حرام ہو بقولہ تعالے

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ

حرام ہوئین ہین تمپر تمھاری مائین اور بیٹیان اور بہنین اور پھوپھیان اور خالائین

وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ

اور بھائی کی بیٹیان اور بہن کی بیٹیان اور جن ماؤن نے تم کو دودھ پلایا

وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَاۗىِٕكُمْ

اور دودھ شریک کی بہنین اور تمھاری جورون کی مائین

وَرَبَاۗىِٕبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۡ فَاِنْ

اور تمھاری جورون کی بیٹیان جو تمھاری پرورش مین ہین جن جورون سے تم نے دخول کر لیا ہو پھر اگر

لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ

پھر اگر تم نے جورؤون سے دخول نہ کیا ہو تو تم پر کچھ گناہ نہین ہی اور تمھارے

أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ

ان بیٹون کی عورتین جو تمھاری پشت سے ہین اور یہ کہ حرام ہوا کہ جمع کرو تم دو

الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا

بہنین مگر جو پہلے ہو چکا اللہ بخشنے والا مہربان ہی

اس آیت کریمہ مین اللہ عزوجل نے وہ عورتین بیان کردین جو حرام ہین پس ناتے کی وجہ سے سات حرام فرمائین اور دودھ کی وجہ سے دو - اور صہر کے رشتہ سے (دامادی کا رشتہ) چار حرام فرمائین پس ناتے کی وجہ سے سات یہ ہین مائین - اور بیٹیان - اور بہنین - اور پھوپھیان اور خالائین - اور بھائی کی بیٹیان - اور بہن کی بیٹیان - اور دودھ کی وجہ سے یہ ہین رضاعی مائین - رضاعی بہنین اور صہر کے رشتہ یہ ہین - جورؤون کی مائین - اور جن جورؤون سے دخول کیا انکے پہلے خاوند سے بیٹیان - اور اپنی پشت کے بیٹون کی جورؤین اور ایک وقت مین دو بہنون کا جمع کرنا - یہ سب تیرہ (۱۳) عورتین ہین اور چودھوین (۱۴) وہ عورتین جو باپ کی منکوحہ ہون جیسا کہ اوپر کی آیت مین بیان ہوا - اور سنت متواترہ سے دو اور ثابت ہوئین ایک تو اپنی جورو واسکی پھوپھی کو ایک وقت جمع کرنا حرام ہی دوم اپنی جورو واسکی خالہ کو ایک وقت جمع کرنا حرام ہی پس یہ سب سولہ (۱۶) ہوئین اور سترھوین (۱۷) ایسی عورت جو کسی مرد کے نکاح مین ہو - امام طحاوی نے فرمایا یہ سب محکم متفق علیہا حرام ہین انمین سے کسی کا نکاح مین لانا نہین جائز ہی اور اسپر اجماع ہی سوائے اپنی غیر مدخولہ کی مان کے کہ اسمین جمہور کا تو یہی قول ہی کہ اس سے نکاح حرام ہی اور بعض نے اسکو روا کہا ہو و لیکن روایت خلاف کے ثبوت مین تامل ہی اور آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہی پھر جاننا چاہیے کہ ان محرمات مین اقسام ہین بعض تو دائمی حرام نہین یعنے بعض احوال مین جائز ہو جاتی ہین اور وہ ایسی عورتین ہین جو غیر کے نکاح مین ہین پس اس حیثیت کے ساتھ کہ غیر کے نکاح مین ہون دائمی حرام ہین اور اگر غیر نے اسکو طلاق دیدی اور عدت گذر کر بائنہ ہوگئی تو اس سے نکاح کرنا روا ہی یا مثلاً شوہر مرجاوے تو بعد عدت کے اس سے نکاح روا ہی بشرطیکہ وہ نکاح کا ارادہ کرنے والے کی ایسی ناتے دار نہو جس سے کبھی نکاح نہین روا ہی اور نیز دو بہنون کا جمع کرنا حرام ہی اور اگر ایک مرگئی تو دوسری بہن سے نکاح کرسکتا ہی اور یہی حال جورو اور اسکی پھوپھی یا خالہ کے جمع کرنے مین ہی اور بعض دائمی حرام ہین کسی حال مین حلال نہین ہوتی ہین جیسے مان و بہنین وغیرہ اور جو انسے نکاح کرے اگر جواز جانے حالانکہ شرع کا حکم ظاہر ہو چکا تو وہ مرتد ہی قتل کیا جاوے - اور حدیث مین اس اُمت کے بگڑنے و بد دین ہونے کے بیان مین ہی کہ یہ امت بھی اگلی امتون کے قدم بقدم چلیگی یہانتک کہ جسنے انمین سے اپنی مان سے علانیہ حرم کیا اسمین بھی ایسا ہوگا جو اپنی مان سے علانیہ حرام کرے - اللہ تعالیٰ ہمکو مع تمام ایمان والون کے ایسی حرکتون سے محفوظ رکھے آمین یا ارحم الراحمین اب تفسیر کی طرف رجوع ہی قال تعالے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ ای ان تنکحوہن وشملت الجدات من قبل الاب والام - حرام کی گئین تمپر تمھاری مائین ف یعنی حرام ہی کہ انسے نکاح کرو اور امہات شامل ہی جدات کو خواہ از جانب پدر ہون یا از جانب مادر ہون یعنے دادیان و نانیان بھی اون مین شامل ہین پھر ظاہر ہی کہ ماؤن کی ذات ہی حرام نہین اور نہ دیگر تعلقات کیونکہ خدمتگزاری مثلاً انکی حرام نہین ہی پس بیان انکے حرام کیے جانے سے یہی مفہوم ہی کہ انسے نکاح حرام ہی جیسے شراب حرام کیے جانے سے شراب پینے کی حرمت اور گوشت سور حرام ہونے سے اس کے کھانے کی حرمت مفہوم ہی پس یہان تحریم مین اسکے مناسب فعل مقدر ہوگا جس سے

حرمت متعلق ہوا اور امہات جمع اُم ہی جو در اصل امہۃ تھا - اور جوہری نے فرمایا کہ ضابطہ یہ ہی کہ ام وہ عورت ہی جسنے تجھے جنی سو وہ تیری ماں ہی یا جو اسکو جنی جس سے تو پیدا ہی خواہ مذکر ہو مثلاً باپ کو دادی جنی خواہ مؤنث ہو مثلاً ماں کو نانی جنی تو دادی و نانی بھی ام ہی - اور چاہیے یوں کہو کہ اُم ہر ایسی عورت ہی جس تک تیرا ناتا منتہی ہوا اور مترجم کہتا ہی کہ یہ معروف ہی اسمین خود ایسا وضوح ہی کہ طول کلام کی ضرورت نہین ہی اور بیان حکم کا فائدہ یہ ہی کہ مجوسی کمبخت حالت نشہ مین ماں سے وطی جائز رکھتے جیسے دختر سے وطی جائز رکھتے - وَبَنٰتُكُمْ اور تم پر حرام کی گئین تمھاری بیٹیان ف وشملت بنات الاولاد وان سفلن - بنات مین اولاد کی بیٹیان یعنے پسر کی بیٹیان جنکو پوتیان کہتے ہین اور دختر کی بیٹیان جن کو نتیان کہتے مین شامل ہین - پس معلوم ہوا کہ مرد پر اسکی ماں و دادی و نانی و پردادی و پرنانی وغیرہ اوپر کے درجہ کی جو جڑ ہین حرام ہین اور بیٹیان اور پوتیان و نتیان کتنے ہی نیچے درجہ کی جو شاخین ہین سب حرام ہین اور واضح رہے کہ دادی و نانی وغیرہ سے یہان سگی مراد ہی اور یہ وہم ہو کہ سگی نانی کی بہن جو سوتیلی نانی کہلاتی ہی وہ بھی حرام ہی تو جواب یہ کہان اسوجہ سے کہ وہ سگی خالاؤن مین داخل ہی جیسا کہ آگے آتا ہی پس سگی و سوتیلی کی تنبیہ سے یہ غرض ہی کہ ہندوستان مین مثلاً چچا کی بیٹی کو بہن کہتے ہین تو وہ حرام نہین کیونکہ وہ نہ جڑ کی سگی اور نہ شاخ کی سگی ہی پس حلال ہی فافہم پھر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بنات کا لفظ پوتیون و نتیون کو تہتا تک حقیقۃً شامل ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک مجازاً شامل ہی جیسے امہات مین ہی اور سراج مین ضابطہ یہ مذکور ہی کہ بنت یعنے تیری دختر وہ ہی جو مؤنث کو تجھسے پیدا ہو یا جو تجھسے پیدا ہی اُس سے پیدا ہوا اور چاہیے یون کہو کہ ہر مونث جسکا نسب تجھ پر منتہی ہو وہ تیری دختر ہی - پھر سراج مین کہا کہ جو عورت کسی مرد سے زنا سے پیدا ہوئی وہ بنت مین شامل نہین پس اُس مرد کو حلال ہی کہ اُس سے نکاح کرے - یہ شافعیت کی تقلید ہی اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حرام ہی اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ بنات کا لفظ عام ہی اسی سے جمہور علما نے استدلال کیا کہ کسی مرد کے زنا کرنے سے جو لڑکی پیدا ہو وہ اسکی دختر ہی پس بنات مین شامل ہی اسپر حرام ہوگی جیسا کہ مذہب امام ابو حنیفہ و مالک و احمد حنبل کا ہی اور شافعیؒ سے اسکی اباحت مین کچھ نقل کیا جاتا ہی کیونکہ وہ شرعی دختر نہین ہی پس جیسے میراث مین وہ قولہ تعالیٰ یوصیکم اللہ فی اولادکم - مین داخل نہوگی کیونکہ بالاجماع وارث نہین ہوتی ہی ایسے ہی یہان داخل نہوگی واللہ اعلم - اگر کہا جاوے کہ زنا سے جو لڑکا پیدا ہوا وہ بھی شرعی پسر نہوا تو اپنی ماں سے نکاح کر سکتا ہی اسکا جواب یہ ہی کہ نہین اسوجہ سے کہ ماں کی طرف اسکا نسب بالاجماع متحقق ہی کیونکہ بالاجماع اس کا وارث ہوتا ہی - اور صحیح اسمین قول جمہور ہی اور شیخ محدث ابن کثیرؒ کی تقریر بھی اسی کو شعر ہی اور حدیث مین ہی کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ نظر رحمت نہ فرماویگا اللہ تعالیٰ ایسے مرد پر جسنے ایک عورت کی فرج و اسکی دختر کی فرج پر نظر ڈالی وَاَخَوٰتُكُمْ - من جہۃ الاب او الام - اور حرام کی گئین تمپر تمھاری بہنین ف مفسرؒ نے کہا کہ خواہ بہن باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے ہو مثلاً باپ کی دوسری زوجہ سے جو لڑکی ہی وہ بھی بہن ہی جیسے ماں کے دوسرے شوہر سے جو لڑکی ہی وہ بہن ہی چونکہ انمین سے کسی ایک طرف سے جو بہن ہو وہی حرام ہی تو ماں و باپ دونون کی طرف سے جو بہن ہوگی یعنے حقیقی و عینی تو وہ بدرجہ اولےٰ حرام ہی لہذا مفسرؒ نے اسکو ذکر ہی نہین کیا کیونکہ اخوات کا لفظ اولاً حقیقی بہن کے واسطے ہی ہاں باقی دونون مین وہم تھا کہ شاید علاتی بہن جو فقط باپ کی طرف سے ہی یا اخیافی بہن جو فقط ماں کی طرف سے ہی حرام نہو تو مفسرؒ نے اس وہم کی جڑ کاٹ دی کہ قطعاً وہ اخوات ہین - اور ضابطہ یہ ہی کہ ہر مونث جو تیری ماں و باپ یا انمین کسی ایک سے پیدا ہو وہ تیری بہن ہی - وَعَمّٰتُكُمْ - اور حرام کی گئی تم پر تمھاری پھوپھیان ف ای اخوات آبائکم واجدادکم یعنے تم مین سے ہر ایک کے باپ کی بہن یا دادا کی یا پردادا کی کتنے ہی اونچے درجہ کی بہن ہو سب حرام ہی اور ضابطہ یہ ہی کہ ہر مونث جو تیرے باپ یا دادا وغیرہ اجداد کے ساتھ ملا باپ دونون مین یا ایک مین شریک ہو تو وہ پھوپھی ہی پس باپ کی عینی یا علاتی یا اخیافی کسی قسم کی بہن ہو

وہ تیری پھوپھی ہی علی ہذا اگر تیرے باپ کی اسی طرح کی پھوپھی ہو وہ بھی تیری پھوپھی ہی۔ وَخٰلٰتُكُمْ۔ اور تم پر حرام کی گئیں تمھاری خالائین
ف ای اخوات امہاتکم وجداتکم۔ یعنے تم مین سے ہر ایک کی ماں یا نانی کی بہن تم پر حرام ہی اور واضح ہو کہ کبھی باپ کی طرف سے خالہ ہوتی
ہی اور وہ تیرے باپ کی ماں کی بہن ہی جیسے پھوپھی کبھی ماں کی طرف سے ہوتی ہی اور وہ ماں کے باپ کی بہن ہی سو یہ بھی حرام اور پھوپھو وخالہ
مین شامل ہین۔ وَبَنٰتُ الْاَخِ۔ یعنے بھائی کی بیٹیاں خواہ بھائی عینی ہو یا علاتی یا اخیافی۔ سب کی بیٹیاں حرام ہین اور یہی حال ہی
وَبَنٰتُ الْاُخْتِ۔ اور بہن کی بیٹیون مین چاہے کسی قسم کی بہن ہو۔ مفسرؒ نے کہا۔ ویدخل فیہ بنات الخ ہم۔ اور بھائی بہن کی
اولاد کی بیٹیاں بھی اسی مین شامل ہین یعنے کسی قسم کی بھائی یا بہن کی اولاد بیٹا و بیٹی کی جو لڑکیاں ہین یعنے سگے بھتیجے یا بھتیجی کی لڑکیاں
بھی حرام ہین پس بھائی و بہن کی دختر شامل ہی ہر اس مؤنث کو جس کا نسب پیدائشی تیرے کسی قسم کے بھائی یا بہن کی طرف منتہی ہووے یہانتک
تو ان عورتون کا بیان ہوا جو نسب کی وجہ سے دائمی حرام ہین اب انکا بیان شروع ہوتا ہی جو رضاعت سے دائمی حرام ہین چنانچہ فرمایا۔ وَ
اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ۔ اور تمھاری وہ مائین تم پر حرام ہین جنھون نے تمکو دودھ پلایا ف یعنی جیسے تجھپر تیری وہ ماں حرام ہی
جسنے تجھے جنا اسیطرح تجھپر تیری وہ ماں بھی حرام ابدی ہی جسنے تجھے دودھ دیا چنانچہ صحیحین مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے
فرمایا کہ رضاعت حرام کرتی ہی اس چیز کو جسکو ولادت حرام کرتی ہی۔ اور ایک روایت صحیح مسلم مین ہی کہ رضاعت سے بھی وہی حرام ہی جو نسب سے حرام ہی
اب یہ بیان ہونا چاہیے کہ رضاعت کب اور کیونکر تحقق ہوتی ہی تو مفسرؒ نے کہا کہ قبل استکمال الحولین خمس رضعات کما بینہ الحدیث۔ یعنے دودھ
پلایا تم کو پہلے دو برس پورے ہونے سے پانچ رضعات جیسا کہ حدیث نے اس مجمل رضاعت کو جو آیت مین مذکور ہی بیان کر دیا ہی یعنے آیت مین
تو مطلقاً رضاعت مذکور ہی یہ بیان نہین کہ کس سن مین پلایا ہو اور کم سے کم کسقدر پلایا ہو تو مفسرؒ نے اپنے مذہب کے موافق بیان کیا کہ
دودھ پلانے والی اسوقت بچہ کی رضاعی ماں ہو جاتی ہی کہ بچہ کو دو برس کا سن پورے ہونے سے پہلے پلایا ہو اور کم سے کم پانچ رضاعت ہون
مترجم کہتا ہی کہ بعض شافعیہ نے اسکے معنے بچہ کی سیری پر معتبر رکھے اور بعض نے گھونٹ لیے سا جملہ مفسرؒ نے جو دو برس تک رضاعت کی مدت ذکر کی
اسین بقول فتوی ہمارے نزدیک بھی اتفاق ہی اب رہا یہ کہ امام شافعیؒ کے نزدیک کم سے کم پانچ رضعات ہین شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اسین علمار کا
اختلاف ہی بعض کے نزدیک تین رضعات سے کم ہون کیونکہ حضرت عائشہؓ سے مرفوع روایت ہی کہ ایک چوسنا یا دو چوسنا حرام نہین کرتا۔ رواہ
مسلم اور ام الفضل سے مرفوعاً روایت ہی کہ ایک رضعہ اور دو رضعہ اور ایک مصہ و دو مصہ حرام نہین کرتا اور ایک روایت مین املاجہ و دو املاجہ کا لفظ ہی
منہ میں چھاتی دینا یا بار املاجہ ۱۲
رواہ مسلم پس جب دو سے زائد یعنے تین ہو جاوے خواہ بچہ چوس کرے یا رضعہ خود رضعہ و املاجہ کرے تو تحریم ہونا چاہیے۔ یہی مذہب امام احمد بن حنبل
واسحق بن راہویہ وابو عبید وابو ثور کا ہی اور یہی حضرت علی و عائشہ و ام الفضل و ابن زبیر و سلیمان بن یسار و سعید بن جبیر سے مروی ہی اور بعض کے
نزدیک پانچ رضعات سے کم محرم نہین کیونکہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ جو قرآن نازل کیا گیا تھا اسین دس رضعات معلومات تھے کہ اُنسے
حرمت ہوتی تھی پھر پانچ سے منسوخ ہوئی پھر نبی صلعم نے وفات پائی درحالیکہ وہ قرآن مین سے پڑھی جاتی تھی۔ (رواہ مسلم)۔ اور سالم مولی حذیفہ
کے واسطے سہلہ بنت سہیل کو حضرت صلعم نے پانچ رضعات سالم کو پلانے کا حکم کیا۔ کما فی الصحیح) اور یہی قول شافعی و انکے اصحاب کا ہی قال
المترجم پوشیدہ نہین کہ سالم مولی حذیفہ جوان تھے جب انکے واسطے حکم دیا پس حکم مخصوص ہی پس حجت نہین ہو سکتا اور حدیث نسخ مین تاویل
ضرور ہی کیونکہ تلاوت باقی نہین باجماع صحابہؓ پس مراد یہ ہی کہ ایسا ہوگا اور پانچ رضعات بھی قریب وقت وفات تک تھے
پھر بہت قریب وفات کے منسوخ ہوے واس سے کم نہین کہ حدیث محتمل و مادل ہی حجت نہین ہو سکتی کیونکہ بالاجماع قطعاً کسی کا مذہب

نہیں کہ قرآن میں سے کچھ کم ہے یہ تو سوائے بعض فرقہ روافض کے کسی نے نہیں کہا بلکہ رافضیوں میں سے بھی کسی فرقہ کا یہ قول نہیں کہ احکام ارشاد
قرآن میں سے کچھ کم ہے تو اس روایت منفردہ سے قرآن ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ قطعاً متواتر بالاجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہے پس وا یتیں
صرف کثرت رضاعت کی وجہ سے تسہیل تھی وہ صحابہ کے اجماع سے منسوخ ہے علاوہ برین بعد تسلیم کے مذہب اول کے دلائل کے ساتھ متعارض
ہو کر دونوں ساقط ہو نگے خصوص جبکہ دونوں روایتیں اور دونوں مذہب حضرت عائشہؓ سے روایت ہوتے ہیں اور نیز حدیث عدم حرمت رضعہ و
رضعتان محمول ہے اس صورت پر کہ فقط منہ میں لیا اور دودھ کچھ پیٹ میں نہیں گیا بدلیل دوسری روایت املاجہ و املاجتان کے کیونکہ حقیقت
میں املاج فقط اسیقدر ہے ہے - پس جب یہ حالت ہے تو مقتضائے آیت سے تجاوز نہیں ہو سکتا بدین طور کہ حکم جو مقتضائے آیت ہے اسمیں آحاد
روایت سے تغیر کیا جاوے اور آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ دودھ پینے کے طور پر ایک بار چوس کر پی لیا یا مرضعہ نے منھ میں دودھ دیا بہر حال
حلق سے اُترنے سے رضاعت ثابت ہو جاوے گی کیونکہ آیت عام ہے پس جس مقدار سے باعتبار لغت کے رضاع کہلاوے اس سے حرمت
رضاعت ثابت ہو گی اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی و مالک و انکے اصحاب کا ہے اور یہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی
ہے اور یہی قول سعید بن المسیب و عروہ بن الزبیر و زہری رحمہ اللہ تعالی کا ہے اور پوشیدہ نہیں کہ اسی قول کا اختیار کرنا بنظر حرمت صواب ہے
اگر فرض کریں کہ تین رضعات پر استدلال پورا ہوا تو بھی مقطوع نہیں پس مطلق رضاعت جو عموم آیت سے ثابت ہے مستند رہی اور
پانچ رضعات میں دوگونہ اشتباہ ہے کیونکہ تین رضعات پر حرمت کا مذہب مذکور ہو چکا اور شبہہ سے بچنا واجب ہے پس بیان اختیار مطلق واجب
ہوا اور تحقیق دلائل کو مترجم نے عین الہدایہ میں بیان کیا ہے - وَاَخَوٰتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ - ویلحق بذلک بالسنة
البنات منها و ہن من ارضعتهن موطوءته والعمات والخالات وبنات الاخ وبنات الاخت منها الحدیث یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب
رواه البخاری و مسلم یعنے اور حرام ہیں تم پر تمہاری وہ بہنیں جو رضاعت کے سبب سے ہوں ف مفسرؒ نے کہا کہ بدلیل سنت اس سے
لاحق ہیں - بیٹیاں رضاعی اور رضاعی بیٹیاں وہ ہوتی ہیں جنکو مرد کی موطوءہ جورو نے دودھ پلایا ہو یعنی مرد نے جس عورت سے وطی
کی اور وہ جنی پھر اس عورت نے کسی لڑکی کو یہ دودھ پلایا تو یہ لڑکی اس مرد کی بیٹی ہے اور اسپر حرام ہے اور نیز بدلیل حدیث کے اس سے لاحق
ہیں رضاعی پھپھیاں اور خالائیں اور رضاعی بھائی کی بیٹیاں اور رضاعی بہن کی بیٹیاں موافق اس تفصیل کے جو نسب کے بیان میں گزریں
بدلیل اس حدیث کے کہ حرام ہو جاتی ہیں رضاعت سے وہ عورتیں جو حرام ہوتی ہیں نسب سے (رواہ البخاری و مسلم) شیخ ابن کثیرؒ
نے ذکر کیا کہ بعضے فقہاء نے فرمایا کہ کل وہ عورتیں جو نسب سے حرام ہوتی ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتی ہیں سوائے چار صورتوں کے اور
بعض نے چھ صورتوں کو استثناء کیا پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ تحقیق یہ ہے کہ اسمیں سے کچھ بھی مستثنی نہیں ہے کیونکہ انکے بعض کا مانند نسب میں
پایا جاتا ہے اور بعض کی حرمت بوجہ صہریت کے ہے نسب سے نہیں پس حدیث کے کلیہ پر کچھ استثناء وارد نہیں ہوتا اور یہی محققین حنفیہ مانند
ابن الہمام وغیرہ نے مصرح بیان کیا ہے پھر رضاعت فقط عورت ہی کی طرف نہیں بلکہ جس خاوند سے اسکا دودھ ہے وہ بھی رضیع لڑکا
یا رضیعہ لڑکی کا باپ ہو جاتا ہے اور یہی جمہور علماء و چاروں اماموں کا مذہب ہے - وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ - یعنی اور حرام ہوئیں
تم پر تمہاری جوروؤں کی مائیں - اسمیں کوئی قید نہیں کہ تمنے اپنی جورو سے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو بلکہ عام ہے کہ جب تم نے کسی عورت
سے نکاح کیا تو اسکی ماں و نانی و پرنانی وغیرہ سب حرام ہو گئیں خواہ اپنی جورو سے دخول کرے یا نکرے بلکہ نکاح کے بعد ہی طلاق
دیدے - تب بھی اس کی ماں وغیرہ اوپر کی جز سے نکاح نہیں کر سکتا ہے اور یہ گویا اجماعی ہے و مستنثنی سوٰی رَبَآئِبُكُمْ جو ربیبہ ہے

بنت الزوج - الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ - ترببوہا صفۃ موافقۃ للغالب فلا مفہوم لہا - مِنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ
ای جامعتموہن - فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فی نکاح بناتہن اذا فارقتموہن یعنی اور
حرام ہوئین تمپر تمھاری ربائب [اور یہ لفظ جمع ہی ربیبہ کی اور ربیبہ اسکو کہتے ہین جو اپنی جورو کی لڑکی کسی دوسرے خاوند سے ہو] پھر ان
ربائب کی صفت بیان کی [کہ وہ ربائب جو تمھارے حجور مین ہون [اور حجور جمع حجر ای یعنی گود مین ہون] اور مراد یہ کہ تم انکی تربیت و پرورش
کرتے ہو - اگر کہا جاوے کہ پھر ربائب وہی حرام ہوئین جو حجور مین پرورش پاتی ہون اور اگر ایسی نہون مثلاً عورت تو زید کے تحت مین ہو اور اسکے پہلے خاوند کی
لڑکی کہین اور ہو تو زید پر حرام نہو کیونکہ اسمین یہ صفت نہین پائی جاتی کہ پرورش مین ہو حالانکہ بالاجماع یہ بھی حرام ہی مفسرؒ نے جواب یا کہ یہ صفت جو مذکور
ہوئی ہی حرمت کی قید نہین ہی یعنی یہ مراد نہین ہی کہ حرمت جب ہوگی کہ جب ایسا ہو بلکہ غالب حال کی موافقت سے بیان فرمایا یعنی اکثر یہی ہوتا ہی کہ ربیبہ
اپنی ماں کے ساتھ اسکے جدید خاوند کی پرورش مین ہوتی ہی اور اسمین اشعار اسکے سبب سے حرمت کا ہی کہ وہ تو بمنزلہ اولاد کے پرورش مین ہوگی جبکہ
اسکی ماں مدخولہ ہو جاوے کہ اسکی اولاد کے ساتھ اس ربیبہ کی پرورش کے لیے مہیا ہوگی بخلاف غیر مدخولہ کے چنانچہ فرمادیا کہ یہ ربائب اسطرح تمپر حرام
کب ہونگی کہ جورؤن کی ہون تو فرمایا - من نسائکم اللاتی دخلتم بہن - تمھاری ان جورؤن کی ہون جنسے تم نے دخول کیا ہی - اور مفسرؒ نے دخول
کے منے یہ بیان کیے کہ اُنسے تم نے جماع کیا ہو - مگر جاننا چاہیے کہ علمائے اسکے معنے مین اختلاف کیا ہی کہ کون دخول موجب تحریم ہی پس ابن المنذرؒ نے
ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انھون نے دخول کو جماع سے تفسیر فرمایا جیسا کہ مفسرؒ نے ذکر کیا اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ نے - نکحتموہن سے
تفسیر کی اور ایسا ہی اوروں نے کہا اور شاید منے نکاح کے جماع ہین اور یہی قول طاؤس و عمرو بن دینار وغیرہ کا ہی اور بیضاویؒ نے کہا کہ دخلتم
بہن کے معنی داخل ہوے تم انکے ساتھ پردہ مین اور یہ کنایہ ہی جماع سے اور حرمت مین وہ بھی شوہر ہی جو زنا نہو مانند وطی بشبہہ ملک یمین کے - اور
امام ابو حنیفہ و مالک و ثوری و اوزاعی ولیث وغیرہم نے کہا کہ شوہر نے اگر اپنی جورو کو شہوت سے چھوا تو اسپر اس جورو کی دختر جو دوسرے خاوند
سے ہو حرام ہوجائیگی پھر کبھی اُس سے نکاح نہین کرسکتا اور امام شافعیؒ کے بھی دونون قول مین سے یہی ایک قول ہی اور خفاجیؒ نے حاشیہ بیضاوی
مین اسی کو ترجیح دی اور بیضاوی نے جو شہوت سے چھونا و اسکے مانند کو قیاس قرار دیکر رد کردیا ہی کہ قیاس کو بعد نص کے مجال نہین ہی اسکو
خفاجیؒ نے دفع کردیا کہ اسپر تو اتفاق ہی کہ صریح الآیہ قطعاً مراد نہین ہی بلکہ کنایہ سے جو اسکے معنی ہین وہ مراد ہین پس ظاہر ہوا کہ قوی یہی کہ
جورو سے اگر جماع کیا یا اسکو شہوت سے چھوا یا اسکی فرج کی طرف دیکھا یا اور اسکے مانند کوئی فعل کیا تو ربیبہ اسپر حرام ہوگئی خواہ جورو کی دختر ہو یا دختر کی
دختر ہو کتنے ہی نیچے درجہ کی ہو خالہ قتادہ و ابو العالیہ اور قرطبیؒ نے فرمایا کہ فقہا نے اتفاق کیا ہی کہ جب جورو سے دخول کر لیا تو ربیبہ حرام ہوجاتی ہی
خواہ ربیبہ اسکے حجر مین پرورش پاتی ہو یا کہین اور ہو اور اگر ماں سے دخول نہ کیا ہو تو اسکا حکم یہ ہی کہ فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم - یعنی پھر اگر تمنے
ان جورؤن سے دخول نہ کیا ہو تو تمپر گناہ نہین مفسرؒ نے کہا یعنی تمپر گناہ نہین کہ جورؤن کی دختروں سے یعنی ربائب سے نکاح کرلو بشرطیکہ ان جورؤن
کو پہلے بالکل جدا کردو یعنے تم سے اُنسے جدائی ہوجاوے خواہ قبل دخول کے طلاق دو یا مرجاوین پس - فلا جناح علیکم - ای فلا جناح علیکم فی
ان تزوجوا بناتہن - لیکن حذف حکم صریح مین اشارہ ہی کہ خلاف اولی ہی اگرچہ گناہ نہین - قرطبیؒ نے فرمایا کہ شاذ قول بعضے متقدمین سے یہ
بھی آیا ہی کہ اگر ربیبہ حجر مین نہو بلکہ دوسرے شہر مین ہو تو بعد فراق جورو یعنی ربیبہ کی ماں کے اُسکے ساتھ نکاح کرسکتا ہی چنانچہ ابن کثیرؒ نے
بروایت ابن ابی حاتم کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ قول نقل کیا اور کہا کہ اسناد صحیح بشرط مسلم ہی اور ابن المنذر و طحاویؒ نے کہا کہ حضرت علیؓ
سے یہ قول ثابت نہین اسواسطے کہ ابراہیم بن عبید جو اسکا راوی ہی وہ معروف نہین مجہول ہی اور حجور سے مراد یہ کہ اپنی ماں کے ساتھ ماں کے شوہر

کی حمایت مین پرورش پاتی ہو اور بعض نے کہا کہ حجور سے مراد بیوت ہین پس صحیح یہ کہ اللاتی فی حجورکم بیان غالب حالت کا ہی یہ کوئی قید نہین
ہی اور فائدہ اسکا تقویت و تکمیل علت حرمت ہی کماذکرہ البیضاوی اور اسپر جمہور کا اتفاق ہی اگرچہ داؤد ظاہری و ابن حزم وغیرہ
نے اسکو قید تصور کیا ہی اور یہ خلاف دلائل ہی اور صحیحین مین ہی کہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان نے جو حضرت کی پاک بیویون مین سے ہین کہا کہ یا
رسول اللہ آپ عزہ بنت ابی سفیان میری بہن سے نکاح کرلین تو فرمایا کہ تو اسکو چاہتی ہی - کہا کہ ہان مین ملنے نہین ہون یہ چاہتی ہون کہ
بھلائی مین اگر میرے شریک اور ہونگی تو اُس سے بہتر یہ ہی کہ میری بہن ہی میرے شریک ہو آپ نے فرمایا کہ وہ مجھے حلال نہین ہی - عرض کیا کہ مین آپسے
عرض کرون آپ چاہتے ہین کہ ابوسلمہ کی دختر سے نکاح کرین آپ نے فرمایا کہ کون ابوسلمہ کیا ام سلمہ کی بیٹی جو ابوسلمہ سے ہی - کہا کہ ہان تو آپ نے فرمایا کہ
اگر وہ میری ربیبہ میری حجر مین نہوتی تو بھی مجھے حلال نہین تھی وہ تو میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہی تو یہ نے مجھے اور ابوسلمہ کو دودھ پلایا ہی سو تم
لوگ ہرگز اپنی بیٹیان و بہنین مجھپر پیش مت کرو اور ایک روایت بخاری مین ہی کہ اگر مین نے ام سلمہ سے نکاح نہ کیا ہوتا تو بھی مجھے حلال نہ تھی
فقط ام سلمہ سے نکاح کرنا مناط تحریم قرار دیا اور یہی مذہب ائمہ اربعہ و فقہاء سبعہ و جمہور سلف و خلف کا ہی اور ابن کثیرؒ نے اپنے استاذ
شیخ ذہبیؒ سے نقل کیا کہ شیخ امام تقی الدین حرانی پر مین نے اس مسئلہ کو پیش کیا تو انھون نے مشکل قرار دیا - اب رہا یہ کہ اگر کسی باندی
کا مالک ہوا اور اسکی ربیبہ کا بھی مالک ہوا یا نکاح کیا تو دونون سے وطی کرسکتا ہی یا نہین - تو ابن المنذر نے عمرؓ سے اسکا حکم روایت کیا کہ مین
پسند نہین کرتا ہون اور ایسا ہی اسنیدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا اور کہا کہ ایک آیت نے دونون کو حلال کیا اور ایک آیت نے حرام
کیا شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ شیخ ابوعمرو بن عبدالبر نے فرمایا کہ علما مین کچھ اختلاف نہین کہ کسی مرد کو حلال نہین کہ عورت و اسکی دختر سے بملک
یمین وطی کرے کیونکہ اللہ تعالی نے اسکو ملک نکاح مین حرام فرمایا ہی اور ملک یمین انکے نزدیک تابع نکاح ہی سوائے اسکے جو عمرؓ و ابن عباس سے
مروی ہو اور لیکن ائمہ فتوی و انکے اتباع مین سے کوئی بھی اس قول پر نہین ہی انتہی کلامہ پس خلاصہ تفسیر یہ ہی کہ قولہ وامہات نسائکم یعنے تمپر
تمھاری جورؤن کی مائین حرام ہین وربائبکم اللاتی فی حجورکم من نسائکم اللتی دخلتم بہن - اور تمپر تمھاری ربائب جو اکثر تمھاری پرورش
مین یا تمھارے گھرون مین رہا کرتی ہین تمھاری ان عورتون سے جنسے تم نے دخول کیا ہی یعنی جماع یا جو مانند جماع کے ہی تمپر حرام ہین خواہ ربیبہ ہو یا
ربیبہ کی دختر کتنے ہی نیچے درجہ کی ہو اور خواہ منکوحہ مدخولہ کی ربیبہ ہو یا مملوکہ مدخولہ کی ربیبہ ہو - چاہے تمھاری پرورش مین ہو یا کسی اور
شہر مین ہو - قولہ فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم - پھر اگر تم نے جورؤن سے جماع اور جو چیز جماع کے مانند ہی نہ کی ہو تو ربیبہ سے
نکاح کرنے مین مضائقہ نہین یا مملوکہ ہو تو وطی کرنے مین مضائقہ نہین بشرطیکہ ربیبہ کی ماں سے جدائی کرلے پس منکوحہ سے جدائی اسطرح کہ
طلاق دیدے یا مرجاوے اور مملوکہ سے یہ عزم بالجزم کرے کہ اس ربیبہ کی ماں مملوکہ سے وطی نہ کریگا - واضح ہو کہ جورؤن کی مائین حرام ہونے
کے واسطے کوئی قید دخول وغیرہ کی نہین بلکہ جورو سے نکاح کرتے ہی اسکی ماں و نانی وغیرہ دائمی حرام ہوجاوینگی خواہ جورو سے خلوت یا کرے
اور ربیبہ حرام ہونے مین قید ہی کہ اگر ربیبہ کی ماں سے دخول کیا ہو تو ربیبہ حرام ہی ورنہ نہین - پس قولہ فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم یہ مخصوص
ربائب کے ساتھ ہی - اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ بعض نے اسکو امہات و ربائب دونون کے ساتھ سمجھا ہی اور کہا کہ جورو سے مجرد عقد کرنے
سے اسکی ماں یا بیٹی کوئی حرام نہین ہوتی جبتک جورو سے دخول واقع نہو اور یہ بروایت ابن جریر و ابن المنذر و عبدالرزاق وغیرہ کے حضرت
علی و زید بن ثابت و عبداللہ بن الزبیر و مجاہد و ابن جبیر و ابن عباس سے مروی ہی اور معاویہ بن ابی سفیان نے اسمین توقف کیا اور شافعیہ مین سے احمد
بن محمد صابونی کا یہی مذہب ہی اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی کہ جورو غیر مدخولہ کو اگر طلاق دی تو اسکی ماں حلال نہین اور بیٹی

عباسؓ نے کہا کہ وہ مبہم ہیں پس اسکو مکروہ رکھا۔ قال ابن ابی حاتم وقد روی عن ابن مسعود وعمران بن حصین ومسروق وطاؤس وعکرمہ وعطاء والحسن ومکحول
وابن سیرین وقتادہ والزہری نحو ذلک **بیضاوی** نے لکھا کہ ربیبہ عموماً جورو کی اولاد کو کہتے ہیں خواہ مذکر ہو یا مونث ہو اور تاء اسمین تانیث
کی نہین بلکہ اسمیت کی ہی اور اللاتی مع صلہ کے ربائب کی صفت مقیدہ ہی اور جائز نہین کہ یہ قید امہات کی بھی ہو کیونکہ جب ربائب کی قید
قرار دی تو من ابتدائیہ ہوگا اور اگر امہات کی بھی قرار دی تو ایسا ہونا جائز ہوگا بلکہ واجب ہوگا کہ نسائکم کا بیان قرار دیا جاوے کیونکہ جمہور ادبا
کے نزدیک ایک ہی کلمہ دو معنون پر محمول نہین ہوسکتا ہی مترجم کہتا ہی کہ روایت اور نظم کلام دونون سے معلوم ہوا کہ وہ فقط ربائب کی قید ہی **شیخ
ابن کثیر** رح نے کہا یہی مذہب چارون اماموں ساتون فقہا اور جمہور علماء سلف وخلف کا ہی اور **قرطبی** نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو اسکے خلاف مروی
ہوا وہ بروایت خلاس ہی اور اسکی روایت سے حجت نہین ہوسکتی اور خلاس کی روایت اہل حدیث کے نزدیک صحیح نہین ہی بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے صحیح
روایت موافق جمہور کے ہی اور ابن کثیر نے اسپر اجماع کیا اور ابن جریر سے بھی ایسا ہی نقل کیا اور نیز یہ کہ صواب اسمین قول اس شخص کا ہی جو کہتا ہی کہ امہات
مین ابہام ہی کیونکہ اینہین انکی دختران سے دخول ہونے کی قید مذکور نہین ہی اور **ابن کثیر** نے کہا کہ مبہمات ہونے سے مراد یہ ہی کہ مدخول بہا وغیر
مدخول بہا دونون کو شامل ہی پس عورت سے مجرد نکاح کرنے سے اسکی ماں حرام ہو جائیگی۔ اور کشاف مین کہا کہ اس بات پر اتفاق ہی کہ عورتون
کی ماؤن کی تحریم مبہم ہی اور ربائب کی تحریم مبہم نہین بنا بر ظاہر کلام اللہ تعالیٰ کے یہاں بجلے صحیح یہ ہی کہ جورو سے مجرد نکاح کرنے سے اسکی ماں حرام ہو جاتی ہی اور
ماں سے مجرد نکاح کرنے سے بیٹی حرام نہین ہوتی جبتک دخول واقع نہو فافہم۔ **وَحَلَائِلُ** - ازواج - **اَبْنَائِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ**
بخلاف من تبنیتموہم فلکم نکاح حلائلہم۔ یعنی اور حرام ہوئین تمپر جورؤین تمھارے بیٹون کی جو تمھاری پشت سے ہین۔ مفسرون نے کہا یعنی برخلاف
ان بیٹون کے جن کو تمنے متبنی کیا ہو کہ انہین تم کو روا ہی کہ ان کی جورؤن سے نکاح کرلو۔ واضح ہو کہ حلائل جمع حلیلہ ہی بمعنے زوجہ کیونکہ وہ حلال کے
بالبستر پر حلول کرتی ہی اور علمانے اجماع کیا ہی کہ جس سے باپ نے عقد کیا وہ بیٹون پر حرام ہی لقولہ تعالیٰ۔ لاتنکحوا ما نکح آباؤکم الآیہ۔ اور جس سے
بیٹون نے نکاح کیا وہ باپ پر حرام ہی بدلیل اس آیت کے خواہ عقد کے ساتھ وطی ہو یا نہ ہوا ور باپ شامل ہی اوپر کی اصل دادا پردادا وغیرہ کو بھی اور
ایسے ہی بیٹون کا لفظ بھی پوتون پرپوتون وغیرہ سب کو شامل ہی اور اسمین اختلاف ہی کہ اگر عقد فاسد ہو تو اس سے حرمت متحقق ہوتی ہی
یا نہین۔ اور ابن المنذر رح نے فرمایا کہ علمائے امصار مین سے کل وہ شخص جس سے علم محفوظ رکھا جاوے اجماع کیا کہ مرد نے اگر کسی عورت سے نکاح
فاسد وطی کرلی تو وہ اسکے باپ دادا و بیٹے پر حرام ہو گئی اور اسپر بھی اجماع ہی کہ اگر باندی خریدی تو عقد خرید سے وہ باپ و بیٹے پر حرام نہوگی
پھر بعد خریدنے کے اگر اسکو شہوت سے چھوا یا بوسہ لیا تو اسکے باپ و بیٹے پر حرام ہو گئی اور مین نہین جانتا ہون کہ انھون نے اسمین اختلاف کیا ہو پس
انکے اتفاق سے اسکا حرام رکھنا واجب ہی اور چونکہ انھون نے سوائے چھونے و بوسہ کے نظر کرنے مین اختلاف کیا ہی تو بوجہ اختلاف کے بعد نظر
کرنے کے وہ باپ و بیٹے پر حلال نہ رہے گی۔ اور کہا کہ جو ہم نے بیان کیا اسکے برخلاف حضرت صلعم کے کسی صحابی سے صحت کو نہین پہونچا پھر واضح
ہو کہ قولہ الذین من اصلابکم۔ جملہ صفت ابناء واقع ہی اور اصلاب جمع صلب بمعنے پیٹھ ہی یعنے وہ بیٹے جو تمھاری پشت سے ہون خواہ
پہلی پشت سے ہون یا دوسری پشت سے کہ تمھارے بیٹون کے بیٹے ہون اور اس سے احتراز ہی ان لوگون سے جنکو متبنی کرلیتے تھے کیونکہ وہ
منھ بولے بیٹے ہین درحقیقت بیٹے نہین ہین اور اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف انکے نسب لگانے سے بھی منع فرمایا بلکہ فرمایا ادعوہم لآبائہم
ہو اقسط عند اللہ الآیہ۔ یعنے اُن کو انکے باپون کی طرف نسبت دیکر پکارو اور فرمایا وما جعل ادعیاءکم ابناءکم الآیہ۔ یعنی تمھارے منھ بولے
ہودن کو تمھارے بیٹے نہین کر دیا پس انکی جورؤن سے اگر وہ طلاق دیکر الگ کر دین یا مر جاوین تو تم کو نکاح کرنا حلال ہی اور یہی علی اللہ

علیہ وسلم نے زید بن حارثہؓ کو متبنی کیا تھا اور وہ زید بن محمد صلعم مشہور تھا پھر جب ممانعت ہوئی تو زید بن حارثہؓ کے نام سے مشہور ہوے
اور زیدؓ کے نکاح مین زینب تھین زیدؓ نے باوجود فہمائش حضرت صلعم کے جو بطور مشورہ تھی حضرت زینب کو طلاق دیدی تو اللہ عزوجل نے
حضرت زینب کا نکاح حضرت صلعم سے باندھا۔ وقد قال فلما قضی زید منہا وطرا زوجناکہا لکیلا یکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیائہم
الآیۃ۔ اور زمانہ جاہلیت والے منھ بولے کی جورو سے نکاح نہین کرتے تھے چنانچہ جب ایسا ہوا تو مشرکین مکہ نے طعن کیا پس نازل ہوا
وما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین الآیۃ۔ بالجملہ اسمین خلاف نہین کہ منھ بولے بیٹے ہونے کی وجہ سے اسکی جورو سے
نکاح حرام نہین ہو۔ اگر کہا جاوے کہ جب انھین بیٹون کی جوروین حرام ہوئین جو اپنی پشت سے ہین تو رضاعی بیٹے کی جورو کہان سے
حرام کہی جاتی ہو حالانکہ جمہور کے نزدیک بلکہ اجماع ہو کہ رضاعی بیٹے کی جورو رضاعی باپ پر حرام ہو پس جواب یہ ہو کہ بعد اجماع کے
کسی دلیل کی ضرورت نہین اور حدیث صحیح سے ثابت ہو کہ جو نسب سے حرام ہو وہ رضاع سے حرام ہو۔ اور اسمین اختلاف ہو کہ وطی زنا مقتضی
تحریم ہو یا نہین وتحریر دلائل مین طوالت چاہتا ہو اور مذہب امام ابو حنیفہ وانکے اصحاب کا یہ ہو کہ زنا مقتضی تحریم ہو اور یہی قول عمران
بن حصین رضی اللہ عنہ وشعبی وعطا و حسن بصری وثوریؒ سے مروی ہو اور یہی مذہب امام احمد واسحق کا ہو اور نیز اختلاف ہو کہ لواطت
موجب تحریم ہو یا نہین تو امام ثوریؒ سے مروی ہو کہ اگر مرد نے کسی طفل سے لواطت کی تو اسپر اسکی ماں حرام ہو گئی اور یہی قول امام احمد کا
ہو اور مانند اسکے امام اوزاعی سے مروی ہو واللہ اعلم۔ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ۔ من نسب او رضاع ویلحق بالسنۃ الجمع
بینہا وبین عمتہا او خالتہا ویجوز نکاح کل واحدۃ علی الانفراد وملکہما معا ویطأ واحدۃ۔ یعنی اور حرام ہو تم پر یہ کہ جمع کرو دو بہنون کو۔
مفسرؒ نے کہا خواہ نسبی بہنین ہون یا رضاعی ہون۔ اور اسی سے ملحق بدلیل سنت ہو یہ کہ حرام ہو جمع کرنا عورت واسکی پھوپھی کو یا عورت و
اسکی خالہ کو۔ ہان انمین سے ہر ایک کا نکاح اسطرح روا ہو کہ وہ تنہا ہو یعنے پھر اگر ایک کو طلاق دیدے یا مرجاوے تو دوسری سے نکاح کر سکتا ہو
اور یہ روا ہو کہ اپنی دو باندیان ایک ساتھ یا آگے پیچھے خرید کر کے یعنی اور سب ملکے اپنی ملک مین جمع کرے جو دونون بہنین ہون یا ایک باندی واسکی
پھوپھی کو یا خالہ کو جمع کرے یعنی ملک مین جمع کرنا منع نہین مگر وطی ایک ہی سے کریگا بخلاف عقد نکاح کے کہ اگر دو بہنون سے ایک ساتھ ایک عقد مین یا
دو عقد مین نکاح کیا تو باطل ہو اور اگر آگے پیچھے ایک ایک سے نکاح کیا تو پہلی کا جائز اور دوسری کا باطل ہو اور تمام کلام ترجمہ عالمگیری جلد دوم سے تلاش
کرو اور حرمت عام ہو کہ دو بہنین ایک ماں و باپ سے ہون یا فقط باپ کی طرف سے ہون یا فقط ماں کی طرف سے ہون جمع کرنا حرام ہو اور اسپر
امت کا اجماع ہو اور اسپر بھی اجماع ہو کہ دو بہنون کا اپنی ملک مین جمع کرنا روا ہو پھر اسمین اختلاف ہو کہ ملک مین دو بہنون کو جمع کر کے دونون
سے وطی روا ہو یا نہین تو جمہور علما کے نزدیک نہین روا ہو اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا ہو اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہو جاوے
اور اسکے تحت مین دو بہنین ہون تو ایک کو طلاق دیدے چنانچہ فیروز دیلمیؓ سے روایت ہو کہ مین مسلمان ہوا اور میرے تحت مین دو عورتین
دونون بہنین تھین تو حضرت صلعم نے مجھے حکم دیا کہ ان دونون مین سے ایک کو چھوڑ دے رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وابو داؤد وابن مردویہ
شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ملک یمین مین دو بہنون کا جمع کرنا یعنے اسطرح کہ دونون سے وطی کرے یہ بھی حرام ہو کیونکہ آیت عام ہو اور یہی جو ہمارے
اماموں و جمہور علماء سلف و خلف سے مروی مشہور ہو ہان بعض سلف نے اسمین توقف کیا ہو پھر ابن کثیرؒ نے بعد تھوڑے ذکر کے شیخ
ابن عبد البر سے نقل کیا کہ جن لوگون سے اختلاف منقول ہو اسکی طرف فقہاے حجاز و عراق و شام و مشرق و مغرب کسی نے التفات نہین کیا
سوا بعضے اہل ظاہر کے جو شاذ ہو کر نکل گئے اور قیاس کو نہین مانتے اور جس امر پر ہم نے اجماع کیا اسکو ظاہر پر عمل کر کے چھوڑتے ہین اور فقہا کی جماعت نے

سوا

بخلاف ان شاذ لوگون کے اتفاق کیا ہی کہ ملک یمین مین دو بہنون کا اسطرح جمع کرنا کہ ان دونون سے وطی کرے حلال نہین ہی جیسے نکاح
مین جمع کرنا حلال نہین اور مسلمانون نے اجماع کیا کہ قولہ تعالےٰ حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واخواتکم تا آخر آیت کے معنے یہ ہین کہ نکاح وملک یمین
ان سب عورتون کے حق مین یکسان ہی ایسا ہی واجب ہی کہ نظر وقیاس سے دو بہنون کا جمع کرنا اور جوروؤن کی ماؤن اور ربائب مین جو وطے
اور یہی ان جمہور فقہار کے نزدیک ثابت ہی اور یہ لوگ اپنے مخالف پر اور شاذ ہوکر نکل بھاگنے والے پر حجت ہین - پھر واضح ہو کہ اگر ایک مرد کے
ملک مین ایک باندی ہو اور اس سے وطی کرتا ہو پھر اسکی بہن کا مالک ہو کر اس سے وطی چاہے تو جمہور کے نزدیک جائز نہین جیسا کہ مذکور ہوا لیس
ایک جماعت اہل علم کے نزدیک دوسری بہن سے وطی نہین کرسکتا تاوقتیکہ اول کو بیع یا آزاد کرنے یا کسی سے نکاح کر دینے سے اپنی ملک سے خارج نکردے
اور خالی زبان سے عزم کرلینا کہ اول سے وطی نکریگا جیسا کہ قتادہ کا قول ہی کافی نہین اور یہی امام ابوحنیفہؒ وانکے اصحاب کا و اوزاعی وشافعی
واحمد واسحٰق کا قول ہی اور یہی حضرت علی وابن عمر وحسن بصری سے مروی ہی - اور واضح ہو کہ قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ علمانے اجماع کیا کہ اگر مرد نے اپنی
زوجہ کو ایسی طلاق دی کہ اس سے رجعت کرسکتا ہی تو جب تک عدت نہ گذر جاوے اسکی بہن سے نکاح نہین کرسکتا ہی اگر ایسی طلاق ہو کہ رجعت
نہین کرسکتا تو اختلاف ہی پس ایک گروہ نے کہا کہ جب تک عدت نہ گذرے تب تک مطلقہ مذکورہ کی بہن یا چوتھی عورت سے نکاح نہین کرسکتا
اور یہی قول امام ابوحنیفہ وانکے اصحاب وثوری واحمد بن حنبل کا ہی اور یہی مجاہد وعطاء ونخعی سے روایت اور یہی حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہی
اور دوسرے گروہ نے روا کہا ہی اور یہی شافعی کا مذہب ہی - پھر واضح ہو کہ زمانہ جاہلیت مین ایسا ہوتا تھا اور وہ اسکو حرام نہین رکھتے تھے رشتہ
بہنون کو جمع کرتے تھے اور اب اللہ تعالےٰ نے حکم حرمت نازل فرمایا تو خوف ہوا کہ جن لوگون نے پہلے کیا تھا انکا کیا حال ہی اور نیز احتمال تھا کہ دو
بہنون کا جمع کرنے والا اگر مسلمان ہو اور دونون حاملہ ہین تو جس کو مثلاً چھوڑا اسکے بچہ کا نسب ثابت نہ ہوگا اور دیگر حقوق ضائع ہوے تو
رحمت کاملہ سے اسکو عفو فرمایا بقولہ - اِلَّا - لکن مَا قَدْ سَلَفَ - فی الجاہلیۃ من نکاحکم بعض اذکر فلا جناح علیکم فیہ - یعنے الا یہان
منقطع بمعنے لکن ہی اور معنے یہ ہین و لیکن جو ہو چکا ، یعنے جاہلیت کے حال مین یہ کہ تم نے ان محرمات مذکورہ مین سے بعض سے نکاح کیا تو اب
اسکا تم پر گناہ نہین ہی - اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا - لما سلف منکم قبل النہی - اللہ تعالےٰ بخشنے والا ہی - یعنے ایسا امر کا جو تم سے
ہو گذرا ممانعت سے پہلے - رَّحِيْمًا - بکم فی ذلک - رحمت کرنے والا ہی تم پر اس معاملہ مین - یعنے محض رحمت ہی کہ تمکو ماخوذ نہین کیا -
اور اسمین اشعار ہی کہ قبل نہی کے افعال ناروا مین ماخوذ ہونا جائز ہی اور حدیث مین یہ مضمون ثابت ہی کہ جو اسلام لایا اسکے پچھلے سب گناہ عفو
ہوے اب جو اسلام مین نافرمانی کریگا اسی پر ماخوذ ہوگا اور جو اسلام نہ لایا وہ پہلے وپچھلے سب کے وبال مین پکڑا جاویگا - اور یہ مضمون صحیح مسلم کی
حدیث سے ماخوذ ہی - اگر تیرے دل مین شوق ہو کہ اسمین کیا بھید ہی کہ آدمی نے اسلام سے پہلے جو کچھ کیا وہ عفو ہی اور بعد اسلام کے ماخوذ ہوگا حتی کہ اگر
زمانہ اسلام مین مسلمان ہوا تو عذاب شدید مین مبتلا ہوگا تو سننا چاہیے اور ذیل بیان مین فوائد کثیرہ ہین - واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے معرفت آیات
مین مخلوقات کو معذور فرمایا کیونکہ حدوث کی مجال نہین کہ ساحت قدم تک پہونچے الا القدم القدم کیونکہ نفوس اپنے افعال کے خالق نہین ہین تو فہم
ومعرفت انکے پیدا کرنے سے ممکن نہین ہی پھر جب حقتعالی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور ہدایت کا اذن عام دیا تو حکمت بالغہ کے موافق ہر طالب
حق کو ہدایت دیدی اور یہ حکمت کسی بشر کے ادراک مین نہین آسکتی ہی کیونکہ وہ صفت قدیم الٰہی قدیم ہی اور بشر اسکے کنہ ادراک سے عاجز ہی پس متحقق ہوا کہ
زمانہ فطرۃ مین یعنی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانہ کے لوگ اپنی جبلی جہالت مین گرفتار تھے اگر کہا جائے کہ حدیث سے معروف ہی کہ لوگ اسلامی
فطرت پر پیدا ہوتے ہین پھر انکے ماں باپ انکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی کر دیتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ اصل فطرت وجبلہ مین اسلامی معرفت تھی نہ جہالت جیسا

تم کہتے ہو سو جواب یہ کہ ازلی اقرار توحید تو معرفت روحانی سے ہے آمدم بر سر دائرہ امتحان مین فطرت انسانی ہے پس حدیث مبارک کے یہ معنی ہین کہ جو بشر
مولود ہوتا ہے اسکا صفحۂ دل ایسا صاف ہوتا ہے جیسا کہ اسلام سے سینہ صاف ہوتا ہے حتی کہ اگر اس حالت پر مر جاوے تو اسپر کسی نام کی مہر نہوگی بلکہ وہ سادہ
کے مانند صاف ہوگا جسپر ہر ایک طرح کی مہر ہو سکتی ہے پھر جب مولود بڑا ہوا اور بلوغ کی عقل پوری ہوئی تو اسوقت صحبت کا اثر ہوتا ہے چنانچہ وہ جن
لوگون پر اعتماد کرتا ہے اسکے والدین و قوم ہین پس جنکی تقلید کی وہی مہر اسپر کندہ ہو جائیگی حتی کہ بعد موت کے وہ اس مہر کو تغیر نہین کر سکتا ہے مثلاً موت کے
بعد ہر کافر کو ظاہر ہو جاتا ہے کہ ایمان توحید حق تھا اور شرک قبیح پر عذاب ہے پھر بھی منکر نکیر سے یہ نہین کہہ سکتا کہ میرا رب اللہ تعالی وحدہ لاشریک ہے اور
محمد رسول اللہ ہین صلے اللہ علیہ وسلم بلکہ جو مہر اسکے صفحۂ دل پر نقش تھی وہ غرغرۂ موت سے پہلے تک زائل ہو سکتی تھی لیکن اب کچھ نہین ہو سکتا ہے
کیا یہ نہین دیکھتے کہ بندۂ مومن بھی قبر مین منکر و نکیر کی ہولناک صورت سے ہراسان ہو کر چپ نہوگا اور نہ خوف سے چھپاوے گا بلکہ صاف صاف
جو اسکی مہر پر کندہ ہے وہی بتلا دیگا - اسیواسطے جب کسی شخص کے دل مین شیطان نے توحید کی طرف سے شبہہ ڈالا اور شکوک ظاہر کیے حالانکہ وہ جاہل ہے
لیکن اسنے بغیر گفتگو کے کہا کہ مین ان شبہات سے بیزار ہون اور مین یہی یقین رکھتا ہون کہ اللہ تعالی وحدہ لاشریک اور اسکے رسول محمد صلی اللہ علیہ
وسلم مین جو کچھ لائے برحق ہے تو شبہہ کچھ مضر نہوا اور شیطان کا وسوسہ بیکار گیا کیونکہ اس مومن نے اپنی لوح فطرت پر یہی نقش جمایا اور باقی کو جگہ دینے
سے انکار کیا برخلاف اسکے کبھی بعض کافرون کو کلمہ توحید لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کا یقین ہوتا ہے مگر وہ دل مین اسکو نہین جماتا ہے تو وہ کافر ہی رہتا
ہے جیسے ہرقل شاہ روم کو یقین تھا کہ محمد رسول اللہ برحق ہین مگر سلطنت کے لالچ مین ایمان نہ لایا اور جیسے علماء یہود کو یقین تھا مگر ایمان نہ لائے اسکے
یہی معنے ہین کہ انکے دل مین ضرور یہ جمع ہوا مگر انھون نے اپنے اعتقادات شرک کو لوح فطرت پر جمایا اور اس یقین کو دل مین جگہ نہ دی بلکہ رد کر دیا تو کافر
رہے - پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے سب لوگون پر اپنی فطرتی لوح پر نقش کرنا اپنی جہد نفس سے تھا پس وہ اچھا رہا جسنے یہ نقش کیا
کہ اللہ تعالی کے سوائے کوئی معبود نہین یا میرا و تمام جہان کا خالق موجود ہے اگرچہ وہ صفات الوہیت سے واقف نہوا اور بکثرت بلکہ کل ہی ایسے گذرے کہ
انکو امتیاز نہوا لیکن ہر شخص نے اپنی کوشش کو خرچ کیا اور اس سے زیادہ انکو وسعت نہ تھی علاوہ ازینکہ اس قدر ضروری تھا کہ ہمارا سب کا خالق ہے
ولیکن جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور ہدایت دی تو اس نے اپنے نفس کا جمایا ہوا نقش مٹا دیا اور رسول اللہ کا قول لیا پس
اللہ تعالی نے مشکور فرما کر عفو کیا اگرچہ مجوسی نے اسوقت مین اپنی بہن سے یا بیٹی سے زنا کیا ہو یا مثلاً متعہ کی عورت سے لڑکی ہوئی جس کے
ساتھ اس شخص کی بیاہی عورت کے پسر نے عقد کیا ہو تو اعلی حمل و عفو ہے جبکہ اس نے اسلام توحید کو اختیار کیا ہے پس یہ بھید ہے کہ زمانۂ اسلام
مین جس نے بد کیا تو وہ بدی دو طرح ہے اول یہ کہ لوح فطرت کو نہین بدلا پس قبول نہین اور اول و آخر سب مین ماخوذ ہوگا کیونکہ
اس نے ہٹ و عداوت کی اور عذر نہین کیا تو سخت بدتر ہو گیا اور جس نے اول شرک وغیرہ سے توبہ کی تو عفو ہو گیا اور کچھ مواخذہ نہ رہا

والحمد للہ رب العالمین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

هٰذَا كِتٰبُنَا يَنۡطِقُ عَلَيۡكُمۡ بِالۡحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اُردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

مواہب الرحمٰن

بحر العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور